بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اشاعۃ السنۃ کی صفت سیرت قوم میں اسکی وقعت

(اور مضامین رسالہ سے پہلے اس کو پڑھو اور مضامین نہ پڑھو تو بھی اس مضمون کو پڑھ لو)

انکو یا اپنے متعلق کسی چیز کی تعریف کرنا اگر

بر خلاف واقعہ ہو تو بحکم پہلی آیۃ منقولہ حاشیہ یہودیت (طریقہ یہود) ہے اور اگر واقعی ہو مگر اس سے غرض ذاتی (خود ستائی یا زر طلبی بغرض دنیوی) ہو تو وہ بحکم دوسری آیۃ منقولہ حاشیہ موجب حرمان و خسران اُخروی ہے اور اگر وہ بغرض خیر خواہی و ہدایت و نصیحت ہو تو بحکم تیسری و چوتھی وغیرہ آیات منقولہ حاشیہ سُنت الٰہی و سُنت انبیائی ہے خصوصاً اس حالت میں کہ نادان لوگ ایک چیز یا کسی شخص کی خوبی سے آگاہ نہ ہوں یا بدگمان لوگ بجائے خوبی اسپر بدی کا گمان کر بیٹھیں اور اس سے اُس کے فیض و فوائد سے محروم رہیں۔ اسی سُنت کے مطابق اشاعۃ السنہ کی صفت و سیرت بیان کیجاتی ہے

> (۱) و یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا
>
> (۲) ومن کان یرید حرث الدنیا نوتہ منہا وما لہ فی الاخرۃ من نصیب
>
> (۳) وانا لکم ناصح امین۔
>
> (۴) انہ لقول رسول کریم۔

۱۸۷۸ء سے یہ رسالہ جاری ہے ابتدا سے اسوقت تک حق گوئی اسکا شیوہ رہا ہے جسمیں آیۃ لا یخافون لومۃ لائم کا کاربند رہکر کبھی اسنے کسی کی موافقت یا مخالفت کی پروا نہیں کی وہ اپنے پہلے علاقی بھائی حنفیوں سے مخاطب ہوا۔ پھر نیچر کو مذہب بنانیوالوں سے مخاطب ہوا پھر مرزا قادیانی سے اسکا خطاب شروع ہوا پھر چکڑالوی کو اُسنے مخاطب کیا۔ پھر ایک مدت سے وہ اپنے عینی بھائیوں اہلحدیث صاحبوں سے (اسی سی سالہ روش پر اس جلد ۲۱ میں اسکا عمل ہوا ہے ایک طرف مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی کو جو فریق اہلحدیث کی ممتاز ممبر ہیں اس نے نصیحت کی ہے دوسری طرف انکے مد مقابل ثناء اللہ کی (جو مذہب اہلحدیث سے نکلکر معتزلی اور نیچری وغیرہ مذاہب کیطرف جھکتا جاتا ہے) اس نے خبر لی ہے۔ ویسی ہی مرزا قادیان کی خدمت گذاری کی ہے۔ اسی طرق پر نئی روشنی والے انگریزی خوان نوجوانوں کے علم و اعتقاد کی اصلاح کی ہے۔ مولوی عبد الجبار و ثناء اللہ کے تخاطب میں اُن دونوں کے بڑے بڑے حامیوں سے بھی اسکو مخاطب ہونا پڑا۔ اور نہ کسی کے رتبہ مالی و حیثیت دنیاوی سے وہ ڈرا اور نہ کسی کی شہرت علمی اور طاقت قلمی و عادت جدلی سے اسکو ڈر لگا منجملہ حامیان مولوی عبد الجبار صاحب جن سے وہ مخاطب ہوا ہے انکے نام نامی یہ ہیں مولوی عبد اللہ صاحب پنجابی لکھوی مولوی محی الدین صاحب مولوی عبد الحق صاحب و (حاشیہ جنگلی) اور حامیان ثناء اللہ کے نام یہ ہیں مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری مولوی عبد اللہ صاحب آروی مولوی عبد العزیز صاحب رحیم آبادی مولوی عبد الحق صاحب پھلواری

جو لوگ نکتہ رس اور سخن شناس ہیں وہ اس خطاب سے ناخوش نہوں گے۔ بلکہ اس صلہ میں کہینگے ۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

اور ممکن ہے کہ بعض سخن ناشناس اس سے ناخوش بھی ہوں اور یہ کہیں کہ اتنے بڑے اعیان قوم کو مخاطب کرکے تم نے خانہ جنگی شروع کر دی ہے انکے جواب میں خاکسار ناصحانہ گذارش کرتا ہے کہ یہ خانہ جنگی نہیں بلکہ خانہ صفائی ہے اور گھر کی زینت آرائی اپنے گھر کو آگ لگ جائے تو اسکا بجھانا دور کی آگ بجھانے سے مقدم ہے ومعہذا جنکو خاکسار کی یہ معذرت و نصیحت پسند نہ ہو وہ جلد ۲۱ رسالہ کو ایکدفعہ بحفاظت و احتیاط پڑھکر سالم و کامل لیس کریں اور جو اس کے عوض میں دینا چاہتے تھے وہ پاس ہی رکھیں ما سألتکم من اجر فہو لکم وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم یہ اشاعۃ السنہ کی صفت و سیرت ہے اب اسکی وقعت کا حال سنو اس رسالہ کے بعض معاون اس کے حقانی و محققانہ مضامین کے قدردان تو ایسے ہیں کہ ہمیشہ سال بسال اپنی چندہ بھیجتے ہیں اور جبتک اسکا اعلان نہیں ہوتا خطوط پر خط لکھتے

جوتے کے متعلق احکام اسلام سے سوال و جواب

(جس میں اہل اسلام کے یورپ کی طرز نشست و لباس اختیار کرنے پر دلچسپ بحث ہے)

سوال جوتا پہنکر مسجد میں جانا۔ اور نماز پڑھنا بحکم دین اسلام جائز ہے یا افضل یا ممنوع اور جوتا اُتار کر مسجد میں جانا اور نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب

(۱) بصورت پاک اور صاف ہونے جوتے کے جوتا پہن کر مسجد میں جانا اور اس میں نماز پڑھنا جائز ہے (۲) اور بصورت ناپاک ہونے کے ممنوع (۳) اور بارادہ مخالفت یہود و اہل تشدد افضل ہے۔ (۴) اور جوتا اُتار کر مسجد میں جانا اور نماز پڑھنا اگر جواز سے انکار نہ ہو افضل ہے۔ (۵) اور اگر مسجد میں بوریا۔ دری وغیرہ پارچات کا فرش ہو تو جوتا اُتار کر مسجد میں جانا اور نماز پڑھنا ضروری ہے۔ اور جوتے سمیت مسجد میں جانا اضاعت وغیرہ مُمسر فین متکبرین یورپ کی سُنت ہے جس سے مسلمانوں کو احتراز لازم ہے۔

اِن احکام خمسہ سے پہلے دو حکم تو منصوص ہیں اور احادیث نبویہ صحیحہ کا عین منطوق اور پچھلے تین حکم آیات و احادیث کا مفہوم و مفاد جنمیں علماء اسلام کے تفقہ و اجتہاد کا دخل بھی ہے۔

اِن احکام کے دلائل بیان کرنے سے پہلے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ شاہزادہ ولی عہد اور ان کے مقامی جانشین پنجاب کا جامع مسجد دہلی میں کسی حد تک بُوٹوں سمیت داخل ہونا وقوع میں آیا اور اس سے پہلے سکھوں کے مذہبی دربار امرتسر میں منتظمین دربار کی اس درخواست پر کہ اگر شاہزادہ ولیعہد دربار میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو بُوٹوں کے اُوپر موزے پہن لیں۔ شاہزادہ ولیعہد نے دربار میں داخل ہونا پسند نہ کیا۔ تو اسپر اسلامی اخباروں کے ایڈیٹروں نے سکھوں کی مذہبی ثابت

قدمی ہو اولو العزمی اور غیرتِ دینی کی بہت تعریف کی۔ اور مسلمانانِ منتظمین جامع مسجد دہلی پر بہت جوش سے لے دے کی۔ پھر منتظمین جامع مسجد کی طرف سے بعض اخباروں نے معذرت وحمایت کی تو دوسری جانب سے اس معذرت کو عذرِ گناہ بدتر از گناہ قرار دیا گیا +

اِس خادم الاسلام والمسلمین نے اِس آتش جوش پر پانی ڈالا۔ اور روزانہ پیسہ اخبار ۱۲ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء میں اس مضمون کا ایک نوٹ چھپوایا کہ بانیٔ اسلام اور دینِ اسلام اس جوش کی اجازت نہیں دیتے اور اس میں حق بجانب معترضین نہیں ہے۔ تو اِس نوٹ سے وُہ جوش دب گیا۔ اور پھر اِس کے خلاف میں کوئی مضمون ان اخباروں میں نظر نہ آیا +

اِس نوٹ میں خاکسار نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اِسی ماہ میں رسالہ اشاعت السنۃ میں تفصیلی بحث کی جائیگی۔ جس میں شرعی دلائل سے جوتیوں سمیت مسجد میں جانے اور نماز پڑھنے کی اجازت ثابت کی گ وُہ وعدہ اب پورا کیا جاتا ہے۔ مگر از بیان دلائل ہم اپنے اسلامی بھائیوں اخبار نویسوں کو نصیحت کرنا واجب اور اپنا منصبی فرض سمجھتے ہیں کہ ملکی معاملات میں (جو ان کے اخباروں کا موضوع ہے) جہاں تک وُہ چاہیں خامہ فرسائی اور طبع آزمائی کیا کریں۔ یہ ان کا حق ہے اور منصبی فرض ہے۔ مگر مذہبی معاملات میں اور دینی مسائل میں ان کو دخل دینا ایسا ہے جیسا کسی طفلِ نادان کا دخل در معقولات۔ دینی مسائل میں نہ تو وُہ اپنی رائے نارسا کو درج اخبارات کیا کریں۔ اور نہ نام کے علماء نامہ نگاروں یا خود بخود مفتی بن جانے والوں کی تحریرات اور فتاوے کو مشتہر کیا کریں۔ اور اگر وُہ ان تحریرات اور فتاوے کو درج اخبار کرنے سے اپنی اخباروں کو فروغ دینے اور طالبین دین کی نگاہوں میں اُن کو پاپولر (عام پسند) یا یوسفل (مفید) بنانا۔ اور اس ذریعہ فلوس کمانا چاہتے ہیں۔ تو وُہ خدا تعالے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن وعیدات ڈریں۔ جو قرآن و حدیث میں وارد ہیں۔ ایک آیت میں یہ وعید آئی ہے کہ جو شخص اپنے عمل (دین) سے صرف دُنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہے۔ اس کو ہم دُنیا میں اس عمل کا

من کان یرید الحیوۃ الدنیا و زینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون

اولٰٓئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ (هود-ع-۲)

بدلہ دیتے ہیں - اور اس میں ان کو کمی نہیں رہتی - مگر آخرت میں ان کو بجز آگ کچھ نہیں ملیگا - اور ان کا کیا کرایا اکارت جائیگا ✣

عن انس قال رسول الله صلعم من طلب العلم ليجاري به العلماء او ليماري به السفهاء او ليصرف وجوه الناس اليه ادخله النار (مشکوٰۃ ۲۶)

ایک حدیث میں یہ ڈر سنایا گیا ہے کہ جو شخص علم (یعنے دینی و مذہبی) اس لئے سیکھتا ہے کہ لوگوں کے مُنہ اپنی طرف متوجہ کرے - اللہ تعالےٰ اس کو آگ (جہنم) میں ڈالیگا - یہی حکم دین سکھانے اور لوگوں کو مسائل دین بتانے کا ہے ✣

عن ابی هريرةؓ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تعلم علماً مما يبتغى به وجه الله لا يتعلمه الا ليصيب عرضاً من الدنيا لم يجد عرف الجنة يوم القيمة يعني ريحها - رواه احمد (مشکوٰۃ صہ ۲۶)

ایک حدیث میں یہ ڈر سنایا گیا ہے کہ جو شخص علم جس سے خدا تعالےٰ کی رضا طلب کیجاتی ہے - صرف اِس غرض سے سیکھتا ہے کہ اس سے وُہ دُنیا کماوے وُہ بہشت کی خوشبو تک نہ پائیگا - ایسا ہی دین سکھانے اور لوگوں کو مسائل دین بتانے کا حُکم ہے ✣

اِن ہی آیات و احادیث سے مُستنبط ایک مسلّم اُستاد کا یہ شعر ہے ؎

میادا دلِ آں فرومایہ شاد   کہ از بہرِ دُنیا دہد دیں بباد

اور وُہ اپنے کانشنس (ضمیر) اور خوفِ خُدا سے کام لیکر یہ **سوچیں** کہ کیا اگر وہ مُلکی معاملات میں راست بازی سے کام لیکر سنجیدہ رائے ظاہر کریں - جیسے بعض غیر اسلامی خصوصاً انگریزی اخبار (جو مسائل مذہبی سے تعرض نہیں کرتے) کر رہے ہیں اور اسی سے وُہ پاپولر اور پُرسفل ہیں اور خوب خلوص کماتے ہیں - تو کیا یہ امر اُن کی ترقی اور زر کشی کے لئے کافی نہیں ہے - اور اگر صرف راستی سے ان کا کام نہیں چلتا - اور بتقلید اس قول بعض غیر متدین دُکانداروں کے کہ میاں جھُوٹ کے بغیر دوکان نہیں چلتی ضرور اُنہوں نے جھُوٹ سے ہی کام لینا ہے تو

پھر ان کے لئے جھوٹے تجارتی خصوصاً طبی اشتہار کافی ہیں۔ اور علاوہ براں ناولوں کے مضامین مذاق۔ تصاویر۔ اشعار وغیرہ ہزلیات جن کی طرف آجکل عام طبائع زیادہ مائل و متوجہ ہیں کافی سے زیادہ ہیں۔ وہ مسائل دین کو طالبان دین کے دام میں لانے کے لئے کیوں شکنجہ بناتے ہیں۔ اور غلط مسئلے اور جھوٹے فتوے شائع کرکے نادان دینداروں کو کیوں بہکاتے ہیں۔ اور حافظ کے اس شعر کو خیال میں نہیں لاتے ؎

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے

دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

پہلے تو یہ کام علماء سوء نے اختیار کر رکھا تھا جن کو آنحضرت صلعم نے شر العلماء و شر من تحت ادیم السماء کا خطاب دیا ہوا ہے۔ اور ان کے فتووں کو قیامت کی علامت ٹھیرایا ہوا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث

قال رسول اللہ صلعم فاذا ضیعت الامانۃ فانتظر الساعۃ فقال کیف اضاعتہا قال اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ (بخاری صفحہ ۱۴)

صحیح بخاری میں آیا ہے کہ جب کوئی کام اس شخص کے سپرد ہو جو اس کا اہل نہ ہو تو تم قیامت آنے کے منتظر رہو۔

اس کی تفصیل و تفسیر بخاری و مسلم کی دوسری حدیث میں یوں آئی ہے۔ کہ خدا تعالے (قیامت کے قریب) بندوں کے سینوں سے

قال رسول اللہ صلعم ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعًا ینتزعہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالمًا اتخذ الناس رؤسًا جھالًا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۲۵)

علم نکال نہ لیگا۔ لیکن علماء کو فوت کر دینے سے علم کو قبض کریگا۔ یہاں تک کہ جب کسی عالم کو زندہ نہ چھوڑیگا تو لوگ جاہلوں کو اپنا دینی سردار بنا لیں گے۔ پھر ان سے لوگ مسائل دینی پوچھیں گے تو وہ ان کو بے علمی سے فتوے

دوسرا بہت [illegible] گمراہ [illegible] انسان کو گمراہ کرنیکے

قال رسول اللہ صلعم الا ان شر الشر شرار

ان ہی گمراہوں کے حق میں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے

العلماء وخیر الخیر خیار العلماء رواہ الدارمی (مشکوۃ صفحہ ۲۹)

عن زیاد بن حدیر قال لی عمر ھل تدری ما یھدم الاسلام قال قلت لا قال یھدمہ زلۃ العالم وجدال المنافق بالکتاب وحکم الائمۃ المضلین۔ رواہ الترمذی (مشکوۃ صفحہ ۲۹)

عن ابن سیرین قال ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذونہ دینکم۔ رواہ مسلم (مشکوۃ صفحہ ۲۹) +

کہ بدترین بدوں کے بد علما ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ کہ اسلام کو ڈھا دینے والی چیزیں (نام کے) عالم کا پھسل جانا ہے۔ اور منافق کا کتاب اللہ میں جھگڑنا اور گمراہ اماموں کا دین میں حاکم ہو جانا +

اسی خوف وخیال سے حضرت ابن سیرین نے فرمایا ہے کہ علم (مسائل دین) دین ہے پس جب تمہیں دین میں کوئی شخص کوئی بات کہے تو تم یہ دیکھو کہ وہ شخص ہے کون جس سے تم مسائل دینی کا علم حاصل کرتے ہو۔ (یعنی واقعی عالم دین ہے یا نام کا عالم اور درحقیقت جاہل وہ شرار العلماء سے یا عالم خیار العلماء ہے فتوے دینے میں خوب ماہر اور منجھا ہوا ہے۔ یا صرف چند کتابیں پڑھ کر یا کسی مدرسہ یا یونیورسٹی میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کر کے مفتی بن بیٹھا ہے) یہ علماء سوء کا حال وعمل تھا +

اب ایڈیٹران ملکی اخبار نے ان علماء سوء کا ہاتھ بٹایا ہے۔ اور ان کے غلط اور گمراہی کے بھرے ہوئے فتووں کی ملک میں اشاعت کو اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ اور کبھی کبھی وہ خود بھی مفتی بن بیٹھتے ہیں۔ اور صاف یہ لکھ دیتے ہیں کہ ہماری رائے فلاں مسئلہ میں یہ ہے +

کوئی اتفاقی اور اجماعی حکم حرمت سود قرض کو مٹاتا اور اس سود کو حلال بناتا ہے۔ کوئی حکم شرعی پردہ کی پردہ دری کر رہا ہے۔ کوئی پانچ وقت نماز پڑھنے اور عربی میں اس کے ادا کرنے کو اڑا رہا ہے۔ کوئی حکم توریث شرعی کو مٹا رہا ہے وعلے ہذا القیاس اور ہمارے اخبار نویس اسلامی بھائی ان کفریات کو بڑے ذوق وشوق سے اخباروں میں مشتہر کر دیتے ہیں۔ اور ان اخبار نویسوں یا ناظرین اخبارات سے کوئی نہیں پوچھتا کہ جن لوگوں نے ان مسائل وفتاوے کو تحریر

یا مشتہر کیا ہے - وہ کون ہیں اور کس قدر علم رکھتے ہیں - اُنھوں نے کس مدرسہ میں پڑھا - اور کہاں تک علم دین حاصل کیا - اور کب سے کب تک ان کو درس و افتا کا اشتغال رہا - اور کن اشخاص اہل علم و دین میں ان کا علم و عمل و فتوے مسلّم ہوا *

اِن باتوں کو مطلق نہیں دیکھا جاتا - اور ان کے فتوؤں اور مسئلوں کو بالش پر چڑھایا جاتا اور اکناف عالم میں پھیلایا جاتا ہے - خاکسار خادم الاسلام والمسلمین اپنے بھائی اسلامی ایڈیٹروں کو آگے بھی جلد ۲۰ رسالہ میں بضمن مضمون اسلامی اخبار اور کفریات کا اشتہار یہ نصیحت کر چکا ہے کہ اس قسم کے مسائل اخباروں میں شائع کرنے کا آپ لوگ حق نہیں رکھتے - اور اگر ان کو شائع کرنے سے رُک نہ سکیں تو علماء وقت سے جس کا علم و منصب افتا مسلّم ہو جواب لیکر ان مسائل کے ساتھ شائع کر دیا کریں - اور جن مسائل کو چھاپ چکے ہیں ان کا رد و جواب بھی (کہ از انجملہ دو مسئلہ (۱) نماز پنجگانہ بزبان عربی (۲) پردہ شرعی کا اشاعت السنّۃ جلد ۲۰ میں جواب دیا گیا ہے) اپنے اخباروں میں شائع کر دیں - اور یہ نصیحت نہ صرف رسالہ میں ان کو کی - بلکہ دو اخبار نویسوں کو بذریعہ خطوط اور اُنسے دو دفعہ خود ملکر زبانی بھی کی - اور اُنھوں نے وعدہ اندراج جواب مضامین مذکور اپنے اخباروں میں زبانی اور نیز تحریری کیا - مگر ابتک اس کا ایفاء نہیں کیا - اگر اس شکایت کو پڑھ کر بھی اُنھوں نے ہمارے مضامین کا خلاصہ درج اخبار نہ کیا تو ہم **اُنکے نام نامی** جو اخباری دنیا میں بہت گرامی سمجھے جاتے ہیں ظاہر کر دینگے - بلکہ تحریری وعدہ بھی چھاپ دیں گے - بہتر یہ ہے کہ وہ **الکریم اذا وعد وفے** پر عمل کریں - اور اس شکایت فاش کی نوبت نہ آنے دیں ہمارے دونوں مضامین مذکورہ کا خلاصہ درج اخبار کر دیں اور آئندہ ہماری نصیحت پر کاربند ہو جائیں *

بعض اخباروں کے ایڈیٹر اہل علم بھی ہیں بلکہ بعض کسی مدرسہ یا یونیورسٹی پنجاب کی سند فضیلت بھی رکھتے ہیں - مگر ان میں ہنوز مفتی بننے اور فتوے دینے کی لیاقت پائی نہیں جاتی - یہ لیاقت ایک مدت تک کتب بینی اور تفاسیر و فقہ و حدیث و شروح حدیث میں وسیع النظری اور واقعات شرعیہ میں تجربہ کاری سے حاصل ہوتی ہے - جو صرف کسی مدرسہ یا یونیورسٹی میں امتحان پاس کرنے

سے حاصل نہیں ہوتی۔ جیسے ڈاکٹری یا وکالت کا صرف امتحان پاس کر لینے سے ایک مدت تک
پرکٹس (مشق) کر لینے کے بغیر نہ حکمت چلتی ہے نہ وکالت مسلم ہوتی ہے۔

ایک نوجوان نے نئی فضیلت حاصل کرکے نیا مُلکی اخبار نکالا ہے اور اسمیں ایک دو کالم اپنے فتووں کے لئے مخصوص کر رکھے ہیں۔ ان فتووں میں وہ نوجوان ہمیشہ ٹھوکریں کھاتا ہے۔ آج ایک فتوے شائع کرتا ہے۔ کل اُسی کا ردّ جواب نامہ نگاروں کی طرف سے چھاپ دیتا ہے۔ اِس کی وجہ وہی ہے جو خاکسار ناتوان ناصح اخوان نے بیان کی ہے ؎

بسیار عمر بائید تا پختہ شود خامی

یہ بات اِس کے کانشنس نے بھی مان لی ہوئی ہے۔ مگر وہ خریداروں کے خوف سے کہ وہ اخبار لینا چھوڑ دینگے۔ اپنی کانشنس کا خلاف کر رہا ہے اور فتوے چھاپنے بند نہیں کرتا۔ اِس مقام میں ہم اِس کا اصل کلام اِس دعوے کا مصدق نقل کرتے ہیں اور اسپر عربی مثل "الجہل یقضی علی نفسہ" اور ہندی مثل "جادو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے" صادق کر دکھاتے ہیں۔ وہ اپنی اخبار نمبر ۱ جلد ۳ میں اِس عنوان سے رقمطراز ہے :۔

فتوے

التماس فتووں کے متعلق میں کئی ایک دفعہ ظاہر کر چکا ہوں کہ میں اپنی تحقیق ناقص اور علم قاصر پر اعتماد نہیں رکھتا۔ اِسلئے جو صاحب کسی فتوے میں غلطی پاویں۔ خاکسار کو اطلاع کر دیا کریں تاکہ دوبارہ غور ہو سکے۔ آج پھر اِس التماس کو علماء کرام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ میں تو فتوے کے مضمون بند کر دیتا مگر بہت سے احباب اِس مضمون کے بحال رکھنے پر اصرار کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم اسی مضمون کے لئے اخبار لیتے ہیں۔ اور یہی دیکھا کرتے ہیں۔ اِس لئے خاکسار مجبور ہے۔"

ازانجا کہ وہ نوجوان اِس ناتوان کا روحانی فرزند* ہے لہذا خاکسار خصوصیت کے ساتھ اِس کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ بیٹا جو خریدار تم کو اخبار میں مضمون فتوے کے بحال رکھنے پر اصرار

* اس کی تفصیل نصیحت نامہ نمبر ا میں جو نمبر ۵ جلد ۱۲ میں شایع ہوا۔ اور نصیحت نامہ نمبر ۳ جو جلد ہذا (۲۱) میں شائع ہوا ہے ملاحظہ کرو۔

کرتے ہیں وہ جاہل ہیں۔ وہ اِن فتووں کے ضرر و نقصان کو نہیں سمجھتے۔ تم ان جاہلوں کی رضا جوئی اور خریداری اخبار سے انکار کی کچھ پروا نہ کرو۔ خدا تعالےٰ بحکم "من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب" تم کو دوسرے خریداروں سے روزی پہنچا ئیگا۔ اور اگر بقول سود خور غیر متدین دکانداروں کے تم بھی جھوٹ کے بغیر دکان نہ چلنے کے قائل ہو تو بجائے غلط فتووں کے کوئی ناول چھاپنا شروع کردو۔ یا تجارتی جھوٹے اشتہاروں کے درج کرنے کو وسیلہ کردو۔ اور حافظ کا شعر مذکور صفحہ ۸ پڑھو ۔

اِس التماس میں جو تم نے یہ اظہار و **اعتراف** کیا ہے کہ میں اپنی تحقیق ناقص اور علم قاصر پر اعتماد نہیں رکھتا۔ **اگر** یہ اعتراف صادق اور دل سے ہے تو میری ایک اور نصیحت بھی سنو اور مان لو۔ اور وہ یہ ہے:۔

کہ تم جو کچھ دین کے متعلق تصنیف کرو اور چھاپو اس کو پہلے اپنے کسی اُستاد کو دکھا لیا کرو۔ اور پھر اس کو چھاپکر مشتہر کیا کرو۔ اگر اِس خاکسار کہن سال سے (جو عرصہ چالیس سال سے تصنیف و تالیف و افتا میں مصروف ہے اور با اینہمہ مسائل معرکہ آراء میں ہمیشہ اپنے ہمعصر مخالفین و موافقین علماء وقت سے مشورہ لے لیا کرتا ہے اور اس قسم کے مضامین کے قلمی مسودہ ان کو دکھا کر چھاپتا ہے۔ (اور یہ بھی ایک وجہ اس رسالہ کے دیر میں نکلنے کی ہوتی ہے) حسن ظنی نہیں رہی تو اپنے بلا واسطہ اُستاد سے جو تمہارے شہر میں موجود ہے تو مشورہ لیا کرو۔ اگر پہلے تم ایسا کرتے تو اپنے مذہب کے اخوان و اعیان سے جدا کیوں ہوتے۔ گذشتہ را صلوٰۃ آئندہ ہی سمجھو اور مشورہ سے کام لیا کرو۔ دن کا بھولا شام کو گھر آجاوے تو بھی بھولا نہیں کہلاتا ۔

بعض اخباروں کے ایڈیٹر نہ عربی مولوی ہیں نہ عالم نہ فاضل۔ نہ کسی مدرسہ میں دینی علم عربی پڑھا۔ نہ یونیورسٹی سے کوئی خطاب حاصل کیا۔ اور وہ خود بخود مفسر بن بیٹھتے ہیں۔ اور یہ غضب ڈھایا ہے کہ اپنے ملکی اخبار کا ایک حصہ تفسیر القرآن کے لئے مخصوص کر دیا ہے چنانچہ ان کی اخبار کے دو ہی نمبر (۴ و ۵) مطبوعہ ۲ و ۸ فروری سنہ ۱۹۰۶ء متضمن تفسیر القرآن شائع

ہوئے ہیں جن سے قیامت کا ایک نشان ظاہر ہوا ہے۔ اور حدیث وسد الامر الی غیر اہلہ منقولہ صفحہ (۸) کا مضمون و مصداق مشاہدہ میں آیا۔ ان نمبروں میں آپ نے سورۂ فاتحہ اور چار آیات ابتدائی سورہ بقرہ کی تفسیر کی ہے جس میں سب سے نرالی اونچ کی کہی ہے۔ اور وہ بات لکھی ہے۔ جو کسی مفسر قدیم کے خیال میں نہیں آئی۔ صرف نئے مفسر سرسید ہی کی وہ ایجاد ہے اور معہذا النصوص صحیحہ صریحہ کی مخالف ہے۔ اور اس طرفہ پر طرہ یہ ہے کہ آپ نے مفسرین قدیم کی مخالفت کی کچھ پروا نہیں کی مفسرین کا قول نقل کر کے اُن کے مقابلہ میں یہ بات کہی ہے کہ ہماری رائے ان کے برخلاف ہے۔ اور یہ نہ سوچا کہ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا۔ ہم کون ہیں اور ہماری رائے کیا ہے۔ اور تفسیر القرآن کے واسطے کیا کیا علوم ضروری ہیں۔ اور ہم نے پڑھا ہی کیا ہے ✣

اِس مقام نصیحت میں اِن کی تفسیر کی غلطیاں بیان کرنا اجنبی امر ہے۔ لہذا بجائے اِس کے ہم ان کو دوستانہ و برادرانہ نصیحت کرتے ہیں کہ آپ اِس خیال کو دماغ سے نکال دیں۔ اور پھر لفظ تفسیر القرآن قلم سے نہ نکالیں۔ اور اپنے اخبار کو اُنہی مقاصد کے لئے مخصوص رکھیں جو ان کا موضوع ہیں۔ اور اگر اُنہوں نے ہماری اس نصیحت کو قبول نہ کیا اور کسی اور اہل علم نے ان کا تعاقب نہ کیا تو پھر ہم کسی شاگرد کو ان کی خدمتگزاری کے لئے متعین کر دینگے جو ہر ہفتہ اِن کی غلط تفسیر کا رد لکھ کر کسی ویسے ہی اخبار میں چھپوا دیا کریگا ✣

نصیحت پوری ہوئی اب دلائل اصل احکام خمسہ بیان کئے جاتے ہیں۔ حکم اوّل و دوم و سوم کے دلائل حدیث کی چھیوں کتابوں میں جو صحاح ستّہ کے نام سے مشہور ہیں موجود و مرقوم ہیں۔ صحیح بخاری میں (جو بالاتفاق اصح الکتب بعد کتاب اللہ تسلیم کیگئی ہے) اور صحیح مسلم میں جس کے حق میں بعد صحیح بخاری مقولہ حافظ ابو علی نیشاپوری "ما تحت ادیم السماء اصح من کتاب مسلم"

باب الصلوٰۃ فی النعال عن ابی سلمۃ قال سالت انس بن مالک اکان النبی صلعم یصلی فی نعلیہ قال نعم (صحیح بخاری صفحہ ۵۶)

باب جواز الصلوٰۃ فی النعلین عن ابی سلمۃ

قلت لانس بن مالك أكان النبي صلعم يصلي في النعلين قال نعم۔ (صحیح مسلم صفحہ ۲۰۸)

باب ما جاء في الصلوٰة في النعلين عن سعيد بن يزيد قلت انس بن مالك أكان رسول الله صلعم يصلي في نعليه قال نعم۔ قال ابو عيسىٰ حديث حسن صحيح والعمل على هذا عند اهل العلم جامع ترمذی ص۵۰)

الصلوٰة في النعلين عن سعيد سالت انسا أكان رسول الله صلعم يصلي في نعليه قال نعم (نسائی صفحہ ۱۲۹)۔

باب الصلوٰة في النعلين عن النعمان بن سالم عن ابن ابي اوس قال كان جدى اوس احيانا يصلي ويشير الي وهو في الصلوٰة فاعطيه نعله ويقول رأيت رسول الله صلعم يصلي في نعليه۔ وعن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي حافيا ومنتعلا۔ وعن عبد الله بن مسعودؓ قال لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي في النعلين والخفين (ابن ماجہ صفحہ ۱۲)

باب الصلوٰة في النعلين عن عبد الله ابن السائبؓ قال رأيت النبي صلعم يصلي يوم الفتح ووضع

تسلیم کیا گیا ہے) اور جامع ترمذی اور سنن نسائی میں اس مضمون کا باب کہ جوتا پہن کر نماز پڑھنا جائز اور آنحضرت سے آچکا ہے مقرر کرکے حضرت انس بن مالک صحابی سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ اُن سے ابو سلمہ نے جن کا نام سعید بن یزید تھا سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جوتا پہن کر نماز پڑھتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ ہاں پڑھتے تھے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی نے بعد روایت حدیث مذکور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اس پر عمل ہے۔

سنن ابن ماجہ میں اس مضمون کے باب میں تین صحابہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل نقل کیا ہے۔ ایک اویس صحابی دوسرے جد عمرو بن شعیب عبد اللہ عمرو بن العاص صحابی تیسرے عبد اللہ ابن مسعود صحابی (جن کی روایات پر مذہب حنفی میں بڑا اعتماد ہے) حضرت اویس سے نقل کیا ہے کہ اُنھوں نے بحالت نماز اشارہ کے ساتھ جوتا طلب کیا تو میں نے دیدیا اور اُنھوں نے کہا کہ میں نے آنحضرتؐ کو جوتا پہن کر نماز پڑھتے

نعليه عن يساره وعنه فى رواية قال صلى
رسول الله صلى الله عليه وسلم الفتح بمكة و
عن ابى سعيد الخدرى قال بينا رسول الله
صلى الله عليه وسلم يصلى باصحابه اذ خلع
نعليه فوضعهما عن يساره فلما راى القوم ذلك
خلعوا نعالهم فلما قضى رسول الله صلى الله
عليه وسلم صلوته قال ما حملكم على
القائكم نعالكم قالوا رأيناك القيت نعليك
فالقينا نعالنا فقال رسول الله صلعم ان جبريل
عليه السلام اتانى فاخبرنى ان فيهما قذرا و
قال اذا جاء احدكم المسجد فلينظر فان
راى فى نعليه قذرا او اذى فليمسحه وليصل فيهما
وعن شداد بن اوس عن ابيه قال قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم خالفوا اليهود فانهم
لا يصلون فى نعالهم ولا خفافهم۔
وعن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده
قال رأيت رسول الله ... يصلى حافيا
ومنتعلا۔ م ابو داؤد (صفحہ ۹۴)
باب اذا خلع نعليه اين يضعهما عن
ابى هريرة عن رسول الله صلعم قال اذا
صلى احدكم فخلع نعليه فلا يؤذ بهما احدا

دیکھا ہے۔
اور حضرت عبد اللہ ابن عمرو ابن العاص سے
نقل کیا ہے کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو برہنہ پا اور جوتا پہن کر نماز
پڑھتے دیکھا ہے۔
سنن ابی داؤد میں باب الصلوٰۃ فی النعلین
میں چار حدیثیں نقل کی ہیں۔ اوّل عبد اللہ
ابن السائب صحابی سے کہ آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم نے جوتا اُتار کر فتح مکہ کے دن
نماز پڑھی۔ دُوسری حدیث ابو سعید خدری
صحابی سے کہ آپ اپنی اصحاب کے ساتھ نماز
پڑھ رہے تھے کہ آپ نے جوتا اُتار کر اپنی
بائیں طرف رکھدیا۔ اصحاب نے بھی جو آپ
کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے ایسا ہی کیا۔
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کو پورا کیا
تو اصحاب کو فرمایا تم نے کیوں جوتے اُتارے
اُنھوں نے عرض کیا۔ کہ ہمنے آپ کو ایسا ہی
کرتے دیکھا تو ہم نے بھی جوتے اُتار دئے
آپ نے فرمایا مجھے تو جبریل نے خبر دی تھی کہ
آپ کی جوتیوں میں گھن کی چیز یا نجاست لگی
ہوئی ہے۔ اسلئے میں نے جوتا اُتار دیا تھا

لیجعلھما بین رجلیہ اولیصل فیھما (ابوداؤد صفحہ ۹۵) قال العراقی ھو صحیح الاسناد (نیل الاوطار صفحہ ۱۶ ج ۲)

تم میں سے کوئی مسجد میں آوے تو جوتیوں کو دیکھ لیا کرے پھر اگر ان میں نجاست پاوے تو پھر اس کو پونچھنے (رگڑنے) سے صاف کرکے ان میں نماز پڑھ لے۔ تیسری حدیث شداد بن اوس کی حدیث کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے تم یہود کا خلاف کرو جو جوتی اور موزہ پہنکر نماز نہیں پڑھتے۔ یعنی تم جوتیوں سمیت نماز پڑھا کرو۔ چوتھی حدیث وہی عمرو بن شعیب کے جد عبداللہ بن عمرو بن العاص کی جو ابن ماجہ سے منقول ہوئی۔ پھر سنن ابی داؤد میں اس عنوان کا ایک باب وارد کیا ہے کہ جب نمازی جوتیاں اُتار کر نماز پڑھنا چاہے تو ان کو کہاں رکھے۔ اور اس کے جواب میں یہ حدیث ابوہریرہؓ کی نقل کی ہے کہ جب کوئی جوتا اُتار کر نماز پڑھنا چاہے تو کسی کو اس کی داہنی طرف جوتا رکھ کر تکلیف نہ دے بلکہ اس کو اپنے دونوں پاؤں کے درمیان رکھے یا جوتا پہن کر نماز پڑھے۔

یہ **احادیث** سب کی سب لائق دست آویز ہیں پہلی حدیث انسؓ بخاری و مسلم کی روایت ہے جس کی صحت پر اُمت کا اتفاق ہے۔ اور احادیث نمبر ۲ و ۳ و ۴ و ۶ جنمیں جوتا پہن کر نماز پڑھنے کا ذکر ہے وہ حدیث انس کے متابعات سے ہیں۔ آٹھویں حدیث کو طبرانی نے صحیح الاسناد کہا ہے۔ چنانچہ نیل الاوطار میں منقول ہے۔ ساتویں حدیث ایک نئے اور زائد مضمون پر مشتمل ہے۔ اس کی تصحیح ابن حبان نے اس طرح کی ہے کہ اس کو اپنی کتاب صحیح میں وارد کیا ہے۔ شوکانی نے کہا کہ اس کے اسناد میں کوئی طعن و جرح نہیں ہے۔ اور اس باب میں چار حدیثیں اور ہیں۔ پھر ان کو شوکانی نے کتاب طبرانی۔ بیہقی۔ بزاز۔ امام احمد۔ ابن مردویہ۔ ابن مندہ۔ ابن عدی۔ ابن حبان۔ ابوالشیخ۔ ابویعلی وغیرہ آئمہ حدیث سے نقل کر کے بعض کو قوی

الحدیث الثانی (وھو السابع من احادیث ذکرناھا) اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ ولا مطعن فی اسنادہ وفی الباب احادیث اربعۃ اخر الی ان سردھا (نیل الاوطار صفحہ ۱۴ ج ۲)

بعض کو ضعیف قرار دیا ہے ؞

اِن آٹھ حدیثوں سے جو ہمنے نقل کی ہیں پہلی حدیث انس رض سے جو بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی سے نقل ہوئی ہے - اور دوسری حدیث اویس سے - اور تیسری حدیث جد عمرو بن شعیب سے اور چوتھی حدیث ابن مسعود رض سے جو ابن ماجہ سے منقول ہیں - اور آٹھویں حدیث ابوہریرہ سے جو ابوداؤد سے منقول ہے **پہلا حکم** منجملہ احکام خمسہ مذکورۂ بالاقطعی اور صاف طور پر ثابت ہے جسمیں شک و اجتہاد کا دخل نہیں کہ پاک جوتا پہن کر نماز پڑھنا اور مسجد میں جانا جائز ہے - اور یہ حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل دونوں سے ثابت ہے - **آنحضرت کا فعل** نماز بالنعلین پہلی چار حدیثوں سے ثابت ہے - **اور آپ کا قول** آٹھویں حدیث میں موجود ہے - اب رہا یہ کہ فعل نماز آپ سے عین مسجد میں ادا ہوا تھا - سو ابھی حدیث ششم کے نتیجہ میں بیان ہوتا ہے ؞

چھٹی حدیث ابوسعید خدری رض سے جو ابوداؤد سے منقول ہے - پہلا اور دوسرا حکم دونوں ثابت ہوتے ہیں - پاک جوتا پہن کر کے نماز پڑھنا پھر ناپاکی کا علم ہو جانے سے اس کو اُتار دینا اِس حدیث میں آنحضرت کے فعل و قول دونوں سے پایا جاتا ہے - پھر یہ فعل نبوی اور اصحاب کبار کا جو آپ کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھتے تھے ظاہرا مسجد میں واقع ہوا معلوم ہوتا ہے کیونکہ آپ بجز حالت سفر مسجد ہی میں جماعت کرایا کرتے - اور آنحضرت کا اِس حدیث میں اور اِس موقعہ پر یہ فرمانا کہ جب تم مسجد میں آؤ تو جوتی کو اُلٹا کر دیکھ لیا کرو - نیز مشعر ہے کہ یہ واقعہ مسجد میں ہوا تھا - تب ہی آپ نے مسجد میں ناپاک جوتی کو اُتار دینے کا حکم فرمایا ؞

ابوداؤد کا اِس باب میں اور اِس حدیث ابوسعید خدری رض کی پہلے حدیث عبداللہ ابن السائب کو جو ہماری منقولہ احادیث کے پانچویں نمبر پر ہے نقل کرنا بھی مشعر ہے کہ یہ واقعہ مسجد مکہ کا واقعہ ہے - جس کو عبداللہ ابن السائب نے بیان کیا ہے - اِس استنباط صحیح کو کوئی نہ مانے اور آنحضرت و اصحاب کے فعل کا وقوع مسجد مکہ میں تسلیم نہ کرے تو پھر حکم اوّل

و دوم کے ثبوت کے لئے آنحضرت کا قول کافی دلیل ہے۔ جو بالاتفاق فعل سے مقدم ہوتا ہے۔ کیونکہ فعل میں آنحضرت سے خصوصیت کا احتمال ہوتا ہے۔ جو قول میں نہیں ہوتا۔
ساتویں حدیث سے جو ابوداؤد سے نقل ہوئی ہے **تیسرا حکم** ثابت ہے اور اس حدیث میں آنحضرت کا یہ ارشاد کہ یہود کا خلاف کرو کم سے کم استحباب و فضلیت کا ثبوت تو ہے۔ آنحضرت نے جوتا اُتار کر نماز پڑھی ہے اور دُوسروں کو برہنہ پاؤں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ چُنانچہ حدیث پنجم و ششم میں بیان ہُوا اس لئے اس کا حکم وجواب اُٹھ گیا۔ اور صرف بنظرِ مخالفتِ یہود استحباب باقی رہا +
بعض علماء کا خیال ہے کہ جوتا بھی ایک لباس زینت ہے جس کا اس آیۂ قرآن میں حکم ہے

یٰبنی اٰدم خذوا زینتکم عند کل مسجد (اعراف۔ رکوع ۳) عن صالح ثنا قرات ابن السائب عن میمون عن ابن عباس خذوا زینتکم عند کل مسجد قال الصلوٰۃ فی النعلین (دارمی صفحہ ۱۵۳)	جسمیں ارشاد ہے کہ اے اولادِ بنی آدم زینت سے مسجد یا نماز کی طرف آیا کرو۔ اس مضمون کی ایک حدیث بھی ہے جو سنن دارقطنی وغیرہ مروی ہے۔ **ولیکن محققین اہلحدیث** نے اس خیال کو اور اس حدیث کی صحت

کو تسلیم نہیں کیا۔ اور کہا ہے کہ جوتا اکثر محل نجاست ہوتا ہے۔ اسلئے وُہ اس زینت میں داخل نہیں جس کا حکم اس آیت میں ہے۔ اور کہا ہے کہ جوتے میں وُہ معنی جو نماز سے مطلوب ہے (یعنی خشوع و خضوع و قربِ انابت) بھی پائی نہیں جاتی۔ اسکی افضلیت و استحباب کو صرف بلحاظِ مخالفتِ یہود تسلیم کیا گیا ہے۔ نہ اسوجہ سے کہ جوتے میں ایسا کوئی وصف ہے جو ثبت

قال ابن دقیق العید فی شرح الحدیث الاول من حدیثی الباب لاینبغی ان یؤخذ منہ الاستحباب لان ذالک لامدخل لہ فی الصلوٰۃ ثم اطال البحث واطاب لاان الحدیث الثانی	استحباب ہو۔ شوکانی نے نیل الاوطار میں کہا ہے کہ پہلی حدیث (انس) کی شرح میں ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ اس حدیث سے جوتا پہنکر نماز پڑھنے کا استحباب نکلتا نہیں ہے۔

من حديث الباب اقل احواله الدلالة على الاستحباب ويجمع بين احاديث الباب بجعل حديث ابي هريرة وما بعده صارفا للاوامر المذكورة المعللة بالمخالفة لاهل الكتاب من الوجوب الى الندب وهذا اعدل المذاهب واقواها عندي (نيل الاوطار ص۱۶ ج ۲)

کیونکہ جوتے کو نماز میں کوئی دخل نہیں۔ پھر اس میں بہت بحث کی اور اچھی کی۔ مگر دوسری حدیث (حدیث شداد بن اوس) سے کم از کم استحباب ثابت ہوتا ہے۔ ایسا ہی اور احادیث سے جو ہم نے ذکر کی ہیں۔ پھر چند احادیث ذکر کر کے کہا ہے کہ حدیث ابو ہریرہ وغیرہ جس میں جوتا اتار کر نماز پڑھنے کا ذکر و حکم ہے۔ ان احادیث کو جن میں جوتا پہنکر کا حکم وارد ہے۔ آنحضرت کے حکم کو (جس کی علت مخالفت یہود ہے) وجوب سے استحباب کی طرف پھیرتے ہیں اور یہ مذہب بہت اعدل اور قوی ہے۔

قال ابن بطال هو محمول على ما لم يكن فيه نجاسة ثم هو من الرخص كما قال ابن دقيق العيد لا من الاستحباب لان ذلك لا يدخل في المعنى المطلوب في الصلوة وهو وان كان من ملابس الزينة الا ان ملامسة الارض التي تكثر فيها النجاسات قد تقصر عن هذه الرتبة۔ وقد روى ابو داؤد والحاكم من حديث شداد بن اوس مرفوعا خالفوا اليهود فانهم لا يصلون في نعالهم ولا خفافهم فيكون استحباب ذلك من جهة قصد المخالفة المذكورة وورد في كون الصلوة في النعال من الزينة المامور باخذها في الاية حديث

فتح الباری میں کہا ہے کہ ابن بطال نے فرمایا ہے جوتا پہنکر نماز پڑھنے کا حکم اس حالت میں ہے۔ کہ جوتے پر نجاست نہ ہو پھر وہ بقول ابن دقیق العید از قسم رخصت و اجازت ہے نہ از قسم استحباب کیونکہ جو معنے نماز سے مطلوب ہیں وہ جوتے میں پائے نہیں جاتے۔ اگرچہ جوتا ایک قسم کی زینت ہے۔ مگر زمین سے جس میں اکثر نجاست ہوتی ہے لگ جانے کے سبب سے رتبہ زینت سے قاصر رہتا ہے۔ اور حدیث ابوداؤد و حاکم میں جو مخالفت کی نظر سے جوتا پہنکر نماز کا حکم آیا ہے اس حکم

ضعیف جداً اورد ھا ابن عدی فی الکامل وابن مردویہ فی تفسیرہ من حدیث ابی ھریرۃ والعقیلی من حدیث انس رض (فتح الباری) صالح بن بیان قال الدارقطنی متروک و فرات قال البخاری منکر الحدیث وقال ابن معین لیس بشیٔ وقال الدارقطنی متروک (التعلیق المغنی علی الدارقطنی صفحہ ۱۵۳ ومثلہ فی میزان الاعتدال صفحہ ۲۹۳ ج ۳ وصفحہ ۴ ج ۱ - ولآلی مصنوعہ صفحہ ۱۲۲ ج ۱)

کا استحباب مخالفتِ یہود کی وجہ سے ہے نہ جوتے کی ذاتی خوبی سے اور جو حدیث جوتے کی منجملہ زینت مذکورہ آیت ہونے میں وارد ہے۔ وہ سخت ضعیف ہے۔ تعلیق المغنی میں کہا ہے کہ اس کا ایک راوی صالح ہے اس کو دارقطنی نے متروک کہا ہے اور دوسرا راوی فرات ہے۔ اس کے حق میں بخاری نے کہا ہے کہ وہ ضعیف ہونے کے ساتھ ایسی احادیث نقل کرتا ہے جو اکثر ثقہ کے مخالف ہوتی ہیں۔ ابن معین نے کہا ہے کہ وہ شخص لاشیٔ ہے اور دارقطنی نے کہا ہے کہ وہ متروک ہے۔ ایسا ہی میزان الاعتدال و لآلی مصنوعہ میں ہے۔ ان تصریحات آئمہ حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بنظر مخالفتِ یہود جوتے سے نماز پڑھنا افضل ہے جیسا کہ خاکسار نے بیان کیا ہے نہ واجب اور ممنوع *

اسی حدیث ہفتم سے پانچواں حکم منجملہ احکام خمسہ مذکورہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس حدیث میں جو مخالفت یہود کا حکم منصوص ہے اس سے یہود کی خصوصیت مقصود آنحضرت صلعم نہیں ہے بلکہ نصاریٰ وغیرہ مخالفین اسلام سب کے سب اس حکم مخالفت میں مقصود آنحضرت صلعم ہیں۔ چنانچہ دوسری احادیث میں جملہ کفار اہل کتاب و اعاجم (غیر عرب) کے مخالفین اسلام اس حکم مخالفت میں شامل کئے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے عبداللہ

عن عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ قال رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیّ ثوبین معصفرین فقال ان ھذہ من ثیاب الکفار

بن عمرو بن العاص پر دو کپڑے کسم کے رنگے ہوئے دیکھے تو فرمایا کہ یہ کفار کا لباس ہے اس کو مت پہنو۔ انہوں نے عرض کیا کہ کیا ان

فلا تلبسہما وفی روایۃ قلت اغسلہما قال بل احرقہما (مشکوٰۃ صفحہ ۳۶۶)

کو دھو ڈالوں۔ تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ ان کو جلا دو۔ یہ حکم نبوی تغلیظ و تشدید کی غرض سے ہے۔ اور اگر وہ مستورات کو دیتے تو یہ امر بھی بحکم نبوی جائز تھا +

عن ابی سعید الخدری قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول ازرۃ المؤمن الی نصف ساقیہ لا جناح علیہ فیما بینہ وبین الکعبین ما اسفل من ذلک ففی النار قال ذلک ثلث مرات ولا ینظر اللہ یوم القیمۃ الی من جر ازارہ بطرا (مشکوٰۃ صفحہ ۳۶۶)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مومن کی ازار نصف ساق تک ہونی چاہیئے۔ اور اگر نہایت ٹخنے تک ہو تو بھی جائز ہے۔ ٹخنے سے نیچی ہو تو آگ میں۔ یعنی اس کے نیچے ازار لٹکانا اہل نار کافروں کا کام ہے +

عن رکانۃ عن النبی صلعم قال فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس (مشکوٰۃ صفحہ ۳۶۶)

ایک حدیث میں ہے ہم میں اور مشرکین میں فرق یہ ہے کہ ہم ٹوپیوں پر عمامے پہنتے ہیں یعنی وہ صرف عمامے +

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلعم من تشبہ بقوم فہو منہم (مشکوٰۃ صفحہ ۳۶۷)

ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی قوم سے لباس اور وضع میں مشابہت اختیار کریگا وہ عمل میں انہی کے حکم کا محل ہوگا +

عن ابی ریحانۃ قال نہی رسول اللہ صلعم عن عشر عن الوشر والوشم والنتف وعن مکامعۃ الرجل الرجل بغیر شعار وان یجعل الرجل فی اسفل ثیابہ حریرا مثل الاعاجم او یجعل علی منکبیہ حریرا مثل الاعاجم وعن النہبی وعن رکوب النمور ولبس الخاتم الا لذی سلطان (مشکوٰۃ صفحہ ۳۶۶)

ایک حدیث میں ہے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مخالفین اسلام کی وضع خصلتوں سے منع کیا ہے۔ ازانجملہ ایک یہ کہ عجموں (غیر عرب فارسیوں نصارے وغیرہ) کے مانند پارچات کے نیچے کے حصہ میں اور کندھوں پر ریشمی کپڑا (جیسے آجکل انگریزی فوج میں رواج ہے) لگا لینا اور ...

* اس حدیث کے اسناد میں کلام ہے گو اس کے یہ معنی جو ہم نے بیان کئے ہیں دیگر صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں [illegible]

کے چمڑے زین میں لگا کر اُن پر سوار ہونا یا ان کے فرش پر بیٹھنا بعض احادیث میں آیا ہے کہ ریشمی اور سُرخ گدیوں پر نہ بیٹھا کرو۔ (جیسا کہ آجکل کو نچوں بنچوں کرسیوں وغیرہ پر لگا کر نصارٰے بیٹھتے ہیں)

عن معویہ رض قال قال رسول اللہ صلعم لا ترکبوا الخز ولا النمار (مشکوٰۃ صفحہ ۳۶۸)

عن البراء ابن عازب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن المیثرۃ الحمراء (مشکوٰۃ صفحہ)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مشرکوں کا خلاف کرو۔ داڑھیاں بڑھا دو اور مُوچھیں خُوب کٹواؤ ÷

عن ابن عمر رض قال قال رسول اللہ صلعم خالفوا المشرکین اوفروا اللحی واحفوا الشوارب وفی روایۃ انھکوا الشوارب واعفوا اللحی (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۲)

ایک حدیث میں ہے یہود و نصارٰے خضاب نہیں کرتے تم خضاب کیا کرو۔ یعنے ان کا خلاف کرو ÷

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلعم غیروا الشیب ولا تشبھوا بالیھود (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷۲)

اِن احادیث سے جنہیں بعض متفق علیہ ہیں صاف ثابت ہے کہ حدیث ہفتم میں جو مخالفت یہود کا حکم آیا ہے یہ حکم یہود کی مخالفت سے مخصوص نہیں۔ نصارٰے وغیرہ کی مخالفت بھی ویسی ہی مطلوب و مقصود شارع ہے۔ جیسا کہ یہود کی۔

اب ہم کو یہ دیکھنا اور دکھانا ہے کہ فرش پر جوتے لے جانا اور انہیں جوتوں سمیت نماز پڑھنا نصارٰے وغیرہ مخالفین اسلام کی سُنّت و عادت ہے۔ یا یہ فعل قدیم اسلام اور مسلمانوں میں بھی پایا گیا ہے؟ جہاں تک ہم سیر اور تواریخ میں نظر کرتے ہیں مسلمانان قدیم میں اِس مسرفانہ و مترفانہ عمل کا نام و نشان پایا نہیں جاتا جس قدر آنحضرت صلعم اور ان کے اصحاب کرام کے افعال و اقوال مشاہدہ میں آتے ہیں۔ ان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو اس وقت یورپ وغیرہ بلاد عجم میں مسرفانہ متکبرانہ رواج ہے کہ تو شک نیچوں کو چوں اور کرسیوں پر بیٹھتے ہیں۔ اور ان کے نیچے زمین پر جوتوں کے تلے بڑے بڑے غالی اور بیش قیمت دریاں قالین

اور باناتات کے اور ریشمی اور کلابتون کی کامدار فرش اور شیر اور چیتے وغیرہ درندوں کے چمڑے بچھائے جاتے ہیں۔ نشستگاہوں کے علاوہ سیڑھیوں دروازوں اور پلیٹ فارموں اور گاڑیاں کھڑے ہونے کی جگہوں تک باناتی فرش بچھائے جاتے ہیں۔ اور دیواروں پر تصویریں اور بیش قیمت پردہ اور میزوں پر بیش قیمت کپڑے لٹکا کر مکان سجائے جاتے ہیں۔ اور مکانات کے سبھی کمروں میں گو ان میں نشست کی نوبت نہ آوے صرف زینت اور سجاوٹ کے واسطے نفیس فرش بچھائے جاتے ہیں۔ ان سب تکلفات کا آنحضرت صلعم اور اصحاب کبار کے زمانہ میں باوجودیکہ دنیاوی سلطنت بھی ان کو حاصل ہو چکی تھی وجود نہ تھا وہاں جوتیوں کے تلے فرش کیا ہوتا۔ وہاں تو اپنے جسموں کے واسطے بھی اس قسم کے فرشوں کو پسند نہ کیا جاتا اور اس بیت پر ان کا عمل تھا ؂

بر بساطِ اغنیاء ہرگز نشاید اہل فضل
زانکہ نقش بوریا ایں قوم را زنجیر پاست

سرورکائنات فخر موجودات شاہ دنیا و دین رحمۃ للعالمین کو حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ آپ بوریا پر لیٹے ہوئے ہیں اور بوریے کے پٹھوں کے نشان آپ کے پہلو مبارک پر لگے ہوئے ہیں۔ اور آپ کے سر مبارک کے نیچے دھوڑی کا تکیہ ہے جس کے اندر کھجور کے پٹھے بھرے ہوئے ہیں اور پاؤں کے پاس ببول کے پتے (چمڑہ رنگنے کے لئے) دھرے ہیں اور سر کی جانب کچے چمڑے لٹک رہے ہیں تو آپ چشم پرآب ہو گئے۔ اور بولے کہ یا رسول اللہ

وانہ لعلی حصیر ما بینہ وبینہ شیٔ وتحت راسہ وسادۃ من ادم حشوھا لیف وان عند رجلیہ قرظا مصبوبا وعند راسہ اھب معلقۃ فرایت اثر الحصیر فی جنبہ فبکیت فقال ما یبکیک فقلت یارسول اللہ ان کسریٰ وقیصر فیما ھما فیہ وانت رسول اللہ فقال اما ترضیٰ ان تکون لھم الدنیا ولنا الآخرۃ (بخاری صفحہ ۷۳۰) وفی روایۃ لہ فقلت یارسول اللہ ادع اللہ فلیوسع علی امتک فان فارس والروم قد وسع علیھم

واعطوا الدنیا وھم لا یعبدون اللہ فجلس النبی صلعم وکان متکئا فقال او فی ھذا انت یا ابن الخطاب ان اولئک قوم عجلوا طیباتہم فی الحیوۃ الدنیا فقلت یا رسول اللہ صلعم استغفر لی (بخاری صفحہ ۷۸۲)

قیصر روم و کسریٰ قائن عیش میں ہیں - اور آپ رسول خدا ہو کر ایسی (تنگ) گذران میں - دعا کریں خدا تعالے وسعت دے آپ نے جواب میں فرمایا کہ اسے عمرؓ کیا تو پسند نہیں کرتا کہ ان کو دنیا میں عیش ملے اور ہم کو آخرت میں +

ثم خرج علی فاضطجع فی المسجد فقال النبی صلعم این ابن عمک قالت فی المسجد فخرج الیہ فوجد رداءہ قد سقط عن ظھرہ وخلص التراب الی ظھرہ فجعل یمسح عن ظھرہ فیقول اجلس یا ابا تراب مرتین (بخاری صفحہ ۵۲۵)

ایک دفعہ حضرت مرتضےٰ شیر خدا مسجد میں زمین ہی پر لیٹے ہوئے تھے تو آپ کا چادر بدن سے گر گیا اور پشت مبارک خاک سے آلودہ ہو گئی - آنحضرت صلعم آئے تو آپ نے گرد کو پوچھا اور فرمایا اسے ابو تراب اٹھ بیٹھو یہ کنیت ابو تراب اسی وقت آپ کے لئے مقرر ہوئی جسکو حضرت علیؓ بہت دوست رکھتے ،

ضرورت جسم کے لئے ان حضرات کے فرش کا یہ حال تھا تو دیواروں اور میزوں چوکیوں کے فرش و پردوں کی نسبت کا ان کا کیا عمل ہوگا - ناظرین خود قیاس کر سکتے ہیں - تاہم ان کی نسبت آپ کے عمل کی ایک دو نظیریں نقل کی جاتی ہیں -

عن سفینۃؓ قال دعا علیؓ رسول اللہ صلعم الطعام صنعہ فجاء فوضع یدہ علی عضادتی الباب فرای القرام قد ضرب فی ناحیۃ البیت فرجع فقیل لہ فی ذلک فقال انہ لیس لنبی ان یدخل بیتا مزوقا - رواہ ابوداؤد - المزوق المزین (تیسیر الوصول الی جامع الاصول صفحہ ۹۲) وفی

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت علیؓ نے آنحضرت صلعم کی دعوت کی - آپ گھر پر آئے تو گھر کے ایک جانب ایک نقش دار پردہ لٹکا ہوا دیکھ کر آپ واپس چلے گئے جس سے حضرت فاطمہؓ غمناک بیٹھی تھیں کہ حضرت علیؓ آئے اور سبب غمناکی پوچھا - آپ نے بیان

ورواية كان سترا موشيا (ابوداؤد صفحہ ۲۱۶)

کیا تو حضرت علی رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سبب واپسی پوچھا - آپ نے فرمایا کہ نبی کو لائق نہیں کہ زینت سے آراستہ مکان میں داخل ہو - ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض کے گھر میں آپ داخل ہوئے

فقلت السلام عليك يا رسول الله ورحمة الله وبركاته الحمد لله الذي اعزك واكرمك فنظر الى البيت فرای النمط فلم يرد علي شيئا و رايت الكراهية وجهه فاتى النمط حتى هتكه ثم قال ان الله لم يامرنا فيما رزقنا ان نكسو الحجارة واللبن قالت فقطعته وجعلته وسادتين وحشوتهما ليفا فلم ينكر ذالك علي (ابوداؤد صفحہ ۲۱۶)

تو اُن کے گھر میں ایسا ہی پردہ دیکھ کر ان کے سلام کا جواب نہ دیا - اور اس کو چاک کر کے فرمایا کہ مجھے خدا تعالے سے یہ حکم (اجازت) نہیں ہے کہ میں پتھروں اور اینٹوں کو لباس پہناؤں -

عن ابن عباس رض قال لما راى النبي صلعم الصور في البيت لم يدخل حتى امر بها فمحيت ورای صورة ابراهيم واسماعيل عم بايديهما الازلام فقال قاتلهم الله والله ان استقسما بالازلام قط رواه البخاري (تيسير صفحہ ۱۹۲ جلد اول)

صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن کعبہ میں داخل نہ ہوئے جب تک کہ اُس کے اندر کی جو تصویریں تھیں ان کو حضرت عمر رض کو حکم دیکر مٹا نہ دیا -

لا يدخل الملئكة في بيت فيه صورة (ابوداؤد صفحہ ۲۱۶)

وفي رواية المسلم فيها تماثيل (تيسير صفحہ ۱۹۲)

ایک حدیث میں ہے آپ نے فرمایا کہ جس گھر میں تصویریں ہوں اُس میں فرشتہ (رحمت کا) داخل نہیں ہوتا ؛

لباس زائد از حاجت کے رکھنے کی بابت

یہ تو آپ کا اور آپ کے اہلبیت کا فعل و عمل تھا - اب آپ کا قول و ارشاد سنو - آنحضرت صلعم

عن جابر رض ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال له فراش للرجل وفراش لامرأته والثالث للضيف والرابع للشيطان (مشكوة صفحہ ۳۶۵)

نے جابر رضی اللہ عنہ کو فرمایا - ایک بچھونا مرد کیلئے ہونا چاہئے ایک اُس کے عیال کے لئے ایک مہمان کے لئے چوتھا شیطان کا ہے -

عن ام سلمۃ رض ان النبی صلعم دخل علیھا وھی تختمر فقال لیۃ لا لیتین (مشکوٰۃ صفحہ ۳۶)

ام سلمہ رض (حرم محترم نبوی) کے پاس آنحضرت پہنچے تو آپ سر پر رومال باندھ رہی تھیں آپ نے فرمایا ایک پیچ کافی ہے دو نہیں چاہیئے ؛

اور جب ان کے لئے فرش ولباس کے واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل وقول ہے تو جوتیوں کے تلے فرش بچھانا کیسا - اور کیونکر ممکن تھا کہ اس زمانہ میں جوتیوں سمیت فرش پر بیٹھنا چلنا پھرنا یا نماز پڑھنا پایا جاتا - وھذا آپ کا صریح حکم ہے کہ جب کوئی بیٹھے تو جوتیاں اُتار کر بیٹھے اور انکو ایک طرف رکھدے ؛ چنانچہ ابن عباس رض نے بیان کیا ہے -

عن ابن عباس من السنۃ اذا جلس الرجل ان یخلع نعلیک فیضعھما بجنبہ (ابوداؤد صفحہ ۲)

اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ ہر وقت اور ہر جگہ پیاری جوتیوں سے ایسا پیار کرنا کہ وہ پاؤں سے جدا ہی نہ ہوں فرش و زمین و نشست و خواب اور عبادت و نماز کے وقت بھی پاؤں میں رہیں نصارے وغیرہ اہل یورپ کی سنت ہے - اسلام و مسلمانوں کا یہ طریق نہ تھا ؛

اس وقت کے اکثر یہود بھی نصاریٰ یورپ وغیرہ کے مقلد ہوگئے ہیں - اور وہ بھی جوتیوں سمیت فرشوں پر بیٹھتے اور چلتے پھرتے اور نماز پڑھتے ہیں - لہذا حدیث ہفتم (جسمیں مخالفت یہود کا حکم ہے) اپنی منطوق و حکم منصوص سے فیصلہ کرتی ہے کہ مسلمان جوتی سمیت فرشوں پر نماز پڑھنے سے احتراز کریں - اور اس باب میں یہود و نصارے دونوں کی موافقت سے بچیں

کمال افسوس و تعجب کا محل ہے کہ بعض اسلامی بلاد و اسلامی سلطنتوں میں بھی اپنی طرز و معاشرت و بود و باش و لباس میں یورپ وغیرہ کے عیسائیوں کی تقلید کرتے ہیں اور ہندوستان کے بعض انگریزی تعلیم یافتہ اور انگریزی تہذیب کے دلدادہ مسلمانوں نے بھی وہی وضع اختیار کر رکھی ہے - ان سب مسلمانوں کو بھی جوتیوں بوٹوں سے ایسی الفت

ہو گئی ہے۔ کہ وہ ان کو ایک دم بھی پاؤں سے جدا نہیں کرتے۔ بوٹ پہنے ہوئے بیٹھتے ہیں۔ اور بوٹوں سمیت عمدہ فرشوں پر پھرتے ہیں* ان میں بعض حضرات بھولے بھٹکے اور کہنے سننے سے اور دکھانے کو نماز پڑھنے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں۔ تو بوٹوں سمیت فرشوں پر نماز پڑھتے ہیں۔ ان لوگوں کے اس عمل کے لئے ان کے باوا آدم سر سید نے تہذیب الاخلاق ۱۲۸۹ ہجری مطابق ۱۸۷۲ء میں ایک مضمون بعنوان جوتی پہنے ہوئے نماز پڑھنی شائع کیا ہے۔ اور اس میں کہا ہے۔ ایک شخص نے انگریزی بوٹ پہنے ہوئے نماز پڑھی۔ ایک نیک شخص نے اس کو نہایت برا جانا اور کہا کہ مجھے خوف کے مارے پسینہ آگیا پس ہم (خود بدولت سر سید) کہتے ہیں یہ باتیں اوہام مذہبی ہیں اور وسواس میں داخل ہیں۔ جوتا پہنکر نماز پڑھنی سنت ہے۔ اور اسپر نجس ہونے کا گمان کرنا وسواس میں داخل ہے۔ صرف اتنا دیکھ لینا چاہئے کہ کوئی نجاست ظاہری اسمیں لگی ہوئی نہ ہو۔ اور اگر ہو تو اس کو سخت چیز سے یا زمین سے رگڑ ڈالے اور پہن کر نماز پڑھ لے۔ انگریزی جوتا بہ نسبت ہندوستانی جوتے یا عرب کی نعلین کے بہت زیادہ صاف رہتا ہے۔ اسلئے کہ ان جوتوں کا تمام تلہ زمین پر لگتا ہے۔ اور انگریزی بوٹ کی ایڑی بہت اونچی ہوتی ہے۔ اور اس سبب سے بہت کم زمین پر لگتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے تہذیب الایمان ترجمہ تنبیہ الشیطان خلاصہ اغاثۃ اللہفان کی عبارت نقل کی ہے جس کا ماحصل وہی ہے جو ہمنے حکم اول و دوم میں بیان کیا ہے۔ سر سید نے

* اس قسم کے اسرافات نے ان کے اخراجات کو ایسا بڑھا رکھا ہے۔ کہ ان کی آمدنیاں ان کے لئے مکتفی نہیں رہیں۔ تب انہوں نے ان اخراجات کو پورا کرنے کے لئے یہ ناجائز کوششیں شروع کی ہیں کہ کوئی اتفاقی حرام سود قرض کو حلال کرنا چاہتا ہے۔ کوئی لاٹری و قمار بازی کو جائز کرنے میں ساعی ہے۔ اگر وہ ان ہی مسرفانہ اخراجات کو کم کر دیں۔ تو ان کو محرمات شرعیہ کو حلال بنانے کی ضرورت باقی نہ رہے ؛

اِس عبارت سے جو حکم استنباط کیا ہے۔ اسمیں ان سے ایک غلطی ہوئی ہے اور دو ایک فروگذاشت ہوئی ہے۔ غلطی یہ کہ پاک جوتی سے نماز پڑھنے کو اُنھوں نے سُنّت قرار دیا ہے۔ اور درحقیقت یہ فعل آنحضرت صلعم کا دائمی نہیں کہ اس کو سُنّت کہا جائے۔ بلکہ یہ فعل بیانِ رخصت کے لئے ہے جو بعض اوقات وقوع میں آیا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں جوتا اُتار کر نماز پڑھنا بھی صحیح ہو چکا ہے ؞

فروگذاشت ایک یہ ہے کہ آپ نے یہ نہیں سوچا کہ جن لوگوں کے واسطے ہمنے یہ فتوے تحریر کیا ہے وُہ بوٹ لیکر فرشوں پر نماز پڑھتے ہیں یا زمین پر۔ اور فرشوں پر بوٹ یا جوتا کا پہنکر نماز پڑھنا کسی حدیث میں نہیں آیا۔ اور کسی مسلمان نے مسلمانانِ قدیم سے بوٹ یا جوتا پہنکر فرش پر نماز نہیں پڑھی ؞

دُوسری فروگذاشت یہ کہ اُنھوں نے انگریزی بوٹ کو نجاست سے محفوظ رہنے کی نظر سے ہندوستانی جوتی اور عربی نعلین سے بہتر ٹھہرایا ہے۔ مگر یہ نہ سوچا کہ عربی نعلین میں بہرحال اور ہندوستانی جوتے میں در آنحال کہ وُہ تنگ نہو اور اس کا تلوا بہت سخت نہو۔ سجدہ بطورِ مسنون (جسمیں انگلیاں قبلہ کی طرف رہیں) ہو سکتا ہے۔ اور بوٹ جو غالباً کسا ہُوا ہوتا ہے۔ اور اس کا تلوا نہایت سخت ہوتا ہے۔ سجدہ مسنون نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس کا نجاست سے محفوظ رہنا بیکار ہے۔ اور اس کا قیاس نعلین پر نہیں ہو سکتا ؞

آپ کے ثانی اثنین مولوی مہدی علی صاحب نے آپ کے مضمون کی تائید میں ایک مضمون بعنوان مسجد میں جوتا پہنے نماز پڑھنا تہذیب الاخلاق جمادی الاولی سنہ ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۳ء شائع کیا ہے۔ اُنھوں نے فتوے مجوزۂ سرسید کی تفصیل و تائید بہت احادیث اور روایات فقہیہ کی ہے مگر ان سے بھی وُہی غلطی اور وُہی فروگذاشت ہوئی۔ اِس غلطی میں بتقلید بعض علماء مصر ان سے ایک پیشدستی ہوئی کہ اُنھوں نے آنحضرت صلعم کے فعل نماز بالنعلین کو عادت مستمرہ قرار دیا ہے۔ اور بناءً علیہ اس فعل کو

سُنّت کہا ہے جس کا غلط ہونا جوتا اُتار کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی احادیث مذکورہ بالا سے ثابت ہے۔ دوسرے پیشدستی یہ کہ اُنہوں نے ان ضعیف حدیثوں سے جن میں جوتے کا زینت مامور بہا میں داخل ہونا بیان ہؤا ہے۔ استدلال کیا ہے اور ان کا ضعف بیان نہیں کیا۔ جو اس مضمون میں صفحہ (۲۰) گذر چکا ہے ؛

بعض اسلامی سلطنتوں میں تقلید یورپ یورپین اوضاع کا رواج ہوجانا مسلمانوں کے لئے لائق سند نہیں ہے۔ جبکہ صاحب شریعت (آنحضرت صلعم) اور اُن کے اکابر صحابہ کا قول وعمل ان کے برخلاف پایا گیا ہے ؛

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وعمل سُن چکے ہو۔ اب **عمل و قول اجلہ اصحاب** بگوش ہوش سنو۔ **خلیفہ ثانی** حضرت فاروق کے عہد میں اسلامی فتوحات کو وسعت ہوئی اور ملک عجم (روم و فارس) میں اسلامی سلطنت قائم ہوگئی تو بعض مسلمانوں نے عجمیوں کے سے بوٹ اور پائجامے پہننا اور اُن کے پُر تکلف و باآرام مکانوں میں عیش سے اوقات بسر کرنا شروع کیا تو حضرت عمرؓ نے اسپر اعتراض کیا۔ اور ان کے نام اِس مضمون کا فرمان آذربیجان میں بھیجا کہ لنگ باندھا کرو

البغوی عن ابی عثمان النھدی رض قال اتانا کتاب عمر ونحن باذربیجان مع عتبة بن فرقد اما بعد فاتزروا وارتدوا وانتعلوا و القوا الخفاف والقوا السراویلات وعلیکم بلباس ابیکم اسمٰعیل وایاکم والتنعم وزی العجم وعلیکم بالشمس فانها حمام العرب وتمعددوا۔ واخشوشنوا واخشوشبوا واخلولقوا (ازالة الخفا صفحہ ۱۳۶ ج ۲)

البغوی عن انس قال خطب عمر وعلیه ازارہ

چادریں اوڑھا کرو۔ نعلین پہنا کرو۔ بوٹ اور پائجامے اُتار دو۔ اپنے باپ اسمٰعیل علیہ السلام کا لباس اختیار کرو۔ خوش عیشی اور عجمیوں کی ہیئت ولباس سے بچو۔ دھوپ میں بیٹھا کرو۔ یہ عرب کا حمام ہے۔ سخت مضبوط ہوجاؤ موٹا کپڑا اور کھانا اختیار کرو۔ پرانے کپڑے پہنا کرو۔ یہ ازالۃ الخفا میں منقول ہے۔ ایسا ہی کنز العمال میں آپ سے مروی ہے جب آپ خلیفہ وقت تھے اُس وقت آپ نے

فیہ اثنا عشر رقعۃ (ازالۃ صفحہ ۱۳ ج ۲) خطبہ ایک دن پڑھا تو آپ (رضی اللہ عنہ) پر

پارہ چیتھڑوں کے پیوند لگے ہوئے تھے۔

امیر شام (معاویہ بن ابی سفیان) عفا اللہ عنہ نے ملک شام میں امیر ہو کر عجمیوں کے سے عیش و اوضاع فرش و لباس میں اختیار کئے۔ سونا ریشمی لباس پہننا۔ اور فرشوں پر درندوں کے چمڑے بچھانا۔ تو حضرت مقدام بن معدیکرب صحابی انپر معترض ہوئے جن کے اعتراض کو امیر معاویہؓ نے تسلیم کر لیا۔ اور اس کے صلہ میں ان کو انعام بھی دیا۔ جو ان کے دو رفیق سفر عمرو بن عثمان اور اسدی کو نہ دیا۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں مروی ہے۔

قال فانشدک باللہ ھل سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینھی عن لبس الذھب قال نعم قال فانشدک باللہ ہل تعلم ان رسول اللہ صلعم نھی عن لبس الحریر قال نعم قال فانشدک باللہ ہل تعلم ان رسول اللہ صلعم نھی عن لبس جلود السباع والرکوب علیہا قال نعم قال فواللہ لقد رایت ھذا کلہ فی بیتک یا معاویۃ فقال معاویۃ قد علمت انی لن انجو منک یا مقدام فامر لہ معاویۃ بما لم یامر لصاحبیہ (ابوداؤد صفحہ ۲۱۴ ج ۲)

اس وقت کی نئی تہذیب کے دلدادہ مسلمان جو اس وقت کے بعض سلاطین اسلام کا طرز معاشرت میں یورپ کے اوضاع کو اختیار کرنا اپنے عمل و خیال کی دست آویز بنا کر پیش کرتے ہیں۔ وہ اس حدیث کو اور اس سے پہلی حدیث اسلام کے ایک خلیفہ اعظم حضرت عمر فاروق کو اور اس سے پہلی احادیث بانی اسلام کو انصاف و عبرت کی نگاہ سے دیکھیں اور غور کریں۔ کہ جس حالت میں اول ملوک اسلام امیر معاویہؓ و دیگر امراء لشکر اسلام زمانہ فاروقی کا عمل برخلاف احکام اسلام ... صدر اول اسلام میں جائز نہ سمجھا گیا۔ اور اسپر اعتراض ہوا تو اس وقت کے سلاطین اسلام کے افعال مخالفت احکام اسلام کو کون پوچھتا ہے۔ اور احکام اسلام کے مقابلہ میں انکا اعتبار ہی کیا ہے۔

ہندوستان میں یورپ کی تہذیب پھیلانے والے سر سید نے یورپین طرز معاشرت اختیار

کرنے پر اپنی تصانیف تہذیب الاخلاق وغیرہ میں بہت زور دیا ہے۔ اور اسمیں خود دھوکہ کھایا۔ اور اپنے پیروان کو ایسے دھوکہ میں ڈال دیا کہ اب ان کو اس دھوکہ سے جان بر ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ بجز اس کے کہ خدا تعالےٰ اپنی تائید غیبی سے ان کو ہدایت کرے اور اس مغالطہ کے گڑھے سے خاص دستگیری سے ان کو نکالے ؞

تہذیب الاخلاق قدیم و جدید میں انہوں نے اس باب میں متعدد مضامین شائع کئے ہیں جن کا جواب بھی ان کی زندگی ہی میں **اشاعۃ السنۃ** جلد دوم کے نمبر ۱ لغایت ۷ میں اور جلد سوم کے نمبر ۳ میں اور جلد چہارم کے نمبر ۴ و ۵ میں ایسا دیا گیا تھا کہ پھر اس کے جواب میں انہوں نے قلم نہ اٹھایا ؞

اس مقام میں ان کے مضامین کا خلاصہ نمبر ۱ جلد دوم اشاعۃ السنۃ سے نقل کر کے اس کے جواب کا خلاصہ نمبر ۳ جلد ۳ اشاعۃ السنۃ سے مع مزید تشریح نقل کیا جاتا ہے۔ اس خلاصہ کو دیکھ کر ناظرین اصل مضامین کو ملاحظہ فرمائیں گے تو یقین و ایمان لائیں گے کہ مذہب خصوصاً اسلام اپنے پیروان کو طرز معاشرت میں بھی احکام مذہب کی پیروی ویسی ہی لازم کرتا ہے جیسی کہ عبادات و اخلاق میں اور اقوام غیر کی طرز معاشرت (جو ہدایات مذہب کے برخلاف ہو) اختیار کرنے سے سختی سے روکتا ہے ؞

خلاصہ مغالطہ

تہذیب الاخلاق ۱۲۹۶ھ کے مضمون مذہب و معاشرت میں

آپ لکھتے ہیں کہ الہامی کتابوں میں توریت میں احکام معاشرت بکثرت بیان ہوئے ہیں۔ وہ احکام حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بطور ایک سردار قوم کے بصلاح و مشورہ بعض دانشمندوں کے خود بجویز کئے۔ خدا کی طرف سے نازل نہ ہوئے تھے۔ یہودیوں نے ان احکام کو احکام دین اور منجانب اللہ سمجھ لیا۔ اسی طرح قرآن و احادیث میں جو احکام معاشرت بیان ہوئے ہیں وہ بھی آنحضرت نے بطور ایک سردار قوم ہونے کے بمشورہ اصحاب فرمائے ہیں۔ وہ بھی خدا کی طرف سے داخل دین نہ تھے۔ مسلمان عالموں نے یہودیوں کے قدم بقدم پیروی کر کے

اِن احکام کو داخلِ دین سمجھ لیا - اور حدیث انتم اعلم بامور دنیاکم (یعنی آنحضرت کے اِس قول کو کہ دنیا کے کاموں کو تم مجھ سے بہتر جانتے ہو) ایک لخت بھلا دیا - انسانوں کی بدبختی کی جڑ دنیوی مسائل کو بھی دینی مسائل میں شامل کر لینا ہے - اِس پر دلیل یہ کہ عیسائی قومیں جواب اعلےٰ درجہ کی خیال کی جاتی ہیں - جب تک اس خیال میں رہیں تباہ رہیں - تبت کو پہنچ گئیں ہنود اسی آفت سے تباہ ہوئی - مسلمان اسی بدبختی کے ذلت میں مبتلا ہوئے - آخری نتیجہ ان کی بربادی کا جو سلطنت عثمانیہ پر گذرا ہے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا - (تہذیب الاخلاق ماہ جمادی الثانی ۱۲۹۵ھ صفحہ ۲۹)

ناظرین اِس تعلیم سرسید کا نتیجہ ہے جو اِس وقت مسلمانوں خصوصاً انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں میں ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ سونا اور ریشمی لباس پہنتے ہیں - ڈاڑھیاں صفاچٹ کراتے ہیں مونچھیں بڑھاتے ہیں - سود کھاتے ہیں - جوتیوں کے تلے ادرین اور ریشمی فرش اور درندوں کی کھالیں بچھاتے ہیں - در و دیواروں پر قیمتی پارچات و تصویریں لٹکاتے ہیں - وعلےٰ ہذا القیاس یہ گناہ پہلے بھی دنیا میں ہوتے چلے آتے ہیں - مگر پہلے اہلمذہب ان گناہوں کو گناہ جانتے ہیں اور اپر نادم ہوتے اور شرماتے - سرسید نے ان امور کو احکام مذہب سے نکال کر ان گناہوں کو گناہ نہیں رہنے دیا - بلکہ حدیث انتم اعلم بامور دنیاکم کا مورد و مصداق بنا کر مباح و حلال کر دیا ہے اب سود قمار وغیرہ محرمات کو حلال کہا جاتا ہے - اور قائلین حرمت کو احمق و نادان خیال کیا جاتا ہے - بعض مسلمان انگریزوں کی دعوتوں میں سؤر بھی کھا لیتے ہیں جیسے بعض ہندو گائے کا گوشت نوش فرماتے اور پھر اس کو اپنے مذہب کا خلاف نہیں سمجھتے ۔

خلاصہ جواب مغالطہ مذکورہ

قرآن مجید میں جو صدہا احکام متعلق معاشرت (کھانے پینے نکاح کرنے - طلاق دینے تجارت - زراعت وراثت و معاملات دیوانی فوجداری کلکٹری وغیرہ) بیان ہوئے از انجملہ ساٹھ احکام نمبر ۸ جلد ۲ - اشاعۃ السنۃ میں منقول ہیں - اور حدیث نبوی میں جو ہزارہا احکام

متعلق معاشرت بیان ہوئے ہیں - ازانجملہ ایک سو گیارہ حکم تمہد ۹ جلد ۲ میں منقول ہیں - ان
احکام کو قرآن نے خدا تعالے کی طرف بلفظ یوصیکم اللہ و کتب و وصی و احل و حرم وغیرہ
منسوب کیا ہے - اور احکام دین ٹھہرایا ہے - اور ان احکام کی خلاف ورزی پر دنیا میں
سزا و حد مقرر کر دی ہے اور آخرت میں عذاب جہنم کا ڈر سنایا ہے - ایسا ہی قرآن کے
لانے والے رسول مقبول نے احکام قرآنی اور احکام حدیثی کو خدا کی طرف منسوب کیا ہو
اور احکام دین ٹھہرایا ہے - اور ان کی خلاف ورزی پر حد و سزا دنیوی و عذاب اخروی کا ڈر
سنایا ہے - و از انجا کہ مسلمانوں کے اعتقاد میں قرآن مجید اور کلام رسول کذب و افترا سے پاک
ہے - لہذا جن احکام کو قرآن اور رسول مقبول نے خدا تعالے کی طرف منسوب کیا - اور داخل
دین ٹھہرایا ہے ان احکام کو وہ حسب فرمودہ خدا و رسول داخل احکام دین سمجھتے ہیں اور
اس میں وہ حکم خدا و رسول کے پیرو ہیں - نہ اپنی رائے کے پیرو ہیں نہ کسی یہودی کے حق
ان احکام کی نسبت یہ کہتا کہ وہ احکام آنحضرت صلعم نے بشریہ صاحب خود تجویز کئے تھے -
اور قرآن و حدیث میں خدا کی طرف منسوب کئے گئے - مسلمانوں کے اعتقاد میں اس کہنے کے
برابر ہے کہ قرآن مجید اور کلام رسول میں مصلحت آمیز دروغ و افترا بھی پایا جاتا ہے جس
پر کوئی مسلمان قرآن کو کلام الٰہی اور آنحضرت کو رسول مقبول ماننے والا جرأت نہیں کرسکتا
حدیث انتم اعلم بامور دنیاکم کو بھی مسلمان بھول نہیں گئے - بلکہ وہ اس حدیث کو خوب
مانتے اور اس حدیث کی نسبت یہ ایمان و اعتقاد رکھتے ہیں - کہ وہ حدیث ان امور معاشرت
کے متعلق نہیں ہے - جن امور کی نسبت خدا تعالے نے قرآن میں اور آنحضرت صلعم نے
حدیث میں احکام حلال و حرام فرما دئے ہیں - اور ان امور کو داخل دین ٹھہرایا ہے - مثلاً
خدا تعالے نے قرآن مجید میں خنزیر کو حرام اور پلید ٹھیرایا ہے - اور سود کو حرام ٹھیرا کر
سود لینے والے کو خدا و رسول سے لڑائی کرنی قرار دیا ہے - اور ماں بہن سے نکاح کرنا حرام
کیا - اور اسکے رسول مقبول نے مردوں کے لئے سونا اور خالص ریشمی کپڑا پہننے کو حرام کیا

اور اسپر یہ فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا میں اس کو پہنیگا آخرت میں نہ پہنیگا - اور آپ نے مسلمانوں کو داڑھیاں بڑھانے اور مونچھیں کٹوانے کا حکم دیا - اور داڑھی منڈانے اور مونچھیں بڑھانے کو مشرکین کا عمل قرار دیا ہے - لہذا ان کے نزدیک سؤر کھانا اور سود لینا ماں بہن سے نکاح کرنا - اور مردوں کے لئے سونا ریشمی لباس پہننا اور ڈاڑھیاں مونڈوانا مونچھیں بڑھانا اس حدیث کا مصداق و متعلق نہیں ہے - بلکہ اس حدیث کے مصداق و متعلق وہ ان دنیاوی امور کو ٹھہراتے ہیں جن کی نسبت خدا اور رسول نے کوئی حکم صادر نہیں فرمایا - اور اُن کو داخل دین نہیں ٹھہرایا - اور وہ صدہا امور دنیاوی ہیں جن کے ذکر سے قرآن حدیث محض ساکت ہے مثلاً کاشت کس طرح کریں - کلہ رانی سے یا کسی بیلچے سے زمین نرم کرکے کس فصل میں کس چیز کو بوئیں - کھانا کس طرح پکائیں - تنور میں یا چولھے پر - کپڑے کس طرح سلاویں ہاتھ سے یا مشین سے - سواری کس چیز کی کریں - ریل کی یا ہاتھی کی یا بیل گاڑی کی - وعلیٰ ہٰذا القیاس ٭

جو لوگ اس حدیث کو اس قسم دوم سے مخصوص نہیں سمجھتے - اور احکام قسم اول کو بھی اس حدیث کا مصداق و متعلق سمجھتے ہیں وہ پہلے بر ملا سؤر کو حلال کہیں - اور ماں بہن سے صاف طور پر نکاح کرنا جائز کریں - اور اس قسم کے جملہ احکام معاشرت میں خود مختاری و آزادی کا کھلم کھلا ڈھول بجائیں - پھر مسلمانوں کو یہ بتادیں - کہ خدا تعالے نے قرآن میں اور اُس کے رسول نے صحیح احادیث میں جو ان احکام کو داخل دین ٹھہرایا ہے اور ان کی نسبت احکام حلال و حرام کا اصدار فرمایا ہے وہ کیونکر صحیح و راست ہو سکتا ہے - کیا یہ چالبازی اور دو رنگی نہیں ہے کہ پہلے تو صدہا بلکہ ہزارہا احکام لوگوں کے ذمہ لگائے جاویں اور آسمانی کتابوں میں اس کو درج کر کے اُنپر عمل و ایمان واجب ٹھہرایا جائے پھر ان سب احکام کے ماننے نہ ماننے میں ان کو خود مختار و خود رائے و آزاد کیا جائے - اور کیا خدا تعالے اور اُسکے رسول برحق کی شان اس سے اعلےٰ و ارفع نہیں ہے - سر سید تو گذر گئے وہ اس حدیث کو احکام شرعیہ متعلقہ معاشرت کے مقابلہ میں پیش کرتے کے جواب دِہ آپ خدا تعالیٰ کی جناب میں ہونگے ٭

ان کے خالی پیروان سے بعید نہیں کہ وہ اس سوال کے جواب میں یہ کہدیں کہ قرآن و حدیث میں احکام متعلق امور معاشرت کا درج ہو جانا مصلحت آمیز دروغگوئی یا خدا تعالے یا رسول یا جامعین قرآن و حدیث کی غلطی سے ہوا ہے۔ (نعوذ باللہ و حاشا رسولہ و اصحابہ عما یقولون) اور ہمکو اختیار ہے جو چاہیں (سؤر یا گدھا) کھائیں۔ جو چاہیں (سوتا ریشم) پہنیں۔ جس عورت ما یا بہن سے چاہیں نکاح کریں۔ اگر وہ صاف طور پر ایسا کہیں گے تو ہم یقین کرینگے۔ کہ وہ حدیث انتم اعلم بامور دنیاکم کو جملہ امور معاشرت کے متعلق سمجھتے ہیں۔ اس صورت میں مسلمان ان کو "حضور کم جہاں پاک" کہہ کر دائرۂ اسلام سے خارج سمجھ کر ان کے ضرر و اغواء سے بچ جائیں گے کیونکہ جو دشمن نظر نہ آوے یا دوست دکھائی دے اس سے انسان بمشکل بچ سکتا ہے اور اس سے بہت ضرر پہنچتا ہے۔ اس دشمن کی نسبت جو علیحدہ ہو کر اظہار عداوت کرے ✤

اور اگر ان میں ایسا کوئی شیر بہادر مرد میدان نہ نکلے۔ جو سؤر کھانے اور ما بہن سے نکاح کرنے کو حلال کہے تو پھر وہ خود ہی انصاف سے کہیں کہ اس صورت میں حدیث انتم اعلم بامور دنیاکم" ان امور کو کیونکر شامل ہو سکتی ہے جن امور معاشرت کو خدا تعالے اور اس کے رسول مقبول نے داخل دین ٹھہرایا۔ اور ان کے متعلق احکام حلال و حرام کا اصدار فرمایا ہے۔ ایسے امور کی نسبت اس حدیث کو پیش کرنا خود دھوکہ کھانا اور نادان مسلمانوں کو دھوکہ دینا نہیں تو اور کیا ہے؟ ✤

عیسائی قوموں کا امور معاشرت میں مذہب کو چھوڑ کر ترقی کے اعلے درجہ پر پہنچ جانا اور ان کے مقابلہ میں مسلمان سلطنتوں کا امور معاشرت کو مذہب میں داخل کرنے کی وجہ سے نکبت و بربادی کو پہنچ جانا جو بیان کیا گیا۔ یہ بھی کمال افسوسناک اور شرمناک مغالطہ ہے۔ اگر قومیت میں مذہب داخل ہے رہنا ٭ چنانچہ اس کا اعتراف سر سید کی تصانیف میں بھی

٭ سر سید نے تو لودیانہ میں طلباء کا جواب دیتے ہوئے یہاں تک۔ فرما دیا تھا کہ خواہ تم آسمان کے تارے

پایا جاتا ہے، تو جو ترقی و عروج دنیاوی عیسائی قوموں نے احکام شرعیہ توریت متعلقہ معاشرت کو یک لخت چھوڑ کر حاصل کیا ہے یہ درحقیقت عیسائی اقوام کی ترقی اور عروج نہیں ہے۔ بلکہ ایک نئی قوم ایتھیسٹ (یا دہریہ) کی ترقی و عروج ہے۔ ان ترقی یافتہ اقوام میں عیسائی فی صدی ایک بھی نہیں ہے۔ اگر سر سید اور انکے جانشین اسی قسم کی ترقی مسلمانوں میں چاہتے ہیں تو خدا بچائے وہ دن نہ لاوے اور مسلمانان اہل ایمان کو اپنی حفظ و امن کے ساتھ اس دنیا سے اٹھا لے۔ قبل اس کے کہ ریڈ انڈین* مسلمانوں کی سی انکی حالت ہو جائے اور اگر مذہب قومیت میں دخل نہیں ہے تو پھر موجودہ ترقی یافتہ اقوام کو وہ اپنی قوم سمجھ کر یہ من سمجھوتہ کرلیں کہ وہ ان ہی اقوام میں اور ان سے پورے طور شیر و شکر ہو جائیں۔ اور جو برائے نام ان کو دعوے اسلام ہے۔ اور بعض رسوم اسلام کا اثر ان میں باقی ہے۔ اس کو بھی خیرباد کہیں اور دور کریں۔ ہوئی ہوائی ترقی قومی ان میں موجود ہے ؛

اے حضرات مسلمان سلطنتوں کا تنزل اس وجہ سے نہیں ہوا۔ کہ مسلمانوں نے امور معاشرت کو احکام مذہب میں داخل کر لیا ہے۔ یہ وجہ ہوتی تو زمانہ خلافت راشدہ خصوصاً زمانہ خلافت فاروقی میں (جسمیں معاشرت کو مذہب ایسا جکڑا ہوا تھا کہ غیر مذہب کی ہیئت صورت و لباس سے بھی بچنے کا حکم ہوتا تھا (چنانچہ اثر فاروقی جو بصفحہ ۲۹ بیان ہو چکا ہے اسکا مؤید ہے) سلطنت اسلامی کو عروج نہ ہوتا۔ حالانکہ باتفاق مخالف و موافق مسلم و کافر مورخین

* ریڈ انڈین۔ امریکہ میں کسی وقت مسلمان تھے۔ اب انمیں اسلام کا نام بھی باقی نہیں رہا۔ ان کا نام سیکمو، جیکب وغیرہ رکھے جاتے ہیں۔ یہ بات ڈاکٹر لیٹنر بانی پنجاب یونیورسٹی نے مسلمانوں کے ایک ایڈریس کے جواب میں کہی تھی۔ بعض اخبارات و انگریزی رسائل میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ لوگ پہلے سے عیسائی تھے۔ ہم کو اس کی تحقیق و تنقیح سے کوئی غرض نہیں

بن جاؤ لیکن اپنے ادب تاریخ اور اپنے مذہب سے ناواقف رہو تو تمہاری ترقی مسلمانوں کی ترقی نہیں کہلائی جا سکتی۔ (وکیل نمبر ۵ جلد ۱۲ مطبوعہ ۲۳ اپریل ۱۹۰۶ء) ؛

کے اُس وقت اسلام کو وُہ عروج ہُوا تھا جس کی نظیر مسلمانوں میں کجا طبقۂ دُنیا میں کسی قوم ترقّی یافتہ میں پائی نہیں گئی +

تنزل سلطنتِ اسلامیہ میں تو اُسی وقت سے شروع ہُوا ہی جبکہ ملوکِ اسلام نے احکام معاشرت متعلقہ سیاست وخلافت میں شریعت کا اتباع چھوڑ دیا - آپ نے بطور مثال ایک سلطنتِ رُوم کو پیش کیا ہے - لہذا ہم بھی اسی سلطنت کے تنزل کی وجہ آپ ہی کی مسلمہ و مشتہرہ کتاب اقوم المسالک ترجمہ **نظم الممالک** سیّد **خیرالدین** وزیر ٹونس کو پیش کرتے ہیں کہ وہ وجہ ترک شریعت متعلق احکام معاشرت تھی نہ اتباع احکام شریعت +

اِس کتاب کے صفحہ ۶ میں کہا ہے جب تک مُسلمان اپنی شریعت کا احترام کرتے رہے اور جن باتوں کی طرف اشارہ ہُوا ہے یعنے عدالت و مشاورت وغیرہ جو امور متعلقہ معاشرت و خلافت ہیں) ان کی پابندی کرتے رہے اُس وقت تک ان کی عزّت و شوکت باقی تھی - اور امراءِ اسلام کی حُسن تدبیری اور معدلت شعاری سے مُسلمانوں کی ثروت کا استحکام تھا - پھر صفحہ ۸ میں کہا ہے - عرب کی طبیعتوں میں بنی اسرائیل کی طرح یہ بات نہ تھی کہ وہ کسی قوم سے نہ مل سکتے ہوں بلکہ برخلاف اِس کے سب قوموں سے ملتے جُلتے اور اختلاط کا عرب میں ایک یہ کمال تھا کہ وہ جہاں جاتے اپنی عادات کو نہ چھوڑتے اور کسی کی وضع یا چال وچلن اختیار نہ کرتے - (اِس عبارت کو سرسید نے بالکل نظرانداز کر دیا - اور اس کے مقابلہ میں تُرکوں کے اختیار وضع و لباس یوُرپ کی تعریف کی اور خُود بھی اُن کی تقلید سے یوُرپین وضع لباس و نشست و برخاست اختیار کی جنکی تقلید اب ان کے پیرو کر رہے ہیں اسپر ہم آگے چل کر بحث کریں گے) +

پھر صفحہ ۹ میں ضعف و تفرق سلطنت کا ذکر کیا تو اسکا سبب بھی بتایا کہ اُنھوں نے شریعت کو چھوڑ دیا - پھر بصفحہ ۱۹ جمیعت حاصل ہونے کا سبب بتایا تو فرمایا - کہ خُدا تعالےٰ نے اپنے فضل سے سلاطین عثمانیہ کے دِل میں یہ بات ڈالی کہ اُنھوں نے سلطنت کو متفق کیا اور اپنی شریعت کا احترام کیا - سلطان سلیمان بن سلیم نے علماء کو یہ قدرت دی کہ

اگر امیر لوگ ذرا شریعت کے حکم سے سرتابی کریں تو فوراً علماء ان کو سزا دیسکتے۔ اس زمانہ میں علما و وزراء سلطنت بادشاہ کے حالات کے ایسے نگران رہتے۔ جیسے کہ نی زمانا یورپ کے ممبران پارلیمنٹ ہیں۔ بلکہ وہ اس سے بھی کسی قدر بڑھکر تھے۔ اس کے بعد جب مسلمانوں کی سلطنت میں شریعت اسلامیہ کے موافق عمل درامد نہ رہا اور قوانین سیاست میں شریعت کا پاس نہ رہا اور اراکین دولت کا احتیاط کے ساتھ منتخب کرنا موقوف ہوا۔ اُسوقت سلطنت میں پھر خرابی شروع ہوئی۔ جب ایسی خرابیاں سلطنت میں بڑھ گئیں اور شریعت کی قید اور قانون سیاست کی پابندی جاتی رہی تو اُسوقت غیر سلطنتوں نے ہاتھ ڈالنا شروع کیا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد سلطان محمود اور اُس کے دونوں بیٹوں سلطان عبدالمجید خاں مرحوم و سلطان عبدالعزیز دام عزہٗ نے پھر سلطنت کو سنبھالا +

پھر صفحہ ۲۵ میں کہا ہے۔ جب سلطان عبدالمجید خاں مرحوم نے سیاست سلطنت میں ایک نوع قصور دیکھا تو اس نے ۱۲۵۵ھ ہجری میں احکام شریعت کے مطابق چند قانون سلطنت کے حسب حال اور نافع تجویز کئے۔ اور ایک فرمان جو دستخط سلطانی سے مزین تھا وہ عامہ سلطنت میں مشتہر کیا۔ اسکا مضمون یہ تھا۔ یہ بات سب کو معلوم رہے کہ ہماری سلطنت ہمیشہ سے احکام شرعیہ کی تابع رہی اور اس میں شریعت محمدیہ کے قوانین کی نہایت درجہ پر اطاعت ہوتی رہی یہ بات ظاہر ہے کہ جس سلطنت کی احکام شرعیہ کے بموجب حکمرانی نہ ہوگی وہ سلطنت زوال کی مستحق ہو جاتی ہے۔ ہمکو یہ بات مناسب معلوم ہوتی ہے کہ ہم اپنی تجویز سے نئے قانون سلطنت ایجاد کریں اور اس قانون میں احکام شریعت کی مراعات کریں +

یہ عبارات صریح الفاظ سے ہمارے خیال کی مؤید و مصدق ہیں اور خیال سرسید کی مکذب ہیں۔ اور صاف مظہر ہیں کہ اسلامی سلطنتوں خصوصاً سلطنت روم کی سابق تباہی و بربادی امور معاشرت میں احکام مذہب و شریعت کی متابعت و موافقت سے نہ ہوئی تھی بلکہ احکام شریعت کی مخالفت سے ہوئی تھی۔ سرسید نے جو کہا ہے صرف اُن کا خیال ہے نہ امر واقعی۔ متن کی

عبارت صفحہ ۸۸ کے برخلاف سرسید نے حاشیہ نظم الممالک میں ترکوں کی نشست و لباس میں وضع یورپ اختیار کرنے کی بہت تعریف کی ہے۔ اور اس تبدیل وضع و لباس کو ترقی سلطنت کا سبب قرار دیا ہے۔ اور تہذیب الاخلاق نمبر ۹ جلد ۲ مطبوعہ سنہ ۸۸ء کے صفحہ ۹۰ میں اس کی دلیل یہ بیان کی کہ مہذب قوموں کے سامنے عزت حاصل کرنی اور حقارت سے نکلنا اور برابر کے ملاقات اور دوستی رکھنی بغیر اس کے کہ لباس و طریقہ زندگی درست کیا جائے بالکل ناممکن ہے "

اس تعریف اور تبدیل وضع کو سبب ترقی قرار دینے پر اشاعت السنۃ جلد ۴ کے نمبر ۴ و ۵ میں پوری بحث ہو چکی ہے اور خود سرسید کے اور ان کے دونوں یار و مولوی چراغ علی صاحب و مولوی مہدی علی صاحب کے مضامین (۱) دین و دنیا کا رشتہ (۲) ترک دیجئے ترکوں کی معاشرت میں اسلامی ہدایت کا اثر) (۳) اسلام کی دنیوی برکتیں (۴) لیکچر اسلامی ہدایت متعلق معاشرت (۵) اسلام (اور اسکی تعلیم متعلق معاشرت) (۱) تہذیب الاخلاق نمبر ۱ جلد ۲ بابت سنہ ۸۸ء۔ تہذیب نمبر ۱ جلد ۲۔ (۳) تہذیب الاخلاق نمبر ۲ جلد ۵ بابت سنہ ۹۱ء۔ (۴) تہذیب الاخلاق نمبر ۱۴ جلد ۴ بابت سنہ ۹۰ء۔ (۵) تہذیب الاخلاق نمبر ۴ جلد ۱ سنہ ۸۰ء سے نقل کر کے ثابت کیا گیا کہ اسلامی سلطنتوں خصوصاً سلطنت روم کے تنزل و ترقی میں اپنی وضع کو چھوڑنے اور یورپین اوضاع کو اختیار کرنے کا مطلق اور بالکل دخل نہیں ہوا۔ جب کسی اسلامی سلطنت کو تنزل ہوا تو امور سلطنت میں احکام شریعت کی مخالفت سے ہوا۔ اور جب ترقی ہوئی موافقت احکام شریعت سے ہوئی ہے وبس ۔

ان سب مضامین میں ہماری اصل خیال کی پوری تصدیق اور سرسید کے اس خیال جدید کی کہ معاشرت کو مذہب میں داخل کر دینا بدبختی کی جڑھ ہے۔ کامل تکذیب پائی جاتی ہے۔ مگر اس مقام میں صرف سب سے پہلے اور سب سے پچھلے مضمونوں کی عبارات نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ اس سے ناظرین کو اصل مضامین تہذیب الاخلاق یا اشاعۃ السنۃ جلد ۴ نمبر ۴ و ۵ کے

ملاحظہ کا شوق پیدا ہو ٭

سب سے پہلے مضمون کی اصل عبارت یہ ہے۔ "اسلام جس طرح کے اخلاق اور روحانی نیکیاں تعلیم کرتا ہے۔ نہیں نہیں جس طرح کہ اخلاق اور روحانی نیکیاں دل میں بٹھا دیتا ہے اسیطرح تمدن اور حسن معاشرت کی جو نیکیاں ہیں ان کو بھی اپنے پیروں کے برتاؤ میں ایسا ملا جلا دیتا ہے کہ کسی طرح اس سے الگ نہیں ہو سکتیں۔ اور بطور خلقی عادتوں کے دکھائی دیتی ہیں" ٭

اور سب سے پچھلے مضمون کی اصل عبارت یہ ہے۔ ہمارے حالات دنیوی بھی مذہب کے تعلقات سے آزاد نہیں ہیں۔ بلکہ ہر معاملہ میں خواہ وہ سیاست مدن کے متعلق ہو۔ خواہ اس کو حکمت منزلی سے علاقہ ہو۔ ہمکو شریعت کی پابندی ہے۔ ہمارا تمدن اور معاشرت اور برتاؤ آزاد نہ یعنے بلا قید شریعت کے نہیں ہو سکتا" ٭

یہ ان کی تعریف تبدیل لباس پر بحث ہے۔ اب ان کی دلیل مذکور کا جواب دیا جاتا ہے۔ ہمارا ذاتی تجربہ ہے۔ اور بہت لوگ تجربہ کر چکے ہیں کہ دانا و معزز انگریز دیسیوں کی صورت لباس میں یوروپین وضع اختیار کرنے کو کمال حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور کوے کے لئے ہنس کی چال خیال کرتے ہیں۔ اور جو لوگ اپنے دیسی لباس میں ان کو ملتے ہیں ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ٭

لارڈ ڈفرن بالقابہ کے زمانۂ ویسرائی میں ان کے دیسی سٹاف نے ان کو رخصت کے ایام میں دعوت دی تو انہوں نے اس شرط سے قبول کی کہ وہ اپنے دیسی لباس میں مجلس دعوت میں آویں ٭

سر سید کچھ دنوں اور زندہ رہتے۔ اور ایسے ایسے خیالات مقالات معزز انگریزوں سے سنتے تو اپنے اس خیال سے رجوع کرتے جیسا کہ بعض اور باتوں سے ان کو رجوع کرنا پڑا ٭

سر سید نے ایک مضمون بعنوان "مہذب قوموں کی پیروی" تہذیب الاخلاق نمبر ۴ جلد ۲ بابت سنہ ۹۰ء کے صفحہ ۳۳ میں شائع کیا ہے اُس میں صاف و صریح الفاظ میں کہا ہے۔ ہمکو یاد رکھنا

چاہیئے کہ کوئی قوم وہ کیسی ہی عمدہ مہذب ہو مگر جو برائیاں اس میں ہیں وہ وصف نہیں بلکہ اس کے کمال کی کمی ہے۔ اگر ایک خوبصورت آدمی کے منہ پر ایک مسہ ہے تو ہم کو خوبصورت بننے کے لئے اپنے منہ پر ویسا ہی مسہ بنانا چاہیئے۔ اس سبب سے جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری قوم نے کسی سویلزڈ (مہذب) قوم کی اچھی خصلتوں میں پیروی کی ہے تو ہم کو خوشی ہوتی ہے۔ اور جب یہ سنتے ہیں کہ اسنے ان کی برائیوں میں پیروی کی ہے شراب پینی شروع کی ہے جوا کھیلنا سیکھا ہے بے قید ہو گیا ہے۔ تو ہمکو نہایت افسوس ہوتا ہے"۔

سرسید تو گذر گئے۔ اس مضمون کو پڑھ کر ہم کو سرسید کے پیرو یورپین وضع ولباس وصورت اختیار کرنے والے بتاویں کہ داڑھی صفا چٹ کرنی اور تنگ پتلون پہن کر کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں کونسی تمدنی خوبی وفائدہ ہے جو داڑھی رکھنے میں نہیں ہے۔ ولایتی بوٹ میں (جو کم سے کم دس عـــہ روپیہ کو آتا ہے کونسا تمدنی واخلاقی فائدہ وخوبی ہے جو پنجابی۔ پشاوری۔ کابلی جوتے میں جو کہ دو روپیہ عـــہ میں آتا ہے نہیں ہے۔

اور وہ یہ بھی بتاویں کہ اگر اس طرز وضع میں بھی فوائد ہیں اور وہی مدار تہذیب وترقی ہیں تو پھر کیا صدہا یورپ کے مہذب جو داڑھیاں نہیں مونڈاتے ان فوائد سے محروم ہیں اور وہ مہذب ترقی یافتہ نہیں کہلاتے۔

عربستان۔ افغانستان وغیرہ اسلامی بلاد میں جو بہادر بوٹ وپتلون نہ پہنتے۔ دیسی جوتے اور عربی نعلین اور ڈھیلے پاجامے یا لنگ (تہبند) انکے لباس تھے وہ ملکی وتمدنی ترقی میں بوٹ پتلون والوں سے کچھ کم تھے عرب نے جو لنگ باندھ کر اور نعلین پہن کر دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک ملکی ترقی کو پہنچایا اور تھوڑے عرصہ میں چار دانگ عالم میں انکی بہادری کا نقارہ بج گیا۔ اسکی نظیر کسی بوٹ پتلون پوش قوم میں کوئی دکھا سکتا ہے؟

ان کے ذکر کو برا سمجھ کر رہنے دو۔ انگریزی افواج میں سکھوں اور گوروں کا باہم موازنہ کرو۔ سکھ جو اپنے چہروں پر داڑھیاں اور سروں پر کیس (لمبے لمبے بال) رکھتے ہیں ان گوروں سے

کم ہیں جو ڈاڑھی سر صفاچٹ کراتے ہیں ؛

جاپان اس وقت تہذیب و ترقی تمدنی میں یورپ سے بڑھا ہوا ہے۔ اس کا طرز معاشرت یورپ کے برخلاف ہے پھر وہ کس طرح ترقی کر گیا۔ ایک جاپانی سیاح نے اپنے لیکچر میں جو بمقام الہ آباد ۱۲ مارچ ۱۹۰۶ء کو اس نے دیا تھا انگریزوں کی بھری مجلس میں جسمیں چیف جسٹس میر مجلس تھا کہا تھا کہ ہمارے گھر میز کرسیوں و یورپین طرز کی سجاوٹ سے خالی ہوتے ہیں۔ مصفا گھروں میں سیتل پٹی (ایک قسم کی چٹائی ہوتی ہے) کے فرش پر دو زانو و چار زانو ہم لوگ آرام سے بیٹھتے ہیں یا زمین پر بیٹھنے میں بہ نسبت کرسی میز کے زیادہ کفایت شعاری و آرام ہے۔ زمین پر کسی قدر اٹھی ہوئی چوبی خوانوں پر جو میز کا کام دیتی ہیں ہم کھانا کھاتے ہیں اٹھنے بیٹھنے کے کمروں میں بہت کم ایسی چیزیں رکھی جاتی ہیں جس سے جگہ گچ پچ ہو جاتی ہے۔ الخ ؛ (وطن ۲۳ مارچ ۱۹۰۶ء)

اس لیکچر سے سرسید کے ایک پیرو نے یہ نتیجہ نکالا ہے جو اخبار وطن ۳۰ مارچ میں مشتہر ہوا ہے کہ نہ انگریزی تہذیب انگریزی طرز معاشرت کو مشرقی طرز پر کچھ افضلیت ہے بلکہ ہمارا مشرقی ڈھیلا ڈھالا لباس و طرز نشست و برخاست ہماری آب و ہوا و خصوصیتوں کے لحاظ سے زیادہ آرام دہ ارزاں و مفید۔ البتہ قدرے اصلاح ترمیم و کانٹ چھانٹ کی ضرورت ہے۔

ان نظائر خصوصاً آخری نظیر جاپان کو پڑھنے سننے کے وقت ہمارے مخاطب نئی تہذیب کے عاشق انصاف سے کام لیں گے۔ تو ہمارے سوالات کا صاف الفاظ میں یہ جواب دیں گے۔ کہ اکثر اوضاع اقوام غیر متعلق ہیئت و لباس جو مسلمانوں نے اختیار کی ہیں ان میں ملکی یا قومی تمدنی یا اخلاقی کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور جس حالت میں ان اوضاع میں سے بعض اوضاع ایسی بھی ہیں جن کے اختیار کرنے سے ان کے مذہب میں ممانعت آچکی ہے لہذا اُن اوضاع میں ان کو پیروی و تقلید اقوام غیر جائز نہیں ہے ؛

ایسے امور کو (جن سے مذہب مانع ہے) چھوڑ کر وہ ان امور متعلقہ معاشرت میں اقوام غیر سے جس کو دنیاوی و ملکی اغراض کے لئے مفید پاویں اسکو کام میں لاویں ہنر کی اَلْعقل

بندوقوں میگسیم توپوں کو لڑائی کے وقت کام میں لاویں۔ ریل پر سوار ہوں۔ انگریزی ساخت کے کپڑے (جو نامشروع نہ ہوں) قلم۔ کاغذ۔ لفافے وغیرہ اشیاء استعمال کریں۔ وعلیٰ ہذا القیاس شریعت اسلامی ایسے امور اقوام غیر کے استعمال سے مانع نہیں بلکہ بانئ شریعت نے خود بھی ایسے امور کو استعمال کیا ہے۔ جنگ احزاب میں خندق کا استعمال اسی قسم سے ہے۔ اور ایسے ہی امور کی نسبت سید خیر الدین امیر ٹونس جیسے ضرورت شناس اعیان اہل اسلام نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ اور ایسے امور میں سلاطین سلطنت عثمانیہ وغیرہ اقوام غیر کے طرز و طریق کو عمل میں لانا کسی اعتراض کا محل نہیں ہے بلکہ محل تحسین و آفرین ہے ÷

ناظرین کہینگے ؎ کجا بود اشہب کجا تاختیم ÷ بحث کیا تھی جوتوں بوٹوں سمیت نماز پڑھنے میں اور چلے کہاں گئے جنگی میدانوں اور فوجی ساز سامانوں میں ÷

اے حضرات! بوٹ پہنکر فرشوں پر نماز پڑھنا ہمارا اصل بحث تھا۔ چونکہ یہ فعل مسلمانوں نے یورپ کے مہذبوں سے سیکھا ہے اسلئے یورپ کے اوضاع میں سلسلہ بحث چلا گیا۔ اِس بحث سے اصل مسئلہ حکم پنجم خوب واضح ہوگیا کہ بوٹ یا جوتے سمیت فرش پر نماز پڑھنا سُنّتِ نصارٰی ہے مسلمانوں کو اس سے احتراز لازم ہے ÷

پانچویں حدیث سے جو ابوداؤد سے منقول ہوئی ہے یہ چوتھا حکم ثابت ہے۔ اسمیں جو آنحضرت صلعم کا فعل (جوتا اُتار کر نماز پڑھنا) بیان ہوا ہے۔ وہ بیان امر افضل کے واسطے ہے۔ کیونکہ جوتا پہنکر نماز پڑھنا صرف بیان جواز کے واسطے مسلّم و مقرّر ہوچکا ہے نہ افضلیت کے لئے۔ اسمیں افضلیت لائق تسلیم ہے نہ صرف بنظر مخالفت یہود ہے نہ نفس فعل میں۔ چنانچہ عبارات نیل الاوطار اور فتح الباری میں منقول ہے

دوسری وجہ افضلیت جوتا اُتار کر نماز پڑھنے کی یہ ہے کہ جوتا اُتار کر نماز پڑھنے میں احتمال نجاست (جو اکثر جوتے میں لگ جاتی ہے) باقی نہیں رہتا۔ اور اسے یقین کے ساتھ پاکی سے نماز ادا ہوتی ہے۔ جو جوتا پہنکر نماز پڑھنے میں حاصل نہیں ہوتا۔ ممکن و محتمل ہے کہ

جوتے میں نجاست ہو۔ اور نمازی کو اس کا اُتارنا یا صاف کرنا یاد نہ رہے۔ چنانچہ خود سرور کائنات فخر موجودات کو ایسا اتفاق ہوگیا۔ چنانچہ بصفحہ (۱۵) اِس کا ذکر ہو چکا ہے۔ جوتا اُتار کر نماز پڑھنے میں یہ احتمال اُٹھ جاتا ہے۔ اور بے احتیاطی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اسی نظر سے بعض علماء اسلام نے جوتا پہن کر آنحضرت کے نماز پڑھنے سے اوروں کے لئے (جو آنحضرت کیسی احتیاط نہ کریں) جوتا پہنکر نماز پڑھنا اخذ نہیں کیا۔ چنانچہ مجمع البحار میں کہا ہے۔ آنحضرت کے اِس فعل سے کہ آپ جوتا پہنکر نماز پڑھ لیتے تھے غیر کا (جو آپ

ولا یوخذ منہ لغیرہ صلی اللہ علیہ وسلم لان حفظ غیرہ لا یلحق بہ ثم ان فعل لا یفعل فی المسجد لئلا یفضی الی الفساد بل لا یدخل فی المسجد بالنعل مخلوعۃ الا وھو فی کن یحفظہ۔ (مجمع البحار صفحہ ۳۷۳ ج ۳)

جیسا محتاط نہ ہو) حکم نہیں اخذ کیا جاتا کیونکہ اس کی حفاظت (واحتیاط) آپ کی حفاظت (واحتیاط) سے نہیں مل سکتی۔ پھر اگر کوئی جوتا پہن کر (بشرط احتیاط) پڑھے بھی تو مسجد میں یہ فعل نہ کرے تاکہ رفتہ رفتہ بے احتیاطی سے فساد پیدا نہ ہو۔ لوگ نجس جوتے سے مسجد میں جانا شروع نہ کر دیں۔ بلکہ مسجد میں جوتا اُتار کر جاویں تو بھی جوتے کو کہیں چھپانے کی جگہ رکھدیں۔ ہم نے ٹرکی کے سیاحوں کی زبانی سُنا ہے اور مسجد جامع لاہور میں ایک ٹرکی نائب کانسل کو لوگوں نے دیکھا بھی تھا۔ کہ وہاں کی مساجد میں جن بوٹوں سمیت نماز پڑھتے ہیں تو اُن کے نیچے تلوے بطور ربڑ پائے لگے رہتے ہیں۔ اور جب مساجد میں جاتے ہیں تو ایک ٹھوکر سے ان تلووں کو جُدا کر دیتے ہیں وہ تلوے نماز کی جگہ فرشوں پر جانا نہیں پاتے۔ ٹرکی کی مساجد میں ان تلووں کے واسطے صندوق رکھے رہتے ہیں۔ اور ان کے بُوٹ جن سے وہ نمازیں پڑھتے ہیں۔ موزوں کی مانند زمین پر لگنے سے محفوظ رہتے ہیں *

ہمارے ملک کے مہذب اگر بوٹوں سمیت نماز پڑھنا اور بوٹوں سمیت فرش پر چلنا پھرنا ترک نہ کر سکیں تو کاش ٹرکی اسلامیوں ہی کی تقلید کریں۔ اپنے بوٹوں کو ایسے تلوے لگالیں جو مسجد اور

اور فرش پر آنے کے وقت جو جدا ہو سکیں۔ اور زمین پر پھرنے والے بوٹوں سے نماز پڑھنے سے بچیں۔

صاحب مجمع البحار نے جس فساد کا ذکر کیا ہے۔ اس کا تجربہ ہم نے خود کر لیا ہے جہاں بے احتیاطی شروع ہوئی وہاں دروازہ فساد کھلا ہے۔

لاہور کی مسجد چینیاں والی میں (جس کو خاکسار نے عرصہ تقریباً چالیس سال سے آباد کیا تھا) ایک اندھا پشاور سے جوتا پہنکر نماز پڑھنے کے مقدمہ کا اپیل عدالت چیف کورٹ میں لایا اور اس خاکسار کے فتوے سے کہ پاک جوتا پہنکر نماز پڑھنا جائز ہے۔ وہ اس مقدمہ میں کامیاب ہوا۔

جب وہ اس مقدمہ میں کامیاب ہوا تو اس کو یہ مسئلہ بتایا گیا کہ جوتا پہنکر اگر وہ پاک ہو نماز پڑھنا صرف جائز و رخصت ہے۔ اور جوتا اُتار کر نماز پڑھنا افضل ہے۔ تم اس مقدمہ میں کامیاب تو ہو گئے ہو۔ اب اس رخصت پر عمل کرنے پر اصرار نہ کرو۔ جوتا اُتار کر نماز پڑھنا افضل ہے۔ اسپر عمل کیا کرو۔ تم اندھے ہو جوتے کے پاک ناپاک ہونے کو خود دیکھ نہیں سکتے تمہارے لئے احتیاط اسیں ہے کہ جوتا اُتار کر مسجد آیا کرو۔ اس ضدی نے اس مسئلہ احتیاط کو نہ مانا۔ اور مسجد کے فرش پر کیچڑ بھری جوتیاں لانا شروع کر دیا۔ اور خدام مسجد چینیاں والی نے دو جاہل متعصب (جنمیں اخیر ایک مرزائی ہو کر خود مسجد سے نکل گیا۔ اور دوسرا اخیر چکڑالوی کا پیرو ہو گیا۔ اور جبراً مسجد سے نکالا گیا) اس اندھے کے حامی بن گئے۔ ان ضدیوں کے مقابلہ کے لئے چند احباب معتقد خاکسار کھڑے ہو گئے۔ اور اخیر انکے فساد و تکرار کی رپورٹ کوتوالی لاہور میں ہوئی۔ اور قریب تھا کہ فوجداری مقدمات عدالت تک نوبت پہنچتی اس فساد سے بچنے کے لئے خاکسار نے مسجد چینیاں والی کی امامت جمعہ و جماعت پنجگانہ ترک کر دی۔ اور اس اندھے متعصب کا انجام یہ ہوا۔ کہ وہ آخر عیسائی ہو کر مرتد ہو گیا۔

ایک عجیب مثال اور سن لو۔ ۱۹۰۹ء میں خاکسار حسب اجازت امیر صاحب والئے

سلطنت کابل کابل پہنچا - اور چالیس روز تک امیر صاحب مرحوم کا مہمان رہا تو وہاں فوج
و اراکین سلطنت میں انگریزی وردی کا رواج عام ہو جانے کے سبب مسجدوں میں بوٹ
سمیت جانے اور نماز پڑھنے کا رواج عام دیکھا - جس مسجد متصل دولت خانہ میر منشی
صاحب (جو خاکسار کا فرودگاہ تھا) خاکسار کو نماز کے لئے جانا ہوتا - اس کے فرشوں وریا
پر کوئی جگہ ایسی نہ ملتی - جس پر بوٹوں کے تلووں کے مٹی خشک پڑ اور بعض اوقات تر پائی نہ
جاتی - جو آتا مٹی کو جھاڑ کر دری پر نماز پڑھتا - کوئی اپنا رومال بچھالیتا - امیر صاحب مرحوم
مرض نقرس کے سبب اپنے پاؤں چلنے پھرنے سے معذور تھے - اور مسجدوں میں نہ جاتے
اور یہ حال مسجدوں کا خود ملاحظہ نہ فرماتے - اور ان کی شوکت و جبروت کے سبب کسی
شخص کو یہ جرأت نہ تھی کہ یہ نقص امیر صاحب کی خدمت میں عرض کرتا +

حال کے امیر صاحب بادشاہ افغانستان خدا کے فضل سے احکام دین کے بہت
پابند سنے جاتے ہیں - اور امید ہے کہ وہ بذات خود جمعہ و جماعت کے لئے مساجد میں تشریف
لے جاتے ہونگے - اور ان کی توجہ سے یہ نقص رفع ہو گیا ہوگا - اور اگر کسی وجہ سے یہ
نقص (مسجدوں میں بازاروں کے پھرنے والے بوٹوں سمیت جانا) اب تک باقی ہے
تو ان کی خدمت میں نہایت ادب اور تعظیم عاجزانہ التماس ہے کہ وہ بوٹوں سمیت مسجدوں
میں جانا حکماً موقوف کر دیں - اور اگر کسی حکمت عملی سے اسکو ترک نہ کر سکیں تو سلطنت روم
کی طرح بوٹوں کے نیچے زیر پائیاں لگانے کا حکم جاری فرما دیں - تاکہ مسجدمیں جانے کے
وقت وہ زیر پائیاں اُتاری جایا کریں - اور بوٹ موزہ کی مانند پاک و محفوظ رہ کر مسجد میں
جانے پاویں +

جوتا اُتار کر مسجد میں جانا اور اس سے نماز پڑھنے کا افضل ہونا (جو ہمارے فتوے کا حکم
چہارم ہے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہوا - اور دلائل عقلی بھی اس کی
تائید میں مذکور ہوئے +

اِس سے بڑھ کر کوئی اہل علم بالحدیث اِس فعل کو حدِ وجوب تک نہیں پہنچا سکتا - اور پاک
جُوتا پہن کر مسجد میں جاتے اور اس سے نماز پڑھنے کو حرام یا ناجائز نہیں بتا سکتا ؛
آجکل کے بعض اہل علم معاصر نے یہ تشدد کیا ہے اور پاک جُوتے سمیت مسجد میں جانے
اور نماز پڑھنے کو ناجائز و گناہ قرار دیا ہے - اور اسپر اِس آیت سے استدلال کیا ہے جسمیں

> يا موسىٰ انى انا ربك فاخلع نعليك انك
> بالواد المقدس طوىً ○
> (طٰہٰ - ع - ۱)

ذِکر ہے کہ خدا تعالےٰ نے حضرت مُوسیٰ
کو جب وُہ وادی مقدس میں حاضر ہُوئے تھے
فرمایا تھا - اے مُوسےٰ اپنی جوتیاں اُتار
دے کیونکہ تو مقدّس (پاک) وادی (میدان) میں ہے - خاکسار ان کی اِس منفرد رائے سے
اِتفاق نہیں کرسکتا - اور نہ استدلال کو صحیح سمجھتا ہے ؛
یہ آیت اِس باب میں نص قطعی (جس کا حکم حرمت کے لئے قطعی ہونا ضروری ہے) نہیں
ہے کہ حضرت مُوسےٰ کا جوتا پاک تھا - و معہذا صرف ادب مکان کے واسطے اس کو اُتارنے کا
حکم ہُوا - بلکہ برعکس اِس کے اِس آیت میں جوتا اُتارنے کی علت پاک ہونے میدان کو قرار دیا
تو آیت بہ پکار الفاظ مشعر ہے کہ وُہ جُوتا ناپاک تھا - اسیواسطے اس کے اُتارنے کی علت
پاک ہونے میدان کو ٹھہرایا - اور اگر وُہ جوتا پاک ہوتا تو پاک ہونے میدان کو حکم اُتارنے کی
علت نہ ٹھہرایا جاتا ؛
ہر چند یہ بھی ایک احتمال ہے کہ بوجہ ادب مکان جُوتا اُتارنے کا حکم ہُوا ہو - یا اِس وجہ
سے کہ بلا واسطہ جُوتے کے ان کے پاؤں اس زمین سے برکت حاصل کریں - چنانچہ مفسرین
امام رازی - بیضاوی - امام بغوی وغیرہ نے ان وجُوہات کو بھی بیان کیا ہے - مگر نجس
ہونا جُوتے کا ظاہر الفاظ آیت سے سمجھا جاتا تھا - لہٰذا اِس وجہ کو امام رازی نے اور وجُوہات

> ذكروا فى قوله فاخلع نعليك وجوها احدها
> كانتا من جلد حمار ميت ولذلك امر بخلعها

کے بیان سے مقدم کیا ہے - چنانچہ فرمایا
ہے کہ اِس قول و حکم خداوندی کے لئے وجوہات

الصیانة للوادی ولذالك قال عقبیه انك بالواد المقدس طوی - وھذا قول علیؓ وقول مقاتل والکلبی والضحاك والسدی الثانی - انما امر بخلعھا لینال قدمیه برکة ولواد ی وھذا قول الحسن وسعید بن جبیر ومجاھد ثالثھا ان یحمل ذالك علی تعظیم البقعة من ان یطاھا الا حافیا (تفسیر کبیر صفحہ ۱۶ - ج ۶)

بیان ہوئی ہیں - ایک یہ کہ حضرت موسیٰؑ کی جوتیاں مُردہ گدھے کے چمڑے کی تھیں - اِسواسطے اِس حکم کے بعد ارشاد ہُؤا ہے کہ تُو وادی مقدس میں ہے - یہ وجہ حضرت علیؓ و مقاتل و کلبی و ضحاک و سدی نے بیان کی ہے دُوسری وجہ کہ جوتیاں اُتارنے سے آپ کے قدموں کو زمین کی برکت پُہنچے - تیسری یہ کہ جوتا اُتارنا بوجہ تعظیم مکان ہو کہ اسمیں آپ بجز ننگے پاؤں نہ چلیں ✣

ناظرین یہ آخری دونوں وجہیں عقلی اور احتمالی ہیں - اوّل وجہ پر نقل حضرت نبوی بھی شاہد ہے ✣

تفسیر معالم میں ہے کہ حکم جُوتے اُتارنے کا سبب حضرت ابن مسعودؓ نے آنحضرتؐ سے

كان السبب فيه ما روی عن ابن مسعود مرفوعا كانت من جلد حمار ميت ويروی غير مدبوغ (معالم صفحہ ۵۷۶ وھکذا فی البیضاوی)

یہ نقل کیا ہے کہ وُہ جُوتا مُردہ گدھے کے چمڑے سے تیار شُدہ تھا جو دباغت شُدہ نہ تھا - ایسا ہی بیضاوی میں ہے ✣

کمالین میں ہے - کہ ترمذی اور امام مالک نے کعب احبار سے نقل کیا ہے - وُہ گدھے

وكان نعلاه من جلد حمار ميت رواه الترمذی ومالك عن كعب الاحبار او من جلد خنزير كما رواه ابن ابی حاتم عن عكرمه (کمالین حاشیہ جلالین)

کے چمڑے کا تھا - اور ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ وُہ خنزیر کے چمڑے کا تھا ✣

پس اس احتمال قوی کے ساتھ جو نقلاً بھی مؤید ہے کب کسی اہل علم کو جائز ہے کہ وہ اس آیت سے اِس دعوے پر استدلال کرے کہ آپ کا جُوتا اُسوقت پاک تھا اور صرف تعظیم مکان کے واسطے اس کو اُتارنے کا حکم ہُؤا تھا ✣

بحکم اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال - یعنی جب کسی دلیل میں مدّعا کے خلاف کا احتمال ہو تو اس سے استدلال باطل ہو جاتا ہے - صرف یہ عقلی احتمال کہ وُہ جوتا نجس ہوگا اس استدلال کو باطل کرتا ہے - اور یہاں تو نقل سے بھی ثابت ہُوا ہے کہ وُہ جُوتا ناپاک تھا - اِس آیت سے غلط و باطل استدلال کرنے والے ہمعصر حضرت مُوسیٰؑ کے جُوتے کا ناپاک ہونا بعید سمجھتے ہیں - اور نقل تفاسیر و آثار سے آنکھ بند کر کے صرف اپنی عقل ناقص سے کہتے ہیں کہ یہ امر یقینی ہے کہ ایک رسُول کے کپڑوں یا جُوتوں کی نسبت ہرگز گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ ملوث اور ناپاک ہوں - کیونکہ ہر وقت وُہ بارگاہ ایزدی کی حضوری میں رہتے ہیں انکو اپنے بدن - کپڑے - جوتیاں پاک رکھنے کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے ؛

مگر وہ صاحب اس امر کو بھُول گئے ہیں کہ جسوقت حضرت مُوسےٰؑ کو یہ واقعہ پیش آیا تھا - اُسوقت تک نہ وُہ نبی تھے نہ رسُول - ان کو اس وقت تک ہر وقت کا حضور ہوتا کجا اور کب مُیسّر تھا - وُہ تو پہلا ہی موقع تھا کہ ان کو حضور دربار الٰہی (وادی مقدسہ) نصیب ہُوا - الفاظ قرآن اور سیاق و سباق کا بھی ان کو ذہُول ہو گیا - اور یہ بھی یاد نہ رہا کہ حضرت مُوسیٰؑ کو منصب رسالت کب ملا تھا ؛

اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اسوقت نبی بھی ہوتے اور فہرست درباریوں میں آپ کا نام نامی درج ہو چکا ہوتا - تب بھی نادانستہ نجاست کا ان کے جُوتے میں موجُود ہونا کوئی تعجب و استبعاد کا محل نہ ہوتا ؛

سیّد المرسلین و فخر الاوّلین مسلّم درباری اور دائمی حضُوری آنحضرت صلعم کی نعلین میں نجاست کا لگ جانا - اور آپ کو اسکی خبر نہ ہونا اور بحالت نماز جبرئیل علیہ السلام کے بتانے سے آپ کا جُوتے کو اُتار دینا (جو بصفحہ (۱۵) منقول ہو چکا ہے) ابھی آپ کو معلوم نہیں یا یاد سے جاتا رہا - اور اگر معلوم اور یاد ہے - تو پھر حضرت موسیٰؑ کی نسبت جو اسوقت تک رسُول بھی نہ تھے - یہ استبعاد کیا معنے رکھتا ہے ؟ ؛

یہ جواز نماز بالنعلین کے متعلق نقلی بحث ہے - اب ہم بانعلین جواز عقلی دو حرفی گفتگو کرتے ہیں - کیونکہ آجکل اکثر لوگ خصوصاً ا خیاری لوگ عقل کو نقل سے مقدم سمجھتے ہیں - اے حضرات! عدم جواز کا مدار ماخذ و منشا آپ لوگوں کے نزدیک جوتیوں کا چمڑے سے تیار ہوتا ہے - تو چاہیئے کہ آپ موزوں سے نماز کو ناجائز کہیں اور اگر جوتیوں کا پاؤں سے لاحق ہونا ہے تو چاہیئے کہ آپ جرابوں کے ساتھ نماز پڑھنا ناجائز قرار دیں - بلکہ مناسب اور شرط انصاف تو یہ ہے کہ نماز اور مسجد کی طرف آنے کے وقت پاؤں کو بھی علیحدہ کر دینے اور گھر میں رکھ آنے کی کوئی تجویز نکالیں - جب پاؤں ایسی چیز ہے کہ اُن کی ملاصقت اور مجاورت جرابوں کو ناقابل لبس بوقت نماز بنا دیتی ہے تو پاؤں کو بحالتِ نماز بدن کے ساتھ رکھنا کب مناسب ہے ؛

اور اگر مدارِ ممانعت و عدم جواز صرف نجاست ہے جو جوتیوں میں لگ جاتی ہے تو پھر انصاف سے کام لیکر پاک جوتیوں کو موزہ کی مانند سمجھ کر ان میں نماز پڑھنے کو جائز کہیں - اور جو جوتا ناپاک ہو جائے - اس کو پاک کرنے اور لائق نماز بنانے کی وہ صورت تسلیم کریں جو آپ کے ہادی اور اسلام کے بانی اور ان کے پیروان عظام محدثین و فقہاء کرام نے تجویز فرمائی ہے کہ جوتے کو رگڑ کر صاف کر لیا کریں - صرف اپنی عقل ناقص و رائے قاصر سے کام لیکر مسلمانوں کی نسبت عقلی احکام نافذ نہ کیا کریں - اور نہ جوتے کے باب میں ہندوؤں کی تقلید کریں جو صرف پاؤں میں آ جانے سے جوتے کو نجس العین قرار دیتے ہیں نہ عبادت گاہوں میں اس کا لانا جائز رکھتے ہیں نہ کھانے پینے کے مکان یا وقت میں اسکا پاؤں میں رکھنا ؛

ثناء اللہ امرتسری اور اس کے حامیوں سے خطاب کی تمہید اور وجہ ضرورت

(لائق ملاحظہ اعیان اصلاح خواہانِ فرقہ اہلحدیث)

اکتوبر ۱۹۰۵ء میں جلد بستم اشاعت السنۃ شائع ہوئی اور اسمیں امرتسری کی تفسیر عربی اور اس کے روش نیچری اور معتزلی پر نکتہ چینی اور نصیحت عمل میں آئی۔ تو اُس نصیحت کا مقابلہ اس نے بدگوئی سے کیا۔ اور اپنے اخبار نام کے "اہلحدیث" ۲۰ و ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء میں اشاعت السنۃ پر ریویو لکھا۔ جسمیں اپنی نافہمی کج بحثی اور بدگوئی کو کمال تک پہنچایا۔ خاکسار نے اِسی امر کو غنیمت سمجھا کہ وہ ایک مدّت تک سکوت اختیار کر رکھنے کے بعد کچھ (بھلا نہ سہی بُرا ہی سہی) بولنے تو لگا ہے یُونہی اِس کا بولنا جاری رہا تو اِس کے منہہ سے ایک نہ ایک دن حق بھی نکلوایا ہی جائیگا۔ اور اس کی سخت گوئی کا جواب نہایت نرمی سے دیا۔ اور اسمیں اپنی نیک نیتی کا اظہار شرعی قسموں سے کیا۔ مضمون نصیحت نامہ نمبر ۲ تحریر کر کے اس کا قلمی مسودہ اِس کے پاس اس غرض سے بھیجدیا۔ کہ وُہ اس کو اپنے اخبار میں چھاپ دے اور اس کا جواب بھی اسی میں مشتہر کر دے۔ اور اسیطرح سلسلہ مضامین سوال و جواب جاری رکھے یہاں تک کہ حق ظاہر ہو جاوے۔ اِس نے اس نصیحت نامہ نمبر ۲ کو بصد مشکل اور سفارشوں کی بھرمار سے چھاپ تو دیا۔ مگر اِس کے ایک دو فقروں پر چند اعتراض کر کے آئندہ اِس سلسلہ مضامین کو بند کرنے کا اعلان کر دیا۔ اور اس کا سبب یہ بتایا کہ حضرت مولانا ابو عبید احمد اللہ امرتسری مانع ہیں"۔

خاکسار نے اس کے جواب میں نصیحت نامہ نمبر ۳ لکھا۔ اور اس کا بھی قلمی مسودہ اس کے پاس بذریعہ اس کے بلا واسطہ اُستاد مولوی احمد اللہ صاحب موصوف بھیجدیا اور اُستاد اور شاگرد دونوں سے کہا۔ کہ اس معاملہ کو اپنے گھر میں طے کر لیں۔ رسالہ اشاعۃ السنۃ میں بحث کی نوبت نہ آنے دیں۔ اگر مضمون نصیحت نامہ نمبر ۳ کو ۔ تح اور لائق قبول پاویں تو خود ہی تدارک مافات اور اصلاح افساد تفسیر عربی عمل میں لاویں۔ اور اگر اسمیں کوئی غلطی پاویں تو خاکسار کو اسپر مطلع کریں ٭

مولوی احمد اللہ صاحب کے پاس یہہ مضمون قریب دو ماہ کے رہا۔ اور کئی خطوں کے ذریعہ انہوں نے اس مضمون سے اتفاق رائے ظاہر کیا۔ اور زبانی یہ کہا کہ ثناء اللہ ضدی اور کودن ہے۔ وہ آپکے رسالہ کے مضامین کو نہیں سمجھتا۔ اور ایسے ہی اور الفاظ اس کے حق میں کہے جنکو میں شائع کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ اور کہا کہ وہ اس مضمون نصیحت نامہ نمبر ۳ کو بغیر مقرر ہونے کسی منصف کے جو اس مضمون میں اور اُس کے جواب میں جو وہ لکھے محاکمہ کرے۔ چھاپنا نہیں چاہتا۔ آپ اس مضمون کو چھاپ دیویں۔ ان کا چھاپنا نہایت ضروری ہے ٭

خاکسار نے یہ مضمون نصیحت نامہ نمبر ۳ معہ اس خط کے جو بجواب ایک ثالث ثلاثہ منصفین فیصلہ آرہ مولوی حافظ عبد اللہ صاحب لکھا تھا اور وہ نصیحت نامہ نمبر ۴۔ اور اس کے متعلقہ تحریرات کے بعد درج رسالہ ہوگا۔ حافظ صاحب موصوف کی خدمت میں بھی بھیجنا چاہا۔ مگر اس شرط سے کہ وہ اور سب تحریری کام بند کرکے ۔۔ مضمون نصیحت نامہ نمبر ۳۔ اور اُس خط کو پڑھکر ان کی نسبت ایک ہفتہ یا عشرہ کے اندر اپنی رائے ظاہر کریں مگر انہوں نے اس شرط کو منظور کر کے وہ مضمون اور وہ خط طلب نہ کیا۔ اور رسالہ کے ذریعہ پبلک میں اس بحث کا مشتہر ہونا جائز رکھا ٭

۱۷ فروری کے اخبار اہلحدیث میں امرتسری کے ایک چھپے ہمخیال نے جو خاکسار سے بھی اتفاق

راے ظاہر کرتا ہے۔ **ایک سوال شائع کیا۔ اُس کا جواب** اُس شوخ و دلیر امرتسری نے ایسا دیا جس سے ناظرین کو یہ جتایا کہ حدیث نبوی کا مفسر قرآن ہونا محدثین کے طرز و طریق پر وہ شیر بہادر مانتا ہے۔ اِس سے انکار ہے تو اس کے مخالف (خاکسار) کو۔ کہ جو محدثین کو صلواتیں سُناتا ہے (جو محض دروغ ہے مگر دھوکہ کی آڑ میں) اور اس سے کچھ عرصہ پیشتر مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری کی طرف سے ایک اعلان اس مضمون کا مشتہر ہوا تھا۔ کہ مولوی ثناء اللہ نے حدیث نبوی کا مفسر قرآن ہونا اور سب لوگوں کی تفسیروں سے اس کا مقدم ہونا تسلیم کرلیا ہے۔ اور اپنی تفسیر کی غلطیوں کو مان لیا ہے اور اہلحدیث اور سلف صالحین کے بیان کردہ معانی قرآن اور حدیث کو مقدم قرار دیا ہے لہذا مولوی ثناء اللہ کو داخل اہلحدیث جانا گیا ہے۔ (اس اعلان کی پوری نقل نقل نصیحتنامہ نمبر ۳ کے بعد ہوگی)۔

و ازانجا کہ جواب سوال مذکور اور خلاصہ اعلان مسطور قول اعتقاد اور عمل امرتسری کے جس کو وہ اپنے رسائل و اخبار میں ظاہر کرچکا ہے۔ اور ابتک اسپر قائم و مصر ہے۔ اِس اعتقاد و عمل کو غلط قرار دیکر اس سے رجوع نہیں کیا۔ بالکل برخلاف تھا۔ لہذا خاکسار جو بحکم لکل فرعون موسیٰ مغالطات مبطلین مخالفین سُنت کو سمجھ جانے اور ظاہر کردینے کا ایک خاص ملکہ رکھتا ہے) اس کے الفاظ و قیود عبارات سے سمجھ گیا۔ کہ سب لوگوں کی تفسیروں سے تفسیر نبوی کو مقدم رکھنے سے اِس کی مراد و مقصود یہ ہے۔ کہ جو تفسیر قرآن کی وہ کرتا ہے وہ لوگوں کی تفسیر نہیں ہوتی۔ بلکہ خود خدا تعالےٰ کی اور قرآنی تفسیر ہوتی ہے جو بکلام الرحمان کی جاتی ہے۔ اس تفسیر سے حدیث نبوی کی تفسیر مقدم نہیں ہے اور اس تفسیر کو وہ **ع**

پنجہ با پنجہ خدا دارم   من چہ پرواے مصطفےٰ دارم

کہکر تفسیر حدیث نبوی سے مقدم سمجھتا ہے۔ اور طرز و طریق محدثین سے اس کی مراد تو

طریق ہے جو اُس نے بتقلید معتزلہ تفسیر میں اختیار کر رکھا ہے (یعنی صرف لغت سے بلا مراجعت حدیث و سنّت قرآن کی تفسیر کرتا) اور وُہی معتزلہ اسکے سلف اور اس کے نزدیک اہلحدیث ہیں جن کے بیان کردہ معنوں کو وُہ مقدم ٹھہراتا ہے۔ لہذا اس کی مُراد ظاہر کرتے اور اس کے دھوکہ و مغالطہ کا پردہ اُٹھانے کی غرض سے خاکسار نے سوال و جواب مشتہرہ ۱۶ فروری سنہ ۱۹۰۶ء اور اعلان مذکور کے جواب میں نصیحت نامہ نمبر ۴ تحریر کیا۔ اور اس کا بھی قلمی مسودہ مولوی احمد اللہ صاحب کے ذریعہ شوخ مذکور کے پاس بھیجدیا۔ اور یہ لکھا کہ اس نصیحت نامہ نمبر ۴ کو وُہ اپنے اخبار میں چھاپ دے اور اپنے کلام کا مطلب تمام لوگوں پر ظاہر کردے اور اگر وُہ اس کو نہ چھاپے تو اس کو کسی اور اخبار میں چھپوا دیا جائے۔ تاکہ اسکا مطلب مطلب شعر دربطن شاعر کا مصداق نہ رہے۔ عام لوگوں پر ظاہر ہو جاوے ۞

اس نصیحت نامہ نمبر ۴ کا مضمون مولوی احمد اللہ صاحب و میاں حبیب اللہ صاحب سے سنکر شوخ مذکور تاڑ گیا۔ کہ اس کے مشتہر ہونے سے اس کا بھانڈا پھوٹ جائیگا۔ اور جو مغالطہ اس نے دان ناظرین اخبار و اعلان مذکور اور اپنے ضعیف العمر اُستاذ کو دیا تھا۔ وُہ آشکارا ہو جائیگا۔ لہذا اس نصیحت نامہ نمبر ۴ کو چھاپنے سے بھی اس نے انکار کر دیا۔ اور بظاہر یہی عذر و بہانہ کیا کہ اس نصیحت نامہ نمبر ۴ اور اس کے جواب میں جو مَیں لکھوں گا کوئی فیصلہ کرنے والا منصف مقرر کر لو۔ تب مَیں اس نصیحت نامہ نمبر ۴ کو چھاپوں گا ۞

ناظرین منصفین! اپنے کلام کا مطلب بتانا اور جو اسمیں اجمال و ابہام ہو اُس کو رفع کر دینا ہر ایک متکلم کا فرض ہوتا ہے۔ اور اخبار نویسوں کا تو خاص منصبی فرض ہے کہ جو شخص ان کے مضامین اخبار کے برخلاف کچھ چھپوانا چاہے تو وہ اس کو چھاپ دیں۔ گو اس کا جواب بھی اس کے ساتھ ہی چھاپ دیں۔ کم از کم اخبار اہلحدیث ہی ایسا اخبار نکلا ہے کہ اگر اس کے کسی لفظ یا فقرہ کا مطلب ان سے پوچھا جاتا ہے تو وہ مطلب بتانے

کے واسطے بھی وُہ یہ شرط پیش کرتا ہے کہ پہلے منصف مقرر کرلو پھر مطلب بتاؤنگا - اس
کے حامیوں اور معتقدوں سے کوئی اِس کو نہیں کہتا کہ منصف تو اسوقت مقرر کیا جاتا ہے
جب کوئی جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔ اگر تم نے مطلب صاف بتا دیا اور اسمیں کوئی جھگڑا پیدا نہ ہُوا
تو منصف کس مرض کی دوا ہوگی *

اِس عرصہ دَوران نصیحت نامہ نمبر ۴ میں شوخ مذکور سے خاکسار کی مُلاقات ہُوئی اور اس سے
نصیحت نامہ نمبر ۴ کو نہ چھاپنے کی وجہ خاکسار نے پُوچھی تو اس نے کہا کہ "مولوی احمد اللہ
صاحب اِسکے چھاپنے سے منع کرتے ہیں" (جیسا کہ نصیحت نامہ نمبر ۳ وغیرہ کے
چھاپنے سے ان کا منع کرنا اخبار ۱۷ نومبر ۱۹۰۵ء میں مشتہر ہوچکا ہے) اس امر کی
دوستانہ شکایت خاکسار نے اپنے دلی دوست اور دینی برادر مولوی احمد اللہ صاحب کی
طرف لکھ کر ارسال کی - اور اس دورنگی بیان کی اصلیت اور حقیقت اُن سے دریافت کی
تو مولوی صاحب موصوف نے خاکسار کے نام یہ خط تحریر کیا۔

" السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ! جلال الدین کی معرفت ایک تحریری پیغام پہنچا جس سے
نہایت تعجب ہُوا - کیونکہ وُہ مضمون (نصیحت نامہ نمبر ۴) تو ثناء اللہ کو اس لئے نہیں دیا تھا کہ
وُہ چھاپنے کا اقرار نہیں کرتا تھا - اور آپ نے یہی شرط لکھی ہُوئی تھی - اور بعد اس کے
حبیب اللہ لیگیا تھا کہ بالفعل یہ مضمون ثناء اللہ کی نظر سے گذارنے کے لئے لے جاتا ہوں
شائد کچھ اثر کرے اور شائد یہ چھاپ دیوے پس یہ تدبیر بھی اِس لئے کی تھی کہ وُہ اس
مضمون کو چھاپ دیوے برعکس اس کے آپ نے ایسے شخص کے (یعنی ثناء اللہ کے)
قول پر بمجرد استماع یقین کرلیا جس کا کذب بارہا معلوم ہوچکا ہے - افسوس ہے کہ آپ بھی
برخلاف قواعد دین بعض ماسمع رنج پہنچا دیتے ہیں - مجھے آجتک اس کا رنج ہے باوجودیکہ
میں بارہا آپ کو لکھ چُکا ہُوں جو کچھ کہ لکھ چکا ہُوں " احمد اللہ از امرتسر - ۱۱ صفر
خاکسار نے اِسکے جواب میں اس مضمون کا خط مولوی احمد اللہ صاحب کے نام تحریر

کیا۔ کہ اگر وہ شخص اپنے اس بیان میں کہ آپ اس کو نصیحت نامہ نمبر ۴ کے چھاپنے سے منع کرتے ہیں جھوٹا ہے اور آپ کو اس کے جھوٹ کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے تو آپ کیوں اس کا کذب عام لوگوں پر ظاہر نہیں کرتے۔ اور کیوں اس کی گمراہی سے عام لوگوں کو نہیں بچاتے اور کیوں حدیث کو تفسیر قرآن ماننے کا عملی ثبوت لینے کے بغیر اس کو اہلحدیث میں داخل کر بیٹھے ہیں۔ بعد اس کے کہ اس کی تفسیر میں اس کا خلاف پاکر اس کو اہلحدیث سے خارج کر چکے تھے۔ (او کما قلت وحسنت) اس کا جواب مولوی صاحب کی طرف سے آجتک کہ ۱۷۔ ربیع الاول ہے۔ کوئی نہیں آیا٭۔ معلوم نہیں کہ مولوی صاحب نے اس کا یہ کذب لوگوں پر ظاہر کیا ہے یا نہیں۔ مجھے اسمیں کچھ شک نہیں ہے۔ کہ مولوی صاحب کا مذہب و اعتقاد درباب حدیث ہمارے موافق ہے جسکو وہ متعدد خطوط میں ظاہر کر چکے ہیں اور اسی اتفاق کی طرف وہ خط مذکور کے اخیر میں اشارہ کرتے ہیں ٭

ایک خط میں وہ لکھ چکے ہیں۔ کہ آپ کو دونوں مضمون (نصیحت نامہ نمبر ۳ و خط بجواب حافظ صاحب) میں نے سرسری نظر سے ایک دفعہ دیکھ لئے ہیں دوبارہ بغور دیکھتا ہوں۔ میں آپ سے متفق ہوں کہ مولوی ثناء اللہ سے علدرآمد حسب اصول تفسیر اہلحدیث کرا دیا جاوے۔

ایک اور خط میں وہ لکھتے ہیں میرا آپ کا ایک ہی دعوےٰ ہے۔ مجھے اس کا (یعنی ثناء اللہ کا) حامی نہ لکھا کریں۔ یہ غیر واقعہ ہے۔ ناصح ضرور ہوں زمانہ آزادی ہے کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ نہ ڈرتا ہے ٭ احمد اللہ

لہذا میں یہ بدگمانی نہیں کرتا۔ کہ مولوی احمد اللہ صاحب نے اس شوخ کو نصیحت نامہ نمبر ۴ کے درج اخبار کرنے سے روک دیا ہوا ہے۔ اس کو اختیار ہے کہ اس بیان میں اپنے آپ کو سچا کہے اور مولوی صاحب کو جھوٹا قرار دے اور حق استادی ادا کرے ٭

مولوی صاحب موصوف کے علاوہ چار اور معزز اشخاص کو خاکسار نے نصیحت نامہ نمبر ۴ کو اخبار اہلحدیث میں درج کرانے کا ذریعہ بنایا۔ (۱) حافظ محمد یوسف صاحب ڈپٹی کلکٹر

٭ [illegible] سوال کا جواب نمبر [illegible] لہذا اسکو [illegible] اور اس امر سے [illegible] کیا گیا ٭

نہر پنشنر جو اعلان مذکور کے اجراء میں مولوی احمد اللہ صاحب کے معاون و شریک رہا۔ یوں کہا جاوے کہ) اصل بانی و محرک تھے (۲) میاں حبیب اللہ صاحب سوداگر پشمینہ و ایڈیٹر و پرائیویٹ سکرٹری دلیرامرتسری۔ (۳) مولوی اللہ دتا صاحب سالکن سوہل ضلع گجرات اہلحدیث و معتقد دلاورامرتسری (۴) ڈاکٹر سید جمال الدین صاحب پنشنر مقیم پشاور۔

اِن چاروں مہربانوں نے بھی کمال کوشش کی کہ نصیحت نامہ نمبر۱ اخبار اہلحدیث میں چھپ جاوے۔ مگر اس دلاور و شیر بہادر نے ایک کی بھی نہ سُنی۔ اِن چاروں احباب کی خط و کتابت بھی نصیحت نامہ نمبر۴ اور اعلان مذکور کے بعد درج رسالہ ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اِس تجسس و سائل اتفاق و انفصال خانگی میں چھ ماہ کا عرصہ گذر گیا۔ اور مضامین نصیحت نامہ نمبر۳ و نمبر۴ و خط جناب حافظ صاحب امرتسر۔ لاہور۔ پشاور۔ وغیرہ میں گھومتے رہے۔ اور یہ بھی ایک وجہ کامل ہے کہ رسالہ جلد اکیس ۲۱ کی اشاعت میں پھر توقف ہوگیا اور اس توقف سے مالی یا حرج رسالہ کا بمقابلہ دینی نفع اتفاق کچھ بھی لحاظ نہ کیا گیا۔ جب آخر ہر طرف سے مایوسی ہوئی تب مضمون رسالہ لکھنے اور چھاپنے کے واسطے کاتب کے حوالہ کیا گیا۔ اِس ہسٹری شش ماہہ اور بیان واقعات سے ناظرین اصلاح خواہان بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ جو کچھ شوخ امرتسری اور اس کے حامیوں کی نسبت اِس رسالہ میں درج ہوا ہے اس میں نیک نیتی اور حق طلبی اور نصح دینی کس جانب ہے۔ اور بد نیتی اور ہٹ دھرمی و مداہنت کس جانب ہے۔

تمہید ختم ہوئی۔ اب مضامین متعلقہ مخاطبین درج رسالہ ہوتے ہیں۔ پس اوّلاً نصیحت نامہ نمبر۲ درج کیا جاتا ہے۔ پھر نصیحت نامہ نمبر۳ درج ہوگا۔ پھر اعلان مولوی احمد اللہ صاحب پھر نصیحت نامہ نمبر۴۔ پھر خطوط اصحاب اربعہ پھر جواب خود حافظ صاحب پھر اپنی فیصلہ آرہ وما توفیقی الا باللہ۔

نصیحت نامہ نمبر ۲

(بٹالہ - ۳۰ رمضان ۱۳۲۳ھ یکم نومبر ۱۹۰۵ء)

میرے عزیز روحانی فرزند مولوی ابوالوفا جعل اللہ شیمۃ الوفا ووقاہ الرأی والخیلاء ابداً تحیۃ سنت سنیہ وادعیہ قلبیہ حقیہ کے بعد ناصحانہ ندا ہے کہ آنعزیز کا ریویو اشاعۃ السنۃ میں نے بسچی اور دلی (نہ لفظی وزبانی) مسرت سے پڑھا۔ شکر ہے اس عزیز نے مُہرِ سکوت طفلانہ کو توڑا۔ اور میرے مضامین ناصحانہ کو (جو قبل اشاعتِ عام جلد بستم اشاعۃ السنۃ بالتقلمی ومطبوعہ آنعزیز کے پاس بھیجے گئے اور وہ توجہ اور جواب کے محل نہ ہوئے اور بعض بلا مطالعہ واپس کئے گئے) آپ نے دیکھنا اور انپر ریویو لکھنا شروع کیا ہے

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد زپسِ پردۂ تقدیر پدید

اس سے اُمید کی جاسکتی ہے۔ کہ اگر اسی طرح آپ کا دیکھنا بولنا جاری رہا۔ تو بہت جلد یہ نہفتہ حق کھل جائیگا۔ کہ اہلحدیث کون شخص ہوسکتا ہے۔ اور آنعزیز کون ہیں اہلحدیث یا کچھ اور۔ میں آپ کے ریویو پر ریویو بالعنوان دیگر نصیحت پر نصیحت چند نمبروں میں (جنمیں سے یہ نصیحت نامہ دوسرا نمبر ہے) کرنا چاہتا ہوں۔ آپ میری یہ نصیحت مان لیں کہ ان نمبروں کو اپنی اخبار اہلحدیث میں شائع کردیا کریں جنمیں سب کا (آپ کا اور میرا۔ اور پبلک اہلحدیث ناظرین اخبار کا) فائدہ ہے۔ میرا تو یہ فائدہ ہے کہ میری نصیحت جلد ٹھکانے لگیگی۔ آپ کا اخبار ہفتہ وار ہے۔ اور میرا رسالہ وقت پر نکلے تو ماہوار ورنہ (خدانخواستہ باشد) سہ ماہی یا ششماہی یا سالانہ۔ لہذا رسالہ میں ان نمبروں کا شائع ہونا وہ اثر پیدا نہ کریگا۔ جو اخبار میں شائع ہوتا ۔

آپ کا اسمیں یہ فائدہ ہے۔ کہ آپ کو بلا شفقت پکی پکائی کھیر (اخبار کے لئے مضامین)

بل جائیگی - اور ساتھ کا ساتھ ہی اسمیں نون یا کھانڈ ملانے (میرے مضامین کا بُرا یا بھلا جواب دینے) کا موقع ہاتھ آویگا ؛

پبلک ناظرین کا یہ فائدہ ہے کہ ان کو ریویو اور ریویو پر ریویو میں موازنہ ومحاکمہ کرنے کے لئے ایک ہفتہ سے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑیگا - اور اس انتظار سے ان کی خاطر میں انتشار پیدا نہ ہوگا - آپ کو یہ طریق نصیحت پسند ہے تو میرے اس خط کو معہ اجابت اپنی اخبار میں شائع کر دیں - اس سے کوئی مخفی مصلحت یا عملی حکمت مانع ہو تو بذریعہ خط ہی اجابت کریں - تاکہ نمبر سوم نصیحت نامہ کا کسی اور رواتہ کرسکے ؛

میری دلی خواہش وتمنا ہے کہ آپ جیسے اہلحدیث تھے ویسے ہی بنے رہیں - اور جماعت اہلحدیث سے خارج نہ ہوں (واللہ علی ذالک شہید وکفی باللہ شہیدا) اور یہی عرصہ زائد از یک سال سے میری کوشش ہے جو میرے مضامین نصیحت نامہ نمبر ۱ "ابوالوفا کی بے وفائی" اپیل فیصلہ آرہ کے مطالعہ سے پبلک پر آفتاب کی طرح ظاہر ہو سکتی ہے - کسی مجتہد نفسہ و برایہ (خود پسند و خود رائے) کو یہ حرص ہو کہ جو کچھ بھلا یا بُرا اُس کے دلمیں خیال گذرے یا اُس کے قلم وزبان سے نکل جائے وہی صحیح تسلیم کیا جائے - اور وہ مصیب الرائے ومعصوم از خطا مسلم ہو - میں تو اس کو کفر جانتا ہوں - اور ایسے خیال والے کو عبد النفس سمجھتا ہوں - اور خاصکر آپ کی نسبت جو مجھے آپ کی تفسیر عربی اور رسائل اردو آیات متشابہات اور الکلام المبین کے فصول ثلاثہ کو دیکھکر اور آپ سے بالمشافہ تحریری گفتگو کرکے خیال پیدا ہوگیا ہے کہ آپ اہلحدیث نہیں بلکہ کچھ اور ہیں - اس خیال کے غلط ہو جانے کو میں صحیح ہو جانے کی نسبت بہتر ومفید جانتا ہوں - اور دل سے آرزو اور خدا تعالے سے دعا کرتا ہوں کہ کوئی خدا کا ایسا بندہ پیدا ہو کہ میرے اس خیال کو دلائل سے غلط کر دکھائے - اور اس خیال کی صحت کے ضرر سے مجھ کو اور آپ کو اور تمام مسلمانوں کو

اہل حدیث کو بچائے سے

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

سخن غلط مرا مثل شکارے بزند

اِس دلی تمنا پر بھی پہلے تو مَیں خُدا تعالےٰ کو گواہ کرتا ہُوں (وکفیٰ باللہ شہیدًا) پر ایک دلیل بھی پیش کرتا ہُوں جس سے سامعین کو یقین بھی ہو گا کہ مَیں اس دعویٰ میں سچّا ہُوں نہ متکلف بنا۔ وہ دلیل یہ ہے کہ آپ جیسے نوجوان ہونہار صاحب سلیقۂ قلم و گفتار کے جماعتِ اہلحدیث میں داخل ہوتے میں (بشرطیکہ پابندی اصُولِ مذہب اہلحدیث رہیں) مقابلہ اہل بدعت کے لئے اہل حدیث کو اور مقابلہ آریہ وغیرہ اہل مذاہب غیر کیلئے عام اہل اسلام کو فائدہ ہے اور خارج کرنے میں نقصان - اس عام نفع ونقصان کے علاوہ خاص میری ذات کے لئے یہ نفع ونقصان ہے کہ بصورت اخراج مجھے آپ کے مقابلہ کے لئے بہت کچھ اشاعت السنۃ میں کرنا پڑیگا - اور یہ مقابلہ مجھے اور میرے رسالہ کو بقول میرے دوست مولوی کرم الدین صاحب اڈیٹر سراج الاخبار آگے ہی فرلو رخصتوں میں رہتا ہے - ملحدین و مخالفین اصول اسلام کے مقابلہ سے روک لیگا - لہذا مجھے اُس عزیز (میرے رُوحانی فرزند) کو جُدا کرنے سے (جو مجبوراً اس کی تصانیف مذکورہ کرا رہی ہیں) اس قدر رنج ہے - کہ اس قدر رنج مجھے اپنے صلبی فرزند کی جُدائی سے (جو ان کی بدعملی کرا رہی ہے اور جن کی تفصیل میرے مضمون وصیت و نصیحت مندرجہ جلد ۱۸ - ۲ - اشاعۃ السنۃ ہوئی ہے) نہ ہو گا ٭

پس آپ حسبۃً للہ ولنصحاً الدین اللہ وارشاداً للخلق اللہ میری اس تجویز کو مان لیں اور اس نصیحت (نمبر ۱) کو درج اخبار کر کے مجھے آپ کو اہلحدیث بنانے کا جلد موقع دیں ٭

فیصلہ آرہ نے جیسے آپ کو اپنے اہلحدیث ہونے کے ثبوت میں ناز ہے

آپ کو محقق اہلحدیث کی نظر میں اہلحدیث نہیں بنایا - اور اس فیصلہ میں اصل اصول مذہب اہلحدیث کو چھوا تک نہیں - صرف جزئیات مسائل میں محاکمہ کیا ہے اس امر کی تفصیل بادلیل خاکسار نے اسی فیصلہ کی اپیل میں چالیس صفحہ میں کی ہے جو فاضل منصفوں کی خدمت میں بغرض نظر ثانی پیش کی گئی ہے - وہ اپیل ہنوز واحد کمرے میں پھر رہی ہے - اور فل بنچ (تینوں منصفوں کے کامل اجلاس) میں پیش نہیں ہوئی - اس اپیل کے اصول کی نسبت دو منصفوں (جناب مولوی حافظ عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ آرہ و جناب مولوی شمس الحق صاحب رئیس علاقہ پٹنہ) نے فرداً فرداً رائے ظاہر کر دی ہے جس سے دلائل اپیل کے کبریٰ کی کلیت صحیح و مسلم ہو چکی ہے اگر ان کو کچھ شک و تامل ہے تو ایجاب صغرے میں ہے جو آپ کا اصل رسالہ آیات متشابہات جسکے طلبے عمل میں آ چکے ہیں جیسا کہ محکمہ اپیل سے اصل مثل طلب ہوتی ہے) دیکھکر رفع ہو جائیگا - انشاء اللہ تعالے ؀

اور درصورت عدم ثبوت ایجاب صغریٰ خاکسار بڑی خوشی سے اپنی اپیل و اعتراض واپس لے لیگا - مگر ان حضرات ثلثہ کا اتفاقی فیصلہ ہنوز ظاہر نہیں ہوا - اور نہ ہی اس کے ظاہر ہونے کی جلد اُمید ہے - کیونکہ تیسرے منصف شاہ عین الحق صاحب بہاری مبارک سفر حج میں ہیں - آپ کا اخبار اہلحدیث واقعی اسم بامسمے ہے تو وہ اس فیصلہ کو اپنے ہاتھ میں لے جس کی آسان اور کوتاہ راہ یہی صورت ہے - کہ وہ آپ کی نسبت میرے خیالات کو خود شائع و مشتہر کرے - اور ان میں جو اس کو عذر ہو یا خلاف وہ بھی شائع کر دے - اہل حدیث کے اہل علم و صاحب تحقیق خود ان خیالات کا انگریزمنشین (امتحان) یا انصاف کر لیں گے - اور غالباً اس نزاع کا فیصلہ بہت جلد دو ہی نمبروں میں ہو جائیگا - اسی صورت سے اصل دلائل اپیل فیصلہ آرہ اسی اخبار میں درج ہو جائیں گے - اور حضرات منصفین کی نظر ثانی کی ضرورت باقی نہ رہیگی - اور اس تجویز سے خاکسار ہیچکارہ کے حضرات

مصنفین سے خصومت کی اگر انہوں نے نظرِ ثانی کے وقت انصاف نہ کیا تو بت

نہ آئے گی ؛

یہ نصیحت بہت سی برکات اور مصالح خیر کی مثمر ہے پس آپ اس شصت سالہ بوڑھے باپ کی نصیحت کو مان ہی لیں اور اسمیں کچھ چون وچرا نہ کریں۔ اور اس بیت کو عمل میں لے آویں ؎

نصیحت گوش کن جانان کہ از جان دوست تر دارند

جوانانِ سعادت مند پندِ پیر دا نا را

مَیں ہوں تمہارا پُرانا ناصح

ابو سعید محمد حسین - ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ

ناظرین خدا کے لئے داد حق دینا اور خدا لگتی کہنا کہ اس نصیحت نامہ میں کیسی ترحمی اور نیک نیتی عمل میں آئی تھی اور فیصلہ امر متنازع فیہ کیسی کوتاہ راہ اور آسان صورت بتائی گئی تھی مگر ہمارے عزیز دلاور شیر بہادر نے وہ صورت قبول نہ کی جسپر نصیحت نامہ نمبر۳ منقولِ ذیل کے لکھنے کی نوبت اور ضرورت پیش آئی ؛

مجھے اس دلاور پر افسوس نہیں۔ افسوس اس کے حامیوں پر ہے جو مقتدا یان اہلحدیث کہلاتے ہیں۔ اور پھر اس کی اس ہٹ دھرمی و بے انصافی پر اس کو اہلحدیث بنائے بیٹھے ہیں۔ اور حدیث من رای منکم منکرًا فلیغیرہ الخ کو پس پُشت ڈالے ہوئے ہیں ؛

نصیحت نامہ نمبر ۳

(یار ریویو۔ برریویو)

عزیزم ابوالوفا۔ رزقہ اللہ الوفا۔ ووقاہ الجفا وہداہ سبیل التقی۔ بعد دعا ہدایت مکشوف ہو کہ تمہارا پرچہ اخبار ۲۱ اگست ۱۹۰۶ء (جس میں میرا نصیحت نامہ نمبر ۲ درج ہے) مرسلہ مولوی احمد اللہ صاحب میرے پاس پہنچا۔ جیسے کہ اس سے پہلے پرچہ ۲۰ و ۲۷۔ اکتوبر اور دوستوں کے ذریعے میری نظر سے گذرے۔ اور وہ تحریر نصیحت نامہ کے موجب ہوئے تھے۔

(۲) اے عزیز تمہارے نام کا جزو "وفا" کیا تم کو یہی امر کرتا ہے۔ کہ جو کچھ میرے جواب میں تحریر کرو۔ وہ میرے رسالہ کے تبادلہ میں (جو سالہا سال سے بلا قیمت و بلا بدل تمکو بھیجا گیا ہے) بھی ارسال نہ کرو۔ یہ وفا ہے یا جفا؟

اپنے اخبار کا یہ شعر

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی　　　اے ابر کرم مہر وفا کچھ تو ادھر بھی

جلد بھول گئے۔ اب بھی اس شعر کو پڑھکر انصاف نہیں تو نام ہی کی لاج رکھو۔ اور شرم کرو یا بجائے ابوالوفا۔ بے وفا یا ابوالجفا نام نہ رکھاؤ۔ اور مصرع

برعکس نہند نام زنگی کافور

کا مصداق تو نہ ہو۔ اس نصیحت نے تم کو نہ شرمایا تو مجبوراً نوٹس دینا پڑیگا کہ وصول شدہ جلدوں اشاعۃ السنۃ کی قیمت ادا کرو۔ یا اصل واپس کرو۔ اور اگر بلا بدل رکھنے کا کوئی حق ہے تو اس کو کسی منصف کے آگے پیش کرو۔

(۳) جو خوشی اور امید مجھے تمہارے پہلے دو پرچے (۲۰ و ۲۷۔ اکتوبر) دیکھ کر ہوئی تھی کہ

اب حق جلد منکشف ہوگا - اور اس امر کا فیصلہ کہ تم اہلحدیث ہو یا کچھ اور ہو - اخبار اہلحدیث کے دو تین ہی نمبروں میں ہو جائیگا - وہ افسوس اور مایوسی سے مبدل ہو گیا - جبکہ تمہارے پرچہ سوم (۱۷ نومبر) میں میرے مضامین کو درج اخبار کرنے سے انکار پر میری نظر پڑی ۔

اس انکار کی جو ایک وجہ تمنے بیان کی ہے - کہ یہ ممکن نہیں اور نہ اس کی نظیر آجکل کہیں ملتی ہے کہ دو اہل قلم نے آپس میں فیصلہ کر لیا ہو - اس لئے میں آپ ہی کی تجویز صفحہ ۱۶۹ اشاعۃ السنۃ جلد ۲۰ پیش کر کے یہ منظور کرتا ہوں - کہ آپ میرے فرقۂ اہلحدیث کے اخراج کا مضمون مدلل کر کے قلمی میرے پاس بھیج دیں - میں اس کا جواب لکھ کر کسی منصف کے (مصنفین فیصلہ آرہ یا مولوی کرم دین ایڈیٹر سراج الاخبار کے) پاس بھیجدونگا - پھر وہی فیصلہ اخبار اہلحدیث میں اور اشاعۃ السنۃ میں شائع کیا جائیگا - ویسے قبل ازیں تمہارا کوئی مضمون درج اہل حدیث نہ ہوگا ۔

اے عزیز نہ ماننے والا مسلم منصف کے فیصلہ کو بھی نہیں مانا کرتا - اور جب تسلیم کو جی چاہے تو فریق مخالف کی بات سنکر بھی سر تسلیم خم ہو جاتا ہے - اس کی نظیر میں باہر سے کیا دکھاؤں تمہارے ہی اندر موجود ہے " وفی انفسکم افلا تبصرون " مگر تمہاری آنکھ پر ضد اور ہٹ کی پٹی بندھی ہوئی ہے - وہ تم کو کچھ دیکھنے نہیں دیتی - لو میں وہ پٹی اٹھاتا ہوں - اور تمہارے ہی اندر اس کی نظیر دکھاتا ہوں - فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید ۔

فیصلہ آرہ کے جس حصہ کو تم نے (باوجود تسلیم منصفی) نہ ماننا تھا - اس کا رد فیصلہ مطبوعہ کے حواشی میں تم نے کر دیا - اور جب تمہارے ردکا رد فریق ثانی کی طرف سے رسالہ ضیاء السنۃ کلکتہ میں چھپ گیا - تو تم کو بجز سکوت و تسلیم چارہ نظر نہ آیا - یہ دو اہل قلم کا آپس میں فیصلہ ہوا یا نہ ہوا - اور جو نظیر تم مانگتے تھے تمہارے اندر سے ہی مل گئی یا نہیں - اگر تم نے اس کا رد چھاپ دیا ہے (جو میری نظر سے نہیں گذرا) یا آئندہ چھاپ دو - تو آخر ایک نہ ایک جانب سے سکوت ہوگا - اور وہی سکوت باہمی فیصلہ قرار پائیگا - اور یہ عام قاعدہ ہے - اور یہی قرآن

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ (قصص ع - ۶)

کی تعلیم ہے کہ جب کوئی بیہودہ سرائی پر آجاتا ہے تو دانا حق گو سکوت اختیار کر لیتا ہے اِس سے عاقل ناظرین وسامعین خود بخود سمجھ جاتے ہیں۔ کہ حق پر وُہی ہے جس نے لغوگوئی سے سکوت اختیار کیا ہے۔ اور حیا سے کام لیا ہے۔ اور جو بیہودہ بکتا چلا جاتا ہے۔ وُہ ناحق پر ہے ؁

اِس ہدایت قرآن کے مطابق کسی اُستاد نے یہ رباعی کہی ہے ؎

آنانکہ چشم بر گُل تحقیق وا کنند | از ہر چہ فہم رنگ نگیرد حیا کنند
در بحثے کہ غیر خموشی علاج نیست | پر ہرزہ ست نکتہ بچون وچرا کنند

اِس کی ایک نظیر گذشتہ زمانوں میں یہ پائی گئی ہے۔ جو عربی کتابوں میں منقول ہے جس کا نقل کرنا عبرت وفائدہ سے خالی نہیں ؁

ایک شاعر کا ایک شخص سے جو شعر نہ جانتا تھا۔ مقابلہ ہوگیا۔ شاعر نے پُوچھا۔ تم کون ہو؟ وُہ بولا پہلے تم ہی بتاؤ۔ کہ تُم کون ہو؟ شاعر نے کہا مَیں شاعر ہُوں۔ وُہ بولا کہ مَیں ماعر ہُوں۔ شاعر نے کہا۔ ماعر کون ہوتا ہے؟ ماعر بولا شاعر کون ہوتا ہے؟ شاعر نے کہا شاعر وُہ ہے جو شعر کہے۔ ماعر بولا ماعر وُہ ہے جو معر کہے۔ شاعر نے کہا معر کیا ہوتا ہے؟ ماعر بولا شعر کیا ہوتا ہے؟ شاعر نے ایک شعر کا مصرعہ پڑھکر سُنا دیا ؎

اے تذرفتارت خجل در کوہ کبک

ماعر نے اپنے معر کا یہ مصرع گھڑ سُنا دیا ؎

اے زمفتارت مجل در موہ میک

آخر شاعر نے حیا وسکوت اختیار کیا۔ اور مقابلہ چھوڑ دیا جس سے واقفین شعر سمجھ گئے کہ واقعی شاعر وُہی شاعر تھا اور اُس کا مقابل بیہودہ گو اور بے حیا ہے ؁

اے عزیز تُم بھی اِس اصول قرآنی اور قاعدہ عقلاء زمانی کے پابند ہوکر میرے ایک دو

مضامین کو اخبار میں چھاپ دو۔ اور اس کا انصاف ناظرین اہل علم کی سپرد کرو۔ تو میرا تمہارا
آپس میں فیصلہ ہو جائے۔ ہم دونوں سے جو شخص اعراض عن اللغو کریگا۔ تمام اہل علم و
انصاف کے نزدیک وُہی حق پر سمجھا جائیگا۔ ومعہذا اگر تم اس منصفی کی ضد پر رہو۔ اور دو دہ
میں سے بتاشہ نکالنے پر اصرار کرو۔ (جیسا کہ تم زبانی گفتگو کے وقت بارہا کہہ چکے ہو) تو
پہلے منصفوں سے پوچھ کر بتاؤ۔ کہ کیا وہ میرا تمہارا انصاف کرینگے۔ اُنہوں نے پہلے کیا
انصاف کیا جو اب کرینگے۔ میرے مضامین اربعہ مطبوعہ "اہلحدیث اور ان کا مذہب" "نصیحت نامہ"
"ابوفاکی بے وفائی" "تتمہ مضمون اہلحدیث اور انکا مذہب" قبل اشاعت عام ان کے پاس
بھیجے گئے۔ اور اُن مضامین میں پکار پکار کر کہا گیا۔ کہ حضرات منصفین فیصلہ سے پہلے فصول
ثلثہ آیات متشابہات اور الکلام المبین" کو ملاحظہ میں لائیں۔ اور ان میں جو احادیث نبویہ
کے مفسر قرآن ہونے سے انکار اور اصول مذہب معتزلہ وغیرہ اہل بدعت کا التزام پایا
جاتا ہے۔ وُہ آپ کے خیال میں اور سمجھ میں آجائے تو مؤلف تفسیر و رسائل مذکورہ پر حکم براخراج
لگا دیں۔ یا انکار سے اس کا رجوع کرا دیں۔ اور یہ بات متعدد خطوط کے ذریعہ بھی ان حضرات
کو کہی گئی۔ مگر ان حضرات نے میری ایک نہ سُنی۔ اور نہ تمہارے رسالہ آیات متشابہات کی طرف
سرسری نگاہ تک کی۔ اور نہ مجھے اس بات کی اطلاع و ہدایت کی کہ ہم ان رسائل کو دیکھ چکے
ہیں ان رسائل میں یہ باتیں نظر نہیں آئیں۔ تم ان باتوں کا ثبوت ان رسائل کی عبارت
نقل کر کے پیش کرو تو ہم ان عبارات میں نظر کریں۔ اور اپنے منصب کو بالائے طاق رکھکر عدل
انصاف کا خون کر کے یک طرفہ فیصلہ کر دیا۔ اور اُلٹا اور ناحق مجھپر یہ الزام قائم کر دیا کہ تم نے
ثناء اللہ کو اہل حدیث سے خارج کرنے اور اہل بدعت معتزلہ وغیرہ میں داخل کرنے میں اپنے
اصول کا (جو نہایت قابل قدر و انصاف ہی) خلاف کیا ہے۔ مولوی ثناء اللہ کا اصول مسلمہ
اہلحدیث کی عدم تسلیم اور اصول مسلمہ معتزلہ وغیرہ کی پیروی کرنا بشہادت ثابت نہیں کیا۔
افسوس صد افسوس ہزار افسوس۔ اس خاکسار نے محل ثبوت امور مذکورہ رسایل تفنازعہ سے

بتادیا - پھر ان منصفین بے انصاف نے نہ ان رسائل کو کھول کر دیکھا اور نہ مجھ سے ثبوت طلب کیا - اور یک طرفہ فیصلہ کرکے اُلٹا مجھے الزام دیا *

اس طرفہ پر اور طرہ سُنو - کہ اسی فیصلہ کو دیکھ کر مَیں نے چالیسؔ صفحہ میں اس کا مؤدبانہ اپیل لکھا - اور منصفوں کی اِس بے انصافی پر ان کو نہایت نرم الفاظ سے آگاہ کردیا - اور جن باتوں کے عدم ثبوت کا خاکسار پر الزام قائم کیا تھا - اُن باتوں کو اصل عبارات رسالہ مذکورہ نقل کرکے دکھادیا - وُہ اپیل ان حضرات کی خدمات میں تقریباً تین مہینے رہا - اس عرصہ تک ان حضرات سے اتنا نہ ہوسکا کہ اصل رسائل مذکورہ نکال کر ملاحظہ فرماتے - اور ان سے عبارات منقولہ اپیل کا مقابلہ کرتے - یہاں تک کہ خاکسار آخر شعبان ۱۳۲۳ھ میں جلسہ سالانہ ندوہ آرہ کی تقریب سے آرہ پہنچا تو ان عبارات کی طرف توجہ دلائی تب حضرات کو رسائل کی تلاش سُوجھی مگر خوبیٔ قسمت سے رسالہ آیات متشابہات وہاں نہ ملا - آخر یہ قرار پایا کہ کبریات دلائل اپیل تو مسلّم ہیں (یعنی جو شخص کسی حدیث صحیح مفسّر قرآن سے (جو بنص نبوی تفسیر قرآن) مفسّر قرآن ہونے سے انکار کرے وُہ آنحضرتؐ کا مکذب ہے، اور وُہ اہلحدیث کیا مسلمان نہیں اور جو شخص مذہب معتزلہ وغیرہ کا ملتزم ہو وہ اہلحدیث سے خارج اور معتزلہ میں داخل ہے) مگر صغریات دلائل اپیل کہ مولوی ثناءاللہ احادیث مفسّرہ قرآن کے مفسر ہونے سے انکاری ہے - اور وُہ اصول معتزلہ کا ملتزم ہے محل بحث و تفتیش ہیں - رسالہ آیات متشابہات امرتسر سے طلب کیا جائے - اور اس ایجاب صغریٰ کی تحقیق عمل میں لائی جاوے *

خاکسار نے یہ سمجھا کہ ایسے بے پرواہ منصفوں سے امید نہیں کہ وُہ رسالہ آیات متشابہات امرتسر سے منگوائیں - اس خیال سے مَیں نے ایک نسخہ رسالہ مذکورہ بواسطۂ برادران مولوی عبدالرحیم و مولوی عبدالعزیز صاحبان رحیم آبادی انکی خدمت میں بھیجدیا - مگر اس وقت تک کہ آج ۲۲ شوال ہے منصفوں کی طرف سے صدائے برنخاست کے مضمون کے سوائے کچھ سُنا یا دیکھا نہیں گیا - مجھے تو ان حضرات نے جواب خط تک نہیں دیا - اور نہ رسید رسالہ عطا کی ہے

آنعزیز کے کان میں کچھ کہدیا ہو۔ یا تمہارے اخبار کے ذریعہ اپنی راے کا اظہار کردیا ہو (جیسا
کہ پرچہ ۱۷ نومبر کے حاشیہ نمبر۲ صفحہ (۵) میں تم لکھتے ہو) تو مجھے اس کا علم نہیں۔ ایسے بے
انصاف منصفوں سے کب اُمید ہوسکتی ہے۔ کہ وہ آئندہ میرا تمہارا فیصلہ کریں۔ اور حق
دلیں اور پُورا تولیں۔ میرے نزدیک تو اُن سے انصاف کی اُمید رکھنا سراسر حماقت اور منع
من جرب المجرب حلت بہ الندامۃ کا مصداق بننا ہے۔ اب رہے مولوی کرم الدین ایڈیٹر
سراج الاخبار جہلم جن کی منصفی ماننے کا تم وعدہ یاد کراتے ہو۔ سو خُود اہلحدیث نہیں کہلاتے
اور شاید ان کے نزدیک آجکل کسی شخص کو بھی اہلحدیث کہلانا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ ان کے
پریذیڈنٹ (سابق ایڈیٹر) مولوی فقیر محمد صاحب اسی سراج الاخبار میں یہ مضمون شائع کرچکے
ہیں۔ لہذا ان سے کبھی اُمید نہیں کہ وہ اس فیصلہ کو کہ تم یا کوئی اور شخص آجکل اہلحدیث ہوسکتا
ہے اپنے ہاتھ میں لیں۔ ہاں اس مسئلہ کو چھوڑکر باقی جس قدر تم نے اپنا علم و فہم۔ انصاف و
اخلاق ان پرچوں میں ظاہر کیا ہے۔ اور اس ناتوان کے علم و معلومات پر حملہ کیا ہے۔ اس کا
انصاف وہ اپنے ہاتھ میں لینا منظور کریں۔ تو مجھے ان کی منصفی منظور ہے۔ و بناءً علیہ میں
اس نمبر سوئم نصیحت نامہ میں تمہارے علم و فہم۔ انصاف و اخلاق کا اظہار کرکے اسپر ریویو
کرتا ہوں۔ اور مولوی کرم الدین صاحب کو منصف مانتا ہوں۔ مگر اس شرط
سے کہ میرا اتنا کہنا تم بھی مان لو۔ کہ میرا مضمون قلمی سُنکر اور جو کچھ اس کے جواب میں لکھنا
چاہتے ہو لکھ کر دونوں کو اپنے اخبار میں درج کرکے منصف کے پاس بھیج دو۔ ایسا نہ کرو۔ کہ
قلمی مضامین بھیج کر ان کا انصاف طلب کرو۔ اور جب تک جواب نہ آوے ناظرین اخبار کو منتظر
رکھو۔ شاید مولوی کرم الدین صاحب منصفین فیصلہ آرہ کی مانند چیف کورٹ پنجاب کی مثل
سال یا دوسال کی تاریخ ڈال دیں۔ اور میرے تمہارے مقدمہ کے انفصال پر وہ ہندی مثل
صادق آوے۔ کہ " نہ نومن تیل ہو۔ نہ رادہا ناچی " منصفین آرہ کے اس سال بھر کے التواء
کو تاڑنے والے تو خوب سمجھ گئے ہونگے کہ تمہارا اس شرط منصفی کو پیش کرنا ٹٹی کی آڑ میں شکار

کھیلتا ہے اور دوسرے شکار کے آگے ٹٹی کھڑی کرتا ہے۔ تمہاری یہ غرض نہیں ہے تو میرا کہنا مان لو۔ میرا اظہار اور اپنا جواب چھاپ کر منصف کے سامنے پیش کرو۔

(۳) پرچہ ۲۰ اکتوبر میں تم نے اس ناتوان پر پانچ اعتراض کئے ہیں۔ اوّل تمہاری تعریف مذہب اہلحدیث جو صفحہ ۱۵۹ ج ۲۰ میں بیان ہوئی ہے کہ ان کا مذہب حدیث صحیح ہے جس کو اکابر مجتہدین نے "اذا صح الحدیث فھو مذھبی" کہہ کر اپنا مذہب بتایا ہے۔ مانع نہیں ہے کیونکہ یہ تعریف ان اہل مذاہب مشہورہ حنفی شافعی وغیرہ پر بھی صادق آتی ہے۔ جو تمہارے نزدیک اہل حدیث نہیں کیونکہ صفحہ ۱۵۸ میں تم نے کہا ہے کہ مذہب اہلحدیث مذاہب اربعہ مشہورہ حنفی شافعی مالکی حنبلی وغیرہ کی طرح مدون نہیں۔" یہ عبارت باواز بلند پکار رہی ہے۔ کہ مذہب اہل حدیث مذاہب اربعہ سے غیر ہے۔ جس کو منطق کی اصطلاح میں قسیم کہتے ہیں۔

(دوم) یہ تعریف مذہب شیعہ پر بھی صادق آتی ہے۔ کیونکہ وہ بھی اپنے مذہب کی بنا کسی نہ کسی حدیث پر رکھتے ہیں۔ اور تم نے یہ قید نہیں لگائی کہ صحت حدیث بطریق اہل سنّت ہو۔

(سوم) اس تعریف میں ایک سُقم یہ ہے کہ اس سے حدیث حسن جو حدیث صحیح کی مقابل و قسیم ہے خارج ہو جاتی ہے۔ حالانکہ حدیث حسن بھی اہل حدیث کا مذہب ہے۔

(چہارم) یہ تعریف جامع بھی نہیں اس سے بعض اہلحدیث (جیسے مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی امرتسری جو وجوب فاتحہ خلف الامام کے قائل نہیں اور خطبہ جمعہ میں بزبان مُلکی وعظ کرنے کو بدعت کہتے ہیں) اہلحدیث سے خارج ہو جاتے ہیں اگر انکے یہ مسائل خلاف حدیث ہیں۔ تو وہ اس تعریف کے رُو سے خارج از اہلحدیث ہوتے ہیں۔ اور اگر ان کے یہ مسائل موافق احادیث صحیحہ ہیں تو پھر تم اہل حدیث نہیں رہتے۔ جو ان مسائل میں مولوی عبدالجبار صاحب کے مخالف ہو اور اگر یہ عذر کرو کہ ایک آدھ مسئلہ میں خلاف حدیث رائے ہو جانے سے کوئی شخص اہلحدیث سے خارج نہیں ہوتا تو پھر میری نسبت اس اصول کو کیوں بھول جاتے ہو۔ میری تفسیر حدیث کو تم کے برخلاف حدیث نبوی ہے۔ تو میں اس مخالفت کے سبب کیوں اہلحدیث سے خارج

کیا گیا ہوں۔ اور مجھ پر کیوں یہ فتوے لگایا گیا ہے جس کا میں حقدار نہیں۔ میں اصول محدثین سے تو منکر نہیں ۔

(پنجم) دوسرا معیار مذہب اہلحدیث کہ جس مسئلہ میں حدیث نبوی کا علم نہ ہو۔ اسمیں صحابہ وغیرہ سلف کے آثار اہلحدیث کا تمسک اور وہی ان کا مذہب ہے۔ یہ ایک ایسا ہفوہ ہے جو مثل لکل عالم ہفوۃ کا مصداق ہے۔ یہ ہفوہ اولاً علم اصول حدیث کے اس مسئلہ کے برخلاف ہے کہ اقوال صحابہ حجت نہیں۔ ثانیاً وہ اس اعتراض و سوال کا محل ہے۔ کہ صحابہ کے لئے سلف کہاں سے لائیں گے۔ اور ان کو اہلحدیث کیونکر بنا دیں گے۔ ثالثاً وہ اس سوال کا مورد ہے۔ کہ تمہارا دعوے تو ایسے وسیع علم کا ہے۔ کہ جناب مولانا عبدالجبار جیسے محدث کو جاہل بناتے ہو۔ اور خود ایک معمولی سی تعریف میں ایسی غلطی کھاتے ہو۔ جو مصرعہ

گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں

کی مصداق ہے۔ رابعاً ایسے ہفوات پر تمہارا یہ دعوے کہ تمہاری تعریف مذہب اہلحدیث ایسی ہے کہ اسمیں کسی ایک متنفس اہلحدیث کو کبھی نزاع نہ ہوگی۔ اس شعر ذوق کا مورد و مصداق ہے

نازہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق ۔ اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

یعنے وہ نازکبدن ہم (خود بدولت) ہیں جنہوں نے تمہاری تعریف مذہب اہلحدیث اور اس کے معیار کی دھجیاں اڑا دی ہیں۔ یہ اصل بحث کے متعلق تمہارے اعتراضات کا خلاصہ ہے۔ اور جو تم نے طعن و تمسخر کر کے اپنی سعادت و شرافت کو ظاہر کیا ہے۔ جیسے خاکسار کو لاٹ مولوی کے خطاب سے یاد کرتا یا ارنسپل کہتا یا جوڈیشل اختیارات سپرد کرتا۔ یا رتبہ انبیاء سے اعلے رتبہ (جوابدہی) کا مدعی بنانا اسکی نہ یہ خاکسار تفصیل کرتا ہے نہ جواب دیتا ہے۔ یہ خاصہ وفا تمہاری ہی ذات سے مخصوص ہے اور مبارک ہو ۔

تو و طوبے و ما قامت ما

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

اِن اعتراضات پر خاکسار کا ریویو لائق توجہ منصف و ناظرین

اِن اعتراضات خمسہ کو پڑھکر خریداران و ناظرین اخبار اہلحدیث جو صرف اُردو و فارسی جانتے ہیں اور علوم عقلی (منطق وغیرہ)، و نقلی (حدیث و طبقات و تواریخ وغیرہ) سے محض جاہل و ناآشنا ہیں تو بہت خوش ہو گئے ہونگے۔ مگر جن ناظرین کو علوم عقلی و نقلی سے کچھ بھی بہرہ حاصل ہوگا۔ و مع ہذا فہم و انصاف سے حصہ ملا ہوگا وہ ہماری تعریف و معیار اہلحدیث کو پڑھکر اور اس پر تمہارے اعتراضات خمسہ کو دیکھ اور سُنکر بلا توقف زبان یا دل سے یہ شعر عربی پڑھ چکے ہونگے ؎

وکم من عائب قولاً صحیحاً	وآفتہ من الفہم السقیم

یعنے بہت ایسے ہوتے ہیں جو صحیح بات میں عیب نکالتے ہیں اس کی آفت وانکی بیمار و ناقص سمجھ سے پیدا ہوتی ہے۔ یا یہ اشعار فارسی ؎

چشم بداندیش کہ برکندہ باد	عیب نماید در نظرش صد ہنر

؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم	چشمۂ آفتاب را چہ گناہ
راست خواہی ہزار چشم چناں	کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

اے عزیز خدا تم کو سمجھ دے اور تمیز عطا کرے۔ یہ تعریف ایسی صحیح اور جامع و مانع کہ تمہارے مُسلّم منصفین فیصلہ آرہ نے (جن کے فیصلہ کو تم اپنے اہلحدیث ہونے کے ثبوت میں اپنے اخبار کے صفحہ ۲ کالم ۲ سطر ۴ میں بڑے [illegible] نازش سے پیش کر چکے ہو) باوجودیکہ اُنھوں نے وہ فیصلہ میرے خلاف دیا۔ اِس تعریف کو صحیح اور بہت صحیح تسلیم کرلیا۔ (سطر ۲۱ صفحہ ۸ فیصلہ آرہ مطبوعہ خود اور سطر ۱۳ صفحہ ۳ ضیاء السنۃ کلکتہ نمبر ۲ جلد ۳ ملاحظہ کرو۔ اور کچھ شرم اور انصاف سے کام لو۔ اور طرفہ یہ کہ تم نے اِس فیصلہ میں جہاں کہیں بزعم خود غلطی پائی۔ اس غلطی کا اظہار اور رد حواشی اسی فیصلہ میں کردیا۔ مگر ان غلطیوں میں اِس تعریف کو بہت

صحیح کہنے کو غلط شمار نہ کیا۔ اور نہ اس کا رد کیا۔ اب جو یہ مُشت بعد از جنگ یاد آئی ہے۔ تو پہ کس کے گلہ پڑیگی۔ اس سے تمہاری ہی بے علمی نافہمی بے انصافی اور ہٹ دھرمی ثابت ہوگی۔ دیگر ہیچ *

مجھے تو ہرگز امید نہیں کہ علماء اہلحدیث سے کسی ایک متنفس نے بھی تعریف مذکور مذہب اہلحدیث کو غیر صحیح اور تمہارے اعتراضات خمسہ کو صحیح سمجھا ہو۔ اگر کسی نے تم پر ان اعتراضات کی وجہ سے اعتراض نہیں کیا۔ تو صرف تمہاری زبان درازی اور بیہودہ گوئی کے خوف سے سکوت کیا ہوگا۔ اور اگر علماء اور مقتدایانِ اہل حدیث نے واقعی تمہارے اعتراضات کو صحیح سمجھ لیا ہے۔ تو پھر یقیناً اس گروہ کے دین اور علم کا زوال شروع ہوا۔ اور اس گروہ کے ایسے پیشواؤں اور پیروان پر یہ بیت عربی صادق آیا ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم سیہدیہم طریق الھالکینا

علماء و مقتدایانِ اہل حدیث سے اگر کوئی ایسا ہے جو تمہارے اعتراضات کو صحیح سمجھتا ہو تو اس کا نام لو۔ اس صورت میں مصلح قوم اشاعۃ السنۃ تمہارا پیچھا چھوڑ دیگا۔ کیونکہ تم ہنوز اس گروہ کے مقتداؤں کے قطار و شمار میں نہیں ہو۔ اور اُسی مقتدا کی خبر لیگا ......

بالفعل تمہاری لاعلمی نافہمی بے انصافی اور ہٹ دھرمی پر جو ان اعتراضات خمسہ سے ثابت ہوتی ہے عام لوگوں کو مطلع کیا جاتا ہے۔ اعتراض اوّل سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ تم کو مذاہب اربعہ کی حقیقت معلوم ہے نہ حقیقت مذہب اہلحدیث کا علم (گو تم نے اپنے مطبع اور اخبار کا نام اہلحدیث رکھا ہوا اور دھوکہ دے کر لوگوں کو دام میں لانا چاہا ہے) اور نہ مذہب اہل حدیث اور مذاہب اربعہ کی آپس میں نسبت کا تمکو علم ہے۔ اور اس پر یہ دعوے کہ وہ منطقی اصطلاح میں ایک دوسرے کے قسیم کہلاتے ہیں۔ اور اس لاعلمی پر یہ نافہمی کہ جو اس خاکسار نے بصفحہ ۱۵۰ جلد ۲۰ کہا ہے۔ کہ مذہب اہلحدیث مذاہب اربعہ مشہورہ (حنفی شافعی مالکی حنبلی) کی طرح مدوّن نہیں۔ اس سے تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ مذہب اہلحدیث مذاہب اربعہ

سے تعبیر ہے یعنے مقابل ہے جو منطقی اصطلاح میں قسیم کہلاتا ہے۔ اے عزیز خدا تم کو فہم وتمیز عطا کرے۔ مذاہب اربعہ اُن مجموعہ مسائل کا نام ہے جو کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ واجماع وقیاس سے ماخوذ ہیں۔ اور مذہب اہلحدیث ازانجملہ خاصکر اصل ثانی حدیث و آثار سلفیہ سے ماخوذ ہے۔ ان مذاہب کی حقیقت معلوم ہونے سے فوراً سمجھ میں آجاتا ہے۔ کہ مذاہب اربعہ سے جو حصہ حدیث سے ماخوذ ہے وہ جیساکہ مذہب حنفی یا شافعی کہلاتا ہے۔ ویسا ہی وہ مذہب اہلحدیث بھی کہلاسکتا ہے۔ اور مذہب اہلحدیث میں اور ان مذاہب میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ نہ نسبت تضاد جو قسیموں میں ہوتی ہے۔ لہذا جو حصہ ان مذاہب کا حدیث سے ماخوذ ہے وہ مذہب حنفی وشافعی بھی کہلائیگا۔ اور مذہب اہلحدیث نیز اور جو حصہ ان مذاہب کا قیاس سے ماخوذ ہے وہ مذہب حنفی وشافعی کہلائیگا۔ اسپر مذہب اہلحدیث صادق صادق نہیں آئیگا۔ اور اگر ان مذاہب اربعہ اور مذہب اہلحدیث کے اہل یعنے ان کے مضاف اور ان مذاہب کی طرف منسوب اشخاص کو دیکھا جاتا ہے تو ان میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت مشاہدہ میں آتی ہے جسمیں ایک مادہ اجتماع ہوتا ہے دو مادہ افتراق۔ کیونکہ بعض تابعین مذاہب اربعہ تقلید اور پیروی آئمہ مذاہب کی نظر سے ایسے ہیں جو شافعی وحنفی وغیرہ بھی کہلاتے ہیں۔ اور عموماً عمل واستدلال حدیث کی نظر سے اور خصوصاً بعض مسائل میں تقلید امام مذہب چھوڑکر حدیث صحیح کی پیروی کرنے کی وجہ سے اہلحدیث کہلانیکے بھی مستحق ہیں اور کہلاتے ہیں۔ کوئی نہ کہے۔ تو تعریف زیر بحث کا معرف و مجوز ان کے اہلحدیث ہونے کا مدعی ہے۔ ان کی مثال آئمہ متقدمین میں سے امام ابوجعفر طحاوی ہیں جن کی حنفیت تو مسلم کل ہے۔ اور اہلحدیث ہونا اس سے ثابت ہے کہ جس جگہ وہ شرح معانی الآثار میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو موافق صحیح حدیث نہیں پاتے۔ وہاں ان کی تقلید وتائید سے دست بردار ہوجاتے ہیں۔ ہمارے اعتقاد تحقیق میں اور ہماری شیخ شیخ الکل کی تحقیق اعتقاد میں فقہاء عراق سے اکثر ایسے ہی تھے۔ اور فقہاء ماوراء النہر میں ایسے کم تھے۔ اور متاخرین

سے حضرت شاہ ولی اللہ اور انکی اولاد امجاد ہیں جنکا اہلحدیث اور پھر حنفی ہونا ان کی تصانیف سے عیاں ہے۔ حضرت شیخنا و شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب شمس العلماء دہلوی بھی ایسے ہی تھے۔ کہ وہ اہلحدیث کے سردار بھی تھے۔ اور حنفی بھی کہلاتے۔ اور حنفی مذہب کی کتب متون و شروح اور فتاوی پر فتوے دیتے۔ ان ہی کی یہ روش ایک مدت مشاہدہ کر کے خاکسار نے رسالہ نمبر ۶ جلد ۲۰ کے صفحہ (۲۰۱) اپنے بعض اخوان اور احباب اہلحدیث کو یہ مشورہ دیا ہے کہ اگر ان کو اجتہاد مطلق کا دعوے نہیں اور جہاں نص قرآنی اور حدیث نہ ملے وہاں تقلید مجتہدین سے انکار نہیں تو وہ مذہب حنفی یا مذہب شافعی (جس مذہب کے فقہ و اصول پر بوقت نص نہ ملنے کے وہ چلتے ہوں) کی طرف اپنے آپ کو منسوب کریں۔ اور اہلحدیث حنفی یا اہلحدیث شافعی کہلائیں۔ اور خاکسار خود اس مشورہ پر عمل کر چکا ہے۔ مجھ سے کوئی میرا مذہب پوچھتا ہے تو میں یہی کہتا ہوں کہ میں اہلحدیث حنفی ہوں۔ اولاً احادیث پر عمل کرتا ہوں۔ اور اس کے مطابق فتوے دیتا ہوں۔ پھر جس مسئلہ میں حدیث صحیح صریح نہ ملے اور اجتہاد کی ضرورت پڑے تو وہاں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے اصول و فروع مذہب پر عمل و استدلال کرتا ہوں۔ فیالیت قومی یعلمون و بما قلت لھم یعملون ؎

بہت سے اصحاب طبقات نے آئمہ حدیث جامعین صحاح ستہ امام بخاری وغیرہ کو بھی امام شافعی کے مذہب کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور شافعی قرار دیا ہے۔ اور وہ اہلحدیث بھی کہلاتے ہیں۔ مگر خاکسار کو امام بخاری کی نسبت اس رائے سے اتفاق نہیں چنانچہ رسالہ نمبر ۲ جلد ۲۰ میں صفحہ ۲۱۶ معروض ہو چکا ہے ؎

اور بعض آئمہ حدیث اور ان کے پیروان ایسے ہیں۔ جو مذاہب اربعہ مشہورہ کی طرف اپنا منسوب ہونا پسند نہیں کرتے اور وہ حنفی شافعی نہیں کہلاتے۔ بلکہ صرف اہلحدیث کہلاتے ہیں۔ اسکی تمثیل میں اگر میں متاخرین میں سے کسی کا نام لوں تو ایک اور جنگ شروع ہو جائیگی اور ان لوگوں کے اہلحدیث کہلانے کے استحقاق میں نزاع ہو گی۔ لہذا میں اس کی تمثیل متقدمین

سے امام بخاری کو پیش کرتا ہوں۔ کہ وُہ اہل حدیث تھے۔ اور شافعی وغیرہ کے مقلد نہ تھے۔ اور اس کے ثبوت اجمالی میں صفحہ ۱۰۶ نمبر ۷ جلد ۲۰ کا حوالہ دیتا ہوں۔ کوئی تفصیلی بحث کا طالب ہوگا۔ تو مَیں ان کی کتاب جامع صحیح سے ثابت کر دوں گا۔ کہ وُہ شافعی نہ تھے (جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال و مقال ہے)*

اور بعض لوگ متبع مذاہب اربعہ خصوصاً مذہب حنفی ایسے ہیں جو باوجودیکہ حدیث ان کے مذہب کا اصل دوم ہے اور استدلال بالحدیث ان کے مذہب میں پایا جاتا ہے۔ اور اس لئے اہلحدیث کہلانا ان کے مذہب کا لازمہ ہے۔ محض جہالت اور تعصب سے بلاواسطہ تقلید علمائے مذہب حدیث پر عمل کرنے اور اس حدیث سے استدلال کرنے سے صاف انکار کر جاتے ہیں۔ اور برملا کہدیتے ہیں۔ کہ "مارا بحدیث چہ کار قول امام بمائد" ایسے لوگ اہلحدیث حنفی وغیرہ تو کہلاتے ہیں مگر اہلحدیث نہیں کہلاتے اور نہ کہلا سکتے ہیں۔ ایسے لوگ آجکل پنجاب ہندوستان اور خراسان میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ لہذا انکی مثال دینے کی کچھ ضرورت نہیں ہے*

اس تفصیل و تمثیل سے کسی اہل علم و صاحب فہم پر مخفی نہ رہیگا۔ کہ مذہب اہلحدیث و مذاہب اربعہ اور اہلحدیث اور اہل مذاہب اربعہ میں وُہ نسبت تضاد نہیں جو مختلف الحقیقت قسیموں میں ہؤا کرتی ہے۔ ولہذا اس تعریف مذہب اہلحدیث کا مذاہب اربعہ کے اس حصہ پر جو احادیث سے ماخوذ ہے۔ یا تعریف اہلحدیث کا بعض اہل مذاہب اربعہ پر صادق آنا افراد غیر قوموں پر صادق آنا نہیں ہے۔ اور اس سے اس تعریف کا مانع ہونا نہیں ٹوٹتا اپنی اس تعریف کے صادق آنے سے اس تعریف کے مانع ہونے کا خیال عزیز امرتسری کی بیعلمی اور ناواقفی اور نو عمری اور پھر دعوے ہمہ دانی کے جاہلانہ خیال کا نتیجہ ہے۔ اور یہ کوئی انوکھی بات نہیں "من جہل شیئا عاداہ" مسلّم مثل ہے اور مصرعہ

بسیار عمر باید تا پختہ شود خامے

بھی واجب التسلیم ہے*

جس عبارت صفحہ ۱۵ خاکسار کے مذہب اہلحدیث کا مذاہب اربعہ سے بخبر اور ان کا تقسیم ہونا عزیز امرتسری نے نکالا ہے اس کا مطلب وُہ نافہم و کوتاہ نظر بچہ کیا سمجھتا۔ اس کا مطلب بڑے بڑے مشاہیر فضلاء مصنفین فیصلہ آرہ نے بھی نہیں سمجھا۔ اور میرے اس قول پر کہ مذہب اہل حدیث مذاہب اربعہ کی طرح مدوّن نہیں ہے۔ اور اس کے اصول و فروع میں بجز ایک کتاب میری نظر سے نہیں گذری۔ یہ اعتراض جڑ دیا۔ کہ "ہم حیران ہیں کہ مذہب اہلحدیث جس کے ہر طبقہ میں بڑے بڑے علماء فضلاء خدمت کرتے رہے۔ اور ان کے متعلق بڑی بڑی مبسوط کتابیں تصنیف کیں کہ کسی مذہب کی کتابیں اتنی اور ایسی ایسی نہیں ہیں۔ وُہ کیونکر ایسا بے بنیاد اور غیر مخدوم اور بے اعتبار مذہب بتایا گیا ہے۔ حسرت بالائے حسرت اور افسوس صد افسوس۔ کیا اصول حدیث کی کتابیں متعدد نہیں۔ اور حدیث کے اصول اہلحدیث کے اصول نہیں ہیں۔ نہیں معلوم کہ اصول و فروع سے کیا مُراد ہے۔ کیا مثلاً صحیح بخاری کے تراجم ابواب عقائد و اعمال کے مسائل نہیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس کیا نیل الاوطار وغیرہ شروح حدیث کی متعدد کتابیں نہیں ہیں۔ اور ان میں مذہب اہلحدیث کے مسائل مدوّن نہیں۔ کیا زاد المعاد پیش نظر نہیں۔ سب کو جانے دیجئے۔ سفر السعادت۔ نور السنۃ۔ بلاغ المبین۔ فقہ الحدیث ایسے چھوٹے چھوٹے رسالے بچوں کے ہاتھوں میں متداول ہیں۔ ہمکو یہاں پر وُہ مثل جو مولانا ابو سعید صاحب نے اپنے نصیحت نامہ میں لکھی ہے یاد آئی ہے۔ چندے سال خدائی کردی ہنوز گاؤ خر را نشناختی"

اس اعتراض کے وقت ان حضرات مصنفین نہ صرف میری عبارت و قول مذکور کے معنے سمجھنے میں اپنے فہم کو خیرباد کہا۔ بلکہ جو کچھ اپنے اعتراض میں کہا۔ اس کو بھی سوچ سمجھ کر نہیں کہا۔ اور سمجھ نہ سوچا کہ خاکسار نے کیا کہا ہے اور اسکے مُنہ سے کیا نکلتا ہے +

مَیں نے تو مذہب اہلحدیث کی نسبت کہا تھا کہ مذاہب اربعہ کی طرح مدوّن نہیں۔ اور اس مذہب کے اصول و فروع میں بجز ایک کتاب قاضی شوکانی کوئی کتاب میری نظر سے نہیں گذری

اُنھوں نے اِس کے ردو مقابلہ میں کتب حدیث کو گن سُنایا۔ اور جو حدیث کے متوں اور شروح میں کتابیں تصنیف ہوئی ہیں۔ یا اصُول روایت حدیث کی کتابیں لکھی گئی ہیں ان کو مذہب اہلحدیث کی کتب قرار دیا۔ اور ان کتب کے ذریعہ مذہب اہلحدیث کا متقدم ہونا بزعم خود سمجھ لیا اور نہ سوچا اور نہ سمجھا۔ کہ حدیث اور علوم متعلقہ حدیث اَور شئے ہے۔ اور مذہب اہلحدیث چیزے دیگر۔ حدیث آنحضرت صلعم کے افعال و اقوال مرویہ و آثار صحابہ کا نام ہے۔ و علوم متعلقہ حدیث ان قواعد کا نام ہے۔ جو حدیث کی روایت و تنقید و تصحیح تضعیف کے متعلق ہیں۔ اور مذہب ان مسائل کے مجموعہ کا نام ہے جو حدیث و آثار سے استنباط و تفقہ اجتہاد سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور وُہ ایک استخراج اور رائے ہے نہ روایت۔ اگر وُہ حضرات حدیث اور مذہب اہلحدیث میں یہ فرق سمجھتے۔ تو ہرگز ہرگز حدیث کے متون اور شروح میں کتب تصنیف ہونے سے مذہب اہلحدیث کا متقدم و مدون ہونا نہ نکالتے۔ اور نہ کتب حدیث کو کتب مذہب اہلحدیث قرار دیتے۔ اِس سمجھانے پر بھی وُہ حضرات نہ سمجھیں۔ اور کتب متون و شروح حدیث کو کتب مذہب اہل حدیث قرار دیں۔ اور دھینگا دھینگی سے کام لیں۔ اور زنگی کا نام کافور رکھ لیں۔ تو پھر میں ہر ایک کے خطاب میں کہونگا ع

سخن شناس نئی دوستا خطا اینجاست

میرے کلام میں دو لفظوں کو آپ لوگوں نے نہیں سمجھا۔ اول فقرہ مذہب اہلحدیث مذاہب اربعہ کی طرح میں لفظ "طرح" کو۔ دوم لفظ "اصُول" کو۔ پہلے لفظ کے یہ معنے ہیں کہ جس طرح مذاہب اربعہ کی کُتب فقہ میں ان مذاہب کے جملہ مسائل اتفاقی فیصلہ پا کر جمع کئے گئے ہیں اور جہاں کہیں ان مسائل میں اختلاف ہے۔ انمیں بحکم قواعد رسم المفتی "قول مفتی بہ" کی تصحیح کیگئی یا اس کو ترجیح دیگئی تھی۔ جیسے ان مذاہب کے علماء غیر مجتہد بھی فقہ کی کتاب نکال کر فتوی دیدیتے ہیں۔ اِسی طرح مذہب اہلحدیث کے جملہ مسائل کسی کتاب میں اتفاقی فیصلہ پا کر یا بصُورت اختلاف کوئی جانب راجح قرار پا کر نہیں لکھے گئے۔ اور لفظ اصُول سے یہ مُراد ہے۔ کہ

جیسے مذاہب اربعہ کے اصول فقہ و اجتہاد میں کتب اصول توضیح مسلم محصول وغیرہ لکھے گئے
ہیں۔ ویسے مذہب اہلحدیث اصول فقہ کی کتابیں نہیں لکھی گئی۔ میرے کلام کا یہ مطلب آپ لوگوں
نے نہیں سمجھا۔ تب ہی کتب متون و شروح اور کتب رسائل اصول روایت حدیث کو اس کے
مقابلہ میں پیش کر دیا۔ اور اگر یہ ادعا ہو کہ ہمنے تمہارے کلام کا مطلب لیا ہے۔ اور ہمارا یہ
اعتقاد ہے کہ کتب و رسائل مذکورہ کتب اصول فروع مذاہب اربعہ کیطرح مدون ہیں۔ اور ان
میں کتب فقہ کی مانند مسائل اصول و فروع قلمبند ہو چکے ہیں۔ تو میں بڑے زور سے کہدونگا
کہ یہ اعتقاد آپ لوگوں کا غلط اور بالکل غلط ہے۔ اور آپ کے علم و فضل و فہم و درایت پر
بدنما دھبہ لگانے والا ہے۔ اور آپ کی فضیلت کو نیست و نابود کرنے والا اور آپ کے علم کو
اِس مثل کا مصداق بنانے والا ہے۔ جو صفحہ (۷۶) میں مذکور ہوئی ہیں۔ اصول حدیث کے
رسائل و امثال شرح نخبہ و مقدمہ ابن الصلاح و مقدمہ ترمذی و مشکوٰۃ میں اصول روایت
بیان ہوئے ہیں۔ نہ اصول درایت و فقہ و اجتہاد کسی اہل علم و فہم کی یہ شان نہیں کہ ان سائل
کو اصول فقہ قرار دیں۔ اور متون و شروح حدیث میں جو کتابیں آپ نے گن سنائی ہیں ان
میں ایک بھی ایسی نہیں جنمیں کتب فقہ مذاہب اربعہ کی طرح مسائل فقہ مدوّن ہوں۔ اور اتفاقی
فیصلہ یا مسائل محل اختلاف میں جانب راجح کو مرجح کر کے لکھے گئے ہوں۔ اِس طرح کی
تدوین و تحریر مسائل مذہب اہلحدیث نہ سب سے پہلے اور سابق الذکر کتاب صحیح بخاری
میں پائی جاتی ہے۔ نہ زاد المعاد میں نہ نیل الاوطار میں۔ بلاغ المبین کا (جو ایک بے علم
عامی نے اردو مترجم کتب حدیث سے احادیث [illegible] کر تالیف کی ہے۔ اور اس کا ذکر
مصنفین فضلاء کی کلام میں نہایت ہی تعجب کا محل اور شرم کا موجب ہے) یا اور فارسی و
اردو رسائل کا جنکو ان حضرات نے ذکر کیا ہے تو کیا رتبہ ہے اور وہ کس شمار قطار میں ہیں
اِس مقام میں بغرض اظہار حدیث دانی و سخن شناسی حضرات مصنفین پہلے اسی کتاب صحیح بخاری
کا جس کو وہ حضرات بارہا پڑھا چکے ہونگے۔ کا حال بیان کیا جاتا ہے :-

کتاب **صحیح بخاری** ہمارے ایمان ولیقین میں اور اُمتِ محمدیہ (اہلحدیث متقدمین ومتاخرین اور فقہاء اہلسنّت متقدمین) کے اتفاق سے اصح الکتب بعد کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کے بعد سب کتابوں سے صحیح ترین کتاب ہے۔ اِس باب میں خاکسار کا ایک مختصر رسالہ **مسح الباری فی تصحیح صحیح البخاری** ۱۲۸۶ھ ہجری میں شائع ہو چکا ہے جسمیں متقدمین ومتاخرین فقہاء ومحدثین کے اقوال درج ہیں۔ مگر یہ اتفاق اصحیت صحیح **احادیث** صحیح بخاری کی نسبت ہے جسکو تمام المذاہب اپنا اپنا مذہب سمجھتے ہیں۔ اور حنفی شافعی حنبلی۔ مالکی سبھی۔ ان احادیث سے کم وبیش استدلال کرتے ہیں۔ اور ان احادیث کے مضامین کو اپنا اپنا مذہب ٹھہراتے ہیں جن ناواقف یا متعصب اہلحدیث کو حنفی مذہب کی نسبت یہ خیال ہے کہ وہ حدیث صحیح کے بالکل مخالف ہے (اور اس خیال کا منشا حنفی مذہب کی کتاب ہدایہ ہے جسمیں اکثر احادیث ضعیف سے استدلال ہوتا ہے چنانچہ شیخ عبدالحق صاحب دہلوی نے شرح سفر السعادت میں اعتراف کیا ہے) وہ لوگ کتاب برہان شرح مواہب الرحمان کو دیکھیں۔ اور انصاف سے کہیں کہ اسمیں احادیث صحیحین سے کس کثرت سے استدلال پایا جاتا ہے۔ گو بمقابلہ استدلال دیگر اہلحدیث وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ اور یہ اعتقاد **اصحیت** امام بخاری کی اپنی رائے واستنباط واجتہاد واقوال ومسائل کی نسبت جو تراجم الابواب میں انہوں نے بیان کئے ہیں۔ اور ان ہی اقوال ومسائل کی نسبت مشہور ہے۔ **فقہ البخاری فی تراجمہ** یعنے امام بخاری کا اجتہاد واستنباط اِس کتاب کے تراجم الابواب میں ہے۔ اور وہی مذہب اہلحدیث یا مذہب امام بخاری کہلا سکتا ہے نہیں ہے۔ ولہذا ان اقوال امام بخاری یا تراجم الابواب یا مذہب امام بخاری کی نسبت نہ کوئی دعوے کر سکتا ہے۔ اور نہ ہمارے علم میں آجتک کسی نے کیا ہے۔ کہ وہ اقوال وہ تراجم وہ مسائل مذہب امام بخاری کے قرآن مجید کے بعد صحیح ترین اقوال ومذاہب ہیں یا وہ مسائل مذاہب اربعہ کی طرح فیصلہ شدہ اور قطعی واتفاقی مسائل ہیں۔ یا وہ منجملہ مسائل مختلفہ مذہب اہلحدیث مرجحہ مسائل مذہبیہ اہلحدیث

ہیں۔ ان مسائل کی نسبت اور کوئی یہ اعتقاد و یقین کیا کریگا۔ بعض مسائل تراجم ابواب میں تو خود امام بخاری کو یقین حاصل نہیں ہوا۔ بلکہ شک و تردد رہا۔ اور ان مسائل میں انہوں نے اپنی طرف سے کوئی قطعی یا ظنی فیصلہ نہیں کیا۔ اور اپنی رائے کا اظہار نہیں فرمایا اور بعض مسائل میں ان کے فیصلہ کو دوسرے اہلحدیث نے نہیں مانا ۔

قسم اوّل جن مسائل میں خود ان کو شک و تردد رہا۔ اور انہوں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا کے ثبوت ووجود پر ایک گواہ مقدمہ فتح الباری کی عبارت ہے۔ جو مقدمہ صحیح بخاری

وكثيرا ما يترجم بلفظ الاستفهام كقوله باب هل يكون كذا او نحو ذالك حيث لم يتجه له الجزم باحد الاحتمالين وغرضه من ذالك بيان هل ثبت ذالك الحكم او لم يثبت فيترجمه على الحكم ومراده ما يتفسر بعد من اثباته او نفيه او انه محتمل لهما وربما كان احد المحتملين اظهر وغرضه ان يبقى للنظر مجالا وينبه على ان هنالك احتمالا او تعارضا يوجب التوقف حيث يعتقد ان فيه اجمالا او يكون المدرك مختلفا في الاستدلال

(مقدمہ صحیح البخاری صفحہ ٦)

مطبوعہ مطبع احمدی میں منقول ہے۔ اسمیں کہا ہے۔ کہ بسا اوقات امام بخاری ترجمہ باب بلفظ استفہام وارد کرتا ہے جہاں اس کو معنے حدیث کے دو احتمالوں سے ایک کا یقین نہیں ہوتا۔ اس سے اس کی غرض اس امر کا بیان ہوتا ہے کہ کیا فلاں حکم ثابت ہے یا نہیں پھر ترجمہ میں اس حکم کو ذکر کرتا ہے اور اسکی مراد وہ ہوتی ہے جو پیچھے کر اسکی تفسیر میں لاتا ہے۔ اس حکم کا اثبات یا نفی یا یہ کہ وہ دونوں کا احتمال رکھتا ہے اور بعض اوقات ان دونوں میں سے ایک احتمال اہمیت ظاہر ہوتا ہے۔ اس کی غرض ایسے بیان سے یہ ہوتی ہے کہ وہاں جولانی فکر کی گنجائش رہے۔ اور وہ یہ جتاتا ہے کہ وہاں تعارض پایا جاتا ہے۔ جو توقف و تردد کا موجب ہوتا ہے۔ جہاں وہ اجمال سمجھتا ہے۔ یا مدرک کے استدراک میں اختلاف ہے ۔

دوسرا گواہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت ہے جو اسی مقدمہ صحیح بخاری میں

وجہتہا انہ یترجح بمذہب فیذہب الیہ ذاہب ویذکر فی الباب مایدل علیہ بنحو من الدلالۃ اویکون شاہداً لہ فی الجملۃ من غیر قطع بترجیح ذالک المذہب فیقول باب من قال کذا (مقدمہ صحیح بخاری ص)

بصفحہ ۷ نقل کی گئی ہے۔ بخاری کسی اہل مذہب کے مذہب کے مطابق ترجمہ باب مقرر کر کے اس باب میں ان احادیث کا ذکر کرتا ہے جن سے کسی قسم کی دلالت سے یا فی الجملہ شہادت سے بغیر یقین کے اس مذہب کا مرجح ہونا مفہوم ہوتا ہے۔ اس قسم اول کی مثالیں صحیح بخاری میں ایک نہیں دو نہیں بیسیوں ہیں۔ ہم اس مقام دو مثالوں کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔ پہلی مثال جلد اول میں بصفحہ ۲۹ صحیح بخاری کے دو بابوں میں کتے کے جھوٹے کا مسئلہ بیان کیا ہے۔ پھر اس کے جواب میں ایک حدیث اس مضمون کی نقل کی ہے۔ کہ جب کسی برتن میں سے کتا پانی پی لے۔ تو اس کو سات دفعہ دھو ڈالو۔ اور تین حدیثیں ایسی ذکر کی ہیں۔ جن میں کتے کے منہ ڈالی چیز کو دھونے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اور اس باب میں کوئی قطعی کیا ظنی فیصلہ بھی نہیں کیا۔ کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے یا پلید۔

فاضل منصفین فیصلہ آرہ اگر صحیح بخاری کو مذہب اہلحدیث کی فیصلہ کُن اور کتب فقہ مذاہب اربعہ کی طرح مذہب اہلحدیث میں مدون کتاب جانتے ہیں تو وہ ہم کو امام بخاری کا ان ابواب میں کوئی ایسا لفظ بتا دیں جس میں امام بخاری نے قطعی نہ سہی ظنی ہی فیصلہ کر دیا ہو۔ کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے۔ یا پلید ہے۔ اور اگر کوئی لفظ نکال نہ سکیں۔ تو پھر انصاف سے کہیں کہ جو مثل جیتہ ہے۔ عمرت خدائی کردی ہنوز گاؤ خر را نشناختی۔ انہوں نے وصیت نامہ خاکسار سے نقل کی ہے۔ وہ کس شخص پر صادق آتی ہے۔ اور کون شخص ایسا ہے کہ مدت العمر صحیح بخاری اس کے درس میں ہی۔ مگر یہ خبر آج تک نہ ہوئی کہ صحیح بخاری کس مذہب کی کتاب ہے۔ جیسی کسی عقلمند سے منقول ہے کہ اس نے کتاب زلیخا پڑھکر ختم کر لی۔ مگر اس کو یہ بات سمجھ میں آئی۔ کہ زلیخا عورت تھی یا مرد تھا۔ یہ حالت مجھے

ایک اور مثال دائی ہے وہ بھی اُسی شخص پر چسپاں ہوتی ہے جس پر پہلی مثال صادق آتی ہے وہ یہ ہے من علم زادہ من عقل مرۃ

قسم اوّل کی دوسری مثال صحیح بخاری کی دوسری جلد میں بصفحہ ۷۹۱ یہ باب مقرر کیا ہے
باب من اجاز الطلاق الثلٰث یعنی اس باب میں قول اس شخص کے دلائل کا

لہ یہ مضمون ایک جماعت مدرسین حدیث اور مشتغلین صحیح بخاری کے مجمع میں پڑھا گیا تو مدرس اعلیٰ نے فرمایا کہ پہلی مثال تو بے شک مُسلّم ہے واقعی امام بخاری نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ کہ کتے کا جھوٹا پلید ہے یا پاک۔ مگر دوسری مثال میں یہ کلام ہے۔ کہ امام بخاری کا مقصود اس باب کے بیان سے یہی ہے۔ کہ طلاق ثلاثہ واقعہ اور صحیح ہوجاتی ہے اور کہا اس کی نظیر وہ قول امام بخاری ہے۔ جو اسی صفحہ (۲۹) صحیح بخاری میں فرمایا گیا ہے۔ باب من لم یرالوضوٓء الا من المخرجین جس سے ان کا یہی مقصود ہے کہ سوائے خارج از مخرجین کسی چیز سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ میں نے اس کے جواب میں کہا کہ یہ مقصود جو امام بخاری کا آپ بیان کرتے ہیں۔ امام بخاری نے خود نہیں کہا۔ کہ میرا مقصود اس باب سے یہی ہے میں آپ کے مقابلہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ امام بخاری کا مقصود اس باب سے عدم وقوع طلاق ہے۔ کیونکہ امام بخاری نے اس باب میں کوئی ایسی حدیث صریح وارد نہیں کی۔ جس سے ثابت ہو۔ کہ جو تین طلاقیں بدون حالت لعان ایک ہی طہر میں دیجاویں وہ تین ہوتی ہیں۔ عینی نے شرح بخاری میں کہا ہے۔ کہ اس قول سے امام بخاری کا مقصود اس امر کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ سلف سے بعض ائمہ اس طلاق کو صحیح نہیں سمجھتے +

قال العینی وضع البخاری ھذہ الترجمۃ اشارۃ الیٰ ان السلف من لم یجز وقوع الطلاق الثلث (حاشیہ بخاری صفحہ ۷۹۱)

الغرض آپ اس باب سے جو کچھ چاہیں مقصود ٹھہرا دیں کوئی دوسرا کچھ اور امام بخاری نے خود کچھ نہیں کہا۔ باب من لم یرالوضوء الا من المخرجین کا بھی یہی حال ہے آپ اس سے یہ مقصود ٹھہرا دیں کہ خون ناقض وضو نہیں ہے۔ میں یہ کہہ سکتا ہوں۔ جیسا کہ عبارت مقدمہ فتح الباری و عبارت شاہ ولی اللہ میں گذر چکا ہے کہ امام بخاری خون کے ناقض وضو ہونے یا نہ ہونے میں متردد تھا۔ اسلئے انہوں نے صاف نہیں کہا۔ کہ خون ناقض وضو

(رکی)
بیان ہے جو تین طلاقوں کو جائز رکھتا ہے اور صحیح سمجھتا ہے۔ پھر اس باب میں جو امام بخاری
نے احادیث نقل کی ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث میں بھی تصریح نہیں۔ کہ جو شخص اپنی عورت
کو سوائے صورت اور موقعہ لعان کے ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دیدے۔ اس کی عورت اس سے
قطعاً البتہ طلاق علاحدہ ہو جاتی ہے۔ اور اس کو رجوع کا حق نہیں رہتا۔ اور نہ ہی یہ بات امام
بخاری نے جواب مسئلہ میں اپنی طرف سے بطور فیصلہ قطعی یا ظنی کہی ہے حضرات
مصنفین فیصلہ آرہ اگر کتاب صحیح بخاری کو مذہب اہلحدیث کی فیصلہ کن اور کتب فقہ کی طرح
مدون کتاب جانتے ہیں تو امام بخاری کا کوئی لفظ اس حکم طلاق کے متعلق اسی کتاب سے
نقل کریں۔ مگر شرط یہ ہے کہ امام بخاری کا اپنا لفظ ہو۔ ان حضرات کا اپنا اجتہاد نہ ہو۔ اور
اگر امام بخاری کا کوئی فیصلہ قطعی نہ سہی ظنی بھی اس کتاب سے نکال نہ سکیں تو پھر اس کتاب
کو کتب فقہ مذاہب اربعہ کی طرح مذہب اہلحدیث میں مدون کتاب بتانے سے وہ امثال
مذکورہ کے کیوں مصداق نہ ہونگے ٭

قسم دوم (وہ مسائل جنمیں امام بخاری کے فیصلہ کو ان کے ہمسر اور متاخر درجہ کے
محدثین نے نہیں مانا اور وہ مذہب اہلحدیث قرار نہیں پایا) کے ثبوت و وجود پر خود مدون
حدیث مذکورہ شاہد ہیں۔ اس مقام میں ہم اس کی ایک ایسی مثال نقل کرتے ہیں جسپر
مصنفین فیصلہ آرہ سے ایک ثالث ثلاثہ کو بھی اتفاق ہے۔ وہ مثال یہ ہے۔ کہ
بخاری کے صفحہ ۴۳ میں امام بخاری نے دو حدیثیں نقل کی ہیں۔ ایک کا مضمون یہ ہے
کہ جب کوئی شخص عورت سے مجامعت کرے تو پھر خواہ اُس کو انزال نہ ہو۔ اس صورت میں غسل

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۸۳) نہیں ہوتا۔ اور ایسی احادیث و آثار کو نقل کر دیا جن سے عدم نقض مفہوم ہوتا ہے۔ چونکہ
وہ احادیث بخاری کی شرط پر نہ تھی اس لئے اُنہوں نے عدم نقض کا صریح دعوے نہ کیا۔ اس جواب کو سن کر
مدرس اعلےٰ نے تو سکوت کیا۔ ایک اور مدرس نے تسلیم کر لیا کہ ان کتب فقہ کی طرح امام بخاری نے صاف حکم نہیں
نہیں بتایا شاید مصنفین فیصلہ آرہ بھی اس مثال دوم کا یہی جواب دیں۔ لہذا اسکا جواب دیا گیا ٭

واجب ہو جاتا ہے۔ دوسری حدیث اس مضمون کی کہ بصورت جماع انزال نہ ہو تو صرف وضو کافی ہے یعنے غسل واجب نہیں ہوتا۔ پھر ان دو حدیثوں میں اس طرح تطبیق دی اور فیصلہ کیا ہے کہ حدیث اول الذکر میں پہلے وقت کا حکم بیان ہے۔ اور حدیث ثانی الذکر میں آنحضرت کے آخری حکم کا بیان ہے۔ یعنی پہلی حدیث منسوخ ہو چکی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے "قال ابو عبد اللہ الغسل احوط وذلک الآخر انما بینا لاختلافهم والماء انقی"۔ اس کا مطلب (جیساکہ عینی وغیرہ شراح بخاری نے کہا ہے) یہ ہے۔ کہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ بصورت عدم انزال غسل کر لینا احتیاط کا کام ہے۔ یعنے واجب نہیں ہے۔ اور یہی حکم آنحضرت کا آخری حکم ہے۔

اس فیصلہ امام بخاری کو امام مسلم نے نہیں مانا اور اپنی کتاب صحیح مسلم صفحہ ۱۵۵ و ۱۵۶ میں اس کے برخلاف یہ جتایا ہے۔ کہ احادیث عدم غسل پہلے وقت کی احادیث اور منسوخ ہیں۔ اور احادیث غسل آخر وقت کی احادیث ہیں اور ناسخ۔ ایسا ہی امام نووی شارح صحیح مسلم نے فیصلہ امام بخاری کو نہیں مانا۔ ایسا ہی امام ابو داؤد نے فیصلہ امام بخاری کا خلاف کیا۔ اور صاف کہا ہے کہ یہ عدم غسل کا حکم ابتداء اسلام میں تھا جبکہ لوگوں کے پاس نہانے کا سامان (پارچات) کم تھا۔ اور آخر یہ حکم منسوخ ہو گیا +

ان سب آئمہ کی عبارات کو نقل کرنے کی بجگہ ہم صرف ایک ثالث ثالثہ مصنفین فیصلہ آرہ کی کتاب عون المعبود کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ آپ بصفحہ ۸۶ کتاب عون المعبود

اعلم ان قلیلا من الصحابة والتابعین ذهبوا ان لا غسل الا من الانزال و هو مذهب داؤد الظاهری وذهب الجمهور الی ایجاب الغسل بمجرد التقاء الختانین بعد غیبوبة الحشفة وهو الصواب ثم استدل	حاشیہ ابو داؤد فرماتے ہیں کہ تھوڑے سے صحابہ و تابعین قائل ہیں کہ بجز انزال غسل واجب نہیں ہوتا۔ اور یہی داؤد ظاہری کا مذہب ہے۔ جمہور (اکثر مجتہدین) کا یہ مذہب ہے کہ جماع سے غسل واجب ہو جاتا ہے گو

الفریقین ثم قال قلت ومما یؤید النسخ ان بعض من روی عن النبی صلعم الرخصۃ افتی بوجوب الغسل ورجع عن الاول اخرج مالک فی الموطا عن ابن شہاب عن سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب و عثمان و عائشۃ زوج النبی صلعم کانوا یقولون اذا مس الختان الختان فقد وجب الغسل قلت وثبت الرجوع عن علی و عبد اللہ بن مسعود و ابی بن کعب وغیرہم فالحق ما ذھب الیہ الجمہور۔

(عون المعبود صفحہ ۸۶ و ۸۹)

انزال نہ ہو۔ اور یہی مذہب صواب ہے یعنے مذہب عدم وجوب غسل خطا ہے۔ پھر آپ نے دونوں فریقین کے دلائل بیان کئے۔ اور آخر کہا ہے کہ عدم وجوب غسل کے منسوخ ہوجانے کا مؤید یہ امر ہے کہ جن لوگوں نے آنحضرت کا حکم عدم وجوب غسل نقل کیا ہے انہوں نے اعتقاد عدم وجوب غسل سے رجوع کیا ہے۔ چنانچہ موطا امام مالک میں حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ آنحضرت نے صرف جماع سے غسل کو واجب کہا ہے۔ ایسا ہی حضرت علی و حضرت ابن مسعود و ابی بن کعب کے رجوع کرنا مروی ہے۔ لہذا حق مذہب جمہور کا مذہب ہے کہ غسل واجب ہے۔ (یعنی عدم وجوب غسل باطل ہے) اس قسم دوم کے مسائل کو صحیح بخاری میں دیکھنے والا کچھ بھی فہم و انصاف رکھتا ہو تو وہ کبھی یہ گمان نہ کریگا۔ کہ صحیح بخاری کتب فقہ مذاہب اربعہ کی طرح مذہب اہلحدیث کے فیصلہ کن اور مسائل اس مذہب میں مدون کتاب ہے۔ جب صحیح بخاری کا یہ حال بیان ہوا تو بحکم کل الصید فی جوف الفرا۔ اس کتاب سے کم رتبہ کتابوں کا حال بھی اسمیں آگیا ہے۔ کہ ان میں سے کوئی کتاب بھی کتب فقہ اہل مذاہب اربعہ کی طرح مسائل مذہب اہلحدیث میں مدون اور اتفاقی یا مرجح فیصلوں کی متضمن نہیں تاہم اس خیال سے کہ ہمارے مخاطب مصنفین فیصلہ آرہ کو پھر حسرت بالا حسرت افسوس صد افسوس پیدا نہ ہو۔ بقیہ صحاح ستہ۔ صحیح مسلم و سنن اربعہ (جنکا شمار کرنا مصنفین فیصلہ آرہ شاید بھول گئے ہیں) اور زاد المعاد و نیل الاوطار کا حال بھی بطور مثال بیان

کیا جاتا ہے *

صحیح مسلم صفحہ ۱۳۷ اور سنن ابو داؤد صفحہ میں صحیح بخاری کی طرح کتے کے جوٹھے کے حکم میں اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں۔ اور اسی طرح احادیث دو قسم کی نقل کردی ہیں۔ قسم دوم کتے کے شکار کی حدیث ہے جس سے امام مالک شکاری کتے کے رکھنے کی احادیث سے اس کے جوٹھے کی طہارت نکالتے ہیں۔ اور یہہ فرماتے ہیں کہ جس کا مُنہہ ناپاک ہو اس کے مُنہہ کا شکار کیونکر حلال ہوسکتا ہے *

جامع ترمذی کے صفحہ ۳۶ اور سنن نسائی کے صفحہ ۱۶۸ میں رفع یدین اور عدم رفع دونوں قسم کی احادیث وارد کی ہیں۔ اور اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں کیا کہ ان کا مذہب کیا ہے امام نسائی نے تو دو باب متضاد رفع یدین اور ترک رفع یدین بیان کئے ہیں وعلیٰ ہذا القیاس ان کتابوں کو سوچ کر سمجھ کر پڑھنے دیکھنے والے ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ ان کتابوں میں مذہب اہلحدیث مسائل کتب فقہ کی طرح فیصلہ پاکر لکھے گئے ہیں *

ایسا ہی زاد المعاد میں کئی مسائل میں اختلاف روایات بیان کرکے کوئی فیصلہ نہیں دیا کہ از انجملہ اہلحدیث کا مذہب کیا ہے۔ اسکی جلد اول کے صفحہ ۷۸ میں سُنّت فجر پڑھ کر داہنے کروٹ لیٹ جانے کی حدیث صحیح بخاری وصحیح مسلم سے نقل کرکے اس فعل کی نسبت ایسے اختلافات نقل کئے ہیں کہ کوئی تو اس فعل کو واجب بلکہ شرط صحت نماز بتاتا ہے کوئی اس کو مکروہ و بدعت اور گدھوں کا سا لیٹنا بتاتا ہے۔ اور اس فعل پر قید کرنے کا حکم لگاتا ہے مگر اس ایک صفحہ سے زیادہ اختلافات روایات اقوال کے ساتھ یہ بیان نہ کیا۔ کہ ان دونوں مذاہب میں مذہب اہلحدیث کون ٹھہرا *

منصفین فیصلہ آرہ اس کتاب کو مذہب اہلحدیث کے مسائل مدون کتاب کہتے ہیں۔ تو صاحب کتاب حافظ ابن القیم کی کلام سے کوئی لفظ نقل کرکے دکھا دیں جسمیں اس فعل کی نسبت مذہب اہلحدیث بیان کیا گیا ہو *

نیل الاوطار اکثر شروح متقدمین ومتاخرین کی نسبت عمدہ کتاب ہے۔ اور وہی کتاب ہمارے لئے دستور العمل اور دستور الفتوے ہے مگر کتب فقہ مذاہب اربعہ کی طرح اس کے فیصلے بھی جملہ علماء مذہب اہلحدیث میں تسلیم نہیں کئے جاتے۔ بڑے بڑے مشاہیر علماء اہلحدیث ہیں۔ جو نیل الاوطار کے فیصلہ کو بابت عدم اعتبار وشمار اس رکعت کے جسمیں مقتدی امام کے ساتھ رکوع میں ملجائے۔ اور وہ قیام وسورہ فاتحہ امام کے ساتھ نہ پاوے نہیں مانتے۔ اور اس کے فیصلہ کو در باب عدم وقوع طلاق ثلاثہ جو ایک طہر میں دی جاویں نہیں مانتے وعلیٰ ہذا القیاس ایک مشکل اس کتاب کی مثل کتب فقہ فیصلہ کن ہونے میں یہ ہے کہ اس میں کہیں کہیں شیعہ کے مذہب زیدی کے اقوال بھی بیان کئے جاتے ہیں۔ لہذا ہر ایک اہلحدیث کا کام نہیں کہ اس کتاب کو کتب فقہ مذاہب اربعہ کی طرح فیصلہ کن کتاب سمجھ کر اس کتاب کو بے کھٹکا دستور العمل بنائے بلکہ اس کتاب سے کام لینا خاص کر اہل نقد اور اہل بصیرت کا کام ہے *

ان ہی واقعات ومشکلات کی نظر سے خاکسار نے وہ بات کہی تھی کہ مذہب اہلحدیث مذاہب اربعہ مشہورہ کی طرح مدون نہیں ہے۔ جس کو مصنفین فیصلہ آرہ نے توجہ سے نہ دیکھا۔ نہ سنا اور نہ سمجھا۔ اور میرے اس کہنے کو یہ کہنا قرار دیا کہ مذہب اہلحدیث غیر مخدوم بے بنیاد بے اعتبار ہے۔ اور اسپر حسرت بالائے حسرت اور افسوس صد افسوس ظاہر کیا۔ اور اسمیں سوء ظن و تخمین سے کام لیا *

میں اس مذہب کو ایسا سمجھتا تو خود اس کا پیرو کیوں ہوتا۔ اور اس کی نصرت وحمایت کا بیڑا کیوں اٹھاتا۔ اور عرصہ تقریباً تیس سال سے اس کی خدمت میں کیوں لگا رہتا۔ اور رسالہ اشاعۃ السنۃ (جس کا اکثر حصہ خدمت مذہب اہلحدیث کے لئے وقف ہے) اور اسکا ضمیمہ جو بتمامہ اس مذہب کی خدمت کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ کیوں جاری کرتا۔ میرے اعتقاد میں مذہب اہلحدیث مخدوم تو ہے مگر نہ ایسا جیسے کہ مذاہب اربعہ۔

اس کے صحیح مسائل کی بنیاد پختہ ہے مگر ان مسائل پر ہر شخص اہل علم مطلع و ظفریاب نہیں ہو سکتا۔ جیساکہ مذاہب اربعہ کے مسائل صحیحہ پر ہر شخص ذی علم اطلاع پا سکتا ہے۔ اس کے مسائل کا کامل اعتبار ہے مگر نہ ہر مسئلہ کا ہر شخص کی نظر میں جیساکہ مذاہب اربعہ کے اتفاقی مسائل ہر ایک مقلد کی نظر میں اعتبار رکھتے ہیں۔ بلکہ جس مسئلے کا کوئی قائل ہے وہ مسئلہ اسکی نظر میں اعتبار رکھتا ہے۔ اس تفریق کا سِر یہ ہے کہ مذاہب اربعہ میں سے ہر ایک مذہب تقلیدی مذہب ہے۔ اس کے پیروان ایک شخص ربانی (امام اعظم مذہب) یا چند اشخاص (امام اعظم کے اصحاب و تلامذہ) کی تقلید کرتے ہیں۔ وھم یصدرون عن رأیہ یعنی وہ اس کے حکم و رائے پر چلتے ہیں۔ جب معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ فلاں مسئلہ امام اعظم کا مذہب ہے یا ان کے اصحاب و تلامذہ کا مفتی بہ قول ہے۔ تو پھر ان مذاہب کے تابعین کو بجز آمنا و صدقنا کہنے اور سر تسلیم خم کرنے کے چارہ نہیں ہوتا۔ اسلئے کتب فقہ مذاہب اربعہ میں حسب قواعد رسم المفتی اقوال مفتی بہا کو مذہب قرار دیکر ان کو جمع کر کے عام لوگوں کے لئے دستور العمل بنا دیا گیا ہے پھر ان لوگوں کا عمل بلا کھٹکا پایا جاتا ہے۔ اور یہ بات مذہب اہلحدیث میں مفقود ہے ان مذاہب کے تابعین بجز رسول مقبول کسی کی تقلید نہیں کرتے۔ صحابہ وغیرہ سلف صالحین سے بھی وہ اس قول کی پیروی کرتے ہیں جو اتفاقی و اجماعی قول ہو۔ اکیلے اکیلے اقوال خلفأ راشدین وغیرہ صحابہ مجتہدین کو بھی وہ نہیں مانتے۔ چہ جائے اقوال دیگراں۔ اور احادیث صحیحہ نبویہ کا حصر احاطہ امکان سے خارج ہے۔

امام مالک کی موطا تالیف ہوئی تو خلیفہ وقت نے چاہا کہ تمام لوگوں کو حکم دیا جائے کہ وہ اسی کتاب پر عمل کریں۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے اس امر کو جائز نہ رکھا۔ اور عذر کیا۔ کہ احادیث نبویہ اصحاب نبوی کے ذریعہ اکناف و اقطار عالم میں پھیل گئی ہیں۔ پھر میں کس طرح ادلہ شریعت کو اس کتاب کی احادیث میں محدود کر دوں۔ جو شخص اس سر کو سمجھ لیگا۔ وہ یقین کر چکا کہ مذہب اہلحدیث مذاہب اربعہ مشہورہ کی طرح مدون کیا ہو گا۔ اس کا مدون ہونا او

مذاہب اربعہ کی طرح اسمیں کوئی قول اتفاقی مذہب اہلحدیث قرار پانا ممکن نہیں ہے۔ جیساکہ احادیث نبویہ و آثار سلفیہ کا احصاء ممکن نہیں ہے ❊

مصنفین فیصلہ آرہ باوجودیکہ وہ علم معقول و اصول کے فاضل و مدرس ہیں اِس رسترکو نہ سمجھے۔ اور ہمارے اِس قول پر کہ مذہب اہلحدیث مذاہب اربعہ کی طرح مدون نہیں ہے معترض ہوئے۔ مگر ایک سرگروہ اہلحدیث امرتسر مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی باوجودیکہ اصول و معقول سے ان کا اشتغال نہیں اِس رستر کو مدت سے سمجھے ہوئے ہیں۔

چنانچہ — ان کے تابعین میں ایک مقدمہ شفعہ ہمسایہ میں نزاع ہوئی۔ تو اس کے تصفیہ کے واسطے فریقین میں یہ ٹھہری کہ اس مقدمہ میں بجائے عدالت انگریزی شریعت پر فیصلہ کرایا جائے۔ اور ایک اقرارنامہ لکھا گیا۔ جسمیں یہ فقرہ درج ہوتا۔ کہ فریقین کو اِس مقدمہ میں حکم شریعت مطابق مذہب اہلحدیث منظور ہوگا۔ مولوی عبدالجبار صاحب نے صرف اسی وجہ سے کہ مذہب اہلحدیث مشخص و مقررہ مدون نہیں ہر شخص جس خیال کو کسی حدیث کے مطابق سمجھیگا۔ اسکو مذہب اہلحدیث قرار دیگا۔ اور تنازع رفع نہ ہوگا۔ وہ فقرہ کاٹ دیا۔ اِس فقرہ کو کاٹنے سے ایک فریق مولوی صاحب سے ناراض ہوگیا۔ اور ایک مدت تک ناراض رہا۔ مگر آخر مولوی عبدالجبار صاحب کے قول کو صحیح مانا گیا۔ اور وہ باہمی شقاق رفع ہوگیا ❊

اِس رستر کو فضلائے مصنفین فیصلہ آرہ نے جامع معقول و منقول و مدرسین اصول ہوکر نہیں سمجھا۔ تو بیچارہ مسکین عزیز امرتسری نے جو ہنوز ناتجربہ کار اور نو آموز بچہ ہے گو اسنے یونیورسٹی کا امتحان فضیلت پاس کرلیا ہے (اور خدا جانے کیونکر پاس کیا۔ جائز طور پر پاس کیا۔ یا الا پنٹی زمانہ رجسٹراری کی مانند ناجائز وسائل سے کیا) اگرچہ صرف امتحان پاس کرلینے سے کوئی شخص واقعی فضیلت حاصل نہیں کرلیتا۔ واقعی فضیلت کیواسطے عمر چاہیے (عمر بسیار باید تا پختہ شود خامے) اِس قول خاکسار کا مطلب نہ سمجھا۔

او را س سے مذہب اہلحدیث کا مذاہب اربعہ سے غیر اور قسیم و مقابل ہونا نکال لیا تو کونسی تعجب کا محل ہے۔ اُمید ہے کہ اب وُہ ہمارے اِس بیان کو پڑھکر اسکا صحیح مطلب لیگا۔ اور اپنی غلط فہمی کو ندامت کے ساتھ واپس لیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ +

اِس بیان سے صاف ثابت ہوا۔ کہ ہر شخص جو حدیث پر عمل کرتا ہے وُہ اہلحدیث کہلا سکتا ہے جیساکہ حنفی شافعی بھی کہلاتا ہے۔ اور اِس سے تعریف اہلحدیث کا جو خاکسار نے کی ہے کا مانع ہونا نہیں ٹوٹتا +

دوسرے اعتراض سے عزیز امرتسری کی اور بھی نادانی ثابت ہوئی۔ مذہب اہلحدیث کی تعریف کرنے والا خود سُنی ہو گا۔ تو پھر کیا ممکن ہے کہ وہ صحت حدیث کو ایسا وسیع کریگا کہ رافضیوں خارجیوں کے صحت خانہ سازبھی اسمیں داخل وشامل ہوجائے۔ کیا معترض کے مذہب و اعتقاد سے ثابت نہیں ہوتا۔ کہ صحیح حدیث کہنے کے وقت قید بطریق اہلسنت اِس کے کلام میں محذوف و معنوی ہے۔ جس کو انگریزی میں انڈرسٹڈ کہتے ہیں +

تیسرے اعتراض سے عزیز امرتسری کے اصول حدیث سے ناواقفی اور خود اپنی کلام کی نسبت نافہمی ثابت ہوتی ہے۔ حدیث حسن دو قسم ہوتی ہے۔ حسن لغیرہ اور حسن لذاتہ۔ حسن لغیرہ ملحق بضعیف ہے۔ اور حسن لذاتہ ملحق بصحیح حتٰے کہ بعض آئمہ محدثین نے اِس کو صحیح میں داخل کرلیا ہے۔ پھر مذہب اہلحدیث کی تعریف میں صحیح کے ساتھ حدیث حسن کو شامل کرنے کی کیا ضرورت باقی رہی +

شرح نخبۃ الفکر میں ہے۔ کہ یہ قسم حدیث حسن لذاتہ لائق دستاویز و عمل ہونے میں حدیث صحیح کا شریک ہے۔ اسی وجہ سے بعض محدثین نے اِس کو انواع حدیث صحیح سے شمار کیا ہے +

وھذا القسم من الحسن ای الحسن لذاتہ مشارک للصحیح فی الاحتجاج بہ والعمل بمضمونہ ولھذا ادرجتہ طائفۃ من المحدثین فی انواع الصحیح

اور امام ابن الصلاح کی کتاب علوم الحدیث مشہور بمقدمہ ابن الصلاح میں ہے۔ کہ

التاسع من اهل الحدیث من لا یفرد نوع الحسن ویجعلہ مندرجاً فی انواع الصحیح لاندراجہ فی انواع ما یحتج بہ - وھو الظاھر عند الحاکم ابی عبد اللہ الحافظ فی تصرفاتہ والیہ یومی فی تسمیۃ کتاب الترمذی با الجامع الصحیح واطلق الخطیب ابوبکر ایضاً علیہ اسم الصحیح وعلی کتاب النسائی وذکر الحافظ ابوطاھر السلفی الکتب الخمس -

(مقدمہ ابن الصلاح)

بعض اہلحدیث نے حدیث حسن کو صحیح حدیث سے جُدا گانہ قسم نہیں ٹھہرایا - بلکہ اسی کی انواع میں درج کر دیا ہے - یہی امام خطیب بغدادی کا قرارداد ہے - کہ انہوں نے جامع ترمذی اور سنن نسائی کو صحیح قرار دیا ہے - حافظ ابو طاہر سلفی نے پانچوں کتب کو انہیں میں شمار اور ذکر کیا ہے +

اِن تصریحات کتب اصُول حدیث سے عزیز امرتسری کا اعتراض سوم کافور ہو جاتا ہے - اور اگر وہ ان تصریحات اصول حدیث کو نہ مانے اور ضد و ہٹ دھرمی اختیار کرے تو بھی اس اعتراض کو تعریف کے مانع نہ رہنے کی تائید میں پیش کرنا اس کی نافہمی ہے - یہ اعتراض صحیح ہو تو اس سے تعریف کا جامع ہونا ٹوٹتا ہے نہ مانع ہونا - افسوس یہ فہم اور اشاعت السنۃ سے الجھنا لاحول ولا قوۃ الا باللہ +

اعتراض چہارم سے تو یہ ثابت ہوتا ہے - کہ عزیز امرتسری گویا تو پرلے سرے کا عنادی ہے - اور وہ آیت وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسھم ظلماً وعلواً کا مصداق بن رہا ہے - کہ اشاعت السنۃ کا صحیح مطلب سمجھ کر عناداً اس کو بگاڑتا اور محل اعتراض بناتا ہے یا وہ پرلے سرے کا نافہم و کند ذہن ہے کہ اشاعت السنۃ کی اردو عبارت کا مطلب نہیں سمجھتا - خاکسار نے اشاعت السنۃ جلد ۲۰ کے صفحہ ۱۵۹ میں صاف کہا ہے کہ جو قول کسی حدیث صحیح کے مطابق و موافق ہوگا - وہ مذہب اہلحدیث کہلائیگا - اور جو قول جملہ احادیث صحیحہ کے مخالف و متناقض ہوگا - وہ مخالف مذہب اہلحدیث ہوگا - پھر صفحہ ۱۶۰

میں کہا ہے کہ منجملہ احادیث مختلف الصحت اور متضاد المفاد جس حدیث کے جس معنے مختار سلف سے کوئی متمسک کریگا وہ مذہب اہلحدیث ہوگا۔

پھر صفحہ ۲۲۱ و ۲۲۲ میں صاف کہا ہے۔ کہ جو شخص کسی حدیث نبوی کو جس کی صحت اس کے نزدیک مسلّم ہو۔ اور اس کے مقابلہ میں کوئی حدیث یا نص قرآنی دستاویز نہ ہو نہیں مانتا وہ اہلحدیث نہیں ہے۔

اور اسپر ایک حاشیہ پر یہ نوٹ دیا ہے۔ کہ ان الفاظ مسلم و مقابلہ میں یہ اشارہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی حدیث کی صحت میں متردد ہو یا اس کے مقابلہ میں کوئی اور حدیث دستاویز رکھتا ہو۔ اور اس حدیث کی نظر سے وہ اس حدیث میں تاویل کرتا ہو وہ منکر حدیث نہیں ہے۔

اِن عبارات میں صاف اور کھلے طور پر بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص مولوی عبدالجبار صاحب ہوں خواہ کوئی اور صاحب حنفی المذہب سورۂ فاتحہ کو واجب نہ کہے اور اسپر کسی آیت مثلاً فاقرءوا ما تیسّر من القرآن یا حدیث مثلاً من کان لہ امام یا حدیث اذا قرأ فانصتوا سے اس کو صحیح سمجھ کر استدلال کرے وہ بھی اہلحدیث ہی منکر حدیث نہیں ہے۔ اور جو شخص سورۂ فاتحہ کو واجب کہے (جیسا کہ خاکسار واجب کہتا ہے) اور اسپر حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بام القرآن سے استدلال کرے وہ بھی اہلحدیث ہے منکر حدیث نہیں۔ پھر اِن عبارات سے عزیز امرتسری کا مولوی عبدالجبار صاحب کو یا اس خاکسار کو اس باہمی اختلاف کے سبب اہلحدیث سے خارج ہونے کا حکم نکالنا عناداً یا ناسمجھی تو اور کیا ہے۔ اور اس طرفہ پر طرہ اِس کا یہ سوال ہے جو وہ کہتا ہے کہ تم سب باوجود اِن اختلافات کے اہلحدیث ہے تو میں کیوں بسبب اختلاف تفسیر آیت کو تم خارج از اہلحدیث قرار دیا گیا۔

اِس سوال کا جواب بھی اُس کو اُسی اشاعۃ السنّۃ جلد ۱۲ کے صفحہ ۲۲۱ وغیرہ میں الیا دیا

گیا تھا۔ کہ اگر اس کو فہم ہوتا اور عناد نہ ہوتا تو پھر یہ سوال زبان پر نہ لاتا۔ مگر عناد یا نافہمی نے اس کی زبان کو بند نہ رکھا۔ اب وُہی جواب ایسے پیرایہ میں دیا جاتا جس کو جاہل سے جاہل اور احمق سے احمق بھی سمجھ سکے۔ اور وہ یہ ہے کہ تُم نے تفسیر آیت کوثر میں حدیث کوثر کو تفسیر قرار نہ دینے سے تمام اُمت محمدیہ سے خلاف کیا ہے۔ اور تفسیر عربی اور رسالہ آیات متشابہات میں صاف کہدیا ہے کہ حدیث کوثر آیت کوثر کی تفسیر نہیں ہے۔ یہ حدیث مخالف قرآن ہے۔ اسلئے تفسیر قرآن ہونے کے لائق نہیں ہے لہذا تمہارا یہ کہنا آنحضرت کی عالیجناب میں اس گستاخی کرنے اور یہ کہنے کے برابر ہے کہ حضور آپ کی اور احادیث صحیحہ تو لائق قبول و تسلیم ہیں مگر جو تفسیر آپ نے آیت کوثر کی فرمائی ہے۔ یہ غلط اور بالکل غلط ہے۔ کیونکہ محاورات عرب اور لغت عرب شان نزول سے ناواقفی پر مبنی ہے۔ اور کوثر کے صحیح معنے وُہی ہیں۔ جو ہمنے عربی دانی سے بیان کئے ہیں ۔

اس جواب کو اشاعۃ السنّۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۲ وغیرہ میں پڑھکر عزیز امرتسری کا یہ سوال کہ مَیں اختلاف تفسیر آیت کوثر کی وجہ سے کیوں اہلحدیث سے خارج کیا گیا۔ سراسر عناد یا پرلے سرے کی نافہمی کُند ذہنی نہیں تو اور کیا ہے۔ اے عزیز ہوش سنبھالو۔ اور کان لگا کر سُنو۔ حنفی شافعی اہلحدیث باوجود اختلاف جزئی کے سب کے سب اہلحدیث ہیں اور تُم حدیث نبوی متعلق تفسیر آیت کوثر سے منکر ہونے کی وجہ سے اہلحدیث سے خارج اور حدیث کے منکر ہو ۔

ترجمہ خطبہ کے باب جو تُم نے میرا اور مولوی عبد الجبار صاحب کا اختلاف نقل کیا ہے اُسمیں کذب و خلاف بیانی سے کام لیا ہے۔ نہ وہ مُلکی زبان میں خطبہ کا ترجمہ کرنے کو بدعت کہتے ہیں نہ مَیں اس کو واجب جانتا۔ وہ عربی زبان میں خطبہ پڑھنے کو بہتر جانتے ہیں اور اس کی یہ سند پیش کرتے ہیں کہ صحابہ نے غیر ممالک میں خطبہ پڑھا تو اس کا ترجمہ

کیا۔ اور اس خیال میں وہ کسی حدیث صریح خلاف نہیں کرتے۔ اور خاکسار اُس حالت میں کہ مخاطبین و سامعین خطبہ اکثر عربی زبان کو نہ سمجھتے ہوں مخاطبین کی زبان میں خطبہ کا ترجمہ کرنے کو بہتر جانتا ہے۔ اور اسمیں حدیث مسلم کانت للنبی خطبتان یقرء فیہما القرآن ویذکر الناس" کے مفہوم و مقصود کو پیش نظر رکھتا ہے۔ اس بیان صاف ثابت ہو کہ اس مسئلہ ترجمہ خطبہ میں خاکسار اور مولوی عبدالجبار صاحب میں چنداں اختلاف نہیں۔ ایسا ہی قرءۃ فاتحہ کے وجوب و عدم وجوب میں جو اختلاف ہے اس سے کسی فریق کا اہلحدیث سے خارج ہونا لازم نہیں ہوتا۔ و لہذا اعتراض چہارم عزیزام تسری سے اس کا معاند یا محض نافہم ہونا ثابت ہوتا ہے وبس۔

اعتراض پنجم میں تو اس شوخ عزیز نے بے علمی و نافہمی کے ساتھ اپنی بدتہذیبی و بے دیانتی کا کامل ثبوت دیا ہے۔ اس اعتراض کے ضمن میں جو اولاً اس نے کہا ہے کہ اقوال صحابہ حجت نہیں اسمیں بے علمی یا بد دیانتی کا ثبوت دیا ہے۔ اقوال صحابہؓ تابعین گو بحالت باہمی اختلاف حجت نہیں ہوتی۔ مگر جب انہیں اتفاق ہو تو وہ بہ نظر اتفاق و اجماع حجیت نہ ماننے والوں کے نزدیک بھی حجت تسلیم کئے جاتی ہیں پس اگر اس مسئلہ کا اس کو علم نہیں تو اس سے اس کی بے علمی ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر اس کو اس مسئلہ کا علم ہے اور عبارت تفسیر ابن کثیر کی اس فقرہ پر واما اذا اجمعوا علی الشیء فلا یرتاب فی کونہ حجۃ جو رسالہ فتح المبین کی منقولہ عبارت تفسیر ابن کثیر (قال شعبۃ اقوال التابعین فی الفروع لیست حجۃ فکیف فی التفسیر) کے بعد اس تفسیر میں موجود ہیں۔ اس کی نگاہ پڑ چکی ہے۔ تو اس فقرہ کو چھوڑ جانے سے اس کی بد دیانتی ثابت ہوتی ہے۔ جیسے کسی بے دیانت نے آیت لا تقربوا الصلوٰۃ کو قرآن سے لیکر اس کو ترک نماز پر اپنا متمسک بنایا تھا۔ اور وانتم سکاریٰ کو چھوڑ دیا تھا۔ یہی کام اس دیندار چور سے سرزد ہوا ہے۔ کہ ابن کثیر سے بصورت اختلاف اقوال تابعین کا حجت نہ ہونا تو لے لیا۔ اور بصورت اتفاق حجت ہونا چھوڑ دیا۔

اگر اس کا یہ فعل بد دیانتی نہیں تو پھر بد دیانتی کس جانور کا نام ہے۔ اور جو اس سوال کے ضمن میں ثانیاً اس نے کہا ہے۔ کہ صحابہ کے واسطے سلف کہاں سے لاؤگے۔ اِسمیں بھی بے علمی یا بد دیانتی کا ثبوت دیا ہے۔ یہ بات کسی اہل علم پر مخفی نہیں کہ اہلحدیث یا حنفی یا شافعی وغیرہ القاب صحابہ و تابعین کے مابعد زمانہ متاخر کی اصطلاحات ہیں اور متاخرین ہی پر اِن القاب کا اطلاق پایا جاتا ہے۔ صحابہ و تابعین نہ اہلحدیث کہا جاتا ہے نہ حنفی شافعی کا خطاب دیا جا سکتا ہے۔ بنائً علیٰ ہذا جو تعریف ان اصطلاحی القاب کی کوئی کریگا۔ اسمیں کسی صحابی کسی تابعی کا داخل یا خارج ہونا کسی اہل علم و انصاف کے گمان و خیال میں نہ گذریگا ❊

یہ بات عزیز امرتسری پر مخفی ہے تو ضمن دوم اعتراض پنجم سے اس کی بے علمی ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر اس بات کا اس کو علم ہے تو پھر صحابہ تابعین کی نسبت اِس کا یہ سوال کہ ان کے واسطے سلف کہاں سے لاؤگے۔ اور اِن کو اہلحدیث کیونکر بتاؤگے سراسر بد دیانتی ہے ❊

اس اعتراض کے ضمن جو ثالثاً اس نے کہا۔ کہ تم نے مولانا عبد الجبار جیسے محدث کو جاہل بتایا ہے۔ اِسمیں تو کمال درجہ کی بد دیانتی اور دروغگوئی اور دھوکہ دہی اس سے عمل میں آئی ہے۔ اِس دروغگوئی سے وہ خاکسار اور مولوی عبد الجبار صاحب کو آپسمیں لڑانا چاہتا ہے مگر خدا کا شکر ہے کہ ہم میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اس کے دھوکہ میں آجائے۔ اور ایک دوسرے سے دست بگریبان ہو پڑے ❊

مولوی عبد الجبار صاحب اِس خاکسار کو خیر خواہ اور دینی بھائی جانتے ہیں۔ اور ہمیشہ خطوط میں لکھتے ہیں۔ اور یہ خاکسار اِن کو اپنا بزرگ زادہ اور اپنے پیشوا کا خلف الرشید فرزند اور گروہ اہلحدیث کا ایک ممتاز ممبر جانتا ہے۔ بعض مسائل جزئیہ میں جو میرا ان کا اختلاف رہا۔ اور اب بھی ہے۔ وہ ایک جزئی و فروعی اختلاف ہے۔ جو کمال نیک نیتی

و نصح دینی پر مبنی ہے۔ اِس اتفاق کے ساتھ ہم دونوں ایک ہیں اور انشاء اللہ تعالےٰ ایک ہی رہیں گے۔ اور ان اشعار کے مصداق بنے رہینگے جو مضمون سے وفائی ابو الوفا میں بصفحہ ۱۷ جلد ۲ میں منقول ہوئے ہیں۔ امرتسری شوخ نے جو کہا ہے وہ محض دروغگوئی دھوکہ دہی ہے۔ مولوی عبد الجبار صاحب کے حق میں اس مقام میں اس کا لفظ مولانا اور محدث کا استعمال کرنا منافقانہ اور مغالطہ کے طور پر ہے وہ جو الفاظ اِن کے حق میں کلام المبین میں کہہ چکا ہے اور اس کی تائید میں اشعار نقل کر چکا ہے وہ یقین دلا رہے ہیں کہ یہ الفاظ "مولانا" و "محدث" کہنا دل سے نہیں ہے ٭

اِس خاکسار نے صفحہ ۲۷۲۔ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۱ میں یا کسی اور کتاب یا تحریر میں ان کو جاہل نہیں لکھا۔ البتہ خاکسار ترجمہ قرآن و حدیث اور ان کے متعلق شروح و تفاسیر سے ان کو جاہل جانتا ہے۔ ظواہر و نصوص کتاب و سُنّت کو وُہ بخوبی سمجھتے اور شب و روز پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ اور تفاسیر و شروح حدیث وغیرہ منقولات میں کافی نظر رکھتے ہیں۔ اشاعۃ السنۃ صفحہ ۲۷۲ وغیرہ میں علوم آلیہ (صرف و نحو اصول فقہ معانی بیان) میں پوری مداخلت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو اصطلاحی علماء سلسلہ نظامیہ کی طرح عالم تسلیم نہیں کیا گیا مگر اس سے لفظ جاہل کا استنباط و جواز اطلاق صحیح نہیں ہو سکتا۔ علمائے سلف سے جو اپنے اپنے فنون میں امام کہلاتے ہیں۔ بعض علوم سے بے علم و محض ناآشنا ہیں۔ پھر کیا اس جزئی لاعلمی کی ان کو کوئی شخص جاہل کہتا تھا۔ حاشا و کلا ٭

طبقات ذہبی میں کہا ہے بہت سے اشخاص ایسے گذرے ہیں کہ وُہ ایک فن میں امام کہلاتے دوسرے میں قاصر تھے جیسے سیبویہ نحو میں امام تھے اور حدیث نہ جانتے تھے۔ اور وکیع حدیث میں امام تھے علم ادب عرب نہ جانتے۔ اور ابو النواس شعر میں

فکم من امام فی فن مقصر فی غیرہ کسیبویہ مثلاً امام فی النحو ولا یدری بالحدیث۔ و وکیع امام فی الحدیث ولا یدری بالعربیۃ وکابی النواس راس فی الشعر عی فی غیرہ

وعبد الرحمٰن بن مہدی امام فی الحدیث لا یدری ما الفقہ ومحمد بن الحسن راس فی الفقہ ولا یدری القرأۃ وحفص امام فی القرأۃ لا یعرف فی الحدیث ؎ وللحروب رجال یعرفون بہا (ملخصاً طبقات)

رئیس تھے - اور علوم سے عاری اور عبد الرحمٰن بن مہدی حدیث میں امام تھے طب نہ جانتے - اور امام محمد بن حسن فقہ میں رئیس تھے قرأت نہ جانتے اور حفص قرأۃ میں امام تھے حدیث ان سے فوت ہو گئی

لڑائی جنگ کے واسطے ایسے لوگ مخصوص ہوتے جس سے وُہ پہچانے جاتے ہیں +
جب اتنے بڑے امام بعض علوم میں مداخلت نہ ہونے کے ساتھ جاہل نہ کہلائے - تو پھر کیا انصاف ہے کہ صاحبزادہ مولوی عبد الجبار صاحب کو بعض علوم میں کافی مداخلت نہ ہونے کی وجہ سے جاہل کہا جائے - اور اس اطلاق کا مرتکب خاکسار کو ٹھہرایا جاوے +

اِس اعتراض پنجم کے ضمن میں جو ابتداً کہا گیا ہے - وُہ نہایت شرمناک اور عامیانہ بے تمیزی ہے - تعریف مذہب اہلحدیث کا مصنفین فیصلہ آرہ نے صحیح اور صحیح ہونا تسلیم کر لیا اور اس کا جامع مانع ہونا ہم نے ثابت کر دیا - تو اس سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں - کہ اسی تعریف کی نسبت خاکسار کا یہ دعویٰ کہ اسمیں کسی ایک متنفس اہلحدیث کو بھی نزاع نہ ہو گی - شعر ذوق کا مصداق ہے - یا عزیز امرتسری کا دعوے نزاکت اِس شعر کا مصداق ؎

نازک بدن چوں فیل مادہ غنچہ دہن چو چاہ کشادہ

اے شوخ عزیز دافع تمیز تمہاری کیا طاقت وسکت ہے کہ تم رسالہ الاشاعۃ السنۃ کی غلطیاں نکالو - اور اس کے ساختہ پرداختہ کا غلط ہونا ثابت کرو - حلوائے خوردن را روئے باید کی مثال نہیں سُنی - تم نے ہندوستانی فاسق وشہدے شاعروں کی زلہ ربائی کی ہے - وہ اشاعۃ السنۃ کے منقولہ اشعار کا جو ان من الشعر لحکمۃ کی مصداق ہوتے ہیں اور بڑے سخن سنج اور معانی رس شعراء فرس وعرب کے نقل

کئے جاتے ہیں۔ مقاومت کب کرسکتے ہیں؟

اعتراضات خمسہ مندرجہ اخبار ۲۰- اکتوبر ۱۹۰۶ء جوابات کو پڑھکر امید ہے عزیز امرتسری کا وہ نشہ جو شراب نخوت و عجب و غرور اس کے سر میں تھا اُتر جائیگا اور جو اُن جوابات میں ترشی بمصداق شیرینی لیموں سے ترشی سکنجبین ہوگئی۔ صفرا کے حق میں اور کوئی ایسا دوا نہیں۔ اور تلخی مصداق ؎

کہ داروئے تلخ است دفع مرض

پائی جاتی ہے۔ اس نشہ کو اُتار دیگی۔ اور اگر ہنوز وہ نشہ کچھ باقی ہے تو اعتراضات مندرجہ اخبار ۲۷- اکتوبر کے جواب سے اُتر جائیگی۔ انشاء اللہ تعالے۔ اِسی غرض سے اس اخبار کے اعتراضات کا خلاصہ بیان کرکے اس کا جواب دیا جاتا ہے۔

۲۷- اکتوبر کے اخبار میں خاکسار پر تین اعتراض کئے گئے ہیں :-

اوّل یہ کہ اس تعریف کو صحیح اور مانع اور جامع مان لینے کے ساتھ بھی تمہارا مدعا کہ میں اہلحدیث نہیں ہوں ثابت نہیں ہوتا۔ اِس مدعا کے ثبوت میں تمنے یہ کہا ہے کہ آیت کوثر کی تفسیر جو حدیث نبوی میں بہ تصریح نبوی وارد ہے تم اس کو نہیں مانتے اسلئے تم اہلحدیث نہیں ہو۔ بلکہ حدیث کے منکر ہو۔ اِس کا جواب تمہارے ہی رسالہ کے حاشیہ نمبر ۱۲ میں موجود ہے۔ کہ جو شخص کسی حدیث کی تاویل اس سبب سے کرتا ہے کہ اسکے خیال میں وہ حدیث کسی آیت یا دیگر حدیث سے متعارض ہے۔ تو وہ شخص منکر حدیث نہیں ہے جیسے مولوی عبد الجبار صاحب ہیں کہ وہ حدیث قرأت فاتحہ کو آیت فاقرؤا ما تیسر من القرآن کے مخالف سمجھکر اس کی تاویل کرتے ہیں اور پھر وہ منکر حدیث نہیں کہلاتے ہیں۔ میں نے بھی ایسا ہی کہا ہے حدیث حوض کوثر کے مُفسِّر آیت کوثر ہونے سے اسلئے انکار کیا ہے۔ کہ قرآن میں حکم ہے کہ قرآن کے معنے لغت عرب سے کئے جاویں اور میں نے لغت عرب کو کوثر کے معنے "امت کثیرہ" کے کئے ہیں جنکو تمنے بھی ابو بکر بن عیاش سے نقل کیا ہے۔ ایسا ہی

اور مفسرین نے کیا کہ آیت رابطوا کی تفسیر حدیث فالکم الرباط سے جسمیں ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے کا حکم ہے نہیں کی۔ بلکہ سرحدی حفاظت سے کی ہے جو رباط کے لغوی معنے ہیں۔ اس کی زیادہ تفصیل میں نے رسالہ آیات متشابہات میں کر دی ہے۔ وہاں دیکھ لو۔

دوسرا اعتراض یہ کہ تم نصیحت نامہ میں لکھ چکے ہو کہ اہلحدیث زمانہ حال باوجود اختلافات جزئیہ اہلحدیث ہیں اور مصنف تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن اگر اصول اہلحدیث کا پابند رہے اور مخالفین مذہب اہلحدیث و اہلسنت کے (نیچریہ معتزلہ وغیرہ) سے تبری اختیار کرے اور برملا ان کو گمراہ کہے اور جہاں جہاں اس کی تفسیر میں نیچریہ و معتزلہ سے اس کا توافق ہوگیا ہے اس کی نسبت صاف ظاہر کرے کہ یہ توافق محض توارد ہے۔ اور نتیجہ فہم و اجتہاد اُن گمراہوں کی موافقت اس کو پیش نظر نہیں ہے۔ اور ان مقامات میں جہاں جہاں بپابندی اصول اہلحدیث ان گمراہوں کی مخالفت ضروری ہو۔ ان مقامات میں ان گمراہوں کی مخالفت کے لئے تیار رہے۔ تو وہ بھی خاصہ اہلسنت و اہلحدیث ہے"

اس کلام نصیحت نظام میں آپ نے بہت ہی خوب فیصلہ کیا ہے۔ کہ تفسیر کے بعض مقامات کی غلطی یا نیچریہ اور معتزلہ سے موافقت باعث خروج نہیں۔ جب تک کہ ان کے اصول پر مبنی نہ ہو۔ پس اب مطلع بالکل صاف ہے مجھے کسی بیرونی شہادت کی ضرورت نہیں۔ تمہاری ہی کلام سے اس صفحہ سے چند سطور نقل کرتا ہوں جن سے بخوبی ثابت ہو جائیگا کہ تمہارا کانشنس (ضمیر) میری بابت کیا فیصلہ کرتا ہے:

اس کے بعد خاکسار کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ منجملہ پانچ الزامات کے جو اربعین میں تم پر لگائے گئے تھے (۱) تم دیدار الٰہی معجزات کے منکر ہو (۲) تمام مسلمانوں کا خلاف کیا ہے۔ (۳) تم نے تمام تفسیروں کا خلاف کیا ہے (۴) تم نے حدیث نبوی کو چھوڑ دیا ہے (۵) تم نے معتزلہ کا اتباع کیا ہے، پہلے تین الزامات سے تم چھوٹ گئے ہو مگر چوتھے اور

پانچویں الزام سے بری نہیں ہوئے۔ گو حدیث کو تم نے دبی زبان سے مان لیا ہے۔ مگر بعض احادیث کا تفسیر قرآن ہونا تسلیم نہیں کیا۔ اور اقوال معتزلہ وغیرہ کے تبری و بیزاری کا اظہار نہیں کیا۔ پھر کہا ہے کہ الزام پنجم و اوّل ایک ہیں۔ کیونکہ دیدار الٰہی سے منکر ہونا بعینہ معتزلہ کا مذہب ہے۔ لہذا جب میں الزام اوّل سے بری ہو گیا تو الزام پنجم سے بھی بری ہوں!

اب رہا الزام چہارم سو میں تمہارے اس قول سے کہ کسی حدیث کی تاویل کسی آیت یا حدیث کی وجہ سے کی جاوے تو اس سے کوئی اہلحدیث سے خارج نہیں ہوتا۔ اس الزام سے بھی بری ہو گیا ہوں۔ کیونکہ میں نے جو حدیث کوثر کی تفسیر قرآن ہونے سے انکار کیا ہے۔ تو بدست آویز آیت کیا ہے جیسا کہ اور مفسرین نے چند احادیث کے برخلاف تفسیر قرآن کی ہے۔ جن کی تفصیل رسالہ آیات متشابہات میں کر چکا ہوں۔ میں اصول محدثین کا منکر اور آل معتزلہ وغیرہ کا پابند و قائل تو نہیں ہوں کہ مجھے اہلحدیث سے خارج کیا گیا ہے ؛

تیسرا اعتراض یہ کہ تمام تفسیریں خاندان غزنوی نے تو بڑا زور لگا کر چالیس غلطیاں نکالیں ہیں آپ کے نزدیک صرف ایک ہی غلطی تفسیر آیت کوثر کی ہے جو خاندان غزنویہ کے نزدیک غلط نہیں پھر اب اپنے اس اصول کو جو رسالہ تعلیم الدین پر ریویو کرتے ہوئے تم نے بیان کیا ہے۔ کہ چند اغلاط سے ساری کتاب بے اعتبار نہیں ہوتی جو سونے سے لکھنے کے قابل ہے مد نظر رکھکر ساری تفسیر کی نسبت مناسب دار اگر وہ تمام بے اعتبار نہیں ہو ظاہر نہیں کرتے تو یہ بے انصافی ہے"

ان اعتراضوں میں تو عزیز امرتسری نے مثل دروغ گو را بروے پر پورا عمل کیا ہے اور مصرع ؎ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ پر خوب عمل کر کے دکھایا ہے۔ جو کچھ کہا ہے اسمیں سفید جھوٹ سے کام لیا ہے۔ اور دنیا و آخرت کا حیا و خوف اٹھا کر اپنے احمق ناظرین اخبار اور بے سمجھ بیرڈں اور جاہلوں کو دیدہ و دانستہ دھوکا دینا چاہا ہے۔ امرتسری نے خدا ترسی کو یکلخت اور کلیتہً ترک کر دیا ہے۔ اور اگر یہ دروغگوئی دسکری

اِس سے عمداً وقوع میں نہیں آئی۔ اِس کی سمجھ نے اور اِس کے علم نے اِس کی رہنمائی کی ہے تو پھر وُہ پرلے درجے کا بے سمجھ اور نافہم ہے اور نادان ہے۔ ہم تو اِس کو ایسا نادان بے سمجھ نہ جانتے تھے۔ اگر وُہ ایسا ہی ہے تو پھر اِس بیت عربی کا مصداق ہے ؎

وکنت اری زیداً کما قیل سیداً   اذا انہ عبد القفا واللہازم

ناظرین ہمارے اِن پُر جوش الفاظ کو مبالغہ نہ سمجھیں۔ ہر ایک اعتراض کا جواب جُدا سُنیں۔ تو اُن کو یقین ہو کہ جو کچھ اِس کے حق میں کہا ہے حق ہے۔ اِس میں سرِ مُو شک نہیں۔ پہلے اعتراض میں جو کچھ اُس نے کیا اِس لئے دروغ بے فروغ ہے کہ اہلحدیث زمانہ حال کے باہمی اختلافات جزئیہ یا اور مذاہب اربعہ کے ایسے اختلافات جزئیہ کوئی نہ کوئی سند کتاب و سُنت سے رکھتے ہیں۔ اور اِس اختلاف پر وُہ یا تو آیت قرآن سے استدلال کرتے ہیں یا کسی حدیث سے جس کو وُہ اپنے خیال و تحقیق میں صحیح سمجھتے ہیں۔ اور عزیز امرتسری نے حدیث کوثر کے مفسر قرآن نہونے پر نہ کوئی آیت قرآن دلیل پیش کی ہے۔ نہ کوئی حدیث نبوی بلکہ صرف اپنا اجتہاد سراسر الحاد پیش کیا ہے کہ قرآن مجید کو قرآن ہی میں قرآن عربی کہا گیا ہے۔ جس میں یہ حکم و ہدایت ہے۔ کہ قرآن کے معنے عربی لغت سے کئے جاویں اور کوثر کے معنے عربی لغت میں امت کثیرہ کے ہیں۔ چنانچہ تم نے خود ابو بکر بن عیاش سے نقل کیا ہے۔ جب اور مفسر لغوی معنے لینے سے اہلحدیث سے خارج نہ ہوئے تو میں کیوں خارج ہُوا۔

اِس اجتہاد میں یہ الحاد ہے۔ اور اِس استدلال میں یہ کذب و دھوکہ ہے کہ قرآن میں قرآن کو عربی تو کہا ہے اور معانی قرآن کا لغت عرب کے موافق ہونا ضروری ٹھیرایا ہے۔ مگر یہ نہیں فرمایا کہ جو معنے قرآن کے رسُول عربی نے بیان کئے ہوں ان معانی کو تفسیر قرآن قرار نہ دو۔ اور ان معانی کو خلاف لغت اور برخلاف سیاق قرآن قرار دے کر مفسر قرآن ہونے سے خارج کر دو۔ بلکہ قرآن میں رسُول مقبول کو بھی عربی کہا ہے اور

واقعہ میں بھی آنحضرت عرب و عجم کے سردار ہیں۔ اور یہ بھی آپ کا بلکہ جملہ انبیاء علیہم السلام کا منصب بیان کیا ہے۔ چنانچہ آیات منقولہ حاشیہ میں ہے کہ آپ اور سب انبیا قرآن اور اپنی اپنی کتابوں کے معانی بیان کریں۔

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم (نحل ع ۶) وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لتبین لھم (ابراھیم ع ۱)

لہذا کوئی مسلمان جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا اور اُس کے دماغ میں شمہ عقل ہوگی نہیں کہہ سکتا کہ جو معنے کسی آیت قرآن کے آنحضرت نے یا کسی اور کتاب آسمانی کے اس کے نبی نے بیان کئے ہوں وہ لغت سے خارج ہیں اور وہ معانی مفسر قرآن و دیگر کتب آسمانی نہیں ہوسکتے۔ جیسا کہ عزیز امرتسری نے احادیث مفسرہ آیت تطہیر و آیت مسجد قبا۔ و آیت رباط و آیت کوثر کی نسبت کہا ہے۔ مجرد لغت سے بلا لحاظ شرع و تفسیر حضرت رسالت قرآن کے معانی بیان کرنا ملحدین معتزلہ کی سُنّت ہے۔ اور وہی ملحدین امرتسری کے اس تفسیر میں مقتدا و پیشوا ہیں۔ یہ امر کمال تشریح کے ساتھ تفسیر اتقان میں بیان ہوا ہے جس کو امرتسری نے اپنا مصنف تسلیم کیا ہوا ہے *

مفسرین اہلسنت متقدمین و متاخرین سے ایک بھی ایسا نہیں گذرا جس نے آنحضرت کی حدیث کے مفسر ہونے سے انکار کیا ہو۔ اور تفسیر نبوی کے مقابلہ میں صرف معنے لغوی کو تفسیر قرآن ٹھیرایا ہو۔ جن مفسرین کا اُس نے اپنی اخبار میں حوالہ دیا ہے اور رسالہ آیات متشابہات میں ان کی عبارات نقل کی ہیں۔ ان میں سے ایک نے بھی کسی آیت کی تفسیر میں (آیت تطہیر ہو خواہ مسجد تقوے یا آیت رباط یا آیت کوثر) ایسا نہیں کیا کہ ان آیات کی تفسیر میں جو احادیث نبویہ وارد ہیں ان کے مفسر قرآن ہونے سے انکار کیا ہو۔ بلکہ جس مفسر کے خیال میں جو معنے ان آیات کے آئے ہیں وہ اس نے بیان کردئے۔ احادیث نبویہ کے تفسیر ہونے کی نفی کسی نے نہیں کی جیسے کہ تمام اسلامی دنیا

میں اکیلے دلاور اور شیر بہادر نئے مفسر امرتسری نے لغوی معنے (اُمت کثیرہ) کو تفسیر ٹھیرا کر حاشیہ میں حدیث کوثر نقل کی اور پھر اس کے مفسر قرآن ہونے سے بایں الفاظ ولکن ھذا ای الامۃ الکثیرۃ تفسیر للاٰیۃ نفی کر دی۔ اور رسالہ آیات متشابہات میں کمال تشریح و تصریح کے ساتھ کہدیا ہے کہ حدیث مخالف شان نزول قرآن ہے لہذا تفسیر آیت کوثر نہیں ہو سکتی *

اس نئی تفسیر کے حامیوں اور حمایتیوں سے کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ کیا رسُول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم عربی نہ تھے۔ اور وُہ لغت عرب اور کوثر کے لغوی معنے نہ جانتے تھے اور اگر تھے تو پھر جو آپ نے کوثر کے معنے حوض کوثر بیان کئے ہیں یہ شان نزول قرآن کے مخالف کیونکر ہو سکتے ہیں۔ کیا اسمیں معنے لغوی کوثر کے (کثرت) پائے نہیں جاتے کیا آنحضرت نے اپنی زبان وحی ترجمان سے اس حوض کوثر اور نہر بہشت کو خیر کثیر نہیں فرمایا۔ اور اس معنی لغوی کا اس حوض و نہر پر صادق ہونا نہیں جتایا۔ اور کیا اس کے ظروف آبخوردں وغیرہ کو آسمان کے ستاروں کی مانند کہکر اس کی کثرت کا اظہار نہیں فرمایا۔ کیا میدان محشر میں اس حوض کوثر پر آنحضرت کی اُمت کثیرہ کا وارد ہونا (جس سے اس حدیث کا شان نزُول آیت سے بخُوبی چسپاں ہونا ثابت ہوتا ہے اور اسمیں اُمت کثیرہ کے معنے جس کو امرتسری دور کی کوڑی سمجھ کر لایا ہے آ جاتے ہیں) حدیث کوثر میں نہیں آیا۔ ان سوالات کا جواب وُہ اگر بشق اثبات دے تو پھر حدیث کوثر کا مخالف لغت اور برخلاف شان نزول آیت ہونا کیونکر قابل تسلیم ہو اور کس سے تم نے حدیث حوض کوثر کو مخالف قرآن ٹھہرا کر اس کی تفسیر قرآن ہونے سے انکار کیا ہے۔ قدیم مفسرین میں اور تم میں یہی امر فارق ہے۔ جس سے مفسرین باوجود بیان و تفسیر معنے لغوی اہلحدیث سے خارج نہیں ہوتے۔ اور تم (امرتسری) حدیث کوثر کے تفسیر قرآن ہونے سے انکار کی وجہ سے خارج از اہلحدیث ٹھہرائے گئے ہو *

لغوی معنے کسی آیت کے ہزار ہو سکیں یعنی شرع ان سے مانع نہ ہو۔ تو ان معانی
کا اخذ جائز ہے کوئی شخص اس سے منع نہیں کرتا۔ اور ان معانی کے اخذ سے کوئی
شخص اہلحدیث سے خارج نہیں ہوتا۔ ولیکن جو معنے کسی آیت کے آنحضرت نے خود
کئے ہوں وہ کُلی مشکک کے بعض افراد کی طرح باقی تمام معانی سے اولے او اقدم واحق
بالاخذ ہیں۔ یہ نکتہ بارہا بالمشافہ زبانی اور بذریعہ تحریر امرتسری اور اس کے بعض
حامیوں کو سمجھایا گیا ہے۔ مگر وہ آیت لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون
بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا کا مصداق بنکر دھوکا کھاتے ہیں یا آیت وجحدوا بھا
واستیقنتھا انفسھم ظلما و علوا کا مورد ہوکر دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں
اور جھوٹ بولکر یہ کہتے ہیں کہ جیسا ہمنے (امرتسری نے) کیا ہے ویسا ہی مفسرین کرتے
چلے آئے ہیں۔ ہمارا ان کا طریق عمل ایک ہے کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان
یقولون الا کذبا ؛

دوسرے اعتراض میں امرتسری نے ایسے چار جھوٹ بولے اور مسلمانوں
کو دھوکے دئے ہیں۔ کہ اسمیں پرافٹ قادیان کو بھی مات کردیا ہے۔ اسکا پہلا کذب
و مغالطہ خاکسار کے کلام کو نصیحت نظام کہکر اور اس کے فیصلے کو خوب فیصلہ قرار دیکر
اس سے یہ نتیجہ نکالنا ہے کہ اس کی تفسیر میں بعض اغلاط یا اصول معتزلہ سے موافقت
پائے جانے سے کُل تفسیر غلط و بے اعتبار نہیں ہوتی جب تک کہ اصول معتزلہ پر بنای
اغلاط نہ ہو۔ یہ ایسا دلیرانہ کذب و مغالطہ ہے کہ اگر اسکو دروغ گوئم برروے تو
کا مصداق کہیں تو بجا ہے۔ اور اگر مصرعہ ؎

چہ دلاور است دُزدے کہ بکف چراغ دارد

کا مصداق کہیں تو روا ہے ؛

اِس کی تفسیر اِس کلام نصیحت نظام اور اس کے با خوبی فیصلہ کی مورد کیونکر ہوسکتی ہے

یہ حالت میں کہ اس تفسیر کی بنا ہی اس اصول مستوقدیہ ہے کہ - میر قرآن صرف لغت عرب سے جائز ہے - اور قرآن کو سمجھنے کے لئے حدیث نبوی کی کوئی ضرورت و حاجت نہیں ہے یہ اصول معتزلہ اس کے رسائل الکلام المبین اور آیات متشابہات کے فصول ثلثہ اولیہ میں اختیار اور پسند کیا گیا ہے - اور اس کے رسالہ ترک اسلام میں یہ صاف اور صریح الفاظ میں بیان ہوا ہے - چنانچہ اس کے صفحہ ۲۰۱ میں اس نے کھولکر کہدیا ہے - کہ قرآن شریف کے مضامین کا سمجھنا نہ تو حدیث پر نہ کسی مفسر کے قول پر موقوف ہے - اعتبار نہ ہو تو ہماری تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن کا مطالعہ کرو - یہ صاف اور صریح اقبال و اد عا ہے - کہ اس تفسیر میں حضور ایں جانب (امرتسری) انے حدیث کو بالا طاق رکھ کر اور نظر انداز کرکے یہ تفسیر تصنیف فرمائی ہے - اور یہی بعینہ مع شے زائد معتزلہ وغیرہ اہل بدعت کا اصول ہے - چنانچہ تفسیر القرآن کے صفحہ ۳۲۸ لغایت ۵۴۱ نوع ۸۷ میں بیان ہوا ہے - لہذا ہماری کلام نصیحت نظام اور اس کی باخوبی فیصلہ نے تو اس تفسیر پر تزویر کو بالکل بے اعتبار کر دیا ہے بہروہ اس کلام کے دستاویز سے اس کل تفسیر کا بے اعتبار نہ ہونا ثابت کر رہا ہے - یہ چراغ ہاتھ میں لیکر چوری کرنا نہیں تو اور کیا ہے -

اے عزیز خدا تم کو سمجھ اور تمیز عطا کرے - وہ کلام نصیحت نظام اور اس کا باخوبی فیصلہ تو تمہاری تمہاری تفسیر کو من اولہ الی آخرہ ایک معتزلی کی تفسیر قرار دیتا ہے اور اس تفسیر میں تمہارے اقبالی التزام اس اصول معتزلہ کے "کہ قرآن سمجھنے کے لئے حدیث نبوی کی کوئی ضرورت و حاجت نہیں" نظر سے اس تفسیر کو جلا دینے کے لائق ٹھہراتا ہے - تم اس کلام کے دستاویز سے اپنی تفسیر کا معتبر ہونا بیان کرنے میں صریح جھوٹ بولتے ہو اور سادہ لوح اور بے علم ناظرین اخبار کو دھوکہ دیتے ہو -

دوسرا کذب دمغالطہ اس کا یہ کہتا ہے کہ خاکسار کا کانشنس (ضمیر) اس کو

اہلحدیث بتاتا ہے -

اس کذب کے جواب میں یہ کہنا کافی ہے - کہ اپنے کانشنس کا خلاف کرنا لعنتیوں کا کام ہے - اور جھوٹ بولنا بھی مستوجب لعنت ہے - ہم جھوٹے کو لعنت کرتے ہیں - تم اس پہ آمین کہو -

تیسرا کذب و مغالطہ اس کا یہ کہنا ہے - کہ دیدار الٰہی سے انکار بعینہ معتزلہ کا مذہب ہے اور جب مجھے آپنے اس الزام سے بری کر دیا ہے - تو ہمیں الزام ہجم سے بھی بری ہو گیا - اس کذب و مغالطہ کے ساتھ جہالت و حماقت و بلادت بھی شامل ہے -

اے عزیز خدا تعالےٰ عقل و تمیز عطا کرے کیا معتزلہ صرف دیدار الٰہی سے انکار کی وجہ سے معتزلہ کہلاتے ہیں - یا اس عقیدہ فاسدہ کے ساتھ اور بھی ان کے عقائد فاسدہ اور اصول کاسدہ ہیں جوان کو معتزلہ بناتے ہیں اس سوال کے جواب میں اگر یہ کہو گے کہ انکار دیدار الٰہی کے علاوہ کوئی اور بدعقیدہ اصول معتزلہ نہیں ہے - جسکی نظر سے وہ معتزلہ کہلاتے ہیں تو اپنے نفس پر جاہل اور مذاہب اسلامی و دنیا سے محض ناواقف ہونے کا حکم لگاؤ گے اور اگر یہ کہو کہ معتزلہ کے عقائد جنکی نظر سے وہ معتزلہ کہلاتے ہیں ان کا دیدار الٰہی کے علاوہ اور بہت ہیں - تو پھر خود ہی کچھ فہم و شرم سے کام لیکر کہو کہ صرف ایک دیدار الٰہی کے انکار سے تمہارے بری ہو جانے سے الزام اصول معتزلہ کی پیروی سے تمہارا بری ہونا کیونکر ثابت ہوتا ہے - خصوصاً اس اصول معتزلہ کی پیروی سے جو تمہارے صریح کلام سے نکال کر تم پر قائم کیا گیا ہے کہ قرآن کو سمجھنے میں حدیث نبوی کی حاجت نہیں صرف علم لغت عرب کافی و وافی ہے - کوئی لکھا پڑھا آدمی تمہارے اس اصول کو تمہاری کلام میں دیکھ کر تمہارے اس کذب مغالطہ پر اطلاع پا کر بھی تمہاری دروغگوئی یا بے علمی و ناواقفی کا یقین نہ کریگا تو وہ خود جاہل احمق کہلائیگا اور آیت کمثل الحمار یحمل اسفارا اور مصرع چارپائے برو کتابے چند + کا مصداق ہوگا - خواہ برائے نام مولوی یا فاضل ہی کیوں نہ کہلواتا ہو -

چوتھا کذب کذب و مغالطہ اسکا یہ قول ہے کہ میں تمہارے ہی قول کی شہادت سے

کہ کسی حدیث کی تاویل اگر کسی آیت یا حدیث کی دستاویز سے ہو تو اس سے انکار حدیث لازم نہیں آتا۔ الزام چہارم سے بھی بری ہو گیا ہوں۔ کیونکہ حدیث کوثر کی تفسیر قرآن ہونے سے بہت اور بزرقسا آنا عربیا انکار کرتا ہوں۔

اس کذب کا سفید جھوٹ ہونا بیان سابق میں ثابت ہو چکا ہے۔ ہم نے آفتاب نیمروز کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ حدیث کوثر کی تفسیر قرآن ہونے سے انکار کرنے ہیں۔ شوخ امرتسری نہ آیت قرآن سے متمسک ہے۔ نہ کسی حدیث سے بلکہ وہ اپنے اجتہاد سراسر الحاد سے حدیث حوض کوثر کو مخالف قرآن سمجھ رہا ہے۔ اور واقع میں ایسا نہیں ہے۔ حدیث حوض کوثر عین مطابق قرآن و شان نزول قرآن ہے **تیسرے اعتراض** میں اس نے **تین ایسے شرمناک جھوٹ** بولے ہیں اور چوتھا ایسا دلیرانہ دھوکا دیا ہے کہ جاہل سے جاہل اور احمق سے احمق بھی بشرطیکہ دنیا یا آخرت کا خوف و لحاظ رکھتا ہو ایسی جرأت نہیں کر سکتا۔

پہلا شرمناک کذب اس کا یہ کہنا ہے۔ کہ خاندان غزنوی نے بڑا زور لگا کر چالیس غلطیاں نکالی ہیں **اس کے کذب** ہونے پر یہ بیّن دلیل ہے کہ انہوں نے چالیس غلطیاں بطور مثال کے بیان کی ہیں نہ بادعاء حصر اربعین کے صفحہ ۲ میں صدہا غلطیوں کا دعویٰ ہے۔ اور صفحہ ۲۰ میں چالیس کے بعد چالیس اور بیان کرنیکا وعدہ ہے۔ ان کے اتباع اور پارٹی سے حکیم ابو تراب مولوی عبدالحق نے ان کی تعداد ۱۰۳ تک پہنچائی ہے خود مولوی عبدالجبار صاحب آفیسر پارٹی کی دستخطی غلطیاں لکھی ہوئی ہم نے **بچشم** خود دیکھی ہیں۔ جو منصفین فیصلہ آرہ کے پاس پہنچی تھیں۔ اور وہاں سے میرے پاس پہنچ گئیں۔ پھر امرتسری کا یہ کہنا کہ انہوں نے بڑا زور لگا کر چالیس غلطیاں نکالیں دروغ نہیں تو اور کیا ہے۔

دوسرا شرمناک کذب اس کا یہ کہنا ہے کہ آپ (خاکسار) کے نزدیک صرف ایک غلطی تفسیر آیت کوثر ہے۔ جو خاندان غزنوی کے نزدیک غلطی نہیں۔ یہ کذب دنیا

آخرت کے شرم وحیا اوٹھا کر اسکی قلم سے نکلا ہے - اور دروغ گو تم بر ردے تو کا مصداق ہے

خاکسار نے چار غلطیاں علاوہ تفسیر آیت کوثر قلمبند کر کے امرتسری کے پاس بھیجی تھیں - (جنکا مسودہ ہمراہ اہل تصفیہ آرہ کے پاس بھی پہنچ گیا تھا اور وہاں سے واپس آیا) ان چار کے بعد **بیس** نمبر تک غلطیاں اور مرتب کر کے امرتسری کو اطلاع دی اور یہ بات لکھی گئی تھی - کہ پہلی چار غلطیوں کے تسلیم یا عدم تسلیم سے اطلاع دو تو وہ غلطیاں بھی ارسال ہوں اس علم واطلاع کے ساتھ اسکا خاکسار کو یہ کہنا کہ آپ کے نزدیک صرف ایک غلطی تفسیر آیت کوثر ہے - شرمناک کذب بمصداق دروغ گو تم بر روے تو کا مصداق نہیں تو اور کیا ہے -

تیسرا کذب غلطی تفسیر آیت کوثر کی نسبت اسکا یہ کہنا ہے کہ غزنوی خاندان کے نزدیک یہ غلطی نہیں ہ

اس کے کذب ہونے میں دلیر امرتسری کو شک و انکار ہو تو وہ یہ بتا دے کہ اس غلطی کا خاندان غزنوی میں مسلم نہ ہونا اس کو کہاں سے معلوم ہوا کیا کسی تحریر میں انہوں نے اس امر کا اظہار کیا ہے - یا اس کے کان میں آکر کوئی کہہ گیا ہے - خاکسار نے جو فہرست غلطی چالیس غلطیوں کے علاوہ مرسلہ آرہ دیکھی ہے - اس میں یہ غلطی مولوی عبد الجبار صاحب کی قلم سے لکھی ہوئی دیکھی ہے - اور مولوی عبد الحق کے رسالہ الحق الیقین میں بھی اس غلطی کا بیان ہوا ہے لہذا امرتسری ہے کہ میرا اس غلطی کے انکار پر لعنت اللہ علی الکاذبین کہوں تم سچے ہو تو آمین کہو اور بیشرمی باد کا نعرہ بلند کرو اس تیسرے اعتراض میں جو اس نے دہوکا دیا ہے اسکا بیان (صفحہ ۱۰۵ و ۱۰۶) گذر چکا ہے جس اصول کو وہ اب نزدیک لکھنے کے قابل بتاتا ہے وہ اصول اسکی تفسیر کو بالکل ناقابل اعتبار بناتا ہے کیونکہ اس تفسیر میں صرف چند غلطیاں نہیں کہ اس اصول سے نتیجہ وہ تفسیر قابل ہو بلکہ بحکم اصول مذکورہ وہ تفسیر اول سے آخر تک غلط ہے اور بالکل غلط ہے - کیونکہ اس کی بنا اسی اصول معتزلہ پر ہے - کہ "تفسیر قرآن صرف لغت عرب سے بلا مراجعت حدیث جائز ہے" در صورتیکہ وہ تفسیر بالرائے ہے جسکا صواب بھی بحکم حدیث نبوی خطا ہے

نا خطا و داخل خطا ہے -

تیسرے پرچہ اخبار ۱۷ نومبر ۱۹۰۵ء میں امرتسری نے اس خاکسار کے نصیحتنامہ نمبر ۲ پر جو کہ کمال اخلاص اور نیک نیتی سے لکھا گیا تھا - اور اس میں حلفی بیان سے نیک نیتی اور خیر خواہی کا اظہار کیا گیا تھا چہار اعتراض کئے ہیں جو محض کذب اور صرف مغالطہ ہے وبس - اس کے دل میں شمہ اخلاص ہوتا اور وہ ذرہ بھر نیک نیتی رکھتا ہوتو اس نصیحتنامہ کے جواب میں سر تسلیم خم کرتا کچھ بولتا تو اس میں راستی سے کام لیتا -

پہلا اعتراض - خاکسار کے اس فقرہ پر کہ "منصفین فیصلہ آرہ نے اصل اصول مسائل متنازعہ فیہا اور اس کے فیصلہ کو چھوا تک نہیں صرف مسائل میں حاکمہ کیا ہے" یہ قرار دیا ہے کہ منصفین فیصلہ آرہ کا کیا قصور ہے - جبکہ اربعین کے منصفوں نے جن میں آپ ہی ایک اعلیٰ رکن ہیں جزئیات پر بحث کی لہذا منصفوں نے بھی ان جزئیات کے جواب دیکھنے تھے -

اس میں شوخ امرتسری نے دو جھوٹ بولے جو سفید جھوٹ ہیں ؛ -

اول یہ کہ آپ (خاکسار) منصفین اربعین کے اعلیٰ رکن ہیں - اس کے کذب ہونے پر اسی کا رسالہ الکلام المبین شاہد ہے - جس میں وہ اقرار کر چکا ہے - کہ خاکسار رسالہ اربعین کی اشاعت کا مانع تھا اور خاکسار کا فتویٰ بجق امرتسری بلا اجازت اور برخلاف معاہدہ درج اربعین کیا گیا ہے - چنانچہ مضمون الوالوفا کی بے وفائی میں بصفحہ (۸ یا ۱۶۸) جلد ہشتم اس کی تفصیل ہو چکی ہے -

دوسرا جھوٹ یہ کہ جملہ منصفین اربعین نے (جنہیں امرتسری نے ازراہ دروغگوئی خاکسار کو بھی داخل کیا ہے) جزئیات پر ہی بحث کی ہے -

اسکا کذب ہونا اس سے ظاہر ہے کہ منجملہ منصفین اربعین اول امرتسری خاکسار نے جزئیات

پر بحث نہیں کی ۔ بلکہ ان جزئیات کے اصل اصول پر بحث کی اور مضمون نصیحتنامہ نمبر اول میں کو مدرج کر کے منصفین کے پاس بھیجا ۔ یا اور متعدد خطوط کے ذریعہ منصفین کو کہا تھا کہ وہ بحث جزئیات سے پہلے اصول پر بحث کریں ۔ اور فصول ثلثہ الکلام المبین اور آیات متشابہات کو دیکھ لیں ۔ مگر خواب غفلت میں سونے والے منصفین بے انصاف نے میری ایک نہ سنی اور صرف جزئیات پر بحث کر کے یکطرفہ فیصلہ کر کے انصاف کا خون کیا ۔ پھر امرتسری کا یہ کہنا کہ منصفین کا اس میں کیا قصور ہے دروغ بے فروغ نہیں تو اور کیا ہے ۔

دوسرا یہ **اعتراض** کہ دو اہل قلم کا آپس میں کبھی فیصلہ نہیں ہوا آپ میرے خارج از اہل حدیث ہونے کا مضمون مدلل کر کے میرے پاس بھیجدیں میں اُسکا جواب لکھ کر کسی منصف کے پاس بھیجدوں گا ۔ اس اعتراض کے پہلے حصہ کا جواب دیا گیا کہ آپسمیں دو اہل قلم کا فیصلہ ہونا تمہارے اپنے عمل سے ہمنے ثابت کر دیا ہے تم اس سے انکار کرنے میں جھوٹ بول رہے ہو ۔ دوسرے حصہ کا جواب یہ ہے ۔ کہ جن لوگوں کو تم منصف بناتے ہو وہ بے انصاف ہیں منصفی کے لائق نہیں ۔ اگر وہ منصف بننے کی حرص رکھتے ہیں ۔ تو پہلے سررشتہ اشاعت السنہ میں حاضر ہو کر منصفی کا امتحان پاس کرائیں ۔ پھر کسی مقدمہ میں منصف بننے کا نام لیں ۔ حلوا خوردن را روئی باید ۔ کلاہ خسروی و بادشاہی بہر کس* کے رسد ۔ حاشا و کلا ۔

تیسرا اعتراض یہ کہ آپ نے مجھے بار بار روحانی فرزند کہکر میرا دل دکھاتے ہو یہ لفظ اگر اس خیال سے کہ میں حافظ عبدالمنان وزیرابادی کا شاگرد ہوں اور آپ ان کے استاد ہیں ۔ تو یہ خیال **دو وجہ سے صحیح نہیں وجہ اول** یہ کہ جن ۔ تفسیر بیضاوی) میں وہ آپ کے شاگرد ہیں ۔ اس فن میں میں ان کا شاگرد نہیں ۔ میں نے حافظ صاحب سے حدیث پڑھی نہ تفسیر بیضاوی **وجہ دوم** یہ کہ اہل معقول کا اصول ہے کہ علت بعیدہ کا اثر معلول تک نہیں پہنچتا (تطبیق ملاحظہ ہو) یہ **اعتراض نہایت** ہی شرمناک اور جاہلانہ دروغ پر مشتمل ہے

---

* اصل شعر لفظ کل تھا یعنی ا فرع دگنجا ا ہیتے ہیا پس خاطر منصفین اسکو لفظ کس سے بدل دیا ہے ۔

وجہ اول میں جو معترض نے کہا وہ محض دروغ ہے۔ حافظ عبدالمنان صاحب نے خاکسار سے حدیث بھی پڑھی ہے۔ اور حافظ صاحب اسکے معترف ہیں چودہ[14] جنوری ۱۹۰۶ء کو خاکسار سے ان کی ملاقات ہوئی تو اس وقت بھی انھوں نے اعتراف کی اور اپنے نافرمانبردار شاگرد کے انکار کا افسوس ظاہر کیا جس کو شک ہو وہ حافظ صاحب سے بذریعہ خط دریافت کرے کہ وہ حدیث میں خاکسار کے شاگرد ہیں یا نہیں

کہو! بیٹا اب بھی حدیث میں میرے شاگرداں کے شاگرد ہونے سے انکار کروگے

وجہ دوم میں جو کہا ہے اس میں شرمناک جہالت کا اظہار کیا ہے علت بعیدہ کا کسی قسم کا اثر معلول تک نہیں پہنچتا تو چاہیئے کہ بیٹا تم اپنے جسمانی باپ کے باپ (دادا) کے بیٹے ہونے سے بھی انکار کرو۔ کیونکہ تمہارے وجود کی علت قریبہ تمہارا باپ ہے نہ تمہارا دادا بلکہ چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کے اپنے وجود کی علت ہونے سے بھی انکار کرو۔ کیونکہ اہل معقول کے نزدیک خدا تعالےٰ سلسلہ علل کے پہلے علت اور علت العلل کہلاتا ہے۔ جس سے پچھلی اور تمہارے وجود سے قریب علتیں بے شمار ہیں۔

روحانی سلسلہ تعلیمی میں بھی خدا تعالےٰ و جبرائیل اور رسول اکرم کے استاد ہونے سے انکار کرو۔ کیونکہ خدا تعالےٰ جبرائیل اور آنحضرت صلعم بلاواسطہ تم کو پڑھانے نہیں آئے واہ رے مولوی فاضل تم نے خوب فضیلت حاصل کی خدا تعالےٰ اور اس کے رسول اور اپنے تمام بزرگوں کو علت بعیدہ قرار دے کر سب سے انکار اختیار کیا نعوذ باللہ من علم لا ینفع ۔

الفاظ قطبی (جس کا تم نے حوالہ دیا ہے) تم نے پڑھے ہوں گے مگر ان کے معنے ہنوز کسی سے نہیں پڑھے وہ معانی اپنے روحانی باپ سے بٹالہ میں آکر پڑھ ہو اور پھر اس شرمناک اعتراض کو واپس لو۔ اس شرمناک اعتراض سوم کو اور جو اس میں احمقانہ جاہلانہ جھوٹ بولا ہے اُس اخبار میں پڑھ کر کسی اہل علم نے جنرل امرتسری کو اہل علم دراست باز سمجھا ہو۔ تو میں بڑے زور سے کہوں گا۔ کہ وہ خود اہل علم نہیں یا اپنے سرے کا مداہن ہے +

چوتھا اعتراض:- یہ کہ میں آپ کو علم و فضل میں نہ اس وجہ سے جو آپ لکھتے ہیں (کہ

میں تمہارا استاد ہوں) اپنا بزرگ جانتا ہوں - اور بحکم حدیث من لم یُوقر کبیرنا و لم یعظم
صغیرنا فلیس منا آپ کی تعظیم کرتا ہوں آپ کچھ رحم نہیں کرتے -

اس کا کذب ناظرین الکلام المبین اور اخبار اہل حدیث بیض ۲ - ۲۷ - اکتوبر ۱۹۰۵ سے
۱۷ - نومبر ۱۹۰۵ء پر مخفی نہیں - تم ہی میری تعظیم کرتے ہو - ان تحریرات سے ظاہر ہو گی

اب رہا میرا رحم سو اس سے بڑھ کر کیا ہو گا - کہ عرصہ تقریباً ڈیڑہ سال سے میں تمہاری
شوخیوں گستاخیوں پر صبر کرتا رہا ہوں اور اس غم و فکر و تدبیر میں ہوں کہ تم اہلحدیث میں
داخل رہو - اور جماعت سے جدا اور گروہ اہل حدیث سے خارج نہ ہو - مضمون نصیحتنامہ نمبر ۱
بھی اس رحم سے خالی نہیں اسی رحم کا تقاضا تہا کہ یہ مضمون قبل از طبع اشاعت بواسطہ
مولوی احمد اللہ صاحب تمہارے پاس بہیجا گیا تہا کہ تم اس کو پڑہ کر اپنی غلطی کو مان لو جب تم نے
نہ اس کو پڑہا اور نہ مانا تو اس کو چھپوایا گیا - اس میں جو سخت گیری ہوئی وہ بہی رحم اور شفقت سے
بھری ہے - کہ تم ڈیڑہ سال سے نرمی کو تو کچھ نہیں سمجھتے شائد درشتی سے ہی درست ہو جاؤ اور اس
بیت کی تعمیل ہوئی ہے ؎ درشتی و نرمی بہم در بہ است - چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ است ؎

اس اعتراض چہارم کے ضمن میں جو تم نے درخواست کی ہے کہ میرے اہل حدیث ہونے
کے دلائل لکھو اس کی تعمیل ہو چکی ہے - مگر چونکہ تم نافہم اور کند ذہن ہو لہذا تمہارے انفہام کی نیت
سے اس دلائل کا اعادہ کیا جاتا ہے - پس سنو اور کان کہول کر سنو تمہارے اہلحدیث کے خارج
ہونے پہلی دلیل یہ ہے کہ تم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس شان عظیم اور منصب عالی ہونے
کو (افصح العرب العربا اس لئے آپ لغت و محاورات عرب کو بخوبی سمجہتے تھے اور خدا تعالیٰ کیطرف
سے آیت قرآن کے متعلق احکام ہوں خواہ متعلق اخبار ہوں تفسیر کا حق عطا کئے گئے تھے اور وہ ان
آیات کے سیاق و سباق و شان نزول کا سب سے بڑہکر علم رکہتے تھے تم منکر ہو اس وجہ سے
تم آنحضرت کے بعض اقسام احادیث صحیحہ کا (جو بتصریح نبوی تفسیر قرآن میں) تفسیر قرآن ہونا
نہیں مانتے اور ان کو سیاق و سباق یا شان نزول قرآن کے مخالف قرار دیکر ان کی تفسیر ہونے

سے انکاری ہوا۔ اور جو شخص ایسا کرتا ہے۔ وہ اہل حدیث سے خارج ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تم اہل حدیث سے خارج ہو۔

دوسری دلیل یہ کہ تم تفسیر قرآن مجید کو بنحو ولغت بلا لحاظ و بلا تلاش حدیث جائز رکھتے ہو۔ اور قرآن مجید کی تفسیر میں حدیث کی ضرورت وحاجت کے قائل نہیں۔ اور جو شخص ایسا کرتا ہے وہ بھی اہل حدیث نہیں ہوتا۔ نتیجہ یہ کہ تم اہلحدیث نہیں۔

تیسری دلیل یہ کہ تم اپنے آپ کو اور اپنے اسلاف معتزلہ نیچریہ وغیرہ اہل بدعت کو علم وفضل میں صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے فضل یا کم سے کم ہمسر سمجھتے ہو۔ اور اس لیئے ان کی اتفاقی تفسیر قرآن کو چھوڑ کر تفسیر معتزلہ کو اختیار کر چکے ہو۔ اور باوجود سمجھانے اور بتانے اس امر کے کہ وہ تفسیر معتزلہ اجماع صحابہ رضے اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ تعالے کے مخالف ہے تم اس تفسیر اور اتفاق رائے معتزلہ سے دست بردار نہیں ہوتے۔ اور جو شخص ایسا کرتا ہے۔ وہ اہل سنّت اور اہلحدیث سے خارج اور معتزلہ میں داخل ہے۔ نتیجہ یہ کہ تم اہل حدیث سے خارج اور معتزلہ نیچریہ وغیرہ اہل بدعت میں داخل ہو

ان دلائل ثلثہ کے صغریات کو ہم خط اسمی حافظ عبد اللہ صاحب آروی میں ثابت کر چکے ہیں۔ اور کبریات کو اپیل آرہ میں وہ خط اور اپیل بھی مرسل ہے۔ ملاحظہ کرو۔ اور کبریات کا ثبوت تفسیر اتفاق کے نوع ۷ میں بھی دیکھ سکتے ہو

(میں ہوں تمہارا ناصح ابوسعید محمد حسین عفی عنہ)

نصیحت نامہ نمبر ۳ کے پرائیویٹ ببلی دوران کے اثنائے میں مولوی احمد اللہ صاحب نے حافظ محمد یوسف صاحب ڈپٹی کلکٹر پنشنر کے بارے جو باوجود نیک نیت اور بزرگ اور باخدا صوفی اور بزعم خود ملہم ہونے کے (اس وجہ سے کہ اُن کو علوم دین قرآن و حدیث میں کافی دخل نہیں۔ اور معہذا دعوے ترک تقلید و خود اجتہادی اور درود الہامات ہے۔ اور اسی وجہ سے ان کے خیالات مذہبی میں اکثر تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ سب سے پہلے شہر امرت سر میں عمل بالحدیث اُنھوں نے شروع کیا تھا۔ پھر تھوڑا عرصہ مرزا غلام احمد کے مؤید و حامی بن گئے پھر اس سے رجوع کر کے اہل حدیث ہو گئے۔ اور اب تک اس کے مدعی ہیں۔ مگر اس میں اس قدر کسر واقعہ ہو گئی ہے کہ وہ خیالات جدیدہ ثنائی کے شائع ہونے پر (جو یقیناً مخالف اصول اہل حدیث ہیں) اس سے پبلکلی (عام طور پر) تنفر ظاہر نہیں کرتے۔ گو خطوط پرائیویٹ اسمی خاکسار میں تنفر ظاہر کر چکے ہیں) کہ تحریک و مشورہ سے بلا اطلاع و مشورہ خاکسار کے ایک اعلان شائع کر دیا۔ جو ذیل میں منقول ہے:۔

نقل اعلان مولوی احمد اللہ صاحب

اعلان برائے اتفاق اہل اسلام

خاص اہل اسلام کی اطلاع کے لیے امت مرحومہ کی خیر خواہی کے واسطے مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے لکھ دیا ہے کہ سب لوگوں کی باتوں سے اور سب تفاسیروں سے حدیث نبوی اور تفسیر نبوی مقدم ہے اور معنی اور تفسیر نبوی کے وہی صحیح ہوں گے۔ جو اہل حدیث اور سلف صالحین نے کیے ہوں گے۔ اور نیز مولوی ثناء اللہ نے اپنی غلطیوں کو مان لیا ہے۔ اور نیز فیصلہ آرہ میں علمائے اہل حدیث ہندوستان نے مولوی ثناء اللہ کو اہل حدیث سے خارج نہیں کیا اور اس کی تفسیر کو غلط لکھا ہے۔ لہذا مولوی ثناء اللہ کو داخل اہل حدیث جانا گیا ہے۔ سب عام و خاص کو اس کی پیروی لازم ہے۔ تو کہ تفرقہ دور ہو۔ المشتہر ابو عبید میر احمد اللہ امرتسری

اس اعلان کے پورے مضمون کی مولوی ثناء اللہ نے اپنی اخبار یا کسی اشتہار میں یا کسی مجلس عام میں زبانی اقرار کے ساتھ

تصدیق نہیں کی۔ بلکہ بعض لوگوں سے سُنا گیا ہے کہ وہ برملا اسکی
تکذیب کرتا ہے۔ اور تفسیر نبوی و تفسیر صحابہ کو چھوڑ کر تفسیر معتزلہ اختیار
کرنے کو غلطی تسلیم نہیں کرتا۔ ومع ہذا مولوی احمد اللہ صاحب نے اپنی
قرارداد سابق اور فتوے مندرجہ اربعین کے برخلاف اس کو اہلحدیث
بنا دیا ہے۔ اور اس کو سینہ سے لگایا ہوا ہے۔ جس سے اتباع اہلحدیث
غزنویہ میں اور جماعت اہل حدیث تابعین مولوی احمد اللہ صاحب
میں بہت سا تفرقہ ہو گیا ہے۔ اور خاکسار خادم فریقین کو بھی سخت
تعجب و تنفر پیدا ہو گیا اور افسوس آیا کہ مولوی احمد اللہ صاحب کا خاکسار
سے قرارداد کیا تھا۔ اور ظہور میں کیا آیا۔ انھوں نے باوجود اتفاق کے اس
رائے خاکسار سے کہ جبتک ثناء اللہ تفسیر حدیث نبوی کو تمام لغوی تفسیر سے مقدم
نہ سمجھے اور تفسیر صحابہ وغیرہ سلف صالحین کے مقابلہ میں تفسیر معتزلہ وغیرہ ملحدین
سے بیزاری ظاہر نکرے اور اس امر کا بذریعہ تحریر اعتراف نہ کرے اسکو
اہلحدیث میں داخل نہ سمجھا جائے۔ بلا اطلاع و مشاورت خاکسار صرف بعض
لوگوں کے (جن کے خیالات اس بیت سعدی خیالات نادان خلوت نشین
الخ کے مصداق ہیں) مشورہ سے بغیر حاصل کرنے تحریری اعتراف
مذکور کے اہلحدیث میں داخل سمجھ لیا۔ اسی اثناء میں اس لیڈر
بہادر کا اخبار اہلحدیث ۲۶ فروری شائع ہو گیا۔ جس میں ایک سوال
و جواب ایسا نکلا جسنے اس تفرقہ کی جلتی آگ پر تیل ڈالدیا۔ اس سوال و
جواب میں یہ جتایا گیا کہ جس قصور کی وجہ سے مجھے اہلحدیث سے خارج کیا گیا تھا وہ
میں نے کیا ہی نہیں پھر یہ خارج داخل کیسا ہوا۔ اس سوال و جواب کا دھوکہ
و مغالطہ ظاہر کرنے کے لیے خاکسار نے نصیحت نامہ نمبر ۴ لکھا (جسمیں وہ سوال و جواب

نقل کرکے اس کا مغالطہ و دھوکہ کو ظاہر کیا) اور وہ بغرض اندراج اخبار اہلحدیث مولوی احمد اللہ صاحب کی خدمت میں بھیجدیا۔ اور وہ ذیل میں منقول ہے:۔

نصیحت نامہ نمبر ۴

اخبار اہلحدیث میں ایک سوال بعنوان ایڈیٹر اہلحدیث سے ایک ضروری سوال شائع ہوا ہے کہ عنبر نوی جرگہ کے فتوے نور ہیں ایک طرف میں صرف ایک بات پوچھتا ہوں کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو آپکی نسبت کہتے ہیں کہ آپ احادیث صحیحہ مرفوعہ مفسرہ قرآن نہیں مانتے کیا یہ سچ ہے۔

راقم ایکا دوست اور اہلحدیث کا خریدار عنبرا۔ پھر اسکا جواب بحرزرا بوالوفا نے بالفاظ ذیل دیا ہے

جواب میں نے کبھی نہ کسی حدیث سے انکار کیا نہ تفسیر نبوی سے میں ہمیشہ سے اسی اصول پر ہوں کہ احادیث نبویہ کو عموماً اور مفسرہ قرآن کو خصوصاً اہل حدیث کے طریق پر مانتا ہوں۔ جو شخص احادیث نبویہ کو محدثین کے طرز پر نہ ماننے میں اس باب میں گمراہ اور غلطی پر جانتا ہوں یہی الفاظ میں نے جناب مولوی صاحب ممدوح کی خدمت میں خواجہ حبیب اللہ صاحب سوداگر شال کے مکان پر عرض کیے تھے تو صاحب موصوف نے فرمایا تھا محدثین کو جہنم میں ڈالو ہم نہیں جانتے وہ کون ... ہیں[1] جس کے جواب میں میں نے کہا تھا معاف رکھیے میں تو انہی کا ساتھ دونگا انکا ایک پتیں مختصر یہ کہ میں محدثین کی روش پر ہوں اسی مضمون کی ایک تحریر جناب مولانا ابو عبید احمد اللہ صاحب امرتسری کو بھی دی تھی جو انہوں نے بذریعہ اشتہار شائع کردی تھی۔ ابو الوفا ثناء اللہ

---

[1] یہاں کے الفاظ ایسے سخت ہیں کہ میں نقل کرنا بھی گناہ جانتا ہوں (اڈیٹر اہلحدیث)

خاکسار کہتا ہے۔ اس جواب میں اگر میرے عزیز اڈیٹر نے تدلیس سے کام نہیں لیا اور اپنے ناظرین کو اخبار اور اپنے بلا واسطہ اوستاذ مولوی احمد اللہ صاحب اور ناظرین اُنکے اعلان کو دیدہ و دانستہ دہوکہ نہیں[1] دیا تو وہ بنظر اصلاح ذات البین و اتفاق فریقین ہمارے تین سوال کا جواب دے۔ کیا تمنے رسالہ آیات متشابہات میں (جس کا کچھ حصہ اخبار اہلحدیث ۲۷۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء میں درج ہے) نہیں کہا کہ آیت تطہیر و آیہ مسجد تقویٰ و آیہ رباط و آیہ کوثر کی تفسیر ہیں جو احادیث (ھٰؤلاء اھل بیتی۔ ھو مسجدی ھٰذا انتظار الصّلٰوۃ بعد الصلوٰۃ۔ حدیث حوض کوثر) مروی ہیں یہ قرآن مجید کے سیاق اور شان نزول کے مخالف ہیں۔ لہذا یہ تفسیر آیات نہیں ہیں۔ اگر کہا ہے تو پھر یہ احادیث مذکورہ کی تفسیر القرآن ہونے سے انکار نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اگر نہیں کہا تو پھر ہمارے نصیحت نامہ نمبر۳[2] کا اور خط اسمی جناب مولوی حافظ عبد اللہ صاحب ثالث ثلثہ منصفین فیصلہ آرہ کی اشاعت کا انتظار کرو اور جو انمیں تمہارے رسالہ اور اخبار ۲۷۔ اکتوبر کی عبارات منقول ہیں اُنکا جواب دو۔

دوم۔ محدثین کا وہ طرز و طریق کیا ہے جس کے مطابق تم احادیث نبویہ صلعم کو عموماً اور مفسرہ قرآن کو خصوصاً مانتے ہو۔ اسکی تفسیر و تشریح کرو مطلب شعر در بطن شاعر کے مانند نہ رہنے دو۔

سوم۔ یہ بتاؤ کہ جو طرز و طریق محدثین تمنے سمجھا ہے اور اس کو اختیار کیا ہے وہ تمام اسلامی دنیا کم سے کم کسی ایک محدّث کے کلام میں منقول و مسطور ہے یا وہ طریق و طرز ان کے عمل سے تمنے نکالا ہے اور اس کو طرز و طریق محدثین بتانا تمہارا ایجاد و اجتہاد ہے۔ خاکسار کا تو یہ یقین و اعتقاد ہے کہ جو طرز و طریق عمل احادیث

[1] اس دہوکہ کی تفصیل خاکسار رسالہ نمبر۲ جلد ہٰذا کے صفحہ ۵۳ میں کر چکا ہے ناظرین ملاحظہ کرینگے تو اس کی دہوکہ بازی کا یقین کریں گے۔

[2] نصیحت نامہ نمبر۳ چھپ گیا۔ اور خط اسمی حافظ صاحب صـ ۳۰ سے تا صـ ۳۹ صـ تک درج ہے

صحیحہ مرفوعہ نبویہ کی تفسیر قرآن ہونے سے انکار میں تمنے اختیار کر رکھا ہے وہ طریق وطرز محدثین میں سے (جن کے خادم و خوشہ چین ہونے کی خاکسار کو فخر ہے) ایک کا بھی نہیں بلکہ وہ صرف معتزلہ وغیرہ اہل بدعت کا طرز و طریق ہے جن کے جہنم میں ڈالنے کو میں نے کہا تھا اور اُن ہی کے حق میں وہ لفظ میں نے کہا تھا جس کے نقل کرنے کو تمنے گناہ سمجھا ہے اور میں طاعت سمجھتا ہوں ۔ میں نے اُس طرز و طریق کی نصیحت نامہ نمبر ۳ ۔ اور خط اسمی حافظ صاحب میں کافی تشریح اور وافی تفسیر کر دی ہے ۔ اُن کے طبع و اشاعت کا انتظار کرو تم نے بھی وہی تشریح کی تو اس سے میری تصدیق ہوگی اور اگر تم نے اَور تشریح کی جو قرار دادہ محدثین اہل سنت کے (جن کا میں خادم و خوشہ چین ہوں) مطابق ہوئی ۔ تو پھر تمکو سینہ سے لگا لوں گا ۔ اور اپنے اس خیال سے کہ تم طریق وطرز محدثین کے مخالف ہوا اور اس وجہ سے اہلحدیث سے خارج ہو رجوع کا اشتہار دونگا انشاء اللہ تعالے ۔ پس عرصہ زائد ڈیڑھ* سال اسی فکر و تجویز میں ہوں کہ تم اہلحدیث میں داخل رہو اور اس تجویز کے متضمن تحریرات تمہاری حامیوں اور تمہارے حال سے ناواقف دوستوں کے پاس بھیج رہا ہوں چنانچہ نصیحت نامہ نمبر ۳ ۔ اور خط اسمی حافظ صاحب عرصہ زائد از یک ماہ سے مولوی احمد اللہ صاحب کی پیشی میں ہے اور آرہ والے منصفوں کے پاس بھی اس شرط سے کہ وہ ایک ہفتہ کے اندر ان تحریرات کی نسبت اپنی رائے ظاہر کر کے اُن کو واپس کریں بھیجنا چاہا تھا ۔ مگر انہوں نے اس شرط کو منظور نہ کیا تھا ۔ لہذا ان تحریرات کا آرہ بھیجنا ملتوی کیا گیا ۔ مولوی احمد اللہ صاحب اُن تحریرات کی نسبت اپنی جلد رائے ظاہر نہ کریں گے اور ادھر تمنے اس سوال کا ایسا جواب نہ دیا جس سے تمہارا پیرو محدثین ہونا ثابت ہو تو ان تحریرات

† چھپ سے چھپ ملاحظہ ہو اور چھپ سے چھپ تک ۔ * اب تو ڈھائی سال ہو گئے ہیں ۔

کو شائع کیا جاوے گا۔ بس اب سوال کا جواب ہی میری اور تمہاری نزاع کا مابہ الفصل وقول فیصل ہے۔ اس سوال کو درج اخبار کر کے اس کا جواب جلد دو تم نے اس خط کو درج اخبار نہ کیا تو اور اخباروں میں اسکو درج کرایا جاوے گا اور اس کے ساتھ ہی نصیحت نامہ نمبر ۳۔ اور خط آسمی حافظ صاحب کو رسالہ چھاپ دیا جاوے گا اور تمہارے کسی حامی کا کچھ لحاظ اور انتظار اظہار رائے نہ کیا جائے گا۔ مولوی احمد اللہ صاحب کو جو کچھ تمنے لکھکر دیا ہے اگر وہ سچ ہے اور دل سے ہے اور اسمیں کوئی دہوکہ دینا تمکو پیش نظر نہیں ہے تو اس کی نسبت اس سوال کا جواب دو کہ اگر تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کو سب تفسیروں سے مقدم جانتے ہو تو تمہارے نزدیک آیات اربعہ مذکورہ خصوصاً آیہ کوثر کی وہ تفسیر جو آنحضرت صلعم نے فرمائی ہے ان سب تفسیروں سے جو تم نے یا اور کسی مفسر نے کی ہیں مقدم ہیں یا۔ نہیں اگر اس تفسیر نبوی کو مقدم نہ کہو تو پھر تمہاری وہ بات جو مولوی احمد اللہ صاحب کو لکھ کر دے چکے۔ کیونکر صحیح اور سچی ہوسکتی ہے اور اگر مقدم کہو تو صاف اقرار کرو اور اس کا اشتہار دو کہ ان آیات کی جو تفسیریں تم نے یا اور کسی مفسر نے کی ہے اُس کی تقدیم میں ہم سب سے غلطی اور خطا ہوئی ہے اور نیز اس تحریر میں سلف صالحین کی تفسیر و مختار معنے کا مقدم و صحیح ہونا دل سے مانتے ہو تو صاف اقرار کرو کہ جو معنے آیات کے تمنے خلاف سلف کئے ہیں جیسے طیور ابراہیم علیہ السلام کی جزء کے یا رزق مریم علیہا السلام کے معنے وہ غلط ہیں ✤ راقم تمہارا ناصح قدیم اور تمہارے خریدار نمبر ۱ کا ایک کاشتاسا اور میرا نا آشنا۔ ابو سعید محمد حسین اڈیٹر اشاعۃ السنۃ لاہور از مقام بٹالہ ضلع گورداسپورہ مورخہ ۲۷ ذی الحجہ مطابق ۲۲ فروری ۱۸۹۱ء۔

اس نصیحت نامہ نمبر ۴ کو بھی اس دلیر اور بہادر شیر نے اخبار میں نہ چھاپا اور اس باب میں جو عذر بدتر از گناہ اور بہانہ کیا۔ اُسکا بیان نمبر ۳ جلد ہذا کے صفحہ ۷۴ و ۷۵ میں ہوچکا

ہے۔اس مقام میں حسب وعدہ صفحہ ۷ نمبر ۵ مذکور تحریرات ان احباب کو نقل کیا جاتا ہے جنہوں نے نصیحت نامہ نمبر ۴ درج اخبار کرنے کے لئے اس دلیر کو تقاضا کیا پر اس نے ایک کا بھی کہا نہ مانا۔ اور اپنی ضد اور ہٹ پر جما اور اس شعر کا مصداق بنا رہا

خلقے بہشت یکطرف آں شوخ تنہا یکطرف

نقل حافظ محمد یوسف صاحب

بخدمت شریف مولوی محمد حسین صاحب السلام علیکم۔ افسوس ہے کہ آپ امرتسر میں تشریف لائے اور میری ملاقات نہیں ہوئی۔ آپکا خط مجھکو مولوی احمد اللہ صاحب کی معرفت ملا ہے۔ اس کے جواب میں مختصر عرض کرتا ہوں کہ آجکل علماء کا قول ہے عمل نہیں کرتے۔ اسی خیال پر ہمنے مولوی ثناء اللہ سے قول لکھالیا۔ جو آپ کو معلوم ہے۔ اگر آپ حسب ثناء اللہ کی بابت زور ڈالنا چاہتے ہیں تو آپ پر مولوی عبد الجبار صاحب وغیرہ کی طرف سے زور ڈالتا ہوں کہ ان سے بھی آپ حدیث پر عمل کراویں اگر یہ انکا کہنا مان لینگے تو میں ثناء اللہ پر بھی زور ڈالونگا ہم سب کی موت قریب ہے لازم ہے کہ حدیث کے بول بالا میں سعی کریں۔ کیونکہ عبد الجبار و ثناء اللہ دونوں تارک حدیث ہیں۔

الراقم محمد یوسف از امرتسر ۱۰ ماہ محرم ۱۳۲۳ھ

خاکسار کہتا ہے۔ اس خط میں جو حافظ صاحب نے مولوی عبد الجبار و مولوی ثناء اللہ دونوں کو تارک حدیث ٹھہرایا ہے یہ انکا اجتہاد ہے (جو اصول اجتہاد سے ناواقفی پر مبنی ہے) مولوی عبد الجبار کا بعض احادیث کو ترک کرنا اتباع مجتہدین و سلف صالحین کے مطابق و اصول اہل سنت کے موافق ہے۔ اور مولوی ثناء اللہ کا بعض احادیث کو ترک کرنا معتزلہ کی تقلید سے اور انکے اصول کی پابندی سے ہے۔ فتستان بینہما اس کی تفصیل باولیل جلد ہذا کے نمبر ۳ صفحہ ۱۳۳ میں ہو چکی ہے۔

خاکسار نے اس حافظ جی کے خط کا یہ جواب دیا تھا کہ عمل نہ سہی آپ ثناء اللہ سے اقرار ہی کرا دیں کہ احادیث اربعہ مذکورہ آیات اربعہ مسطورہ کی تفسیر ہیں۔ اور یہ تحریر کرا دیں کہ محدثین کا وہ کیا طریق ہے۔ جسکے مطابق وہ عمل کرتا ہے۔ اسکا جواب حافظ جی نے کچھہ نہیں دیا۔ اور باوجود اس اعتراف خود (مندرجہ خط) کہ ثناء اللہ تارکِ حدیث ہے۔ اُس کا ساتھ بہی نہ چھوڑا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نقل خط میاں حبیب اللہ صاحب سوداگر پشمینہ امرتسر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدومی ومکرمی جناب مولانا ابوسعید صاحب زاد عنایتہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔ امابعد افتخار نامہ حضور کا ہمدست میاں جلال الدین صاحب وصول ہوا۔ اور اخی المعظم جناب ابوالوفا صاحب کو ملاحظہ کرایا گیا۔ اور فخر قوم جناب مولانا مولوی احمد اللہ صاحب نے بہی تاکید کی کہ مولویصاحب کی تحریر اخبار میں چھاپ دو۔ ابوالوفا صاحب نے فرمایا کہ مجھکو علماء ہندوستان وخریدار اخبار اہلحدیث ایسی تحریریں چھاپنے سے منع کرتے ہیں۔ اسواسطے مجبور ہوں۔ البتہ جس اخبار میں مولانا شائع کرنے کو دیویں گے۔ احقر بھی اُسمیں جواب دیدیوے گا۔ ابولوفا صاحب نے یہ بہی ظاہر فرمایا کہ چونکہ وہ آپ یعنے ابوسعید صاحب میرے بزرگ اور اہل حدیث کے فخر ہیں مجھکو ایک مجلس میں جو خاص ہو، بیٹھ کر سمجھا دیویں کہ مینے کیا خلاف کیا۔ میرا ایمان ہے کہ حدیث نبوی بطریق سلف سے صالحین مانتا ہوں اور اسی پر میرا [illegible] ہے۔ یعنی تفسیر میں اسکا خلاف کہیں نہیں کیا۔ زیادہ سلام۔ احقر حبیب اللہ

خاکسار نے اس خط کے جواب میں جو خط میاں حبیب اللہ صاحب کو لکھا اسکی نقل ذیل میں درج ہے:-

---

نقل جواب مذکور

مجبی خواجہ حبیب اللہ صاحب سوداگر پشمینہ
السلام علیکم و رحمۃ اللہ
آپکے خط میں جس نے وہ خط لکھوایا ہے جھوٹ بولا ہے اور آپکو دہوکہ دیا ہے آپ صاف دل مسلمان ہمیشہ سے اسکا دہوکہ کھا رہے ہیں۔
المؤمن غرٌ کریم الحدیث اس جھوٹ کا جواب یہ ہے کہ میں نے اس خط میں جو تمہارے نام لکھا ہے اپنی تحریر چھاپنے کی درخواست نہیں کی بلکہ آپ کو لکھا ہے کہ آپ ان سے سوال کریں کہ وہ طریق اہلحدیث کیا تھا جسکے مطابق آپ حدیث کو مانتے ہیں (۲) وہ طریق صریح انکی کلام میں پایا جاتا ہے یا ان کے عمل سے آپنے اجتہاد کیا ہے (۳) احادیث اربعہ آیات اربعہ کی تفسیر ہیں یا نہیں۔ اگر اس سوال کے درج کرنے سے بھی اہلحدیث خریدار مانع ہیں تو وہ آپ کے سوال ضروری کے درج کرنے سے کیوں مانع نہوئے (۴) مجھے وہ بزرگ سمجھکر میرے سمجھانے سے سمجھنا چاہتے ہیں۔ تو میں آتا ہوں پھر منصفی کی ٹانگ نہ کھڑی کریں۔ ابوسعید محمد حسین
پھر جب شہری احباب واکابر دلاور بہادر مذکور سے کچھ کار برآری نہوئی تو خاکسار نے آفاقی احباب دلاور مذکور سے مولوی اللہ دتا ساکن سہل خاں طالبانی دلاور مذکور وڈاکٹر سید جلال الدین کیطرف مراجعت کی انہیں سے مولوی اللہ دتا صاحب کا خط بعینہ ہی نقل کیا جاتا ہے۔

نقل خط مولوی اللہ دتا صاحب

مولانا صاحب ثناء اللہ صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔
مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو آپ اپنا مخالف سمجھتے ہیں اور اس لیئے انکے مضمون کو بغیر مقرر کرنے منصف کے نہیں دیکھتے اور نہ سنتے ہیں اور نہ چھاپتے

ہیں تو۔ میں تو آپکا مخالف نہیں ہوں۔ لہذا میری درخواست ہے۔ کہ آپ میری طرف سے یہ سوال درج اخبار کریں اور اسکا جواب عنایت فرماویں کہ محدثین کا وہ طرز و طریق کیا ہے۔ جس کے مطابق آپ احادیث نبویہ کو عموماً اور مفسرہ قرآن کو خصوصاً مانتے ہیں۔ اس کی تفسیر و تشریح کریں۔ اور یہ بھی بتاویں۔ کہ وہ طرز و طریق محدثین کی صریح کلام میں پایا ہے۔ یا ان کے عمل سے نکالا ہے۔ اور نیز یہ فرماویں کہ اُس طرز و طریق کے بموجب یہ احادیث صحیحہ اربعہ (۱) ھٰؤلاء اھل بیتی (۲) ھو مسجدی۔ (۳) انتظار الصلوٰۃ بعد الصلوٰۃ (۴) حدیث حوض کوثر ان آیات اربعہ کی۔ (۱) آیہ تطہیر (۲) آیہ مسجد تقویٰ (۳) آیات رباط (۴) آیہ کوثر۔ تفسیر میں یا نہیں اگر ہیں تو فرماویں۔ کہ آپنے آیات متشابہات میں ان احادیث کے مفسر قرآن ہونے سے انکار کیا ہے یا نہیں۔ اور جو مولوی ابو سعید صاحب منصف کرنے سے انکار کرتے ہیں اور اس کو گدھا پن قرار دیتے ہیں۔ تو اُس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ منصفی غیر کی اس حالت میں منظور کرنا مناسب ہے۔ جب دو شخصوں متنازعین کا آپسمیں فیصلہ نہو سکے اور ایک شخص اپنی بات کو خود نافذ نہ کر سکے یا اُنکو کسی مصلحت سے نافذ نکرنا چاہے۔ اور اُن کے نافذ کرنے میں اپنے اوپر کسی کیطرف سے الزام بے انصافی کا خوف رکھتا ہو۔ یا اس کو اپنی رائے میں کچھ اشتباہ ہو۔ اور جس حالت میں ایک شخص اپنی رائے کو قطعاً صحیح سمجھتا ہے۔ اور اُس کو نافذ کرنے کا کامل اختیار رکھتا ہو اور اسمیں اُس کو کسی کے الزام کا خوف نہو۔ تو پھر اس کو اپنی رائے کے پر کٹنے اور نافذ کرنے لیے کسی دوسرے کو حاکم بنانا اپنی خداداد آزادی کو تلف کرکے دوسرے کے آگے گدھا بننا ہے۔ کہ جہاں چاہے اُس کو لے جائے۔

اس خط کا جواب دلا ور مذکور نے مولوی الله دتا کو ایسا دیا جس میں نصیحت نامہ نمبر۲ کے چھاپنے سے انکار کیا۔ اور انکے کہنے سے بھی نصیحت نامہ نمبر۲ درج اخبار نہ کیا۔ وعلے ہذا القیاس سید جمال الدین صاحب ڈاکٹر کے خط اور نصیحت نامہ نمبر۴ درج اخبار کرتے ہیں

انکی ناکامیابی کو ناظرین خیال کریں۔

اُن خطوط و تحریرات سے جو نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور اُس کو ہم نمبر۳ کے صفحہ نمبر۵ وغیرہ میں بیان کر چکے ہیں۔ وہ ناظرین پر مخفی نہیں۔ اس مقام میں ہم ثناء اللہ کی ہٹ دھرمی بے انصافی اور اپنی منصبی فرض کی خلاف ورزی کے ثبوت میں اُسی کے کلام سے اندرونی شہادت پیش کرتے ہیں۔

وہ اپنے اخبار ۲۴ ستمبر ۱۹۰۶ء نمبر ۵ ہم جلد ۳ کے صفحہ ۴ و ۵ میں خاکسار کے مضمون متعلق سود کو جو بجواب ڈپٹی سردار احمد لکھا گیا تھا۔ اور اُسپر سید جمال الدین ڈاکٹر پشاور نے کچھ ریمارک کرکے وطن لاہور کے اڈیٹر کے پاس بھیجا تھا۔ اور اُس نے اُس کے چھاپنے سے انکار کرکے اڈیٹر اہلحدیث کے پاس بھیجدیا تھا۔ نقل کرکے صفحہ ۹ اخبار اہلحدیث میں لکھتا ہے **اڈیٹر کہتا ہے**۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ خط وطن میں چھپنے کو بھیجا تھا جہاں انکا چھپنا مناسب بھی تھا۔ اڈیٹر وطن کو یہ بھی لکھدیا تھا۔ کہ اگر آپکے منشاء کے مطابق نہ ہو تو اہلحدیث میں بھیجدیں۔ چنانچہ اڈیٹر صاحب وطن نے دفتر ہذا میں بھیجدیا اور کہا کہ مجھے ڈاکٹر صاحب کے چند نتائج سے اختلاف ہے۔ ہمارے خیال میں اڈیٹر صاحب کا اس خط کو درج نہ کرنا منصب اڈیٹری کے خلاف ہے۔ یا تاکہ اُس کو ڈاکٹر صاحب سے اختلاف ہے کیا اڈیٹر کا فرض نہیں کہ اپنے ناظرین کو کسی مضمون کے ہر ایک پہلو سے آگاہ کرے۔ اڈیٹر وطن تو فن اڈیٹری میں گویا امام کے مرتبہ پر ہے اسلئے امید ہے کہ اس مضمون کو پہلے درج نہیں کیا تو اب ضرور کردیں گے (اہلحدیث)

خاکسار کہتا ہے۔ بیٹا! کیا تم بھی اڈیٹر نہیں ہو۔ گو تمہاری اڈیٹری جنم کو تین سال پوری نہیں ہوئی۔ پر کیا تمہارا فرض منصبی نہ تھا کہ تم اپنے ہی قول کی تشریح کے

متعلق میرا نصیحت نامہ نمبر ۴ چھاپتے جسکے لیے میری علاوہ پانچ اعیان اہلحدیث (مولوی احمد اللہ صاحب۔ حافظ محمد یوسف صاحب۔ میاں حبیب اللہ صاحب۔ مولوی اللہ دتا صاحب۔ ڈاکٹر جمال الدین صاحب تم سے ملتجی ہوئے۔ کیا تم نے اپنے منصب کا خلاف نہیں کیا جو ایڈیٹر وطن سے ہوا۔ افسوس!۔ افسوس!!۔ افسوس!!! شرم! شرم!! شرم!!!۔ سچ کہا ہے ؎

ہر کے ناصح برائے دیگراں ۞ ناصح خود یافتم کم در جہاں ۞

اس خط و کتاب کو پڑھکر اور اس اندرونی شہادت کو سنکر بھی اس شوخ دلاور کو اسکے محب و معتقد اس کی ہٹ دہری بے انصافی فرض منصبی کے خلاف ورزی کے قائل نہ ہوں اور اب بھی اس کو اہلحدیث سمجھیں تو اُن سے خدا سمجھے۔ خاکسار ان سب کے اہلحدیث ہونے پر بھی ریویو کرے گا اور اگر وہ اسی طرح اس کے اہل حدیث ہونے کے معتقد رہینگے تو یہ خادم القوم انکی خدمت و نمایش کے لیے بھی تیار ہے۔

مولوی ثناء اللہ سے خطاب بالفعل ختم ہوا۔ اب اُن کے ایک ناخن میں حامی اور بلا وجہ معاون مولوی عبد اللہ صاحب مدرس مدرسہ احمدیہ آرہ اور اُنکے معاونوں سے خطاب ہوتا ہے اور اُن کے نام کا خط نقل کیا جاتا ہے

محبی مکرمی جناب مولوی حافظ عبد اللہ صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ رقیمہ اردو او ملفوف پمفلٹ رسالہ آیات متشابہات پہنچکر دو وجہ سے کما افسوس اور تعجب کا مورث ہوا۔

وجہ اول یہ کہ آپنے میری درخواست ۲۷ شعبان کا جواب جو چند منٹ کا کام تھا دو مہینے کے بعد ۲۔ ذی قعدہ کو دیا۔ افسوس اس آگ کے اطفاء کو جو امرتسر پنجاب سے اٹھکر بنگال۔ ترہٹ۔ بہار وغیرہ بلاد تک پہنچکر مشتعل ہو رہی ہے اور وہ خرمن

مذہب اہلحدیث کو خاک سیاہ کرنا چاہتی ہے۔ آپ ایک فضول امر سمجھ رہے ہیں۔ ایک سال تک تو آپنے اس نائرہ فساد کو مٹانے کے متعلق میری تحریرات ومعروضات (۱) وصیت نامہ نمبر اول (۲) ابوالوفا کی بیوفائی (۳) اہلحدیث کا مذہب (۴) تتمہ مذہب اہلحدیث اور خطوط متعددہ) کو توجہ سے نہ سنا۔ پھر جب میں آپ کے دولت خانہ پر (موقعہ جلسہ سالانہ مدرسہ آرہ پر) پہنچا اور آپ لوگوں سوتے ہوؤں کو جگا کر فصول ثلثہ الکلام المبین اور آیات متشابہات کی طرف کی طرف متوجہ کیا۔ تو پھر بھی آپ نے چند منٹ کے کام کو دو مہینوں میں کیا۔ سو بھی ادھورا اور ناتمام۔ صرف لا نسلم کہدیا۔ آپنے منع کی سند یا مقوی سند کا اظہار نفرمایا۔ باوجودیکہ آپ کو صدرا و شمس بازغہ حفظ ہوگا۔ ہدایہ۔ صحیح بخاری مسلم الثبوت ازبر ہوگی۔ آپ ان اردو رسائل کی عبارات کا مطلب نہیں سمجھتے اور مجھ سے پوچھتے ہیں کہ عبارات ان رسائل میں تمہاری مدعا پر دلالت کی وجہ کیا ہے اور نہ آپ سے یہ ہوسکا۔ کہ رسائل مذکورہ کی جن صریح اور صاف الفاظ میں احادیث صحیحہ صریحہ نبویہ کے مفسر قرآن ہونے کی نفی پائی جاتی ہے اور اقوال معتزلہ وغیرہ اہلبدعت کی پیروی واخذ کی اجازت وترغیب پائی جاتی ہے۔ اسمیں کوئی تاویل کرکے میری مدعا کے خلاف پر انکی دلالت کی وجہ بیان کرتے۔

وجہ دوم۔ آپ خود تو اس جلتی آگ پر کیروسین ائیل (مٹی کا تیل) ڈالتے جاتے ہیں۔ پہلے آپ نے فیصلہ آرہ میں ان رسائل کے مؤلف کو (جسکی کلام سے ابتک اس کا چھپا ہوا معتزلی۔ مرزائی۔ چکڑالوی اور چھپا ہوا نیچری ہونا ثابت ہوتا ہے) اہلحدیث بنا کر بیچارے نادان اہلحدیث کے لیے ایک گمراہی کا امام بیدا کردیا۔ پھر وقتاً فوقتاً خطوط کے ذریعہ اسکی حمایت وتائید کرتے رہے۔ چنانچہ ایک کارڈ آپکا ۱۷ دسمبر ۶ کے اخبار اہلحدیث میں لسنے مشتہر کردیا ہے۔ اور

ادھر مجھے یہ وصیّت کرتے ہیں۔ کہ" تم کچھ نہ بولو عوام اہلحدیث کو اس گمراہ کی پیروی کرنے دو۔ اس گمراہی کی نسبت (جو وہ چیتھڑا نیچری اخبار کے ذریعہ پھیلا رہا ہے) اور ہماری "تائید و حمایت کی نسبت اٰمنّا و صدّقنا کہکر دم بخود ہو رہو"

اخی جناب حافظ و مولوی صاحب میں اس شخص کو جبتک کہ وہ انکار حدیث سے اور تحجیر اتباع اہلبدعت سے کھلم کھلی توبہ نکرے اور اپنی تحریرات سابق کا خلاف مشتہر نکرے گمراہ جانتا ہوں۔ اور جو اسکی موجودہ حالت میں اس کے حامی و مؤید ہوں ان کو بھی گمراہ جانتا ہوں۔ پھر میں انکے ردّ سے سکوت کروں تو قیامت کے دن خدا تعالےٰ کو کیا جواب دوں۔ کیا یہی جواب ہے کہ مجھے فلاں فلاں مولوی وحافظ صاحبوں نے منع کیا تھا۔

میں نے اس کے مضامین اخبار ۲۰ - ۲۷ - اکتوبر ۱۸۹۲ء و ۱۷ نومبر ۱۸۹۲ء کے ردّ و جواب میں چالیس صفحہ کا مضمون تیار کیا ہے۔ جسمیں فیصلہ آرہ کا بھی بوارد ردّ اور مصنفین فیصلہ کی نافہمی و کم توجہی کا کامل ثبوت ہے وہ مضمون ایک دفعہ اس چھپے معتزلی اور اسکے نئے حامی مولوی احمداللہ صاحب افسری کو جو اسکے دھوکہ میں آکر اس کے حامی بن گئے ہیں۔ سُناؤنگا۔ اُس جواب کو سُنکر بھی انہوں نے رجوع الی امراللہ نہ کیا۔ تو اُس جواب کو چھپوا کر مشتہر کیا جاوے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی فیصلہ آرہ کا اپیل بھی چھاپا جائے گا۔ انشاءاللہ تعالےٰ۔

میں اس قلمی مضمون جواب کو قبل از طبع و اشاعت حسب دستور سابق آپ کے پاس بھی بھیجدیتا۔ مگر وہاں کا حال سے ہرچہ در کان نمک رفت نمک شد کا مصداق سال بھر سے دیکھ رہا ہوں۔ لہذا اسکا وہاں بھیجنا نہ صرف فضول بلکہ خلاف مصلحت و سدراہ حق سمجھتا ہوں۔ ہاں آپ کی پاسخاطر سے اور آپکے افہام و نصیحت کی نظر سے اسکے رسائل مذکورہ کی عبارات سے اسکا معتزلہ ہونا اور اہلحدیث اسکو

خارج ہونا ثابت کرکے ارسال کرسکتا ہوں (اگر آپ بوعدہ جلد توجہ کرنے کی طلب کریں گے) اور ہفتہ عشرہ آپکے رجوع کا انتظار کرونگا۔ آپنے خدا تعالیٰ کی توفیق سے میرے اس بیان وثبوت سے بیرا مدعا سمجھ لیا۔ اور اسکے اہلحدیث ہونے کے خیال سے رجوع کرلیا۔ اور آیندہ اسکی حمایت کو ترک کرنے کا وعدہ کیا۔ تو آپ کا ذکر اس جواب سے نکال دونگا اور فیصلہ آرہ کا اپیل چھاپنا بھی موقوف کردونگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اگر آپنے مثل سابق عمل کیا تو پھر وہ جواب چھپ جائیگا

قبل از بیان وثبوت مدعا ایک تمہید کو ضروری سمجھتا ہوں جسمیں آپنے دلائل کی **کبریات** جس کی صحت وتسلیم آپکے فیصلہ سے مفہوم ہوتی ہے اور بعض کو آپنے عند الملاقات زبانی بھی تسلیم کرلیا تھا۔ بطور اصول موضوعہ یا علوم متعارفہ بیان کیا جاتا ہے۔ اسکے بعد **صغریات** کے دلائل کا بیان ہوگا۔ کیونکہ وہی محل نزاع ہیں (نہ کبریات) یہ امر مؤلف رسائل مذکور نے بھی تسلیم کرلیا۔ چنانچہ اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۷ نومبر سنہ ۶ میں خاکسار کے نصیحت نامہ نمبر ۲ کے اس فقرہ پر کہ اپیل کی کبریٰ کی حلیت صحیح ومسلم ہوچکی ہے۔ انکو (منصفین کو) کچھ شک ہے تو ایجاب صغریٰ میں ہے" یہ حاشیہ چڑھایا ہے "یہی تو محل نزاع تھا جو ہنوز باقی ہے"۔ (ایڈیٹر)

وہ کبریات یہ ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افصح العرب العرباء تھے اسوجہ سے اور نیز اس وجہ سے کہ آپکو منجانب اللہ منصب تبیین وتفسیر کلام الٰہی عطا کیا گیا تھا۔ تمام ناطقین بلغت عرب اور ماہرین محاورات عرب سے بڑھکر قرآن مجید کے الفاظ وسیاق وسباق ومورد نزول کو سمجھتے تھے۔

(۱) اس مسلمہ کلیہ اہل اسلام سے یہ امر بطور اصول پیدا ہوتا ہے اور اہلسنت و

جماعت میں اہل تفسیر میں خواہ اہلحدیث ہیں خواہ فقیہ ہیں خواہ اصولی یہ مسلم چلا آیا ہے کہ جو تفسیر آیاتِ قرآن آنحضرت صؐ نے کی ہے وہ تمام لغوی تفسیروں سے (خواہ کتنی بڑی لغت عربی دان و اہل زبان نے اپنی زبان دانی سے بشہادت لغت و محاورات عرب کی ہو خواہ قرآن ہی کے سیاق و سباق سے سمجھی ہو) مقدم و اولٰے بالقبول ہے جیسے کلی مشکک کے بعض افراد اشد و اولی و اقدم ہوتے ہیں خصوصًا ان آیات کی تفسیر جن کے الفاظ ذوالوجوہ ہیں جو شخص اس اصول کو تسلیم نہ کرے وہ نہ اہلسنت ہے نہ اہلحدیث ہے۔

(۲) اسی مسلمہ اصول سے یہ دوسرا اصول اہلسنت و اہلحدیث میں مسلم چلا آیا ہے۔ کہ تفسیر قرآن صرف لغت عرب سے جائز نہیں ہے اس تفسیر میں بعد قرآن حدیث کی تلاش ضروری فرض مفسر ہے اور جو شخص صرف لغت عرب سے تفسیر قرآن کو جائز کہے اور بعد قرآن احادیث کے تلاش و لحاظ کو ضروری نہ سمجھے وہ نہ اہل سنت ہے نہ اہلحدیث بلکہ وہ معتزلی ہے جو مجرد لغت سے بلا لحاظ موافقت حدیث تفسیر قرآن کو جائز رکھتے ہیں۔

(۳) ان ہی دو مسلمہ اصولوں سے تیسرا اصول واجب التسلیم ہے (اس پر کتب تفسیر اصول میں اس لیے تصریح نہیں پائی گئی کہ اس کے خلاف کا قائل (جس کے مقابلہ میں وہ اصول قائم کیا جاتا۔ مؤلف رسائل مذکورہ سے پہلے اسلام میں کوئی مفسر نہیں گذرا) کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حدیث کے (جس کو خود آنحضرت صؐ نے مفسر قرآن قرار دیا ہو) تفسیر قرآن ہونے سے باوجود تسلیم صحت حدیث کے انکار کرے اور صاف طور پر علانیہ کہے کہ یہ حدیث مخالف قرآن ہے اس لیے یہ قرآن کی تفسیر نہیں ہو سکتی۔ وہ حدیث کا منکر ہے اور اہل سنت و اہل حدیث سے خارج ہے۔

(۴) ۔ جو تفسیر قرآن یا کوئی اور امر متعلق اعتقاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
مروی نہ ہو۔ بلکہ صرف صحابہ و تابعین کے اقوال و آثار اس باب میں مروی ہوں
ان اقوال و آثار میں انکے اقوال گو اتفاقی حجت نہیں مگر جس قول پر سب صحابہ سب
تابعین کا اتفاق ہوا اور اس کا خلاف کسی صحابی یا کسی تابعی سے ثابت نہ ہو۔
وہ قول ان کے اخلاف و متاخرین کے لیے لائق دست آویز ہے انکے مقابلہ میں
کسی مبتدع و معتزلی وغیرہ کا قول لائق اخذ نہیں جو شخص اس اصول کا خلاف کرے
اور وہ کل صحابہ و تابعین کے برخلاف قول معتزلہ کو (جسپر کتاب و سنت سے کوئی
صریح دلیل قائم نہ ہو۔ صرف اسی معتزلہ کی رائے و اجتہاد ہو) پسند کرے اور
باوجود علم اس امر کے کہ وہ قول معتزلہ سلف صالحین کا مخالف ہے۔ اسپر اصرار
اور اس کا التزام نہ چھوڑے وہ نہ اہلسنت ہے نہ اہلحدیث بلکہ معتزلہ میں داخل
وشامل ہے۔ تمہید متضمن کبریات ختم ہوئی۔ اب **صغریات کا ثبوت**
پیش کیا جاتا ہے۔

ہمارے ایک دلیل کا صغری یہ ہے کہ مؤلف تفسیر عربی مجرد لغت سے بلالحاظ
و تلاش و توافق سنت قرآن مجید کے تفسیر کو جائز رکھتا ہے۔ اس **صغری** پر یہ
دلیل ہے کہ مؤلف تفسیر نے اپنے رسالہ آیات متشابہات کی فصل اول میں یہ
سوال کیا ہے کہ قرآن مجید کو سمجھنے کا طریق کیا ہے۔ پھر چند آیات جنمیں قرآن کو عربی
کہا گیا ہے نقل کرکے ان سے بصفحہ ۳ رسالہ یہ نتیجہ نکالا اور کہا ہے۔ کہ ان آیات
میں اس سوال کا جواب بخوبی ملتا ہے کہ عربی زبان کے محاورات کا معلوم کرنا قرآن مجید
کے سمجھنے کا **واحد طریق** ہے پھر چند آیات و اقوال جنمیں قرآن مجید کے لیے عربی
دانی کی ضرورت بیان ہوئی ہے نقل کرکے اس سے بصفحہ ۸ رسالہ یہ نتیجہ نکالا اور کہا
ہے کہ پس ثابت ہوا کہ صحیح تفسیر وہی ہے جو محاورہ عرب کے موافق ہو۔ خواہ اس تفسیر کا

قائل کوئی پہلے گذرا ہو۔ یا نہ گذرا ہو۔ بلکہ آج ہی بلکہ آج سے بھی بعد کسی کی سمجھ میں
آئی ہو۔ مگر محاورہ عرب کے موافق ہو۔ اور غلط تفسیر وہ ہے جو عرب کے محاورہ اور لغت
عرب کے خلاف ہو چاہے اسکا قائل کوئی بھی ہو۔ پہلے بزرگوں میں سے کسی کی ہو یا نئے
لوگوں میں سے کسی کی ایجاد ہو" ایسا ہی اس نے رسالہ الکلام المبین کی فصل اوّل
میں کہا ہے۔ اور قرآن سمجھنے کے لیے اشخاص و زمانہ کی خصوصیت کو اٹھا دیا ہے۔
یہ کلام اس بیان میں نص صریح اور قطعی ہے کہ تفسیر میں صرف اور محض لغت
عربی کا لحاظ ضروری ہے۔ کسی بزرگ سابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یا کوئی صحابی
یا تابعی کے قول سے اسکے توافق کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
شاید آپ یا کوئی اور اس نئی مفسر کی نسبت فرط حسن اعتقاد سے اور رضا کی
نگاہ سے مؤلف رسالہ مذکور کی کلام کو دیکھنے کی وجہ سے بحکم ؎

فعین الرضا عن کل عیب کلیلة + ولکن عین السخط تبدی المساویا

یہ کہیں کہ لفظ بزرگ کا شمول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں قطعی نہیں شاید
مؤلف کی مراد آنحضرت ص کے بعد کوئی بزرگ ہو اسکے جواب میں یہ خاکسار (جو مؤلف
رسالہ کی حقیقت سے واقف ہونے کے سبب بعین السخط اس کی کلام کو دیکھا کرتا ہے)
اس شخص کی کلام سے ایسا لفظ نکال دیتا ہے جس سے یہ لفظ "بزرگ" مؤلف کے
نیت میں آنحضرت کو شامل ہو۔ اور بحکم تصنیف را مصنف نیکو کند بیان اس لفظ کی یہ
شرح مصنف ہی کی کلام سے ظاہر ہو۔
مؤلف رسالہ مذکور رسالہ ترک اسلام کے صفحہ ۲۰۱ میں صاف کہتا ہے کہ قرآن مجید
کے مضامین کا سمجھنا تو حدیث پر نہ کسی مفسر کے قول پر موقوف ہے۔ اعتبار نہ ہو۔ تو
ہماری تفسیر القرآن لکلام الرحمن کا مطالعہ کرو" فرمائیے اب تو قطعی فیصلہ ہو گیا۔ کہ
بزرگ کا لفظ مؤلف کی نیت میں آنحضرت کو بھی شامل ہے جن کی حدیث کا فہم

قرآن کے لیے موقوف علیہ ہونا اس شیر بہادر نے بیان کی ہے۔

ہماری دوسری دلیل کا **صغری** یہ ہے کہ مؤلف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اقسام احادیث کا جن کو خود آنحضرت ؐ نے مفسر قرآن قرار دیا ہے۔ مفسر قرآن ہونا نہیں مانتا اور ان احادیث کو بیاق قرآن مجید کے مخالف ٹھہرا کر مفسر ہونے کے لائق نہیں سمجھتا۔ اس **صغری پر دلیل** یہ ہے کہ مؤلف مذکور نے رسالہ **آیات متشابہات** کی فصل دوم میں بصفحہ ۹ رسالہ یہ سوال کیا ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ حدیث شریف کا کیا تعلق ہے۔ پھر اس سوال کے جواب میں پہلے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منصب تبیین و تفسیر قرآن کو تسلیم کیا ہے (گویا ہمارے بیان کردہ اصول اول ودوم کے بیشگی رسید دی ہے) اور ایک آیت قرآن کا یہ ترجمہ کیا ہے۔ کہ تیری طرف کتاب اس لیے نازل کی ہے کہ تو لوگوں کو بیان کرکے اس کا مطلب سمجھا دے تاکہ وہ فکر کریں۔ اپنے احکام اور اجمال[1] قرآن کے بابت جو تشریح

---

[1] حافظ صاحب اور ناظرین خط! کیا الفاظ احکام و اجمال قرآن کو آپ سمجھتے ہیں کہ ان سے کیا وہ ہو کہ وہی مؤلف رسالہ کو منظور ہے۔ نہیں نہیں۔ ہرگز نہ سمجھے ہونگے۔ بلکہ محکم مجمل قرآن سے ان کا سمجھنا اشاعۃ السنہ ہی کا حق اور حصہ ہے۔ حضرت مجھ سے سنیں۔ ان الفاظ سے اس کا مقصود یہ ہے کہ اخبار متعلقہ واقعات گذشتہ یا آئندہ کے الفاظ کی تشریح اور تفصیل آنحضرت ؐ سے مخصوص نہیں اس کو ہر شخص واقف لغت عرب کر سکتا ہے (جیسا کہ آیت کوثر کی تفسیر اس نے کی ہے) اس مقصود کو مؤلف رسالہ آیات متشابہات نے اس مضمون کی دوسری آیت آیات متشابہات صفحہ ۱۲ میں نقل کرکے کہا۔ اور اس کا ترجمہ یوں کیا ہے ہم نے تیری طرف کتاب اس لیے اتاری ہے کہ تو اس کو بیان کرکے اصل مطلب لوگوں کو سنا تاکہ وہ فکر کریں۔ اور نصیحت پاویں۔ ایسی اصطلاح کو علما کے محاورہ میں حقیقت شرعیہ کہتے ہیں۔ حقیقت شرعیہ ہمیشہ لغت سے مقدم ہے۔ مگر واضح رہے کہ یہ تخصیص یا حقیقت شرعیہ احکام میں ہوتا

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

اور تفصیل تُو خود کرتی۔ اسی کو منظور اور پسند کریں۔ پھر حدیث کی چار قسم بیان کرکے دو قسم (اول۔ دوم کا) تو واجب القبول ہونا تسلیم کیا ہے اور دو قسم (سوم چہارم) کو مخالف قرآن قرار دیکر قسم سوم کا (جسمیں ایک عام حکم قرآن کے برخلاف حدیث میں کوئی خاص حکم ہو جیسے قرآن میں عموماً مردہ کو حرام کہا گیا ہے۔ اور حدیث میں مچھلی اور ٹڈی مردہ کو حلال کہا گیا ہے۔ باوجود تسلیم وتجویز مخالفت منسر قرآن ہونا مان لیا ہے۔ اور صفحہ ۱۲ میں کہا ہے۔ جو احکام شرعیہ بظاہر لغت سے خلاف معلوم ہوتے ہیں جیسے صلوٰۃ صیام زکوٰۃ حج وغیرہ وہ اس قسم میں داخل ہیں۔ یعنے عموم لغت کو شریعت نے کسی آیت یا حدیث میں مخصوص کرکے اپنا مطلب آپ بتا دیا ہے۔ کہ یہاں پر عموم مراد نہیں۔ بلکہ تخصیص ہے جس سے کسی کو انکار نہیں۔ پھر قسم چہارم حدیث مخالف قرآن کو بیان کیا۔ اور کہا ہے کہ ایک قسم کی مخالفت حدیث کی قرآن سے یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ یا سیاق سے جو مضمون یا مدعا سمجھ میں آوے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہے اخبار میں نہیں جو شریعت میں بطور حکایت گذشتہ یا بطریق پیشگوئی آیندہ کے الفاظ یا عبارت میں آوے۔ انہیں اس کی نظیر نہیں ملتی حضرت حافظ صاحب۔ یہی بعینہ مرزا غلام احمد قادیانی کا مذہب ہے اسی قاعدہ سے وہ قرآن اور حدیث کی پیشنگوئیوں کے ایسے معانی جو حدیثوں میں مشرح ہیں مٹا کر ان کے معانی اپنی طرف سے گھڑ کر ان پیشنگوئیوں کا خود مصداق بنتا ہے۔ (ازالہ اوہام قادیانی صفحہ ۲۹۶ وصفحہ ۴۰۳ وصفحہ ۴۰۵ وغیرہ ملاحظہ ہو) آپنے اسکی عبارت صفحہ ۹ وغیرہ رسالہ مذکور سے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منصب تفسیر کو ماننے والا سمجھکر اسپر سُرخی کا نشان لگا دیا۔ اور اس کو اہلحدیث بنا دیا۔ مگر یہ نہ سمجھا کہ ان الفاظ احکام واجمال سے وہ مثال آیت کو ثر وغیرہ اخبار کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تفسیر وتفصیل کو مٹاتا ہے۔ اور ان آیات واخبار کے اپنی تجویز سے معانی بیان کرنے کی پٹری جاتا ہے اور اسکے مطابق عمل کرچکا ہے ❊

حدیث میں اسکے خلاف ہو۔ حالانکہ احادیث کے الفاظ سے ایسا معلوم ہو کہ سرور کائنات نے احادیث کے مضمون کو آیت کی تفسیر اور آیت کی مدعا کے تعیین فرمایا ہے۔ پھر اس کی ایک مثال آیت تطہیر بیان کی ہے اور وہ حدیث جو اس کی تفسیر میں آئی ہے۔ کہ یہ آیت اتری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین و فاطمہ و علی کو اپنی چادر میں لیکر جناب باری میں عرض کی۔ کہ اے خدا یہ لوگ میری اہلبیت ہیں تو انکو پاک کر پھر اس حدیث کو مخالف قرآن بنانے کے لیے بصفحہ ۱۵ رسالہ کہا ہے۔ کہ احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کو سرور کائنات نے اہل بیت کا مصداق بتلایا ہے اور ازواج مطہرات کو اسمیں داخل نہیں کیا۔ حالانکہ آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آیت میں اہلبیت کے مصداق ازواج مطہرات ہیں۔ پھر اس خیال کی تائید میں فتح البیان۔ معالم۔ خازن۔ جلالین۔ تفسیر ابن کثیر و جامع البیان اور تفسیر کبیر کی عبارات (جنمیں سے ایک عبارت میں بھی یہ نہیں کہا۔ کہ یہ حدیث مخالف سیاق قرآن ہے۔ اور اس وجہ سے وہ حدیث تفسیر آیت قرآن نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ہر ایک عبارت میں (سوائے عبارت جلالین کے کہ وہ ذکر حدیث سے ساکت ہے نہ اس کے مفسر ہونے کی نافی ہے نہ مثبت) ازواج اور اولاد دونو فریق کو مصداق اہلبیت ٹھہرا کر حدیث کو مفسر قرآن قرار دیا ہے۔ بلکہ آخر الذکر تینوں تفسیروں میں اولاد کو قرآنی لفظ اہلبیت کے مصداق ہونے میں اولی و احق کہا ہے۔ مولف رسالہ نے سفید جھوٹ سے کام لیا ہے اور سب مفسرین کے برخلاف یہ دعوے دروغ کیا۔ اور بصفحہ ۱۷ رسالہ کہا ہے۔ کہ بہر حال حدیث آیت کی تفسیر نہیں۔ اس دعوے دروغ میں یہاں تک مبالغہ کیا ہے۔ کہ بصفحہ ۱۸ رسالہ مذکور یہ کہا ہے۔ کہ ان سب حضرات کی عبارات سے یوم ثابت

ثابت ہوتاہے۔ کہ انہوں نے حدیث نبوی کو آیت کی تفسیر اور تعیین مصداق میں نہیں لیا۔ اسلیئے کہ آیت اپنے معنے بتلانے میں مشرح ہے اور حدیث تعیین مصداق اور تفسیر آیت میں خلاف ہے۔

حافظ صاحب آپ غور کریں۔ اور خدا داد علم سے کام لیں اور فرمادیں کہ عبارات مذکورہ میں سے کس عبارت میں حدیث مذکور کی تفسیر آیت ہونے کی نفی پائی جاتی ہے۔ اور کس نے اس نفی کی یہ وجہ بیان کی ہے۔ جو مؤلف رسالہ نے لفظ اسلیئے لکھکر بیان کی ہے۔ کسی عبارت میں یہ نفی اور اسکی یہ دلیل ملی۔ تو اطلاع دیں ورنہ مؤلف رسالہ کی دروغگوئی کا اقبال کریں اور نہیں تو اتنا تو تسلیم کرلیں۔ کہ مؤلف رسالہ حدیث کی تفسیر قرآن ہونے سے انکاری ہے۔ (اس انکار میں وہ متفرد ہو خواہ کوئی مفسر یا کوئی محدث اس کا شریک وہم صفیر ہو)

اب اور سنئیں دوسری مثال اُسنے آیت مسجد تقوےٰ بیان کی ہے اور وہ حدیث ترمذی جسمیں یہ ذکر ہے کہ دو شخص جھگڑتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ ایک یہ کہتا تھا۔ کہ مسجد تقوے قبا ہے۔ دوسرا کہتا تھا۔ کہ وہ مسجد نبوی ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "وہ میری مسجد ہے"!

پھر بصفحہ ۲۱ کہا ہے۔ کہ یہ حدیث جسمیں مسجد نبوی سے تفسیر و تعیین مراد آیت ہوتی ہے۔ سیاق قرآن کے خلاف ہے۔ اسی واسطے علماء اہلحدیث اس حدیث کی تاویل کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ آیت تقوی معنی کے لحاظ سے عام ہے دونوں پر صادق ہے اور حدیث میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ فرد کامل تبلایا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس توجیہ میں جو مسجد نبوی کو فرد کامل قرار دیا ہے۔ یہ بھی اس بات پر مبنی ہے کہ حدیث مذکور تفسیر آیت کی نہیں اور تعیین مصداق نہیں کرتی۔ ورنہ اگر تفسیر ہوتی تو فرد کامل کیوں کہتے۔

پھر اس خیال کی تائید میں اقوال و عمل مفسرین کو ذکر کرکے کہا ہے۔ کہ جلالین میں اور جامع البیان میں حدیث مسجد نبوی کا ذکر تک نہیں کیا اور کمالین اور تفسیر ابن کثیر میں کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ وہ میری مسجد ہے اس شخص کے ردّ و جواب میں ہے۔ جو مسجد تقوی کو مسجد قبا سے مخصوص کرتا تھا۔ اور بحقیقت مسجد تقوی مسجد قبا کو بھی کہا گیا ہے اور مسجد نبوی کو بھی ان دونو قولوں میں کوئی مخالفت نہیں اور مسجد نبوی اس لفظ کی بطریق اولے مصداق ہے۔

پھر ان عبارات سے وہی نتیجہ دروغ نکالا اور سعید جھوٹ بولا اور بصفحہ ۲۴ رسالہ کہا ہے کہ عبارات مذکورہ میں حدیث مذکور کو تعیین مصداق اور آیت کی تفسیر میں نہیں لیا۔ اور بصفحہ ۲۴ کہا ہے کہ علامہ ابن کثیر حدیث نبوی کو آیت کی تفسیر نہیں بناتے اور اس سے آیت کی تعیین مصداق نہیں کرتے۔ اگر حدیث تفسیر ہوتی۔ تو اس کو فرد کامل و اولے و اکمل نہ کہتے۔ اہل علم جانتے ہیں۔ کہ اولے کہنا گویا یہ معنے رکھتا ہے کہ حدیث مذکور آیت کی تفسیر نہیں ہے (واہ رے تیرا علم اور واہ رے تیری منطق و اصول دانی)۔

حافظ صاحب یہ دروغ مؤلف رسالہ مذکور بھی آپ کی توجہ کے لائق ہے۔ آپ غور سے اور خداداد علم سے کام لے کر فرماویں کہ عبارات مذکورہ سے کسی عبارت میں حدیث "مسجدی ہذا" کی تفسیر قرآن سے انکار ہے یا انہیں خصوصاً عبارت کمالین میں اس حدیث کی تفسیر آیت ہونے کا صریح اقبال ہے؟۔ اگر آپ کو بھی اسکی دلیل سے کہ اگر مسجد نبوی کو وہ لوگ مصداق آیت جانتے تو اس کو فرد اکمل و اولی کیوں قرار دیتے اتفاق ہو۔ تو مجھے کمال افسوس سے کہنا پڑے گا کہ وہ تو علم منطق بھول گیا ہے اور اصول فقہ سے تو محض عاری ہی معلوم ہوتا ہے تب ہی وہ تو حدیث سے تخصیص قرآن کو (جو حنفیہ کے نزدیک متراخی ہونے کی وجہ سے جائز

نہیں اور اس تراخی کی وجہ سے نسخ کے حکم میں ہو) باوجودیکہ اس سے عموم قرآن
میں تغیر واقعہ ہوتا ہے جائز رکھتا ہے اور حدیث سے تفسیر قرآن کو جو قرآن
کی مصداق و مدلول میں ذرہ بھر تغیر پیدا نہیں کرتی ناجائز کہتا ہے۔ کیا آپ کو
بھی اس مسئلہ منطق سے ذہول ہو گیا ہے کہ کلی مشکک کے بعض افراد اُس کے
صدق کے لیئے حق اولیٰ ہوا کرتے ہیں۔ لہذا بعض افراد کلی مشکک کو اولے
واقدم کہنا اس کے مصداق ہونے کی نفی نہیں ہے۔ اور یہ مسئلہ اصول بھی یاد
نہیں رہا کہ تخصیص میں وہ تغیر پائی جاتی ہے۔ جو تفسیر میں نہیں۔ لہذا جو شخص
تخصیص کو جائز رکھے اسکو تفسیر کا جائز رکھنا بطریق اولےٰ لازم ہے۔
شاید ایک یہ شبہ اس کی کلام سے آپکو پیدا ہو گیا ہو جیسا کہ آپکے ثانی
اثنین بلکہ آلہ وجارحہ فاضل رحیم آبادی کو پیدا ہو گیا ہے کہ وہ حدیث نبوی
کی تعیین بمعنے تخصیص سے جس سے نفی ماعدا کی ہو انکاری ہے تفسیر بمعنے
تبیین سے انکاری نہیں ہے۔ اے حضرات وہ جہاں تعیین کی نفی کرتا ہے۔
وہاں ساتھ ہی اس کی تفسیر کی بھی نفی کرتا ہے اس کے نزدیک لفظ تعیین بمنزلہ
عطف تفسیر ہے اگر آپ اسکے عکس کے مدعی ہوں۔ تو میں یہ کہونگا کہ مصنف
رسالہ زندہ ہے فوت نہیں ہو گیا۔ اس تعیین کے معنے اس سے کیوں نہیں
پوچھتے۔ اس سے کھلوا دیں اور لکھوا دیں کہ میں تعیین سے نفی ماعدا مراد رکھتا
ہوں۔ وبناءً علیہ حدیث حوض کوثر کو ویسا ہی تفسیر آیت کوثر جانتا اور مانتا
ہوں۔ جیسا کہ امت کثیرہ کو اور حدیث اہل بیت کو ویسا ہی مفسر آیت تطہیر
جانتا ہوں۔ جیسا کہ ازواج کو اور حدیث مسجدی ہذا کو ویسا ہی تفسیر آیت مسجد
نبوی جانتا ہوں۔ جیسا کہ مسجد قبا کو اور اگر وہ یہ اقبال نکرے (اور انشاءاللہ
تعالےٰ ہرگز نہ کرے گا۔ گو آپ لوگ اس کے پاؤں کو ہاتھ لگاویں یا اس کو سولی

پر چڑھا دیں) تو آپ ہی انصاف کریں۔ کہ اس صورت میں آپ کی توجیہ ترجیہ القول بمالا یرضے بہ قائلہ ہے یا نہیں۔ یا اس سے آپ یہ پوچھیں کہ جو معانی آیات ثلثہ تمنے بیان کیے ہیں۔ وہ کس معنے سے تعیین مراد آیت کرتے ہیں۔ بمعنے تخصیص و نفی ماعدا یا صرف بمعنے تفسیر و تبیین اگر وہ کہے کہ صرف بمعنے تفسیر و تبیین کرتے ہیں نہ نفی ماعدا تو اس سے خود بخود ثابت ہو جائے گا کہ جو معنے حدیث میں ان آیات کے وارد ہیں وہ بھی ان آیات کی معانی اور تفسیر ہیں اور اگر وہ کہے کہ وہ معانی بمعنے نفی ماعدا التعیین مراد کرتے ہیں۔ تو اس سے ثابت ہو گا کہ وہ ان احادیث کی تفسیر قرآن ہونے سے منکر ہے اور خاکسار کا خیال اس کی نسبت صحیح ہے۔

اس افہام و تفہیم سے بھی آپ اس کو حدیث کے مفسر قرآن ہونے سے منکر نہ مانیں تو پھر آپ کے افہام و اصلاح خیال کے لیے بجز دعا اور کوئی تدبیر نہیں پاتا خدا تعالےٰ انکو فہم سلیم عطا کرے۔ جیسا کہ علم کتب درسیہ صدرا۔ و شمس۔ بازغہ و صحیح بخاری۔ ہدایہ عطا کیا ہوا ہے۔

اب اور بھی سنئیں سابق امثلہ سے عجیب تر اور بڑے غضب کی مثال ہے۔ تیسری مثال اسنے آیت کوثر ذکر کی ہے اور حدیث حوض کوثر کا صرف اتنا ٹکڑا نقل کیا ہے کہ کوثر میدان محشر میں ایک حوض ہے اور جنت میں ایک نہر۔ اور اس نقل میں یہ سرقہ (چوری) اور خیانت کی ہے کہ اس حدیث میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حوض کوثر اور نہر جنت کو اپنی زبان مبارک سے تفسیر آیت کوثر قرار دیا تھا۔ اور جب آیت کوثر اتری تو آپنے اصحاب کو پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا چیز ہے۔ اور پھر جب انہوں نے عرض کیا۔ کہ اللہ و رسول خوب جانتے ہیں (مؤلف رسالہ کی طرح یہ نہ کہا کہ ہاں حضرت ہم کوثر کے

معنے بخوبی جانتے ہیں اور مؤلف رسالہ کی مانند حماسہ کا یا کسی اور دیوان جاہلیت کا شعر پڑھکر یہ نہ کہا۔ کہ اس سے اُمت کثیرہ مراد ہے) تو آپنے اپنی زبان وحی ترجمان سے فرمایا کہ وہ میدان محشر کا حوض ہے اور جنت میں نہر۔
اس سرقہ و خیانت کی وجہ یہ ہے۔ کہ اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح الفاظ نقل کرتا تو کس و ناکس احادیث کے مفسر ہونے کا یقین کرتا اور مؤلف رسالہ کو اس کی تفسیر قرآن ہونے سے انکار کے سبب مکذب رسول قرار دیتا۔ اور کوئی اس کے دہوکہ میں نہ آتا۔ لہذا اسنے بجائے نقل صریح الفاظ نبوی کی دہوکہ دہی اور چالاکی سے کام لیا۔ اور بصفحہ ۲۳۔ رسالہ اس آیت کا یہ شان نزول بیان کیا ہے۔ کہ ایک گستاخ نالائق نے کہا تھا۔ کہ جب یہ آدمی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) مرجائے گا۔ تو بوجہ نرینہ اولاد نہ ہونے کے اسکا نام بھی مٹ جائے گا۔ خداوند تعالیٰ نے (اسکے ردّ و جواب میں) فرمایا کہ ہمنے تجھے کوثر یعنے اُمت کثیرہ دی ہے جو بیٹوں سے زیادہ تیری فرمانبردار ہوگی۔ جس کی وجہ سے تیرا نام قیامت تک قائم رہے گا۔ اور تیرا دشمن ابتر یعنی پیچھا کٹا ہو جائے گا۔
پھر صفحہ ۲۵ میں کہا ہے کہ ان معنے کی شہادت لغت اور شان نزول برابر دے رہے ہیں۔ اور واقعات بھی اس کے مؤید ہیں مگر چونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کوثر میدان محشر میں ایک حوض ہے۔ اور جنت میں ایک نہر ہے اس لیے اس حدیث کو بھی مذکورہ بالا حدیثوں کی طرح آیت سے مطابق کرنا چاہیے جیسے ہم بتلا آئے ہیں کہ محدثین اس قسم کی احادیث سے قرآن مجید کی تفسیر اور تعیین مدعا نہیں کیا کرتے۔ بلکہ جو حدیثوں سے ثابت ہو وہ معنوی طور پر آیت کی مصداق میں شامل سمجھتے ہیں۔ پھر کہا ہے۔ کہ حافظ ابن کثیر نے بھی یہی فیصلہ دیا ہے۔ کہ خیر کثیر مراد ہے۔ امام رازی وغیرہ تمام یہی کہتے ہیں۔ ان اقوال کی

بنا اسی پر ہے کہ لغوی معنے پر یہ بزرگ حدیث کو مقدم نہیں جانتے لغت کے معنے بجائے خود صحیح جانکر جو کچھ حدیث سے ثابت ہوتا ہے اس کو بھی معتبر کر کے لغوی معنے کے ساتھ شامل کر دیتے ہیں۔ بعض لوگوں کی بڑی غلطی ہے۔ کہ اس قسم کی تفسیر بتلانے سے حدیث کا انکار سمجھ بیٹھے ہیں۔ حالانکہ یہ انکار ہوتا تو تمام گذشتہ مفسرین ایسا کیوں کرتے جن کے اقوال ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ اسی قسم کی اور بھی کئی حدیثیں آئی ہیں۔ جو قرآن مجید کے الفاظ اور سیاق وسباق سے الگ تھلگ تفسیر بتلاتی ہیں جن کو دیکھ کر ظاہر بین گھبرا کر حدیث کے منکر ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ در اصل اُنکی غلطی ہے۔ جو حدیث قرآن کے سیاق سے مخالف ہو اس کے معنے کرنے میں یہی اصول برتنا چاہیئے۔ جو محدثین اور مفسرین نے ان دو تین اور ان جیسی اور حدیثوں میں پڑتا ہے۔

پھر صـ ۲۶ میں آخری دھو کر دیا۔ اور سفید جھوٹ بولا اور کہا ہے۔ اہلحدیث کو ہمیشہ حدیث کی تلاش اور محبت رہتی ہے اور ہونی بھی چاہیئے تاہم ان کو حفظ مراتب کا ہمیشہ خیال رہا۔ اس لیئے وہ قرآن کے سیاق پر حدیث کو مقدم نکرتے چنانچہ فخر المتاخرین حضرت شاہ ولی اللہ اہلحدیث کا طریق عمل

اذا وجد فی المسئلة قرآن ناطق لا یجوز التحول الی غیرہ و اذا کان القرآن محتملا لوجوہ فالسنۃ قاضیۃ علیہ (حجۃ اللہ البالغہ)	یوں بتلاتے ہیں کہ جب قرآن مجید کا حکم کسی مسئلہ میں صاف اور صریح ہو تو اس کے سوا کسی طرف رُخ کرنا کسی طرح جائز نہیں ہاں جب قرآن مجمل اور

ذو الوجوہ ہو تو جو تفسیر حدیث میں ہوگی وہ مقدم ہوگی اور یہی اہل حدیث کا مذہب ہے (خاکسار ہیچمدان کا بھی یہی مشرب ہے)۔

یا حضرت حافظ صاحب! اس مثال میں بھی مؤلف رسالہ امثلہ سابقہ کا معا

جھوٹ بولا ہے تمام محدثین و مفسرین کو اپنے اس فعل شنیع اور اصول قبیح کہ حدیث (جو اس کے یا اور کسی کے زعم فاسد میں مخالف سیاق ہو) لغت سے مقدم نہیں شریک کر لیا ہے اور ان پر یہ افترا کیا ہے۔ کسی محدث یا کسی مفسر بلکہ کسی مسلمان نے بجز معتزلہ (خذلہم اللہ تعالیٰ) یہ ملحدانہ اصول بیان نہیں کیا اور نہ کسی حدیث کو مخالف سیاق و شان نزول قرآن قرار دیکر اس کے مفسر قرآن ہونے سے انکار کیا ہے اور نہ ہی واقعہ میں کوئی حدیث صحیح سیاق و شان نزول قرآن کے مخالف ہوتی ہے۔ یہ بات وہی ملحد اور چھپا معتزلی تجویز کریگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لغت عرب سے (معاذ اللہ) جاہل یا مورد نزول قرآن سے ناواقف سمجھتا ہوگا۔ اور حدیث حوض کوثر تو سراسر لغت کے موافق اور مورد نزول کے عین مطابق ہے جس گستاخ نے آنحضرت کو ابتر کہا تھا حدیث حوض کوثر (جسمیں حوض کوثر کی کثرت ظروف کا بیان ہے اور اسمیں امت کثیرہ کا ورود حوض پر بیان ہوا ہے) اس گستاخ کا پورا رد و جواب ہے اور آیت کے معنے یہی ہیں کہ ہمنے تجھے (اے نبی حوض کوثر عطا کیا ہے جسپر میدان روز قیامت میں تیری امت وارد ہوگی جو بیٹیوں سے زیادہ تیری فرمانبردار ہوگی۔ جن کی وجہ سے تیرا نام قیامت تک قائم رہے گا اور تیرا دشمن ہی ابتر (بیچھا کٹا) ہو جائے گا۔

فرمایئے حافظ صاحب ان معنے سے حدیث حوض کوثر کے بعینہ وہی معنے ہو گئے جو مؤلف نے امت کثیرہ کے بنائے اور بیان کیئے ہیں یا کچھ کسر رہی ہے۔ مؤلف رسالہ کا حدیث حوض کوثر کو مخالف شان نزول قرار دیکر امت کثیرہ کو تفسیر قرار دینا معتزلہ کے سوائے کل مسلمانوں کا خلاف کرنا اور مسلمانوں کو جھوٹ بولکر دھوکہ دینا ہے یا کچھ اور۔

اسکا ایک ۲ دھوکہ اور ڈبل جھوٹ حضرت شاہ ولی اللہ کے قول سے استدلال ہے حضرت شاہ صاحب نے صاف کہا ہے کہ جب قرآن ذوالوجوہ ہو تو حدیث اسکا فیصلہ کرنے والی ہے مؤلف رسالہ نے بالکل اس قول کا خلاف کیا ہے آیت کوثر ذوالوجوہ ہے اسی وجہ سے علمائے اسلام نے اس کے معنے میں اختلاف کیا ہے جو پورا پورا اشاعۃ السنۃ جلد ۲۰ کے صفحہ ۲۲۱ میں اور کسی قدر مؤلف کے رسالہ آیات متشابہات کے صفحہ ۲۲ میں منقول ہے لہذا قول حضرت شاہ ولی اللہ کے بموجب اس اختلاف کا فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کوثر سے کرنا واجب تھا اور جو معنے حدیث حوض کوثر میں آنحضرت صلعم سے منقول ہیں انکو سب معانی لغویہ سے مقدم قرار دینا واجب تھا۔ مؤلف رسالہ نے اسکا خلاف کیا۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ کے قول کو جھوٹ بولکر اپنا گواہ بنالیا اور مصرع۔ چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ پر پورا عمل کر کے دکھایا حضرت حافظ صاحب آپنے ان باتوں کو ذرا بھر اور مطلق توجہ سے نہ سوچا اور رسالہ آیات متشابہات پر اس کے مغالطہ آمیز ایک آدھ فقرہ پر سرخی کا نشان لگا کر میرے پاس واپس کر کے یہہ جتایا ہے کہ وہ فقرات بتلاتے ہیں کہ وہ شخص حدیث کی تفسیر قرآن ہونے سے انکاری نہیں اور مصرع حفظت شیئا وغابت عنک اشیاء پر عمل کر کے دکھا دیا۔

افسوس !۔ افسوس !!۔ افسوس !!!۔ آپ کبھی کچھہ فہم و تدبر سے کام لیں اور اس کے ان فقرات والفاظ کو دیکھیں جنمیں اس نے صاف صاف کہا ہے کہ اس قسم (چہارم) کی احادیث قرآن کی تفسیر نہیں کرتی اور حدیث لغت سے مقدم نہیں کیا یہ حروف (ح۔ د ی ث۔ ت ف س ی ر۔ ن ہ ی ن ک ر ت ی و ہ ل غ ت س ی م ق د م ن ہ ی ں)

آپ کو اس رسالہ کے صفحہ ۲۳ وغیرہ میں نظر نہیں آتے۔ الحق۔ فرط حسن ظنی اور بے محل حسن اعتقاد اور ناجائز رضا نے آپکی آنکھ کو کلیلہ کر دیا۔ چنانچہ شاعر نے کہا ہے فعین الرضا الخ آپکے ثانی اثنین فاضل مذکور نے ایک خط اسی خاکسار میں لکھا ہے "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو شخص حدیث حوض کوثر کا مثبت ہو اور حوض کوثر ہونے کا قائل ہو اس کو کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ اس حدیث کا مفسر قرآن ہونا نہیں مانتا البتہ تفسیر کے دو معنے ہیں ایک تعیین مراد کہ کوثر سے مراد صرف حوض ہے نہ غیر یہ تو آپ بھی نہیں فرماتے جیسا کہ آرہ میں زبان مبارک سے سن چکا ہوں۔ دوسرا حوض کا فرد من افراد کوثر ہونا تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو شخص حوض کوثر کا قائل ہے وہ اسکے فرد من الافراد ہونے کا منکر کیونکر قرار پا سکتا ہے ہذا آخر کلامہ"۔

انکی خدمت میں میری طرف سے اس خط کا یہ جواب ہے کہ آپ کی آنکھ بھی فرط رضا و بے محل حسن ظن سے کلیلہ ہو رہی ہے۔ اس لیے آپ کو اس کا صریح کلام اور قول سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ کے علم میں اور فضیلت میں اور جودت طبع میں تو کچھ شک نہیں "ہر کہ شک آرد کافر گردد" مگر آپ کی نظر پر حسن ظنی نے پردہ ڈال رکھا ہے۔ یہ خاکسار اس شخص کے ابتداع و اعتزال کی وجہ سے اس پر سخط کی نگاہ رکھتا ہے لہذا مجھے اسکی کلام کے عجر و بجر خوب سوجھتے ہیں آپ مجھ سے سنیں اور سمجھ لیں علی الخبیر سقطت حضرات وہ شخص حدیث کوثر کے تمام مضمون کا مثبت نہیں۔ بلکہ کفرہ اہل کتاب کی مانند نؤمن ببعض و نکفر ببعض پر عمل کر کے صرف اس حدیث کے اس حصہ کو جس سے حوض کوثر کا وجود ثابت ہی مانتا ہے اور اسکو وجود کا قائل ہے ولیکن اس حدیث کے اس حصہ کا جس میں آنحضرت نے حوض کوثر کو تفسیر آیت کوثر قرار دیا ہے کھلے بند منکر ہے اور اس وجہ سے اس نے اس حدیث

کو رسالہ میں نقل کیا تو اسکے اس حصّہ کو اڑا دیا اور صاف چٹ کر گیا ہے اس کے رسالہ آیات متشابہات اور تفسیر عربی کو نظر غور سے دیکھنے والا یقین کریگا۔ کہ وہ وجود حوض کوثر کا تو قائل ہے مگر حدیث کوثر کی تفسیر قرآن ہونے کا منکر ہے۔ اسکی تفسیر عربی کی عبارت[*1] حاشیہ میں معہ شرح عربی خطوط وحدانی میں نقل کی جاتی ہے اس میں صرف وجود حوض کا اقرار ہے اور اسکی تفسیر آیت قرآن ہونے کی نفی ہے اور اس کے اخبار ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۳ کے حاشیہ میں بھی صرف اس کے وجود کا اعتراف اسنے کیا اور کہا ہے کہ حوض کوثر بھی ہے نہ حدیث کے مفسر قرآن ہونے کا اس کے اعتراف وجود حوض کو ہوسی فاضل مذکور کا یہ سمجھنا کہ وہ حدیث کوثر کو مانتا ہے سراسر بے سمجھی ہے جسکی وجہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں فعین الرضا الخ

ایک شبہ فاضل مذکور کا اور خاکسار کی نظر سے گذرا ہے جس کو انہوں نے ایک تحریر میں (جو حافظ محمد صدّیق صاحب مظفر پوری کے نام سے انہوں نے بھیجی تھی اور وہ ہمارے اور اسباب کے ساتھ ریل گاڑی میں تلف ہوئی) بیان کیا ہے اور بعض احباب کے خطوط میں آپکی طرف سے بھی وہ شبہ نظر سے گذرا کہ بعض احادیث

[*1] لیس فیہ انکار لحوض الکوثر ای لوجودہ ولذا لم یقل لحدیث الکوثر ولما کان الحدیث نصًا فی کونہ تفسیرًا لآیۃ الکوثر خص النفی بالانکار لوجود الحوض لا بالانکار بکون الحدیث مفسرًا لہ بل ھذا تفسیر للآیۃ (ای لیس حدیث الحوض تفسیرًا لہا) والحوض (ای وجودہ لا کونہ تفسیرًا للآیۃ) ثابت بالحدیث (ای لا بالقرآن لعدم دخول الحوض فی افراد الکوثر المذکور فی القرآن لفظًا وان کان مشمولًا لہ معنًی کما نص علیہ فی ص۳۳ من رسالۃ الآیات المتشابہات) وما فسر بہ الفاضل المذکور[*] قول المفسر الا کن ھذا تفسیر للآیۃ وادلہ بقولہ ای ھذا تفسیر للآیۃ بالآیۃ یجیبہ صویلح کلام المفسر فی الآیات المتشابہات ولا کن فہمہ یتوقف علے النظر بعین السخط۔

[*] یعنی عبد الرحیم آزادی۔

میں بعض آیات کی تفسیر خاص معنے سے ہوتی ہے - حالانکہ لفظ آیت عام ہوتا ہے جو غیر معنے مذکور کو بھی شامل ہوتا ہے - جیسے آیت واعدوا لہم ما استطعتم من قوة کی تفسیر ایک حدیث میں تیر اندازی سے ہوئی ہے جو اسمیں محدود نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض اُس شخص پر ہوسکتا ہے کہ جو الفاظ آیات کے عموم کو خصوص معانی احادیث میں محدود کردے - خاکسار تو یہ عتقاد رکھتا ہے اور فاضل مذکور کو بمقام آرہ زبانی کہہ چکا ہے اور نصیحت نامہ نمبر ۳ میں اور اس ضمیمہ دوستانہ میں تصریح کرچکا ہے کہ الفاظ عام آیات قرآن کے جسقدر معانی لغت کی شہادت سے ہوسکیں یعنے شرع ان معانی سے مانع نہ ہو کئے جاویں مگر جسقدر معانی الفاظ آیات حدیث صحیح میں آچکے ہوں وہ سب معانی سے مقدم کئے جاویں جیسے کلی مشکک کے بعض افراد اولے واقدم ہوتے ہیں -

یہ بات مؤلف رسالہ مذکور سے پہلے دن جب اُس کے ساتھ اسکی تفسیر کے متعلق میری گفتگو شروع ہوئی تھی لکھوالے گئے اور بطور اصول موضوعہ تسلیم کرا لئے تھے مگر وہ ظالم اخر اس مسلّمہ بات سے پھر گیا - حافظ صاحب آپکو بمقام آرہ اُس کی یہ تسلیم بھی دکھائی گئی تھی اور پھر اس سے اس کا پھر جانا بھی دکھایا گیا - اور کلی مشکک کی نظیر بھی سنائی گئی تھی مگر افسوس آپکے حافظے میں بہت فتور آگیا ہے جس کے آپ خود بھی شاکی و معترف بنے گئے ہیں - پھر آپ کا یا آپکے ثانی اثنین فاضل کا یہ اعتراض خاکسار پر کیونکر وارد ہوسکتا ہے -

یہ ہماری تیسری دلیل کا صغریٰ یہ ہے کہ مؤلف رسائل مذکورہ صحابہ و تابعین کو علم و فضیلت میں پچھلے زمانہ کے لوگوں سے بہتر نہیں جانتا اور اس وجہ سے ان اقوال کو گو اتفاقی ہوں حجت و لائق دست آویز نہیں سمجھتا اور انکے مقابلہ میں معتزلہ وغیرہ اہل بدعت کو علم و فضیلت میں بہتر

جاننا کہ انکے اقوال کو (گو انپر کتاب اللہ و حدیث سے صریح شہادت پائی نہ جاتی ہو۔ بلکہ صرف ان کا اجتہاد سراسر الحاد دلیل ہو) لائق دست آویز جانتا ہے اور ان سے بچنے کو تنگ دلی وہٹ دہرمی قرار دیتا ہے۔ اس صغری میں مؤلف پر دو الزام قائم کیے گئے ہیں۔

اول صحابہ و تابعین کے اقوال کو گو اتفاقی ہوں حجت نہ جانتا اور ان کو علم و فضل میں پچھلے زمانہ کے لوگوں سے بہتر نہ سمجھنا۔

دوسرا معتزلہ وغیرہ اہل بدعت کے اقوال کہ گو انپر قرآن و حدیث سے صریح شہادت و دلیل نہ ملی۔ لائق دستاویز جانتا اور ان سے بچنے کو تنگ دلی وہٹ دہرمی خیال کرنا۔ سو ان دونو الزاموں پر اس کے اقوال و عمل کی شہادت موجود ہے۔

اس کے اقوال کی شہادت

آیات متشابہات کے صفحہ ۲۶ فصل سوم میں وہ یہ سوال پیش کرتا ہے۔

قرآن مجید کون لوگ سمجھ سکتے ہیں

پھر اس کے جواب میں کہتا ہے کہ جو لوگ عربی زبان سے ماہر ہیں خواہ کسی قرن کے ہوں یا کسی زمانہ کے اور پھر صفحہ ۲۷ میں بزعم خود اسپر دو حدیثوں کی شہادت پیش کرتا ہے۔ اول یہ حدیث نبوی کہ میری امت کی مثال بارش کی ہے جسمیں تمیز نہیں ہو سکتی کہ اسکا پہلا حصہ اچھا ہے یا دوسرا دوسری یہ حدیث کہ قرآن کے عجائبات ختم نہیں ہوتے۔ پھر کہتا ہے کہ ان دو حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے معانی اور تفسیر کی کوئی حد نہیں ہر زمانہ کے لوگ اسکے عجائبات کو بقدر استعداد سمجھ سکتے ہیں۔

پھر صفحہ ۲۷ و ۲۸ میں صحابہ تابعین کا اختلاف تفسیر قرآن میں نقل کر کے

اس سے اُسنے یہ نتیجہ نکالا اور کہا ہے کہ زمانہ سلف میں کوئی شخص کسی کی رائے کا پابند نہ تھا۔ پھر کہا ہے کہ اسی بنا پر علمائے اصول نے امام شافعی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ کسی صحابی کی تقلید نہ کی جاوے پھر ائمہ حنفیہ سے اس کا خلاف نقل کیا۔ اور کہا ہے کہ جس امر میں عقل وقیاس کا دخل نہ ہو۔ اسمیں اصحاب کے بالاتفاق تقلید کی جاتی ہے اور جو قول ایسا نہ ہو اسمیں اختلاف ہے۔ پھر کہا ہے یہ اختلاف حنفیہ شافعیہ کا اس صورت میں ہے کہ صحابہ میں اس امر کی نسبت اختلاف نہ ہو ہو۔ ایک کا قول دوسرے کو پہنچا ہو اسنے قبول کر لیا ہو (کیونکہ اگر اختلاف ہے تو تقلید واجب نہیں اور اگر سکوت ہے تو پھر اجماع ہے اختلاف نہیں اس قول ائمہ حنفیہ کی نسبت مؤلف رسالہ نے اپنی رضا و تسلیم کو ظاہر نہیں کیا اور اُس کا کلام سابق ولاحق شاہد ہے کہ اسکے نزدیک صحابہ کا اتفاقی قول بھی حجت نہیں۔ وہ قرار داد تمام زمانہ صحابہ و تابعین کو واجب القبول نہیں سمجھتا۔ چنانچہ صفحہ ۲۹ میں کہتا ہے بعض بزرگوں کو حسن ظنی سے اسمیں غلطی لگی ہوئی ہے وہ احدیث کو پیش کرتے ہیں جس میں قرون ثلثہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین کی خیریت و فضیلت کی خبر ہے وہ کہتے ہیں کہ جب ان تینوں زمانوں کے لوگوں کی بہتری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دی ہے۔ تو تفسیر دانی بھی انہی پر ختم ہے۔ پھر اس کے جواب میں کہا ہے کہ خیریت و فضیلت اس زمانہ کی انکی نیک نیتی اور حسن اخلاق پر مبنی ہے۔ مگر علم و فضل اور شی (یعنے علم میں انکو متاخرین پر کوئی فضیلت نہیں) خلاصہ یہ کہ

قد اتفق عمل اصحابنا بالتقليد فيما لا يعقل بالقياس واختلف عملهم في غيره وهذا الاختلاف في كل ما ثبت عنهم من غير خلاف بينهم ومن غير ان يثبت ان ذلك بلغ غير قائله فسكت مسلما له (نور الانوار صـ ۲۱۷)

ہر زمانہ میں بپابندی اصول دین معنی قرآن و حدیث اور زبان عربی کے لحاظ سے ہر ایک عالم کا حق ہے کہ قرآن کو اپنے علم سے سمجھے خواہ پہلے لوگوں میں اسکا کوئی موافق ہو یا نہو (یعنے کوئی بھی موافق نہو اور وہ سب کے خلاف ہو کیونکہ کوئی نکرہ ہے جسپر نفی مسلط ہے لہذا اسکے معنے یہی ہیں جو بیان کیے گئے ہیں) مگر دلیل رکھتا ہو زبان عربی کے قواعد اور کسی آیت یا حدیث کے خلاف اسکی تفسیر یا توجیہ نہو (یہی معنے اسکے سابق قید پابندی قرآن و حدیث کے ہیں کہ جو تفسیر وہ کرے وہ کسی حدیث کے خلاف نہو اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ تفسیر حدیث سے موافق اور اس سے ماخوذ ہو لغت کے سامنے تو وہ حدیث تلاش کرنیکے ضرورت کو صاف طور پر مٹا چکا ہے چنانچہ دلیل اول و دوم کے صغرا کے ثبوت میں گذر چکا ہے اور ضمیمہ نامہ نمبر ۳ میں مفصل مرقوم ہے اور رسالہ کلام المبین میں بصفحہ ۱۵ وہ سوال کرتا ہے کہ کسی گمراہ شخص یا فرقہ کے کسی سچی اور مدلل بات کا تسلیم کرنا بھی جائز ہے یا نہیں پھر اسکے جواب میں کہتا ہے کہ بعض عوام نہیں بلکہ خواص تنگ دلی سے یہ کہا کرتے ہیں کہ چونکہ یہ قول فلاں معتزلی کا ہے اسلیے ہم اس کو غلط جانتے ہیں میرے خیال میں ایسے خیالات نقل اور عقل کے صریح خلاف ہیں۔ قرآن و حدیث ایسے خیالات کو رد کرتا ہے پھر ایک آیت اور دو حدیثیں اور خاکسار کا عمل (مسٹر ملنٹ کے صحیح بابت قبول کرنا) نقل کرکے سر سید کے ایک ہم خیال شاعر حالی کے اشعار ذیل کو نقل کیا اور اپنی چھپی نیچریت کا ثبوت دیا ہے ؎

ہمیں* واعظوں نے یہ تعلیم دی ہے ۰۰ کہ جو کام دینی ہے یا دنیوی
مخالف کی ریس اس میں اچھی نہیں ہے ۰۰ نشان غیرت دین حق کا یہی ہے

* ان اشعار میں مغالطہ سے کام لیا گیا ہے کسی واعظ حقانی نے یہ تعلیم نہیں دی کہ مخالف کی دنیوی بات (جو حق اور مفید ہو اور اسلام کے مخالف نہو) بھی نہ لیجائے اور دین کو رات کہا جاوے مضمون جوتے کے متعلق احکام اسلام سے سوال و جواب ایڈ میں ملاحظہ ہو۔

نہ ٹھیک اس کی ہرگز کوئی بات سمجھو ٭ جو دن کو کہے دن تو تم رات سمجھو ٭
پھر کہاہے کہ واقعی یہ بڑی بے ڈھب ہٹ ہے کہ کسی بُری شخص یا قوم
کی سچی بات کو بھی قبول نہ کرنا گو کیسی مدّلل یا مبرہن ہو"
حافظ صاحب معتزلہ وغیرہ گمراہوں کی پیروی کا اقبال تو اس کلام میں
صریح پایا جاتا ہے۔ **آئمیں** جو مدلل و مبرہن کی قید ہے اس سے جو شبہ
آپکو پیدا ہوگا۔ اس کا جواب بجواب شبہ آپ کے ثانی اثنین کے عنقریب ادا ہوگا
اور جو اس نے قرآن وحدیث وکلام خاکسار سے استدلال کیا ہے
یہہ دوسرا امر ہے جس کا جواب بیان اثبات صغریٰ میں میرے ذمہ نہیں اور
اگر آپ اس استدلال کو صحیح سمجھیں تو اس کا جواب آپ اپیل فیصلہ آرہ میں ملاحظہ
فرماسکتے ہیں ان تصریحات واقوال سے یہ تو ثابت ہوا کہ وہ اقوال معتزلہ
کی پیروی کو جائز جانتا ہے اور اس سے بچنے کو بُرا سمجھتا ہے۔ اب رہا یہ امر
کہ بصورت مخالفت ان اقوال کے اقوال صحابہ وتابعین سے ان اقوال کی
پیروی والتزام سے باز نہیں آتا۔ سو یہ اسکے عمل سے ثابت ہوتا ہے۔

اُسکے عمل کی شہادت

تفسیر میں آسنے بعض آیات کی تفسیر میں اقوال سلف صحابہ تابعین کو چھوڑکر
بتقلید سرسید جاحظ ابومسلم وجبّائی کی پیروی کی ہے اس کو تحریرًا وتقریرًا صحیح
سمجھا یا اور بتایا گیا ہے کہ یہ اقوال معتزلہ اجماع سلف صالحین صحابہ وتابعین
کے خلاف ہیں اور قرآن حدیث سے اُس کا کوئی مستند نہیں صرف ان ملحدوں کا
انتہا درسر الحاد انکا مستند ہے پھر بھی وہ انکی پیروی نہیں چھوڑتا اور اسپر
اصرار کے ساتھہ قائم ہے۔ اسکی شہادت میں خاکسار **دو مثالیں** پیش کرتا ہی

جو خاکسار نے بشمول دیگر امثلہ بذریعہ تحریر آپکے پاس بھیجی ہوئی ہیں۔ اور آپنے صفحہ بھی اپنے فیصلہ میں ان مثالوں میں آپکو ملزم ٹھہرایا ہوا ہے۔

مثال اول تفسیر آیت طیور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہے جسمیں وہ تمام صحابہ تابعین وغیرہ مفسرین کو چھوڑ کر ابو مسلم جاحظ معتزلی کے قول پر جا ہوا ہے

مثال دوم تفسیر رزق مریم علیہا السلام کی ہے۔ جس میں وہ عام مفسرین کے برخلاف جبائی معتزلہ کے قول کا ملتزم ہے۔ تفسیر کبیر جلد دوم کا صفحہ ۱۹۷ صفحہ ۶۶۰ و تفسیر سرسیّد بھی ملاحظہ ہو۔ جسمیں اس تفسیر کو معتزلہ کا قول قرار دیا ہے آپکے **ثانی اثنین فاضل** رحیم آبادی نے تحریر نامز د حافظ محمد صدّیق میں یہ شبہ ظاہر کیا ہے۔ کہ مؤلف رسائل مذکورہ نے معتزلہ کے دلائل و مبرہن باتوں کو قبول کرنا جائز رکھا ہے جیسا کہ آپ بھی مسٹر بلنٹ کی صحیح بات کو قبول کر کے اس امر کو جائز کر چکے ہیں۔ پھر انہیں اور آپ میں کیا فرق رہا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خاکسار کے نزدیک مدلل وہ بات ہے جو قرآن حدیث سے مدلل ہو۔ ولہذا جو بات مطابق قرآن حدیث ایک کافر کے منہ سے نکلے گی۔ چہ جائے معتزلہ وہ قبول کی جاوے گی۔ اور مؤلف رسالہ مذکورہ کے نزدیک دلیل اس معنے لغوی کو بھی شامل ہے جو صحابہ و تابعین و غیرہم سلف صالحین کے برخلاف ہوں۔ لہذا جو بات کسی معتزلی کی لغت سے مطابق ہو گو قرآن و حدیث میں اس کا کوئی مستند نہ پایا جاتا ہو۔ اور وہ قرارداد صحابہ و تابعین کے صریح برخلاف ہو۔ مؤلف رسالہ مذکور کے نزدیک وہ بھی مدلل کہلاتی ہے۔ اور خاکسار کے نزدیک وہ مدلل نہیں بلکہ مخالفت اتفاق سلف کی وجہ سے مخالف دلیل ہے جیسے تفسیر آیت طیور ابراہیم و تفسیر آیت رزق مریم فتشابہ بینہما۔

جناب حافظ صاحب خاکسار نے آپکی خاطر اسکی عبارات رسائل کی وجہ دلالت

آپنے مدعا پر بیان کردی ہے۔ آپ ان وجوہات کے جواب میں یہی لاالسلم کہینگے۔ تو پھر بجز دعا اس کا جواب و علاج نہیں۔ ہاں آپ صاحب یا کوئی اور مدلل بات کہینگے اور دلیل سے کام لینگے تو اسپر ریویو کرنے کو حاضر ہوں فصل من مبارز یبرز فی المیدان ولا یستتر استتارۃ النسوان۔

الراقم آپکا مخلص دوست محمد حسین عفی عنہ

نوٹ۔ اس خط کے بعد مناسب تو یہ تھا کہ اپیل فیصلہ آرہ درج رسالہ کیا جاتا۔ چنانچہ صفحہ ۷۵ نمبر ۲ میں وعدہ کیا گیا تھا۔ مگر دو وجہ سے اسکا درج کرنا ملتوی کیا گیا۔ وجہ اول یہ کہ اس کے اندراج سے مضمون بحث امامت کو اس جلد میں درج کرنے کی گنجایش نرہتی اور اس سے مولوی عبد الجبار اور انکے غالی پیروان کی ہدایت و فہمایش فوت ہو جاتی اور جو ضرر ان کے غلو سے جماعت اہلحدیث میں پھیلتا جاتا ہے۔ اسکے علاج میں بہت دیر ہو جاتی۔

دوسری وجہ یہ کہ اپیل فیصلہ آرہ کے اکثر مطالب نصیحت نامہ نمبر ۳ و ۴۔ اور خط بنام حافظ صاحب میں آگئے ہیں۔ لہذا ظن غالب ہے کہ ان مضامین کو پڑھکر مصنفین فیصلہ آرہ اپنی خطا کو مان جاینگے اور اپنے فیصلہ سے رجوع کر لینگے انشاء اللہ تعالے۔ ایسا نہو تو پھر اس اپیل کو درج رسالہ کیا جائیگا۔ انشاء اللہ تعالے۔

ناظرین عموماً اور مولوی عبد الجبار صاحب کے معتقدین۔ اور حامی خصوصاً حوصلہ اور فراخ دلی سے اس مضمون بحث امامت کو پڑھیں۔ اور داد انصاف دیں۔ اور جوشش بیجا و حمیت جاہلیت ناروا عمل میں نہ لاویں۔

تتمۂ مضمون

"اہل حدیث میں جعلی پیری و مریدی"

آپ (مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی) کی امامت پر بحث

تمہید

اِس مضمون کے بتیس صفحہ مضمون میں اصلی و جعلی پیری و مریدی کی حقیقت بیان کر کے صرف چار صفحہ میں مولوی صاحب مذکور سے چند سوالات کیے تھے جن میں کچھ نصائح تھیں کچھ استفسارات اون سوا نہ کوئی مولوی صاحب پر اعتراض تھا۔ نہ اُن پر کوئی فتوےٰ لگایا گیا تھا۔ مولوی صاحب نے اُن سوالات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اون کے دو تین غالی و عامی مریدوں نے شور و غل مچایا اور جوش ظاہر کیا اور ایک غالی شاگرد مولوی صاحب* نے جو بالواسطہ ہمارا بھی شاگرد ہے۔ اس مضمون کے جواب میں قلم بھی اوٹھایا۔ مگر جو کچھ اوس نے لکھا اوسکو خود مولوی عبد الجبار صاحب نے ناپسند کیا اور ناقص اور غیر کامل کہکر شاگرد کے کیے کرائے پر پانی پھیر دیا جس کی تشریح ہم دوسرے مضمون میں کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ اِس بحثِ امامت میں بھی مولوی صاحب کے عمل و نیت پر کوئی حملہ اور آپ پر کوئی قطعی فتویٰ لگانا ہمارا مقصود نہیں بلکہ بیان حقیقت امامت اور اس کے متعلق عموماً امرا رث کی ہدایت اور نصیحت اور مولوی صاحب کی حمایت اور سوءظنی سے ان کی برائت ہمارا مقصود ہے کوئی غالی پیرو یا مرید مولویصاحب اسکو بھی حملہ اور اعتراض سمجھے اور اس کے جواب کے درپے ہو جائے تو اس کی ہمیں کوئی پروا نہیں۔

سیالکوٹ سے ایک مخلص فریقین و رکن جماعت اہلحدیث نے بذریعہ خط (جو مولوی صاحب کو بھی دکھایا

---

* اس سے مراد مولوی ... پنجابی مقیم بنگلور ہیں جو حافظ عبد المنان صاحب وزیرآبادی کے شاگرد ہیں اور حافظ صاحب خاکسار کے حدیث میں شاگرد ہیں۔ ... اہلحدیث ... [illegible]

گیا تھا) یہ سوال کیا کہ اس بحث امامت کے چھیڑنے سے آپکا مقصود کیا ہے۔ اور فرقہ اہلحدیث کی طرف سے آپکا جوابدہ ہونا کیا معنے رکھتا ہے (شاید اخبار اہلحدیث میں شوخ امرتسری کا یہ اعتراض کر کسیکے عمل کا جواب دہ تو نبی بھی نہیں ہوتا) اسکی نظر سے گذرا ہوگا۔

اس کا جواب مخلص دوست کو یہی دیا گیا ہے کہ وہ مقصود صرف مولوی صاحب کی حمایت ہے اور اس بدگمانی اور بیجا الزام واتہام سے کہ "ان کو بھی کرشن قادیان مرزا غلام احمد خان کی مانند امام زمانہ ہونے اور مسلمانوں کا پولٹیکل سردار بن جانے کا دعویٰ ہے" ان کی برات اور فرقہ اہلحدیث کی طرف سے خاکسار کے جوابدہ ہونے کے یہی معنے ہیں کہ اس دنیا میں گورنمنٹ حضور میں (نہ قیامت کے دن خدا تعالےٰ کی جناب میں) اس امر کا اظہار کردوں کہ اہلحدیث پنجاب وہندوستان سے جسکی طرف سے خاکسار کا ایڈوکیٹ (وکیل) ہونا گورنمنٹ نے تسلیم کیا ہوا ہے اور سرکاری کاغذات میں اسکی شہادت اور تصدیق موجود ہے۔ ایسا شخص کوئی نہیں جس کو مسلمانوں کی پولٹیکل سرداری کا دعویٰ ہو۔ بلکہ مسلمانان پنجاب وہندوستان کے کسی فرقہ اسلامی شیعہ وسنی میں یہ خیال خام جا گزین نہیں ہوا۔

ہاں خیالی سلطان بے لشکر وسامان مرزا غلام احمد کرشن قادیان کے دعاوی مسیحائیت مہدویت وامامت میں دعویٰ پولٹیکل سرداری کی جھلک ضرور پائی جاتی ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے اصول و اعتقاد میں (جو نزول مسیح وآمد مہدی کے قائل ومنتظر ہیں) مسیح ومہدی مسلمانوں کے پولٹیکل سردار بھی ہونگے جیسے کہ مذہبی روحانی پیشوا بھی ہونگے۔ لہذا دعویٰ مسیحائیت ومہدویت دعویٰ پولٹیکل سرداری کا متضمن ہے اور ان ہر دو دعووں میں ایسا لزوم پایا جاتا ہے جیسا کہ کل کو جزو سے ہوتا ہے یا لازم کو ملزوم سے ہر چند کرشن جی مہاراج نے اس دعویٰ کو چھپانے کے لیے اسپر ایک رنگین پردہ ڈالا ہوا ہے اور یہ بھی کہہ رکھا ہے کہ میں خونی مہدی اور اس کے ساتھ کا مسیح نہیں ہوں۔ میں لڑنے مارنے کو جو پولٹیکل سرداروں سے وقوع میں آجاتا ہے نہیں آیا بلکہ لڑائیوں اور جہاد کو مٹانے اور امن کو حرام ٹھہرانے کے لیے آیا ہوں۔ مگر رسالہ ضرورۃ الامام میں اسکا امام زمانہ ہونے کا

دعوی کرنا اور اسپر اشتمال حدیث من لم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ یعنی جس شخص نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا اور اس کی بیعت و اطاعت کو اختیار نہ کیا وہ کفار کی موت مرا سے استدلال کرنا اس زنگارنہ پردہ کو اٹھا رہا اور صاف طور پر بتا رہا ہے کہ کرشن جی کو پولیٹکل سرداری کا بھی دعوی ہے جو ایک نہ ایک دن جلوہ پذیر ہوگا۔ کیونکہ وہ احادیث باتفاق امت محمدیہ محدثین وفقہا و متکلمین مسلمانوں کے پولٹیکل سردار کی اطاعت کی بابت ہیں نہ صرف مذہبی مقتدا یا باطنی رہنما یا علوم دینی کے معلم و پیشوا کی اطاعت کی نسبت (کتب حدیث سے صحیح مسلم وغیرہ اور کتب کلام سے شرح عقائد ملاحظہ ہو) کرشن جی کے پیروان سے نہ صرف خواص و علماء اُن کو امام وقت اور امام العصر جانتے اور کہتے ہیں بلکہ عوام جہلا اور اُن کی عورتیں بھی اُن کو امام زمانہ کہتی رہیں اور بیاہ شادیوں میں جو پنجابی گیت گاتی ہیں اُس میں اُن کو امام زمانہ کہکر اُن کا نام لیتی ہیں یہ خیال اسی طرح قائم رہا اور عموماً پختہ ہوگیا تو اس سے مسلمانوں اور گورنمنٹ دونوں کو یکساں نقصان کا خوف ہے اور جو کچھ مہدی سوڈان اور دیگر مدعیان مہدویت سے ظہور میں آیا ہے اُس سے ظہور میں آئیگا۔

گورنمنٹ اس سے غافل نرہے اور اس زنگاری پردہ سے دھوکہ نہ کھائے یہ بات بارہا گورنمنٹ کو جتائی گئی ہے اور امید ہے کہ گورنمنٹ کے نوٹس میں آئی ہوگی۔ اس بحث میں یہ ظاہر کیا جائے گا کہ مولوی عبد الجبار صاحب کو جو امام کہا جاتا ہے تو اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ تمام زمانہ کے امام ہیں اور نہ پولٹیکل سرداری کا خود دعوی رکھتے ہیں جو لوگ اُن کو ایسا سمجھتے* ہیں اُن سے ہرگز اُس نقصان کا اندیشہ نہیں ہے جو کرشن قادیان کی امامت سے اندیشہ ہے۔

تمہید ختم ہوئی اب بحث امامت شروع ہوتی ہے

*والامام ما ائتم بہ من رئیس وغیرہ والخیط یمد علے البناء فیبتنی والطریق وقیم الامر المصلح	امام عربی زبان میں ہر ایسے شخص یا چیز کو کہتے ہیں جس کی کوئی پیروی کرتا ہے اور اس کو کسی کام پر

۹ والقرآن والنبی (قاموس بمبئی ص۱۴)

رہنما بنانے رئیس قوم ہو یا کوئی اور جو ڈورا معمار دیوار پر لٹکا کر اس کا سیدھا ہونا دیکھتا ہے وہ بھی امام کہلاتا ہے راستہ کو جس پر لوگ چلیں امام کہا جاتا ہے ہر ایک قوم کا ریفارمر مصلح اور قرآن مجید اور نبی امام کہلاتے ہیں یہ قاموس میں ہے۔

الامام الطریق لانه یؤم فیه للسلوک وانهما لبامام مبین۔ ای طریق واضح والنبی والکتاب منه واحصاه فی امام مبین۔ (مجمع البحار ص۱ جلد ۱)

اور مجمع البحار میں ہے کہ راستہ کو اس واسطے امام کہتے ہیں کہ لوگ چلتے وقت اسکے پیرو ہوتے ہیں اسی محاورہ سے حضرت شعیبؑ اور حضرت لوطؑ کی بستیوں کو امام مبین پر کہا گیا ہے اور نبی اور کتاب کو بھی اسی محاورہ سے امام کہا گیا ہے اسی محاورہ سے لوح محفوظ کو امام مبین کہا گیا ہے۔ اسی محاورہ و لغت کے مطابق قرآن مجید میں سرداران مکہ کو ائمۃ الکفر کہا ہے

فقاتلوا ائمة الکفر (توبه ع۲)

وجعلناهم ائمة یدعون الی النار (القصص ع۴)

یقدم قومه یوم القیمة فاوردهم النار (هود ع۸)

وجعلناهم ائمة یهدون بامرنا (الانبیاء رکوع ۵)

وجعلناهم ائمة یهدون بامرنا (سجده ع۳)

یوم ندعوا کل اناس بامامهم (بنی اسرائیل رکوع ۸)

اور قوم فرعون کے سرداروں کو آگ کیطرف بلانے (امام) کہا گیا ہے۔ اور خود فرعون کو قوم کے آگے چلنے والا (یعنی امام) کہا گیا ہے۔

اور حضرت ابراہیم و یعقوب و اسحٰق و موسٰے علیہم السلام کو ہدایت کے امام قرار دیا ہے اور بنی اسرائیل کے ہادیوں کو امام فرمایا ہے اور ہر ایک متبوع کو (نیکی میں اس کی پیروی ہو خواہ بدی میں) امام کہکر فرمایا ہے کہ ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے نام سے پکاریں گے

عن ابی هریرة رضی قال رسول الله صلے الله علیه وسلم فی تفسیر قوله تعالیٰ یوم ندعوا کل

حدیث نبوی میں اس آیت کی تفسیر یہ آئی ہے کہ (قیامت کے دن) ایک آدمی کو بلایا جائے گا اور

اناس بامامهم يدعى احدهم فيعطى كتابه بيمينه ويمد له في جسمه ستون ذراعا ويبيض وجهه ويجعل على راسه تاج من لؤلؤ يتلألأ فينطلق الى اصحابه الذين كانوا يجتمعون اليه فيرونه من بعيد فيقولون اللهم ائتنا بهذا فياتيهم فيقول ابشروا لكل رجل منكم مثل هذا المتبوع على الهدى واما الكافر فيعطى كتابه بشماله ويسود وجهه ويمد له في جسمه ستون ذراعا ويلبس تاج من نار فاذا رأوه اصحابه يقولون نعوذ بالله من شر هذا اللهم لا تاتنا به فياتيهم فيقولون اللهم اخره فيقول ابعدكم الله لكل رجل منكم مثل هذا اخرجه الترمذي (تيسير الوصول صفحہ ۹۶)

اس کے داہنے ہاتھ میں اوس نامہ اعمال دیا جائیگا اور اس کا قد (زیادہ نعمت دینے کو) ساٹھ گز دراز کیا جائیگا اور اسکا چہرہ نورانی اور اس کے سر پہ موتیوں کا تاج رکھا جائیگا جو چمکتا ہوگا پھر وہ اپنے صحبتیوں کیطرف جو اس کے پاس (ہدایت لینے کو) اکٹھے ہوا کرتے تھے چلیگا جب وہ اس کو دور ہی سے دیکھینگے تو کہینگے اے خدا جلد اس کو ہمارے پاس پہنچا وہ انکے پاس آجائیگا تو خدا تعالےٰ فرمائیگا تم سب کے لیے یہی انعام ہے جو اس ہدایت کے پیشوا کے لیے ہے اور کافر کو نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور اس کا منہ کالا کیا جائیگا اور اس کے جسم کو بھی (زیادہ عذاب دینے کے لیے) ساٹھ گز دراز کیا جائیگا اور وہ آگ کی ٹوپی پہنایا جائیگا پھر جب اس کے صحبتی اس کو دیکھینگے تو یہ کہیں گے کہ اسکی برائی سے خدا کی پناہ اے اللہ اسے ہمارے پاس نہ لائیو۔ پھر وہ انکے پاس آجائیگا تو وہ کہینگے اے خدا اسے ہم سے دور کر دے پھر وہ کہیگا خدا تم کو دور کرے تم میں سے ہر ایک کیلئے یہی ذلت و عذاب ہے۔ آپس لغوی معنی اور محاورہ کے رو سے دنیا میں ہر ایک شخص کو (مومن ہو خواہ کافر) جس کا کسی امر حق یا باطل میں کوئی ایک بھی پیرو ہو امام کہا جاسکتا ہے اور اس لقب کا خصوصیت کے ساتھ کوئی خاص شخص مستحق نہیں ہوتا اور نہ یہ لقب وصف مدح یا کمال ہو سکتا ہے بجز اس حالت کے کہ جس امر میں اس کی پیروی کی گئی ہو وہ امر حق اور وصف کمال لائق مدح ہو اس صورت میں گو یہ لقب وصف مدح یا کمال ہو سکتا ہے۔ مگر حقانی اشخاص سے کوئی خاص شخص اس لقب سے مخصوص

نہیں ہوسکتا بلکہ ہر ایک حقانی کو امام کہا جاسکتا ہے کیونکہ اس معنی لغوی امامت سے کوئی حقانی شخص خالی نہیں ہوتا۔ اس لغوی معنی کی نظر سے کوئی حقانی شخص دعوی امامت کرے یا اس کے پیرو اس کے مطلق یا عام امام ہونے کا دعویٰ کریں تو یہ دعویٰ محض تحکم (دھینگا دھینگی) ہے۔

یہ لغوی معنے لفظ امام کی تشریح اور اس کے حکم کا بیان ہے۔ اب اس کے اصطلاحی معنی اور حکم سنو شرعی اصطلاح میں لفظ امام دو معنی میں استعمال کیا جاتا ہے ایک امام امامت کبری دوسرا امام امامت صغریٰ۔

> باب الامامۃ ۔ ھی صغری وکبری فالکبری استحقاق تصرف عام علی الانام وتحقیقہ فی علم الکلام ونصبہ اھم الواجبات حتی قدموہ علی دفن صاحب المعجزات ویشترط کونہ مسلماً حراً عاقلاً قادراً قرشیاً۔ والصغری ربط صلوۃ المؤتم بالامام بشروط (در المختار ص)

کتاب رد المختار میں ہے امامت (دو قسم ہے) صغریٰ اور کبریٰ۔ کبریٰ لوگوں پر عام تصرف کے استحقاق کا نام ہے جس کی تحقیق علم کلام میں ہے اور ایسے امام کا (حتی الوسع اور تا بمقدور) مقرر کرنا اہم واجبات سے ہے یہاں تک کہ صحابہ نبوی نے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن پر مقدم کیا ایسے امام کے لیے شرط ہے کہ وہ مسلمان ہو (کافر نہو) حر (آزاد) ہو (غلام نہو) مرد ہو (عورت نہ ہو) عاقل ہو (دیوانہ یا مخبوط الحواس نہ ہو) قادر ہو (عاجز بے مقدرت نہو) قریشی ہو (غیر قریش نہو)۔ امامت صغری مقتدی کا نماز میں پیش امام سے مربوط ہونے کا نام ہے ان شروط سے (جو کتب فقہ میں مذکور ہیں)۔ امامت کبرے کے امام کو خلیفۃ المسلمین بھی کہتے ہیں اور اس کے شروط کی تفصیل کتب کلامیہ سے ہمارے رسالہ اقتصاد فی مسائل الجہاد اور اس سے پہلے نمبر ۱ جلد ۱۶ اور نمبر ۱ جلد ۱۲ میں ایسی ہو چکی ہے کہ ان رسائل کو دیکھ کر کسی کتاب علم کلام کی طرف مراجعت کی حاجت باقی نہیں رہتی ایسا خلیفۃ المسلمین تمام روئے زمین کے مسلمانوں کا ایک قریشی نسل ہونا چاہیے اور یہ جائز نہیں ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا خلیفہ اور ہو افغانستان اور عربستان یا ترکستان کا اور ایران کا اور ہو ایسے مختلف اقطاع کے

خلیفہ روئے زمین کے مسلمانوں کے امام نہیں کہلا سکتے ہاں اپنے اپنے حدود سلطنت اور نیز
ماتحت مسلمانوں کے خلیفہ و امیر کہلا سکتے ہیں اور ان کے ماتحت مسلمانوں پر اُن کی خلافت
کی تسلیم اور اطاعت واجب ہے غیر علاقہ کے مسلمانوں پر انکی خلافت کی تسلیم و اطاعت واجب
نہیں ہوتی۔

بعض **جاہل اخبار نویس** جو مسائل اصول و فروع سے محض بے خبر و ناآشنا
ہیں بعض سلاطین اسلام کو روئے زمین کے مسلمانوں کا خلیفہ قرار دیتے ہیں انکی غلطی ہم اشاعۃ
السنہ کے نمبر ہائے مذکورہ میں بیان کر چکے ہیں اور نمبر ۲ صفحہ ۴۷ جلد ۶ میں ہم نے بیان کی تائید
میں انہیں کی ہمعصر وہم خیال بھائیوں (ایڈیٹر مظہر العجائب مدراس و ایڈیٹر نیر اعظم مراد آباد اور
سید اکبر حسین صاحب مصنف علی گڈھ مترجم فیوچر اوف اسلام مولفہ مسٹر بلنٹ کے اقوال نقل کر چکے
ہیں اور نمبر ۴ جلد ۱۸ کے صفحہ ۹۹ و ۱۰۰ میں بیان کر چکے ہیں کہ وہ سلاطین اسلام و سلاطین
عظام اپنے اپنے حدود سلطنت میں خلیفۃ المسلمین و امیر المومنین و واجب التسلیم ہیں جن کی اطاعت
مذہبی اور پولیٹیکل دونوں قسم کے امور میں اُن کے ماتحت مسلمانوں پر واجب ہے غیر علاقہ کے
مسلمانوں کو ان سے کوئی پولیٹیکل تعلق نہیں ہے اُن کو وہ تعلق اپنے ہی ملک کے بادشاہ سے
ہے (گو وہ بادشاہ غیر اسلامی کیوں نہ ہو) ان اخبار نویسوں کا ان سلاطین کو روئے زمین کا خلیفۃ
المسلمین او امیر المومنین کہنا ایسا ہے جیسا ان کا اتفاقی حرام سود قرض کو جائز بلکہ واجب العمل
کہنا ہے اور اتفاقی فرائض و ارکان اسلام پنجگانہ نماز بزبان عربی اور اتفاقی احکام اسلام توریث و پردہ
شرعی کے برخلاف مضامین مشتہر کرنا اور اپنے اخباروں میں تصاویر چھاپنا اور اُن کی فروخت کے
اشتہار دینا اور قمار و لاٹریوں کے اشتہار اور جھوٹے تجارتی اشتہار درج اخبارات کرنا اور علوم دینی
اور اُن کے خوادم علوم سے محض جاہل ہو کر مفسر قرآن بن بیٹھنا اور اپنی رائے نا سزا و اجتہاد
ناروا سے تفسیر القرآن درج اخبارات کرنا ان دلیروں نے دین کو بازیچۂ طفلاں بنا رکھا
ہے اور ان کی یہ دلیری قیامت کبری کی ایک علامت اور حدیث وسد الامر الی غیر اھلہ کا مصداق

یہ دو معنی لفظ امام کے ۔ امام نماز ۔ امام خلافت و امامت کبریٰ شرعی اصطلاح کے مطابق ہیں۔
ایک معنے امام کے علمی اصطلاح ہر فن کے مطابق اور ہیں اور وہ یہ ہیں کہ کوئی شخص علم دینی (مثلاً
حدیث یا فقہ یا اصول یا قرأت وغیرہ) میں یا کسی فن دنیاوی (شعر یا انشاء پردازی یا طب وغیرہ)
میں درجہ اجتہاد رکھتا ہو اور اسمیں مہارت تامہ و ملکہ کاملہ رکھنے کے سبب وہ اس علم و فن کو لوگوں
کا پیشوا مانا جاتا ہو (جیسے امام ابوحنیفہؒ و شافعیؒ جو فقہ میں امام تسلیم کیے گئے ہیں اور امام بخاریؒ
و مسلمؒ جو فقہ و حدیث میں امام ہیں اور سیبویہ و اخفش جو نحو میں امام ہیں وعلی ہذا القیاس) امام
ابوحنیفہ و شافعیؒ کا فقہ میں امام ہونا تمام اسلامی دُنیا نے اسلیے مان لیا ہے کہ ان ائمہ نے فقہ
و استنباط کے اصول و قواعد بنائے اور اُن قواعد کے مطابق صدہا احکام نصوص سے استنباط کیے
امام بخاری و مسلم کا حدیث میں امام ہونا اسوجہ سے مسلّم ہے کہ اُنھوں نے حدیث کی تصحیح و تنقید
کے اصول بنائے اور اُن قواعد کے مطابق لاکھوں احادیث میں چھان بین کر کے احادیث صحیحہ
کو ضعاف سے الگ کر دیا حدیث کے متن و اسناد متعلق پینسٹھ علوم ہیں جو امام ابن الصلاح نے کتاب علوم الحدیث
مشہور بمقدمہ ابن الصلاح میں بیان کیے ہیں از انجملہ بائیسواں علم قلب الاسانید (حدیث کی راویوں
میں تبدیلی کر دینا) ہے مثلاً جو حدیث زید سے مروی ہو اُس کو عمر کی حدیث بنا دینا۔ امام ابوحنیفہ
و امام شافعی کا فقہ و اجتہاد میں امام ہونا محتاج بیان نہیں ہے اہل علم سے کون نہیں جانتا اور نہیں
مانتا کہ یہ امام مقنّن قواعد فقہ و استنباط ہیں اور ان کے بعد جو فقیہ امام ہوئے وہ ان کے ہی قواعد
کی تنقید یا تحقیق یا تقلید سے امام ہوئے ہیں امام شافعی نے کمال انصاف سے کہا ہے کہ لوگ (یعنی
جو امام ابوحنیفہؒ کے بعد ہوئے) فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے عیال تھے اس قول امام شافعیؒ
کو نہ صرف حنفی علماء صاحب درمختار وغیرہ نے نقل کیا ہے بلکہ ائمہ شافعی مذہب مثل ابن حجر
مکی وغیرہ نے قلائد العقیان وغیرہ میں نقل کیا ہے امام بخاریؒ کا فقہ میں امام ہونا اُن کے تراجم کتاب
جامع صحیح سے ثابت ہوتا ہے اسی نظر سے کہا گیا ہے **فقہ البخاری فی تراجمہ** اور حدیث یا علم الاسناد

میں امام ہونا اسوقت ... [illegible] ... مقدمہ ابن الصلاح کے ... [illegible] ... میں ... [illegible]

شرح نخبۃ الفکر کے صفحہ ۴۷ میں منقول ہے کہ امام بخاری بغداد میں پہنچے تو وہاں کے اہلحدیث نے اُن کا امتحان کرنا چاہا ایک سو حدیث کے راویوں اور متون میں تبدیلی کرکے دس اشخاص کے حوالے کر دیا ان دس اشخاص نے نوبت بنوبت امام بخاری سے پوچھنا شروع کیا کہ فلاں حدیث جو فلاں راوی سے مروی ہے اس کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں آپ ہر ایک جواب میں یہی کہتے گئے لا اعرفہ (یعنے میں اس حدیث کو اس طور پر مروی نہیں جانتا) اس جواب سے امام بخاری رحمۃ کے سمجھدار اہلحدیث تو سمجھ گئے کہ یہ شخص واقف و ماہر حدیث ہو کر بے ٹھکانہ حدیث کو تسلیم نہیں کرتا اور ناداں یہ سمجھے کہ وہ کچھ نہیں جانتا تب ہی لا اعرفہ کہتا ہے۔

جب سب کے سب سوال کر چکے تو امام بخاری ہر ایک سائل کے جواب میں بولے کہ تمہاری فلاں حدیث یوں نہیں (جیسی تم نے بیان کی ہے) بلکہ یہ حدیث فلاں فلاں راوی سے مروی ہے یہانتک کہ سب کی احادیث کا پتہ اور ٹھکانا بتادیا۔ تب سب اُنکی فضیلت و امامت کے معترف ہو گئے وعلیٰ ہذا القیاس ہر ایک مسلّم امام کی امامت اُن کے شہرۂ آفاق کارناموں سے ثابت و مسلّم ہے۔ اِس معنے اصطلاح علمی و معنٰی ثانی اصطلاح شرعی کے روسے جو لوگ امام کہلاتے ہیں اُن کی عظمت و وقعت امام بمعنے اول اصطلاح شرعی یعنے خلیفہ و سلطان وقت سے بڑھکر معتقدین کے دلوں میں قائم و مستحکم ہوتی ہے۔ بلکہ سچ پوچھو تو ان اماموں کی امامت سلاطین وقت سے بڑھکر عوام و خواص پر جو اُن کے معتقد ہوں اثر رکھتی اور تصرف کرتی ہے۔ کیونکہ امامت سلاطین تو قہری اور جبری ہوتی ہے جو بخوف مواخذہ دنیوی و بزور شمشیر مؤثر ہوتی ہے اور ان ائمہ دین یا فنون دنیاوی کی امامت اختیاری اور ملکوتی ہوتی ہے جو دلی شوق اور ایمان سے تسلیم کیجاتی ہے یہی سوچکر کرشن قادیان نے جس کے دل و دماغ میں پولیٹیکل سرداری کا خیال جاگزین تھا مسلمانوں کی مذہبی امامت کا (باوجودیکہ وہ دل سے کسی دین سماوی کو برحق نہیں جانتا) دعویٰ کیا ہے۔ اور یہی بدگمانی مولوی عبد الجبار صاحب کے مخالف جو خاص اُن کے شہر میں رہتے ہیں اور اُن کے برخلاف اُنکی قلم و زبان جاری ہے۔ مولوی صاحب کی نسبت رکھتے ہیں اگر کرشن قادیان کا دعویٰ امامت چلتا دیکھکر

ان کی بھی رال ٹپک پڑی تو انھوں نے دینی امامت کی پٹڑی جمائی اور یہ خیال انکے دماغ میں سما گیا ہے کہ کرشن قادیاں عام مسلمانوں کے نزدیک خارج از اسلام ہونے کے ساتھ اپنی جماعت میں امام تسلیم کیا گیا ہے تو کیا ہم باوجودیکہ عام مسلمانوں میں مسلمان اور خاصکر اہلحدیث کے مولوی تسلیم کیے گئے ہیں امام مسلّم نہ ہوں گے۔ اس بدگمانی کو دور کرنے اور اس الزام سے اُن کو بری کرنے کی غرض سے خاکسار خادم قوم و ناصح اخوان نے مولوی صاحب سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ کس معنے کر آپ امام کہلاتے ہیں۔ اگر مولوی صاحب خاکسار کے جواب میں یہ فرماتے کہ میں اپنی مسجد کا اور نماز جماعت کا امام یا مُلّا ہوں تو اس بحث کی نوبت نہ آتی اور نہ اُن کے شاگرد رشید کو اُن احادیث کے پیش کرنے کی ضرورت پڑتی جو رسالہ اعلام کے صفحہ ۲۲ میں اُس نے نقل کی ہیں۔ کیونکہ یہ امر محتاج نقل و ثبوت نہیں ہے۔ احادیث صحیحہ میں بکثرت لفظ امام پیش امام نماز کی نسبت وارد ہے اور ائمہ مساجد خصوصًا مساجد جامع کے اماموں کو عمومًا امام کہا جاتا ہے۔

دہلی کی جامع مسجد اور لاہور کی مسجد وزیر خاں کے اماموں کے بہت لوگ نام تک نہیں جانتے صرف امام حیّ کہکر اُن کا نام لیتے ہیں گو اس صورت میں اُنپر یہ سوال ہوتا کہ آپکے دوسرے بھائی بھی جہاں جاتے ہیں نماز میں امام بنائے جاتے ہیں خصوصًا آپ کے بھائی عبدالواحد جو لاہور کی مسجد چینیاں والی میں تھوڑے دنوں سے پندرہ روپیہ ماہوار پر امام بنائے گئے ہیں کیوں امام نہیں کہلاتے بلکہ وہ خود منبر پر بیٹھکر اپنی مجالس وعظ میں آپ ہی کو امام کہتے ہیں جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات اور باقی آپ کے اتباع آپکی نسبت کسی معنے زائد از پیش امامی کا اعتقاد رکھتے ہیں اسی واسطے وہ اپنے آپکو باوجود امام مسجد ہونے کے امام کہلانے کا مستحق نہیں سمجھتے اس سوال کا جواب آپ کچھ دیتے یا نہ دیتے مگر اس بحث امامت کی ضرورت نہ پڑتی اور چونکہ مولوی صاحب کو یہ بحث و مخاصمت دل سے منظور و پسند تھی اور اس چھیڑ چھاڑ سے اون کو اپنی امامت کی ترقی کی امید تھی۔ لہذا انہوں نے بجائے اس مختصر اور جلد فیصلہ کن جواب کے اس مضمون کا خط لکھا جو صفحہ ۲۵۶ بدر ۲- اشاعۃ السنۃ میں منقول ہے اور شاگرد رشید نے بھی بصفحہ ۲۵- اعلام نقل کر دیا ہے کہ زیدکا

نجانب اللہ بغیر تعلیم و ترغیب کے لوگوں کی زبان پر جاری ہو گیا ہے۔ لہذا میں اس حدیث نبوی کے سبب سے انتم شہداء اللہ فی الارض لوگوں کو اس خطاب کے استعمال سے منع نہیں کر سکتا۔ شاید اُن شہداء اللہ کی شہادت کے موافق ارحم الراحمین اس عاجز کو امام فی الدنیا بنا دے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اُن کو صرف امامت مسجد و نماز جماعت کا دعوی نہیں ہے کیونکہ یہ امامت انکو دم نقد اور یقیناً حاصل ہے اسکے حصول کی تمنا رکھنا اور بلفظ شاید آئندہ اسکے حصول کی امید ظاہر کرنا کوئی وجہ نہیں رکھتا بلکہ علاوہ بریں دین کے امام ہونے کی تمنا اور اس کا خیال انکے دل و دماغ میں ایسا رچ گیا اور راسخ اور مستحکم ہو گیا ہے۔ کہ آپ اسکو اٹھانا ناجائز جانتے ہیں اور حدیث انتم شہداء اللہ فی الارض کو اس سے مانع سمجھتے ہیں مولوی صاحب کے شاگرد صاحب کا اس جواب کو دیکھکر اور اپنے رسالہ اعلام کے صفحہ ۲۵ میں نقل کر کے احادیث امامت نماز کو پیش کرنا بعد از وقت ہے اور ان احادیث سے اسکا استدلال محض فضول اور کمال افسوس کا محل ہے اور اس کے جواب میں صرف یہ بیت پیش کرنا کافی ہے ؎

یذکرنی حاتم والرمح شاجر ∴ فہلا تلا حاتم قبل التقدم

اب یہ احادیث شاگرد صاحب اوستادجی کو سنا دیں اور افسوس کے ساتھ اُن کو کہلیں کہ آپ نے اصل سوال کے جواب میں صرف امامت مسجد و نماز جماعت کا دعوی کر کے ان احادیث کو کیوں پیش نہ کر دیا اور امام فی الدین ہونے کا خیال اور تمنا ظاہر کر کے طوالت بحث و مخاصمت کا دروازہ کھول دیا شاگرد صاحب اوستادجی کو یہ بات کہیں یا نہ کہیں ہم انکی امامت سے بحث کرنیکو نہایت ضروری جانتے ہیں اور مولوی صاحب کے معتقدین اور انکے مخبرین دونوں فریق کی صلاح و خیر اسی میں سمجھتے ہیں ع وللناس فیما یعشقون مذاہب

پس محض حسبۃً للہ و نصحاً لخلق اللہ کہتے ہیں کہ لغوی معنوی لفظ امام کی نظر سے کسی شخص کو بھی لفظ امام سے مخصوص نہیں کیا جا سکتا اور ہر شخص کہ جس کا امر خیر یا شر میں کوئی پیرو ہو امام کہا جا سکتا ہے لہذا مولوی صاحب یا انکا کوئی پیرو یہ نہیں کہہ سکتا کہ لغوی معنی کی نظر سے

اُن کو امام صاحب کا لقب وخطاب دیا گیا ہے جو اور کسی شخص کو اُن کے بھائیوں اور معہ ان خاندان سے نہیں دیا گیا۔

اصطلاحی معنے شرعی سے امام بمعنے خلیفہ وقت اور مسلمانوں کا پولیٹیکل سردار بھی آپکو نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی آپکو اس امامت کا دعویٰ ہے۔ یہی بات جتانے کو یہ مضمون لکھا گیا ہے چنانچہ شروع مضمون میں بضمن تمہید کہا گیا ہے اس معنی کر آپکے امام نہونے اور نہ کہلانے پر ایک دلیل تو آپکا وہی خط ہے جو جلد ۲۰ کے صفحہ ۳۰۴ میں منقول ہوا۔ دوسری دلیل مولوی صاحب کا دوسرا خط جو بصفحہ ۳۵۶ منقول ہوا اسمیں بھی مولویصاحب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ میں عام مسلمانوں کا امام نہیں بلکہ خاص اپنی جماعت کا جنہوں نے مجھے امیر بنایا ہوا ہے امام یعنے امیر ہوں اس خط سے وہ پرانا کھٹکا (جسکا اظہار صفحہ ۳۵۵ میں کیا گیا ہے) تو دور ہوا۔ مگر ایک نیا کھٹکا پیدا ہو گیا جس کے ازالہ کے لیے مولوی صاحب کے نام اور خط لکھا گیا تھا جس کا خلاصہ صفحہ ۳۵۶ میں منقول ہے کہ خاص جماعت کے امیر کو امام کہنا دین میں کہاں پایا گیا ہے اس جواب میں جو خط مولوی صاحب نے لکھا ہے اس سے وہ نیا کھٹکا اور بھی پختہ ہو گیا اور یہ ثابت ہو گیا کہ مولوی صاحب کے تابعین و معتقدین کے دین میں غلو پیدا ہو گیا ہے اور مولوی صاحب اس غلو کو جائز و قائم رکھنا چاہتے ہیں اور وہ پولیٹیکل سردار تو نہیں امام ابو حنیفہ یا شافعی رح یا امام بخاری و مسلم کی مانند امام کہلانے کا خیال دل میں جما بیٹھے ہیں اس خیال کو توڑنے اور غلط ثابت کرنے کے اب ہم کو صرف اسی معنے امام میں بحث کرنا ضروری ہوا۔ لہٰذا مولوی صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ اگر واقعی آپکو فقہ یا حدیث میں درجہ امامت حاصل ہے تو آپ ہم کو امتحان کی اجازت دیں اور اس بیت صائب پر عمل کریں ؎

بنما بصاحب نظر گوہر خود را　　+　　عیسےٰ نتواں گشت بتصدیق خرِ چند

پس ہم چند سوالات فقہی (جن کے جواب دینے سے آپکا فقہ میں امام ہونا ثابت ہو) یا چند سوالات متعلق حدیث جن کے جوابات سے آپکا حدیث میں امام ہونا ثابت ہو پیش کریں گے اُن کا

جواب باصواب آپنے دیدیا تو جیسے محدثین اللہ آباد نے امام بخاری کے جوابات منکر انکی فضیلت امامت کا اعتراف کیا تھا ویسا ہی ہم بھی آپکے امام فی الدین ہونے کا اعتراف کرینگے اور لوگوں کو آپکے امام فی الدین تسلیم کرنے کی ترغیب دلائیں گے اور اگر آپ ہنوز بنقد امامت فقہ و حدیث کا رتبہ حاصل نہیں صرف تمنا اور آیندہ کے لیے حصول کی امید ہے جیسا کہ آپکے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے تو اس صورت میں آپکو جائز نہیں کہ قبل از حصول رتبہ امامت آپ لوگوں کے امام کہنے پر خوش ہو بیٹھیں اور انکو اپنے حق میں اس لقب و خطاب کے استعمال سے منع نہ کریں اور حدیث انتم شہداء اللہ فی الارض سے استدلال کریں اس حدیث سے آپکا اپنے اس خیال پر استدلال کرنا سخت خطا اور ڈبل غلطی ہے جس سے دو غلطیاں تو آپ کر چکے ہیں اور آیندہ سے بہت سی غلطیوں میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے اس اندیشہ نے ہمکو مامور و مجبور کیا ہے کہ ہم آپکے اس خیال و استدلال کی غلطی ظاہر کردیں اور آپکے مقلدین و اتباع کو ان غلطیوں سے بچاویں اور نصیحت اخوانی ایمانی کو عمل میں لاویں آپ تو اس استدلال میں معذور تھے ہی کیونکہ ایسے مجتہدانہ استدلال کیلیے علم اصول فقہ و معانی بیان وغیرہ میں دخلیت ضروری شرط ہے اور آپ اس سے عاری ہیں آپکے شاگرد رشید نے جنہنے غالبًا دوسرے اساتذہ سے کوئی کتاب علم اصول بھی پڑھی ہوگی اسحدیث سے رسالہ علام کے صفحہ ۲۵ میں استدلال کیا ہے اور بعض علماء وقت نے اسکے رسالہ کو من اولہا الی آخرہا صحیح کہا ہے۔ ان لوگوں کا حدیث مذکور سے اس مدعا پر استدلال کرنا یا اس استدلال کو صحیح کہنا کمال افسوس و تعجب کا محل ہے۔ اسیوجہ سے بھی اس استدلال کی غلطی کا اظہار واجب ہوگیا ہے تاکہ ان حضرات کو معلوم ہو کہ جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اسمیں خلاف انصاف کیا اور غلطی سے کام لیا ہے اور لغزش کا ارتکاب کیا ہے۔

پس واضح ہو کہ دین یا علم میں جو رتبہ کسیکو حاصل ہو اس کے حصول کی اگرچہ ممکن ہو تمنا کرنا اور خدا تعالے سے اوس کی امید رکھنا یا دعا کرنا محل اعتراض نہیں بلکہ مومنوں کے لیے اسکی ہدایت و ترغیب

واجعلنا للمتقین اماما (فرقان ع ۶) پائی جاتی ہے کہ وہ خدا تعالی سے پرہیزگاروں کا

توفنی مسلماً والحقنی بالصّالحین (یوسف ع ۱۱)
ربّ زدنی علماً (طٰہٰ ع ۶)

امام بنا دینے کی دعا مانگیں اور صالحین کے درجہ سے جا ملنے کی دعا کریں وینجی علم کی زیادتی چاہیں گر کسیکو اجازت نہیں کہ اگر اس کے منہ پر کوئی اس کی تعریف کرے مثلاً اس کو امام المتقین یا امام الصالحین کہدے یا اوسکے علم و دین کی تعریف کرے تو وہ اسپر خوش ہو بیٹھے اور اس تعریف کو خدا تعالےٰ کی طرف سے الہام و القا سمجھکر اس کی تصویب و تقریر (تسلیم) کرے بلکہ برخلاف

عن المقداد بن الاسود قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأیتم المدّاحین فاحثوا فی فواھھم التراب (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۴۰۳)

اسکے صاف ہدایت آچکی ہے۔ کہ منہ پر تعریف کرنے والوں کو روک دیں اور ان کے منہ میں مٹی بھر دیں۔ اس ہدایت کی حکمت اور علت یہ ہے کہ منہ پر کسیکی تعریف کرنا اگر واقعی اوصاف سے ہو تو بھی اسکے عجب (خودپسندی) کا موجب ہوتا ہے اور خودپسندی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موجب ہلاکت قرار دیا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں ایک شخص

عن ابی بکرۃ قال اثنی رجل علی رجل عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ویلک قطعت عنق صاحبک ثلثاً۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۴۰۲)
واعجاب المرء بنفسہ وھی شدھن (مشکوٰۃ ص ۴۳۶)

نے دوسرے کی تعریف کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھپر افسوس ہو کہ تو نے اپنے بھائی کی (جس کی تعریف کی تھی) گردن کاٹ دی۔ ایک حدیث میں آنحضرت صلعم نے تین نیک اخلاق موجب نجات اور تین بد خصائل موجب ہلاکت ذکر کر کے فرمایا کہ یہ خودپسندی ان سب خصائل سے بدترین خصلت ہے۔ اور اگر وہ تعریف جھوٹی تعریف ہو اور جس کی تعریف کسی وصف سے کی جاوے وہ وصف اسمیں نہو تو پھر اس تعریف پر خوش ہونے کو خدا تعالیٰ نے یہودیوں اور منافقوں کی خصلت ٹھہرایا ہے۔

ویحبّون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنھم بمفازۃ من العذاب ولھم عذاب الیم ط

چنانچہ فرمایا ہے کہ یہودی (یا منافق) چاہتے ہیں کہ انکی تعریف اس فعل پر ہو جو انہوں نے

(آل عمران - ۱۰۶) نہیں کیا تو اون کو عذاب سے خلاصی کی جگہ پر نہ سمجھیو اون کے لیے دردناک عذاب ہے۔

صحیح بخاری میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض لوگ منافقوں میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں آنحضرت صلعم کے ساتھ لڑائی میں نہ جاتے اور ہٹے بیٹھنے پر خوش ہوتے جب آنحضرت صلعم واپس تشریف لاتے تو کوئی عذر بہانہ کرکے اسپر جھوٹی قسمیں کھا لیتے اور اسپر خوش ہوتے کہ ہم نے کچھ نہ کیا اور ہماری تعریف ہوگئی جسپر یہ آیت اُتری۔

عن ابی سعید الخدری ان رجالا من المنافقین علی عهد رسول الله صلی الله علیه واله وسلم کان اذا خرج رسول الله صلعم الی الغزو تخلفوا عنه وفرحوا بمقعدهم خلاف رسول الله صلعم۔ واذا قدم رسول الله صلعم اعتذروا الیه وحلفوا واحبوا ان یحمدوا بما لم یفعلوا فنزلت۔ (صحیح بخاری ص ۶۵۹)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بلایا اور اُن سے کچھ پوچھا تو انہوں نے اُس کو چھپایا اور کچھ اور ہی کہدیا اور یہ دکھایا کہ جو کچھ انہوں نے بتایا اور چھپایا اسپر اُن کی تعریف ہوئی جسپر یہ آیت نازل ہوئی۔

ان دونوں روایتوں میں کوئی مخالفت نہیں ممکن ہے کہ دونوں فریق کے حق میں اس آیت کا نزول ہوا ہو۔

ان احادیث کے مطابق عموماً صالحین و اہل تقوی بلکہ عام اہل عقل و تمیز کا عمل مستمر چلا آیا ہے کہ جب کوئی اُن کے مُنہ پر اُنکی تعریف کرتا ہے یا اُنکے اعمال و اوصاف کا ذکر کرتا ہے تو وہ اس کے جواب میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ آپکی حسن ظنی و مہربانی ہے میں اس تعریف کے لائق نہیں ہوں ؎ من آنم کہ من دانم۔ اور سلف سے خلف تک کوئی متقی یا عاقل دیکھا یا سُنا نہیں گیا جو مُنہ پر تعریف کرنے والوں کی تعریف سُنکر اُس کو القاء و شہادت الٰہی سمجھتا ہو۔ اور اُس کو تسلیم کرکے خوش ہوتا ہو۔ اس تعامل پر نظائر پیش کرنے کی ضرورت نہیں تاہم دو نظیریں ایک سلف سے ایک خلف سے

پیش کیجاتی ہیں۔ شاید ان نظائر کو سنکر ہمارے بزرگ زادہ مولوی صاحب عبرت پکڑیں اور اپنے خیال کو غلط سمجھکر اس سے رجوع کریں یا کوئی اہل علم ان کے شاگردوں و اتباع سے اون کو انکے غلطی خیال و استدلال پر آگاہ کریں۔

سلف سے ہم حضرت عمرؓ فاروق اعظم کو (جن کے صالح اعمال و حسنات خیرات میں انکے بعد کوئی اُن کا ہمسر نہیں ہوا) پیش کرتے ہیں اور خلف سے مولوی صاحب کے والد ماجد حضرت عبد اللہ غزنوی کو۔

پہلی نظیر کی تفصیل

حضرت عمر فاروق اعظم رضہ ایک یہودی غلام کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور شہادت کو پہنچے تو بہت لوگ آپکی عیادت کو آئے اُن میں سے ایک جماعت صحابہ (جنمیں ابن عباسؓ عبد الرحمن بن عوف مغیرہ بن شعبۃؓ تھے) آپکے منہ پر آپکی صفت ثنا کرنے لگی ایک جوان انصاری بولا کہ اے امیر المومنین آپکو خدا تعالیٰ سے خوشخبری ہو کہ آپکو آنحضرت صلعم کی صحبت کا شرف حاصل ہے اور اسلام میں سبقت و قدامت اور آپکو خلافت ملی تو آپنے عدل کیا اب شہادت نصیب ہو گئی آپ نے اس صفت و ثنا پر یہ خیال کیا کہ یہ بات تعلیم کسی کی تعریف کی گئی ہے تو یہ بجانب بشارت و بشارت ہے میں اس بشارت کو قبول کروں بلکہ اس کے جواب و مقابلہ میں صاف فرما دیا کہ اسے بھتیجے میں تو یہی چاہتا ہوں دوست رکھتا ہوں کہ جو کچھ مجھ سے عمل ہوئے ہیں انہیں میں برابر سر برابر ہوں نہ مجھے اسکی بابت قیامت کے دن باز پرس ہو نہ مجھے اس کا کچھ صلہ و ثواب عطا ہو۔

> فجاء الناس فجعلوا يثنون عليه فجاء رجل شاب فقال ابشر يا امير المؤمنين ببشرى الله لك من صحبة رسول الله صلى الله عليه وسلم وقدم في الاسلام ما قد علمت ثم وليت فعدلت ثم شهادة۔ قال وددت ان ذلك كفافا لا علي ولا لي (صحيح بخاری صـ ۵۲۳) (قسطلانی صـ ۱۲۵ جلد ۶)

ایسا ہی آپنے حضرت ابو موسے اشعریؓ کے جواب میں فرمایا تھا جو صحیح بخاری کی دوسری حدیث

[illegible] کہ آپنے اپنے

ان اعمال کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ سے وقوع آئے تھے لائق اعتبار قرار نہ دیا
اور حضرت ابو موسی اشعری رض کے خیال و مقال کے مقابلہ میں بھی یہی کلمہ فرمایا۔ اب کسی اور مسلمان کو کب
پہنچتا ہے کہ وہ لوگوں کی زبان سے اپنی تعریف کو سنکر اس کو شہادت الہی سمجھکر اپنے آپ کو انکی تعریف
کا محل سمجھ لے اور اس پر خوش ہوکر ان لوگوں کو اپنی تعریف پر قائم اور مقرر کردیا ہے اس احتمال کے
خیال سے کہ شاید خدا تعالی ان ہی کی تعریف سچ سمجھے واقعی اس تعریف کا محل بنادے۔ اس سے بھی بڑھکر
سنو حضرت عمر رض نے خلاف واقعہ تعریف کو اپنی موت کے بعد بھی اپنے لیے پسند نہیں کیا۔ اس واقعہ
شہادت پر آپنے حضرت عائشہ رض سے انکے حجرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صدیق اکبر رض کے پہلو میں
مدفون ہونے کی اجازت چاہی اور حضرت عائشہ رض نے اجازت دیدی تو آپنے مزید احتیاط کے
لیے اپنی وفات کے بعد دوبارہ اجازت حاصل کرنیکا اپنے وارثوں کو حکم دیا اور انہیں صاف فرمادیا کہ جب
میں فوت ہوجاؤں تو میری نعش اٹھاکر وہاں لیجانا اور پھر ان الفاظ سے اجازت طلب کرنا کہ عمر
بن خطاب دفن ہونے کی اجازت چاہتا ہے یہ نہ کہنا کہ امیر المومنین اجازت چاہتا ہے کیونکہ میں
اسوقت امیر المومنین نہونگا۔ پھر اگر اجازت ملے تو دفن کرنا ورنہ عام مسلمانوں کے مقابر میں واپس
لاکر دفن کرنا اس موقعہ پر اگر حضرت عمر بن الخطاب رض کو مجازاً باعتبار ما کان (حالت سابق) امیر المومنین
کہا جاتا تو اس کی گنجائش تھی مگر آپنے برخلاف حقیقت واقعہ اسوقت امیر المومنین کہلانا پسند نہ
کیا اور اس تعریف کو برخلاف حقیقت سمجھکر اس سے منع کردیا۔ اس سے مولوی عبدالجبار صاحب کو
عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ باوجود اعتراف اس امر کے کہ رتبہ امامت فی الدین انکو بالفعل حاصل
نہیں ہے صرف اس خیال و احتمال سے کہ شاید آئندہ لوگوں کے کہنے سے وہ امامت فی الدین انکو
حاصل ہوجاوے پیشگی اس وصف سے اپنا موصوف ہونا جائز سمجھتے ہیں۔ ایک پرانے استاد نے
کیا اچھا کہا ہے ؎ نیک باشی و بدت گوید خلق ٭ بہ کہ بد باشی و نیکت گویند ٭

پچھلی نظیر کی تفصیل

حضرت شیخ عبداللہ غزنوی آپ کے والد ماجد ہمارے مرشد واقعی عامل بالسنۃ اور زاہد ہمہ امام

تھے موجودہ اہلحدیث پنجاب و ہندوستان نے نماز میں اعتدال ارکان اُن ہی سے سیکھا ہو اور زہد و تبتل الی اللہ کا کچھ اثر اس گروہ کے بعض افراد میں پایا جاتا ہے تو یہ انہیں کی صحبت کا اثر ہے لہذا وہ اہلحدیث پنجاب و ہندوستان کے بہت لوگوں کے امام تھے۔ و مع ہذا اُنہوں نے اپنی تمام عمر میں نہ امام کہلایا۔ نہ شیخ نہ مولوی نہ پیر نہ مرشد وغیرہ بلکہ ان الفاظ و القاب میں سے سب سے ہلکا اور عام مروج خطاب مولوی کا استعمال بھی اپنے لیے جائز نہ رکھا نہ اپنے مخلصین و اتباع و اولاد کے لیے نہ کوئی انکو مولوی کہتا تہ انکی زندگی میں اُن کے سامنے انکے کسی بیٹے کو کوئی مولوی کہتا وہ خود بھی اپنی زبان سے کسی بیٹے کو یا کسی اور مخلص متبع کو مولوی نفرماتے۔ خاکسار کہ جو انکے ادنے خادموں سے تھا۔ جب آپ یاد فرماتے صرف بلفظ حسین یاد فرماتے اور یہی لفظ خطوط میں ارقام فرماتے۔

ایک دفعہ حافظ محمود صاحب امرتسری نے اُن کو لفظ مولوی یا مولوی صاحب سے مخاطب کیا تو آپ اس پر ایسے آشفتہ خاطر ہوئے کہ ان سے کلام کرنا ترک کر دیا آخر ان کو انکے خوش کرنے کا بجز اسکے کوئی حیلہ و سبب نظر نہ آیا کہ آپ کو لیٹے ہوئے دیکھ کر پاؤں سے ہلا کر یہ کہکر اٹھایا کہ عبداللہ پس خیز۔ جسپر آپ خوش ہو گئے اور بولے کہ الحمد للہ تو نے خوش کر دی۔

اے مولوی صاحب یا بزعم خود و بقول غلاۃ اتباع خویش امام صاحب! آپ اسی بزرگ باپ کے فرزند ہیں آپکو انہیں کے طریق پر چلنا مناسب ہے امام صاحب کہلانا تو بالاتر ہے آپکو اور آپ کے اخوان و احباب کو مولوی کہلانا بھی مناسب نہیں ہے مناسب یہ ہے کہ ایسے الفاظ کے استعمال سے آپ لوگوں کو منع کر دیں اور اپنے والد ماجد اور انکے سلف حضرت عمر رض کی سنت پر عمل کریں اُن کی پیروی چھوڑ کر علماء زمانہ کی جو مولوی و مولانا کہلاتے ہیں تقلید نہ کریں اور یہ خیال کریں کہ آپ کس باپ کے بیٹے ہیں اور جن کی تقلید سے آپ مدت سے بزرگ باپ کی تقلید پیروی کو چھوڑ بیٹھے ہیں وہ کون ہیں اور آپ کے باپ سے وہ کیا مناسبت رکھتے ہیں۔

یہاں یہ سوال ہوگا۔ (اور ناواقفوں کی طرف سے اس سوال کا ہونا ضروری ہے کہ جس حالت میں حدیث میں (جس سے مولوی صاحب نے استدلال کیا ہے) صاف آچکا ہے کہ انتم شہداء اللہ فی

الارض لہذا لوگوں کا مولوی صاحب کو امام کہنا بالقاء الہی ہے اور یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے شہادت ہے پھر مولوی صاحب اس شہادت سے جو بالقاء الہی لوگ ادا کریں لوگوں کو کیونکر روک سکتے ہیں۔

اسکا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب و مراد نہیں کہ جو کچھ بعض لوگ کسی زندہ کے حق میں غائبانہ یا اس کے منہ پر تعریف کریں اور کہیں وہ خدا کی طرف سے القاء و الہام اور شہادت الہی سمجھی جائے یہ مطلب و مراد حدیث تسلیم کیجائے تو دنیا میں جسقدر پیر پرست اپنے پیروں و معبودوں کی تعریفوں میں القاب و خطاب استعمال کرتے ہیں وہ سب کے القاء و شہادت الہی تسلیم کیجائیں خصوصاً وہ القاب و خطاب جو اس وقت کے بڑے پیر جہان پیر کرشن قادیاں کے حق میں استعمال کیے جاتے ہیں (جیسے امام زمان مجدد دوران مسیح موعود مہدی مسعود حضرت اقدس وغیرہ) حالانکہ مولوی صاحب ان خطابات کو شہادت الہی نہیں سمجھتے۔

اس حدیث میں تو خاصکر حضرت عمر رضی اور ان جیسے ایسے اصحاب سے خطاب ہوا (جو علماء اصول کی اصطلاح میں خطاب شفاہی اور خطاب المواجہة کہلاتا ہے اور وہ خطاب جمہور علماء کے مذہب میں مخاطبین کے علاوہ اشخاص کو بالفاظ نص شامل نہیں ہوتا مخاطبین کے علاوہ کوئی اسمیں شامل ہوتا ہے تو قیاساً ہوتا ہے محصول رازی و حصول المامول ملاحظہ ہو) اور انہیں اصحاب کی تعریف و ثناء وغیرہ کو شہادت الہی قرار دیا ہے سو بھی وہ تعریف جو کسی مردہ کے حق میں ہوئی تھی نہ وہ تعریف جو زندوں کے حق میں اور انکے روبرو اور سامنے کی گئی ہو یہ دونوں قیدیں اور خصوصیتیں الفاظ حدیث میں موجود ہیں جن کو مولوی صاحب نے تو اپنے خط میں نقل کیا اور نہ آپ نے ان پر نظر توجہ فرمائی ہے وہ الفاظ حاشیہ میں منقول ہیں۔ جن کا مطلب یہ ہے کہ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لے کر لوگ گذرے تو اصحاب نبوی نے اس کی تعریف کی اسپر آنحضرت نے فرمایا واجب ہوگئی پھر ایک جنازہ کو لیکر گذرے تو اصحاب نے اسکی برائی بیان کی۔ آنحضرت صلعم نے

عن انس رضی اللہ عنہ قال مروا بجنازة فاثنوا علیها خیراً فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجبت ثم مروا باخری فاثنوا علیها شراً فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجبت فقال عمر ما وجبت فقال هذا اثنیتم علیه خیراً فوجبت له

الجنة وھذا اثنیتم علیہ شرًا فوجبت لہ النار انتم شھداء اللہ فی الارض متفق علیہ ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۳۷)	فرمایا واجب ہوگئی پھر ایک جنازہ کو لے کر گذرے تو صحابہ نے اسکی بُرائی بیان کی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہوگئی حضرت عمرؓ نے

سوال کیا کہ یارسول اللہ ص کیا چیز واجب ہوگئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے کی تم نے تعریف کی تھی اس لیے اسکے واسطے بہشت واجب ہوگئی دوسرے کی بُرائی بیان کی تھی اس کے واسطے دوزخ واجب ہوگئی تم لوگ زمین میں خدا تعالےٰ کے گواہ ہو۔

حدیث کا مطلب اس کے الفاظ و مورد سے یہ ثابت ہوا تو اس حدیث سے نہ غیر صحابہ کی تعریف کا حکم نکالا جاسکتا ہے اور نہ صحابہ کی اس تعریف کا جو زندہ کے حق میں اور اس کے منہ پر دہ کریں مولوی صاحب نے جو اس حدیث سے اپنی تعریف کا جو لوگ ان کے منہ پر کرتے ہیں جواز نکالا ہے اور اسکو شہادت الٰہی قرار دیکر اس سے روکنے کو ناجائز سمجھا ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ ان کو ان علوم (علم اصول فقہ معانی بیان وغیرہ) میں جو اجتہاد کرنے کے لیے ضروری شرط ہیں کافی دخل نہیں مع ھذا آپنے اس حدیث کے صریح مطلب و منطوق پر جو اس کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے اکتفا نکرکے اسپر قیاس و اجتہاد کیا ہے اور اس قیاس و اجتہاد میں دو سخت غلطیوں کا ارتکاب کیا اول یہ کہ اس حدیث میں تو مردہ کی شہادت مومنوں کے حق میں مقبول و معتبر ٹھہرائی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ محدثین کرام اس حدیث کو باب الجنائز میں لائے ہیں (صحیح بخاری صفحہ ۱۸۳ صحیح مسلم صفحہ ۳۰۸ مشکوٰۃ صفحہ ۱۳۷ ملاحظہ ہو) اور آپنے اس کو زندوں کے حق میں قرار دیا اور مردہ پر (جس کی تعریف صحابہؓ نے کی تھی اور وہ بعد وفات محل خوف عجب نرہا تھا) زندوں کا (اپنی ذات کو با برکات دیکر باتمام زندوں کا) قیاس کیا حالانکہ زندہ تعریف سنکر محل خوف عجب ہوتا ہے اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زندہ کی منہ پر تعریف کو گردن کاٹنا فرمایا ہے۔ دوم یہ کہ جن لوگوں کی تعریف کو اس حدیث میں شہادت الٰہی قرار دیا گیا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کبار سے حضرت عمرؓ وغیرہ تھے جن کے دین و تقویٰ کی تعریف کبھی خدا تعالےٰ نے قرآن میں کی ہے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

زبان وحی ترجمان سے ہو چکی ہے۔ پھر ان کے بعض صحابہؓ نے باین الفاظ کی ہے۔ کہ وہ

اولئک اصحٰب محمدؐ کانوا افضل ھٰذہ الامۃ وابرھا قلوبا واعمقھا علما واقلھا تکلفا اختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ ونصرۃ دینہ الخ۔ رواہ رزین (مشکوٰۃ صفحہ ۱۴)	بہترین امت محمدیہ تھے بڑے نیک دل گہرے علم والے تھوڑے تکلف والے۔ خدا تعالیٰ نے انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور انکے دین کی نصرت کے لیے چن لیا تھا۔

آپ نے اس حدیث کو اپنے عام شاگردوں وجاہل مریدوں (نتھو وکلو وجما وفتا) کے حق میں قرار دیا اور اجلہ صحابہ پر ان جہلاء حمقا کا قیاس کیا اور اوستاد صاحب کے بیت مذکور کا خلاف کیا اگر ان دونوں محل میں آپنے قیاس کیا ہے تو یہ قیاس مع الفارق جس کا ارتکاب آپ سے بوجہ ناواقفی علم اصول ہوا ہے۔ اور اگر آپکا یہ دعویٰ ہے کہ یہ حدیث بالفاظ نص آپکے مریدوں کو جو آپ کی زندگی اور آپ کی حضور میں ان کے منہ وزبان سے نکلتی ہے شامل ہے۔ تو یہ دعویٰ بھی بوجہ ناواقفی اور بے خبری مسائل علم اصول فقہ ہے۔

اس حدیث میں ایسا عام لفظ کوئی نہیں جو ہر وقت اور ہر زمانہ کے مومن گواہوں کو شامل ہو یا مردوں کے علاوہ زندوں کے حق میں انکی گواہی کا حکم اس لفظ میں پایا جاتا ہو اس حدیث کے جسقدر الفاظ ہیں "جنازۃ۔ اثنوا۔ انتم۔ وغیرہ" وہ خاص اسی وقت کے خاص لوگوں کے حق میں ہیں مولوی صاحب کا اس حدیث کے الفاظ کو عام سمجھ لینا یا انکے مفہوم پر دوسروں کا قیاس کرنا تو محل تعجب وافسوس نہیں کیونکہ وہ ان علوم میں مداخلت نہونے کے سبب معذور ہیں تعجب افسوس تو ان لوگوں پر ہے جو فضلائے وقت کہلاتے ہیں اور علم معقول ومنقول وفقہ واصول میں دن رات درس وتدریس وتصنیف میں مشغول ہیں۔ باایں ہمہ وہ مولوی صاحب کے اس استدلال کو اور اس رسالہ کو جس میں یہ استدلال موجود ہے من اولہا الی آخرہا صحیح کہ چکے ہیں اسلام پر اور اس جماعت اسلام پر جس کے ایسے دلائل ہادی وحامی ہیں رونا آتا ہے ؎ فلیبک علی العلماء من کان باکیا

بعض روایات مشکوٰۃ میں اس موقعہ پر المومنون شھداء اللہ فی الارض کا لفظ آیا ہے۔ جس کا

ترجمہ یہ ہے کہ مومن زمین میں خدا تعالیٰ کے گواہ ہیں مولوی صاحب اور انکے شاگرد رشید اس حدیث سے استدلال کرتے اور اسی استدلال کی فضلاء وقت تصدیق کرتے تو اس اعتراض سے وہ سب بچ جاتے مگر پھر بھی مولوی صاحب کا اصل مدعا اس حدیث سے بھی ثابت نہوتا کیونکہ اس حدیث میں بھی بقول

خطاب للصحابۃ ومن کان علی صفتھم من الایمان وحکی ابن التین ان ذلک مخصوص بالصحابۃ لانھم کانوا ینطقون بالحکمۃ بخلاف من بعدھم ثم قال ان ذلک یختص بالثقات المتقین وحاصل المعنی ان ثناءھم علیہ بالخیر یدل علی ان افعالہ کانت خیرًا فوجبت لہ الجنۃ وثناءھم علیہ بالشر یدل علی ان افعالہ کانت شرًا فوجبت لہ النار وذلک لان المومنین شہداء بعضھم لبعض کذا قالہ العینی وغیرہ (بخاری ص ۱۸۳)

ابن التین وغیرہ جمیع مئوں کی شہادت کو شہادت الٰہی قرار دیا ہے ان سے صحابہؓ مراد ہیں یا صحابہؓ جیسے ثقہ واہل اتقان فی الدین نہ للو وکلو وجما وفتا جیسے حمقاء وسفہاء پیروں کے مقلد اور پیر پرست۔ اور اگر بطور تنزل مان لیں اور بفرض محال فرض کریں کہ احادیث میں للو کلو وجما وفتا کی سے جاہل مسلمانوں کی شہادت کو بھی شہادت الٰہی قرار دیا گیا ہے تو پھر انکی وہی شہادت مراد ہوگی جو مردہ کے حق میں وہ دیں نہ وہ تعریف جو زندہ کے منہ پر کریں۔ یہی وجہ ہے کہ صاحب

مشکوٰۃ وغیرہ محدثین اس حدیث کو اور اس قسم کی دوسری احادیث کو جنمیں جنازہ پر مسلمانوں کا شاہد بنکے حاضر ہونا اور اس شہادت مسلمانوں سے صاحب جنازہ کا بخشا جانا بیان ہوا ہے۔ وازانجملہ بعض احادیث میں تعداد شاہدین ایک سو بیان ہوئی ہے۔ بعض میں چالیس۔ بعض میں تین بلکہ دو تک بھی تعداد آئی ہے (مشکوٰۃ صفحہ ۱۳۷ ملاحظہ ہو) ابواب جنائز میں لائے ہیں اور اس شہادت سے مردہ کا جنتی ہونا ثابت کرتے ہیں کسی محدث کسی امام یا کسی اہل علم نے اس شہادت کو زندوں کے حق میں قرار نہیں دیا اور کوئی عقلمند و صاحب فہم اہل علم نہیں کہہ سکتا کہ کسی زندہ شخص کی دو یا تین یا چالیس یا سو مسلمان اسکے منہ پر یا غائبانہ تعریف کریں وہ خدا کے نزدیک بھی صحیح ہوتی ہے اور وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک ویسا ہی قرار پاتا ہے جیسا لوگ

اس کو لکھتے ہیں مولوی صاحب کے شاگرد رشید نے رسالہ اعلام کے صفحہ ۲۵ میں یہ زبان خلق نقارہ خدا کو ترجمہ حدیث انتم شہدآء اللہ قرار دیکر اس سے استنباط و اجتہاد کیا ہے کہ مولوی صاحب کے حق میں جو کچھ لوگ کر رہے ہیں (ان کے شاگرد مرید ہیں یا غیر ان کے ممبر پر کہتے ہوں خواہ غائبانہ) یہ خدا کی طرف سے بحکم عاجل بشری المومن (یعنے دنیا میں مومن کو جزاء صالح اعمال کی بشارت) ہے اس کو رد کرنا خدا کی بشارت کو رد کرنا ہے بحکم بیت ؎

چونکہ بے سوال رسید داده خدا ست ٭ او ز تو رد مکن کہ فرستاده خدا ست ٭

مگر شاگرد نے استاد کی محبت میں بحکم حبک الشئ یعمی ویصم احادیث و آثار منقولہ بالا سے آنکھ بند کر کے یہ خیال نہ کیا کہ منہ پر تعریف کو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود رد کیا ہے۔ آپ کے بعد حضرت عمر فاروق وغیرہ سلف صالحین نے اور مولوی صاحب کے والد ماجد نے مولوی اور صاحب کے لفظ کو بھی اپنے حق میں سننا پسند نہیں کیا یہ تعریفی القاب فرستادہ خدا اور نقارہ خدا کے الفاظ ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اجلہ صحابہ انکو کیوں رد کرتے۔ اور نہ یہ خیال فرمایا کہ ایسی تعریفیں تو ہر ایک مذہب و مشرب حق و باطل کے پیشواؤں کی ان کے مرید ذہیر و کرتے ہیں اگر وہ آواز نقارہ خدا ہے تو دنیا کے سبھی مذاہب کے پیشواؤں کے القاب خدا کی طرف سے ماننے پڑینگے۔ مولوی صاحب کا شاگرد مذکور چونکہ بالواسطہ خاکسار کا بھی شاگرد اور روحانی فرزند ہے لہذا خاکسار کے ذمہ اس کا حق ہے کہ اس کو زبان خلق نقارہ خدا کے صحیح معنی بتائے اور اس کی سنا و مستند ہی ہے کہ وہ توجہ سے سنے پس خاکسار کہتا ہے۔ پہلا یہ مقولہ حدیث انتم شہدآء اللہ فی الارض کا خلاصہ ترجمہ نہیں ہے کیونکہ وہ حدیث خاصکر صحابہ سے خطاب ہے۔ بلکہ اس

٭ احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم جن میں منہ پر تعریف کرنیکو رد کیا ہے صفحہ ۱۹۱ وغیرہ میں منقول ہیں ایک یہ مشکوۃ میں بہ صفحہ ۴۱۲ اسی مضمون کی آئی ہے کہ وفد بنی عامر نے آنحضرت صلعم کو انت سیدنا (آپ ہمارے سید ہیں) کہا تو آپ نے اسکے مقابلہ میں فرمایا (اللہ السید) سید خدا تعالیٰ ہے۔ انکی اس تعریف کو آپنے رد کر دیا۔ باوجودیکہ واقعی آپ سید ولد آدم ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں آپنے فرمایا ہے انا سید ولد آدم یوم القیمۃ ولا فخر۔

حدیث کا خلاصہ ترجمہ ہے جسمیں ذکر ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے جب خدا تعالیٰ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو جبریل کو بلاتا اور فرماتا ہے کہ میں فلاں بندہ کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ پھر جبریل اس سے محبت رکھتا ہے پھر جبریل تمام آسمان والوں سے کہتا ہے	عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اذا احب عبداً دعا جبریل فقال انی احب فلاناً فاحبہ قال فیحبہ جبریل فینادی فی السماء فیقول ان اللہ یحب فلاناً فاحبوہ فیحبہ اھل السماء فیوضع لہ القبول فی الارض الحدیث رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص۴۱۷)

کہ اللہ تعالےٰ فلاں بندہ کو دوست رکھتا ہے تم بھی اس سے محبت رکھو پھر سب آسمان والے اس سے محبت رکھتے ہیں پھر تمام زمین میں اس کی محبت و مقبولیت پھیل جاتی ہے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کا حال بیان کیا جس کو خدا تعالیٰ بُرا جانتا ہے اور اس سے بغض رکھتا ہے اور خدا تعالیٰ کے حکم سے جبریل اور آسمان کے فرشتے اور اہل زمین اس کو بُرا کہتے ہیں اور اسکے معنے یہ نہیں (جیسیکہ تمنے سمجھے ہیں) کہ چند اشخاص کسی جماعت کے کسی شخص کی تعریف یا اس سے محبّت کریں تو وہ خدا کی طرف سے ہو جاتی ہے بلکہ اس کے معنے تو یہ ہیں کہ روے زمین کے جملہ حقانی اشخاص کسی شخص سے محبت رکھیں اور غائبانہ اسکی تعریف کریں تو وہ خدا تعالیٰ کی محبت کا عکس ہوتا ہے اور اسی کی طرف سے ثنا ہوتی ہے بنا بریں علیہ جس شخص کے اس کے شاگرد یا مریدوں سے چند اشخاص صفت و ثنا کریں اور ایسکی صدہا ہم جنس و ہم خیال و ہم شہر اس کو بُرا بھی کہیں تو اسکی تعریف و مذمت دونوں خدا کی طرف سے اور اسکے نقارہ کی آواز نہیں ہو سکتی۔

بیت فارسی جو تم نے پیش کیا ہے اسکے معنے بھی تم نہیں سمجھے۔ اس سے مُنہ پر تعریف مراد نہیں (جسکا رد کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر رض جیسے اکابر سے ثابت ہے) بلکہ اس سے مالی ہدائے مراد ہیں جو بلا طلب انتظار پہنچیں چنانچہ صحیح بخاری صفحہ ۱۹۹ ملاحظہ ہو۔ صحیح بخاری کی حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عمر رض کو عمالہ (یعنے تحصیل معاملہ کا عوض) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دینا چاہا

تو آپ نے عذر کیا کہ میں نے تو یہ کام بغرض حصول عوض نہیں کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ مال بلاسوال وانتظار پہنچ جائے تو اسے لے لیا کرو اور یہ سمجھو کہ یہ خدا کا بھیجا ہوا رزق ہے اس قسم کے ہدیوں کے حکم رد نکرنے سے آن برخوردار نے منہ پر تعریف کو رد کرنے کا حکم نکالا ہے اسمیں نص صریح کے مقابلے میں قیاس کیا ہے جو نہایت مذموم ہے۔

مولوی صاحب کی منہ پر تعریف کو آن برخوردار کا عاجل بشری المؤمن کہنا نہایت افسوس کا محل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوستاد کی کورانہ تقلید اور اسکی محبت عصبیتہ وحمیۃ الجاہلیۃ نے تمہاری آنکھ پر پردہ ڈالکر تم کو حدیث حبك للشئ یعمی ویصم کا پورا مصداق بنا رکھا ہے جس کتاب صحیح مسلم کے صفحہ ۳۳۲ میں یہ حدیث عاجل بشری المؤمن مروی ہے اسی صفحہ میں اس حدیث کی شرح میں امام نووی نے لکھا ہے کہ عام لوگوں کے دلوں میں کسی محبوب ومقبول الٰہی کی محبت کا جم جانا اور انکی تعریف کا عاجل بشری

هذا كله اذا حمده الناس من غير تعرض منه لحمدهم والا فالتعرض مذموم - (شرح مسلم صفحہ ۳۳۲)

ہونا اسی صورت میں منجانب اللہ ہوسکتا ہے کہ ممدوح اپنی صفت وثنا سے تعرض نکرے یعنی لوگوں میں اس کے پھیلنے کی خود کوشش نہ کرے اور اگر اس کا تعرض وکوشش اس امر میں ہو تو یہ امر مذموم ہے یعنے خدا کی طرف سے نہیں۔ اور اسمیں ذرہ کے برابر بھی شک نہیں۔ کہ مولوی صاحب اپنی تعریف سے تعرض کرتے ہیں اور پبلک میں اسکی اشاعت کرتے ہیں لہذا جو انکی تعریف انکے شاگردوں مریدوں میں ہو رہی ہے وہ عاجل بشری میں داخل نہیں بلکہ مصداق آیت من كان يريد العاجلة عجلنا له فيها ما نشاء لمن نريد الآية ہے اعاذنا الله من ذلك اسپر ایک دلیل تو آپکا یہی خط ہے جسمیں آپنے امام کہلانے کی تجویز پر حدیث انتم شهداء الله في الارض سے استدلال کیا ہے یہ استدلال تعرض نہیں تو اور کیا ہے۔

دوسری دلیل یہ کہ مسودہ اعلام قبل از انطباع آپ کی نظر سے گذرا چنانچہ مکتوب شریف مندرجہ صفحہ ۱۴ کا مفتتح ومقطع دونوں شاہد ناطق ہیں اور اسمیں آپ کے شاگرد رشید نے آپکے امام ہونے پر

اس حدیث سے استدلال کیا اور اس کی تائید میں صفحہ ۲۲ سے ۲۵ تک بہت سے ہفوات بے سود مصداق عنت ربود وارد کیے آپ نے اس استدلال اور بقیہ ہفوات کی اشاعت سے شاگرد رشید کو نہ روکا اور نہ انکی نسبت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا جیسا کہ اس رسالہ کی بحث متعلق مسئلہ بیعت کو ناقص غیر کامل کہکر ناپسند کیا ہے اس بحث امامت کی نسبت آپکی تقریر (تسلیم) تعرض نہیں تو اور کیا ہے ؟-

تیسری دلیل (جس سے احمق سے احمق اور جاہل سے جاہل بھی سمجھ سکتا اور یقین کر سکتا ہے کہ آپ اپنی تعریف کی تشہیر خود کراتے ہیں اور خود ستائی و خود ستائی آپکی طبیعت ثانیہ ہو رہی ہے) یہ ہے کہ آپ کے شاگرد رشید نے آپکی جھوٹی اور بے جا تعریف اور غیر واقعی اور ناروا مدح میں رسالہ تفسیر السلف کے ۸ صفحہ (۵ سے ۱۲ تک) سیاہ کر کے آپکو آسمان پر چڑھایا تو آپ نے اس تعریف بے جا و مدح ناروا سے اس کو نہ روکا اور حضرت عمر رض کی سنت پر عمل کر کے اس کو رد نہ کیا بلکہ اس کی تصدیق و تائید کے لیے آپکے نام کے دو پرائیویٹ خط (ایک زخم زدہ کلاک محبتی و داحی مولوی شمس الحق صاحب عظیم آبادی دوسرا مرسلہ میرے معزز دوست شیخ حسین صاحب عربی بھوپالی) اشاعت کے واسطے اس کے حوالہ کر دیئے (جیسے کوئی رہزن کے ہاتھ میں تیز تلوار دیدیتا ہے یا کریلے کو درخت نیم پر چڑھا دیتا ہے) ان خطوط کو اس شاگرد نے اس رسالہ تفسیر السلف کے صفحہ ۱۱ میں شائع کر دیا۔

مولوی شمس الحق سے صفحہ ۱۱ رسالہ تفسیر السلف میں شاگرد رشید نے دو فقرہ مکذوبہ موضوعہ نقل کیے ہیں اول یہ کہ جو فہم معانی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ مولوی عبدالجبار صاحب کو عطا ہوا ہے وہ فہم حضرت شیخ دہلوی رح کے کسی تلامذہ کو حاصل نہیں ہوا۔ دوسرا یہ کہ آپ (مولوی شمس الحق صاحب) مولوی عبدالجبار صاحب سے فن حدیث میں اشکالات و معضلات کو دریافت فرمایا کرتے ہیں اور تسلی بخش جواب باصواب انکو ملا کرتا ہے۔ اور شیخ حسین صاحب سے ایک لفظ موہم مبہم امام محدث بحق مولوی صاحب نقل کیا ہے۔ دوسرے اس دروغ آمیز مضمون کے اشعار عربی کہ میں بجز آپکے

کسی غیر سے کام نہیں لے سکتا اور جب تک زندہ رہوں گا تمہارا محتاج رہونگا۔ آن اکاذیب کو نقل کرنے کے بعد اسنے کہا ہے کہ چونکہ مولوی شمس الحق صاحب علماء ہند و نجد و یمن و مصر و مکہ میں صادق مانے گئے ہیں لہذا انکی تعریف بحق مولوی صاحب ایک دو علماء کی تعریف نہوئی۔ بلکہ کل علماء عرب عجم (جو مولوی شمس الحق صاحب کو صادق جانتے ہیں) کی تعریف ہوگئی (بل بے بہادر جھوٹ بولے تو ایسا ہی بولے۔)

جب یہ رسالہ نکلا تو انہیں دنوں خاکسار کو جلسہ سالانہ مدرسہ آرہ میں بلایا گیا وہاں ان دونوں حضرات (مولوی شمس الحق صاحب و مولوی شیخ حسین عرب صاحب) سے ملاقات ہوئی۔ میں نے شیخ حسین صاحب سے پوچھا کہ آپ نے مولوی عبدالجبار صاحب کو کس معنے کر امام لکھا ہے۔ اور انکے حق میں یہ اشعار آپکی طرف سے کیسے ہیں آپ نے جواب میں فرمایا کہ امام اس لیے لکھا ہے کہ وہ اپنی قوم کا امام ہے (یعنے نماز جماعت کا امام ہے) اور یہ اشعار منقول ہیں یعنے میرے نہیں لکھے مولوی شمس الحق صاحب نے اس کی شرح میں فرمایا کہ یہ ان کے بیٹے شیخ محمد صاحب نے نقل کر دیے ہونگے اور انہیں کی یہ عادت ہے۔ لو یہ شہادت تو ناتمام رہی۔ شاگرد صاحب یہ سمجھے تھے کہ ہمارے اوستاد کو شیخ عرب نے محدّث امام لکھکر حدیث کا امام بنا دیا ہے اور حقیقت میں آپ کو مسجد کا مُلّا اور قوم (مقتدیوں اور شاگردوں) کا امام کہا گیا ہے۔

محدّث تو ہمارے وقت کے علماء اہلحدیث سبھی کہلاتے ہیں۔ مگر درحقیقت ان میں ان میں محدّث ایک بھی نہیں نہ خاکسار راقم نہ اسکے مخاطب۔ نہ انکے شیخ و معاصر و علے ہذا القیاس۔ محدّث ہونا آسان نہیں صحاح ستّہ کا ترجمہ پڑھا کر یا لکھکر کوئی محدث نہیں ہو جاتا۔

مولوی شمس الحق صاحب سے انکے خط کی بابت استفسار کیا گیا اور مضمون خط دکھایا گیا تو انہوں نے بہت رنج و افسوس سے فرمایا کہ میرا خط پورا نقل نہیں کیا گیا اور کہا کہ میں نے کبھی کوئی مسئلہ متعلق حدیث بغرض استفادہ و حل مولوی عبدالجبار صاحب سے نہیں پوچھا بعض احادیث بطور امتحان ان سے دہلی میں دریافت کی گئیں تہیں۔ بعض کا جواب تو انہوں نے صحیح دیدیا اور بعض کا

جواب امرت سر جاکر تحریر کیا وہ جوابات وہی تھے جو میں اپنی شرح ابوداؤد میں لکھ چکا تھا۔
مولوی شمس الحق صاحب نے ان خطوں کی اشاعت پر بہت افسوس ظاہر کیا اور کہا کہ دیکھئے تو سہی کہ ان خطوں کی اشاعت کہاں سے اور کیونکر ہوئی۔ اس سوال سے انہوں نے یہ بات جتائی کہ مولوی عبدالجبار صاحب نے ان خطوں کی اشاعت کیوں کرائی یعنے جو خطوط انکے نام کے انہیں کے پاس تھے وہ انہوں نے شاگرد رشید کو کیوں دیئے اور کیوں چھپوائے۔
مولویصاحب اور انکے شاگرد کی اس مخفی کارروائی کے کھل جانے سے ہر کس و ناکس بشرطیکہ وہ پیرو استاد کی مشرکانہ محبت و عقیدت اور کورانہ تقلید سے مجتنب ہوگا یہ بات ثابت و محقق ہوجائے گی۔ کہ مولوی صاحب اپنی تعریفیں لوگوں سے خود کرتے اور انکی اشاعت عمل میں لاتے ہیں یہ تعریفیں "ثناء خویش خود کردن" میں داخل ہیں اور یہ عاجل بشری مومن جو انکے کسی عمل صالح پر لوگ غائبانہ تعریفیں کرتے ہیں داخل نہیں ہے۔
شاگرد صاحب نے ایک دلیل مولوی صاحب کے امام کہلانے کی صفحہ ۴۲ رسالہ اعلام پر لکھی ہے کہ نواب صدیق صاحب مرحوم کی اکثر تصانیف و توالیف کے الواح و فواتح و خواتم پر مقرظین و واصفین نے امام بلکہ ہمام کا لفظ لکھا ہے۔ یہ دلیل نہایت ہی دل خوش کن ہے اور اس سے مستدل کی مردانگی و روشن خیالی ثابت ہوتی ہے۔ شاباش ؎ اینکار از تو آید و مرداں چنیں کنند ؎ آفرین باد بریں ہمت مردانۂ تو۔ امام ابوحنیفہ رح کی تقلید چھوڑی اور خود غرض خوشامدی علماء زمانہ اور جاہل اہل مطابع کی تقلید اختیار کی۔
آپکے اوستاد کے مقلد اور پیر پرست لوگ تو اس دلیل سے بہت خوش ہوجائینگے مگر جو ان پر بدظن ہیں اور وہ نواب صاحب پر بھی حسن ظن نہیں رکھتے وہ اس دلیل پر یہ سوالات پیش کریں گے (۱) کہ جن لوگوں نے تصانیف نواب صاحب پر تقریظیں لکھی ہیں۔ یا الواح کتب نواب صاحب پر ان کو امام ہمام لکھا ہے کیا وہ نواب صاحب کے خوشامدی اہل غرض نہ تھے؟ (۲) کیا ان میں سے کسی کا قول یا فعل لائق سند ہے؟ (۳) کیا محققین

کہ نواب صاحب نے خود اپنی تعریف لکھہ کر انکو دیدی ہو (جیسا کہ تمہارے اوستاد نے اپنی تعریفی خطوط تم کو چھاپنے کے واسطے دیدیے تھے)۔

اس خاکسار نے رسالہ سبیکۃ الذہب الابریز فی فہرس کتاب اللہ العزیز (جو مولوی بدیع الزمان صاحب برادر مولوی وحید الزمان صاحب کی تالیف ہے) کے قلمی نسخہ پر (جو چھپنے کے واسطے شیخ محی الدین کتب فروش لاہور کے پاس پہنچا اور میری نظر سے گذرا) نواب صاحب کی قلم سے لکھے ہوئے الفاظ معہ شئی زائد بچشم خود دیکھے جو نواب صاحب کی تعریف میں اسی کتاب کے صفحہ ۱۰ میں درج ہیں الامام العلامۃ الحبر الفہامۃ البرکۃ الشاملۃ لمن هو فی الهند والتهامہ۔ اور اسیدن سے خاکسار نواب صاحب کے تقوے اور اخلاص کا معتقد نہیں رہا جیسا کہ مولوی عبد الجبار صاحب کے نام کے دونوں خط مذکورہ رسالہ تفسیر السلف دیکھکر ان کے تقوے اور اخلاص کا قائل نہیں رہا۔

ایسے خود ثناء و خود نما اشخاص کے افعال کیا اعتبار رکھتے ہیں۔ اس خود ثنائی اور خود نمائی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں ہی اس کا اثر بحکم عجلنا لہ فیہا ما نشاء لمن نرید۔ جیسا کہ وہ چاہتے ہیں ظاہر نہیں ہوتا اور جسقدر ہوتا ہے وہ بھی جلد زائل ہوجاتا ہے۔ اور جو بات خدا کی طرف سے ہوتی ہے وہ ہمیشہ دنیا میں پھر آخرت میں قائم رہتی ہے۔

جو لوگ خدا تعالے کی طرف سے بحکم عاجل بشری المؤمن امام کہلائے وہ باوجودیکہ صدہا سال سے فوت ہوچکے ہیں اب بھی امام کہلاتے ہیں اور جو خود بخود امام بن بیٹھے تھے یا انھوں نے کوئی تعریفی لقب خود اختیار کر لیا تھا انکے مرنے کے بعد کوئی ان کو نہ امام کہتا نہ کسی اور لقب سے یاد کرتا ہے۔ بھلا شاگرد و استاد ذرا ہم کو بتاویں کہ نواب صاحب بھوپال کو مرنے کی بھی کسی معتبر نے اپنی تصنیف و تالیف میں امام لکھا ہے۔ نہیں تو آپ لوگ کس امید پر امام کہلانے کا بیہودہ خیال دماغ میں جما بیٹھے ہیں*۔ دماغ بیہودہ

* مسکت هذا خیال باطل [illegible]

سے استاد و شاگرد کی غلطی کا بیان ہے۔ **اب انکی ایک اور غلطی استدلال قرآنی** ہیں (جس کی نکتہ رسی میں شاگرد آپ کو لاثانی کہتا ہے) بیان کی جاتی ہے اور وہ غلطی انکی خاندانی غلطی ہے۔

ویؤمن للمؤمنین (توبہ ع ۸)

ایک آیت میں ارشاد ہے کہ ہمارا رسول مومنوں کی (یعنے اپنے اصحاب کی جو ایمان کامل رکھتے تھے) باتیں (یعنے جن کو وہ بالاتفاق بیان کرتے اور انمیں باہم مختلف نہوتے) مان لیتا ہے۔ مولوی صاحب کے خاندان کے اکثر ممبروں نے اس آیت سے یہ استنباط و اجتہاد کر رکھا ہے کہ مسلمان جو بات کہیں دوسرے مسلمانوں کو اسے مان لینا چاہیے۔

اسی خیال و مقال اس گروہ کو بارہا سنکر خاکسار نے مضمون ،، اہلحدیث میں جلد پیری و مریدی کے اخیر میں بصفحہ ۴۸۳ کہا تھا کہ شاید مولوی عبدالجبار صاحب اس آیت سے بھی استدلال کریں اور اس خیال کی غلطی بیان کرنے کا وعدہ کیا تہا جو اب پورا کیا جاتا ہے۔

پس واضح ہو کہ اس کا مطلب اور اسمیں یہ حکم مقصود نہیں کہ جس بات کو دو یا چار یا دس بیس یا زیادہ مسلمان ہر قسم اور ہر زمانہ کے (خواہ جاہل و بے علم بچہ و غیر محتاط و غیر عادل ہی کیوں نہوں) کہیں اس کو دوسرے مسلمان مان لیں۔

اسمیں تو خاصکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کبار کی (جن کے تقوے

فعلم ما فی قلوبہم فانزل السکینۃ علیہم (فتح)

و ایمان و صدق و عدل کو خداتعالے نے جان لیا اور قرآن مجید میں بیان کرکے ان کو خیر امت

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (ال عمران ع ۱۲)

کا خطاب دیدیا ہے) ان باتوں کو جو وہ بالاتفاق و بلا اختلاف بیان کرتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے کا ذکر ہے۔

تفاسیر میں کہا ہے۔ یہ آیت منافقوں کے حق میں نازل ہوئی جو آنحضرت صلی اللہ

نزلت فی المنافقین کانوا یؤذون رسول اللہ

علیہ وسلم کو بدگوئی سے ایذا پہنچاتے اپنی سے

صلی اللہ علیہ وسلم ویقولون ما لا ینبغی فقال
بعضہم لا تفعلوا فانا نخاف ان یبلغہ فیقع فینا
فقال الجلاس بن سوید منہم بل نقول ما شئنا
ثم ناتیہ فننکر ما قلنا ونحلف فیصدقنا بما نقول
فان محمدا اذن (معالم صفحہ ۳۱۲)
غرضہم منہ انہ لیس لہ ذکاء ولا بعد غور بل ہو
سلیم القلب سریع الاغترار بکل ما سمع فلہذا
السبب سموہ اذنا قولہ یؤمن للمؤمنین فالمعنی
انہ یسلم للمؤمنین قولہم والمعنی انہم اذا وافقوا
علی قول واحد سلم لہم وہذا ینافی کونہ سلیم القلب
سریع الاغترار قل اذن خیر لکم ای اذن موصوف
بالخیریۃ فی حقکم لانہ یقبل معاذیرکم ویتغافل عن
جہالاتکم فکیف جعلتم ہذہ الصفۃ طعنا فی حقہ
(تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۶۸۴)

یؤمن للمؤمنین لما علم فیہم من خلوص الایمان یقبل
قولہم - (فتح البیان جلد ۱ صفحہ ۶۶۹)

یؤمن للمؤمنین یصدقہم لما علم من خلوصہم رحمۃ
للذین آمنوا منکم لمن اظہر الایمان حیث یقبلہ
ولا یکشف سرہ فیہ تنبیہ انہ لیس یقبل قولکم جہلا
بحالکم بل رفقا بکم وترحما علیکم - (بیضاوی صفحہ ۳۶۹)

بعض کہتے کہ ایسا نکرو آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم کو خبر پہنچی تو وہ بھی تم کو برا کہینگے ان
میں سے جلاس بن سوید بولا کہ ہم جو چاہینگے
کہینگے پھر آپ کے پاس جاکر منکر ہو کر قسم کھا لینگے
تو آپ اس کو سچ مان لینگے۔ کیونکہ آپ کانوں
کے کچے ہیں اس کہنے سے انکی غرض یہ تھی
کہ آپ سینہ صاف اور لوگوں کی باتوں سے
جلد دھوکہ کھا جاتے ہیں خداتعالے نے انکے
رد میں یہ آیت نازل فرمائی اور اس میں یہ بات
جتائی کہ ہمارا رسول ایسا نہیں کہ تمہارے
جھوٹے انکار اور جھوٹی قسموں کو سچ مان
لیتا ہو وہ تم کو جھوٹھا جانکر صرف مروت اور
رحم دلی سے تمہارے جہالتوں سے چشم
پوشی کر لیتا ہے اور تم کو سزا نہیں دیتا۔ سچا
تو اپنے ہی اصحاب کی (جن کا خلوص ایمان وہ
جان چکا ہے) باتوں کو جانتا ہے سو بھی وہ باتیں
جنپر انکا اتفاق ہو اور انکے بیان میں باہم
اختلاف نہو۔ یعنے وہ بصورت اختلاف اپنے
مخلص و کامل الایمان اصحاب کی باتوں میں بھی
تحقیق و چھان بین کرتا ہے یہ نہیں کہ جو کچھ
کوئی کہتا ہے جھٹ مان لیتا ہے۔

اب ناظرین باتمکین غور کریں اور داد انصاف دیں کہ اس آیت کے یہی معنے (جو تمام تفاسیر میں بیان کیے ہیں اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کبار سے مخصوص ہیں) ہیں تو اس آیت کی نص و الفاظ سے ہر زمانہ کے ہر مومن کی بات کو تسلیم و تصدیق کرنے کا حکم کہاں پایا جاتا ہے جو اس بزرگ خاندان کے ممبروں نے سمجھ رکھا ہے اور اس آیت میں ایسا عام لفظ کونسا اور کہاں پایا جاتا ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کبار کے علاوہ ہر وقت کے مسلمانوں کو شامل ہو سکے ان حضرات نے اس آیت کو بالفاظ نص عام سمجھا ہے تو اس کا سبب اس مسئلہ اصول سے انکی ناواقفی ہے جو اکثر کتب اصول میں بیان ہوا ہے۔

حکایۃ الفعل لا تعم یعنے کسی شخص یا اشخاص کے فعل کی حکایت کہ انہوں نے ایسا کیا تھا عام نہیں ہوتی (توضیح تلویح صفحہ ۶۳ و حصول المامول صفحہ ۵۱) اور اگر ان حضرات نے اپنی ذات یا اپنے وقت کے مومنوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذات برکات اور اصحاب کبار پر قیاس کیا ہے تو یہ قیاس مع الفارق ہے ح چہ نسبت خاک را با عالم پاک ۔ حمّا و حنّا کا صدیق اکبر رضہ و عمر فاروق رضہ پر قیاس کرنا یا اپنی مثل مولویوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر (جن کو اصحاب کبار کا خلوص ایمان و اخلاص باطلاع الہی معلوم ہو چکا تھا) قیاس کرنا کیونکر جائز ہے انکا یہ قیاس بھی علم اصول سے نابلد ہونے کی وجہ سے ہے اور ان مسائل سے بے خبر ہونے کے سبب کہ قیاس کب اور کس حالت میں جائز ہو سکتا ہے اور قیاس کرنے والا کون شخص ہو سکتا ہے اور قیاس کے واسطے مقیس و مقیس علیہ میں کیا کیا شرائط ہیں و علی ہذا القیاس ۔

بالجملہ ہر زمانہ کے ہر قسم کے مسلمانوں کی ہر بات مان لینے کا جواز یا وجوب نہ اس آیت کے الفاظ و نص سے ثابت ہوتا ہے نہ اس آیت کے منطوق پر قیاس کرنے سے اور ہر وقت اور ہر قسم کے مسلمانوں کی باتوں کو مان لینا اور انکے اصل و ماخذ و دلیل کو نہ دیکھنا ناواقف اور بھولے مسلمانوں کا کام ہے نہ اہل تثبت و ضبط کا

اس مقام میں ایک حکایت کو ذکر نا مناسب معلوم ہوتا ہے جو ہدایت و عبرت ناظرین سے خالی

ہوگی وہ یہ ہے کہ جونپور میں ملّا جیون نام ایک عالم تھے صاحب تصانیف کثیرہ انکی تفسیر مشہور ہے ایک کتاب اصول میں بھی انکی تالیف ہے اس علم و فضیلت کے ساتھ انکا بھولا پن بھی مشہور و ضرب المثل ہے جس سے یکمن علم را دہ من عقل باید کی مثل صحیح و صادق معلوم ہوتی ہے ایک دن آپ کے شاگردوں نے (جو ان کے بھولا پن سے واقف تھے) ان سے کچھ مال مارنا چاہا تو آپ کو کہا کہ جونپور میں جو بڑا پل ہے اسکی نسبت بادشاہ دہلی کا حکم ہوا ہے کہ اس کو رتھ پر لاد کر دہلی میں لایا جاوے۔ وہ پل رتھ پر دہلی میں آئے گا تو آپ کے حجرہ کے اوپر سے گذر کر نکلے گا جس حجرہ کو نقصان پہنچیگا۔ اگر اہلکاران و کارندوں کو کچھ روپیہ دیا جائے تو امید ہے کہ وہ اس پل کو اس راہ سے نہ لائیں گے۔ ملا صاحب نے اس خبر کو مومنوں کی بات سمجھ کر صحیح سمجھ لیا اور گھر میں روپیہ لانے کے واسطے گئے۔ گھر میں سے یہ جواب ملا کہ کیا کوئی پل کو بھی کبھی رتھ پر لاد کر لاتا ہے آپ نے اسکے جواب فرمایا کہ یہ امر ممکن ہے (یعنے بطور خرق عادت جائز ہے) مگر مومن کو جھوٹھا کہنا جائز نہیں۔ کیا وہ طالبعلم جھوٹ بولتے ہیں؟ - یہ روایت خاکسار نے حضرت شیخ الکل کی زبانی دہلی میں سنی تھی جو ملّا صاحب کی اس قسم کے اور حکایات بھولا پن میں آپ نے نقل کی تھی۔

جو لوگ آیت ویؤمن للمؤمنین سے ہر وقت اور ہر زمانہ کے مسلمانوں کی باتوں کو مان لینے کا جواز یا ضرورت ثابت کرتے ہیں وہ ملّا جیون صاحب کے بھائی ہیں اور انہیں کی مثل۔ اور مصداق مذکورہ مثل اور ایسے لوگوں کو جو لوگ قرآن و حدیث کے ماہر اور انکی دقائق شناس و نکتہ رس کہتے ہیں انکے حق میں کیا کہیں ناظرین خود بخود سمجھ سکتے ہیں۔ مولوی عبدالجبار صاحب نے اپنی امامت کے متعلق جسقدر دلائل و مآخذ اپنے مکتوب شریف میں اور آپ کے شاگرد رشید نے رسالہ رسالہ اعلام صفحہ ۲۳ و ۲۴ میں بیان کئے ہیں ان سبکا جواب ادا ہو۔

آپ مکتوب شریف کی ایک بات کا جواب دیا جاتا ہے جو آپنے کہی ہے کہ "ہاں مولوی صاحب کا خطاب جو آجکل اہل علموں کا خطاب ہے قرن اوّل میں پایا نہیں گیا۔ اسپر فتوے لگاتے تو کچھ تعجّب کا مقام نہ تھا۔ وہ جواب یہ ہے کہ مولوی کا خطاب مذہبی خطاب نہیں اصطلاحی۔ (جیسا کہ شاگرد رشید نے پر صفحہ ۲۵۔ اعلام امام کا خطاب اصطلاحی قرار دیا ہے حالانکہ وہ خطاب مذہبی ہی ہے۔ جیسا کہ ہمنے ثابت کر دیا ہے) لہذا اس خطاب کا قرن اوّل میں پایا جانا ضروری نہیں ہے بلکہ صرف ضروری امر یہ دیکھنا ہے کہ جس اصطلاح کے رو سے کسی کو مولوی کہا جائے اس اصطلاح کے رو سے اس شخص میں مولوی ہونا پایا جاتا ہے یا نہیں پایا جاتا ہوگا تو اس شخص کو مولوی کہنا صحیح و راست ہوگا ورنہ غلط و دروغ۔

پھر یہ اصطلاح دو قسم ہے (۱) اصطلاح خواص علماء (۲) اصطلاح عوام۔ خواص علماء ہندوستان کی اصطلاح میں تو مولوی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے سلسلہ نظامیہ کی درسی کتابیں پڑھ لی ہوں اور سند فضیلت حاصل کی ہو۔ پنجاب یونیورسٹی کے ارکان علماء نے مولوی کے تین درجہ مقرر کئے ہیں۔ (۱) مولوی (۲) مولوی عالم۔ (۳) مولوی فاضل اور ہر ایک درجہ کے لیے خاص خاص کتابیں مقرر کر دی ہیں۔ اسی اصطلاح کے رو سے ہندو یا عیسائی بھی مولوی و عالم و فاضل کہلا سکتے ہیں اور کہلاتے ہیں جو کتب مقررہ یونیورسٹی پڑھ کر امتحان میں پاس ہو جاتے ہیں اس اصطلاح کے مطابق اشاعۃ السنہ جلد ۲ کے صفحہ ۳۵۲ وغیرہ میں ہندوؤں کے فاضل ہونے کا ذکر اور اسکا عدد بیان ہوا ہے یہ لقب مذہبی ہوتا تو ہندوؤں کو فاضل نہ کہا جاتا۔ عوام کی اصطلاح وسیع ہے۔ بازاری دکاندار تو مسجد کے ملاؤں۔ امام و خطیبوں اور بعضے ان پڑھ مسائل سنانے والوں کو مولوی صاحب کہتے ہیں اور دہلی کے عوام ہر ایک مسجد کے خادم و مؤذن کو مولوی کے علاوہ حافظ جی بھی کہتے ہیں گو قرآن اسکو

یا دفتر۔ کچہری والے ہر ایک اہلکار کو جو نمازی ہو اور متشرع لباس و ڈاڑھی و صورت رکھتا ہو مولوی صاحب کہتے ہیں وعلیٰ ہذا القیاس غرض اس بیان و تفصیل سے یہ ہے کہ مولوی صاحب اصطلاحی خطاب ہے نہ مذہبی۔

اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ جو الزام مولوی عبدالجبّار صاحب اپنے مخالف یا جملہ معاصرین علماء پر قائم کرتے ہیں وہ خود ان پر اور غزنوی جماعت امرتسری کے کل ممبروں پر قائم ہوتا ہے یا نہیں پس واضح ہو کہ اس جماعت کے اکثر ممبر (بجز اعلیٰ حضرت عبداللہ صاحب کے جنہوں نے اپنی تمام عمر مولوی نہیں کہلایا) مولوی کہلاتے ہیں۔ حالانکہ ان کا مولوی کہلانا عوام کی اصطلاح کے رو سے تو صحیح ہے مگر خواص علماء کی اصطلاح کے رو سے وہ نہ مولوی کہلا سکتے ہیں نہ مولوی عالم نہ مولوی فاضل کیونکہ انہوں نے نہ صرف پڑھی ہے نہ نحو نہ فقہ نہ اصول فقہ نہ معانی و بیان نہ منطق وغیرہ علوم درسیہ بلکہ جیسے خراسانی علماء بدو شعور سے کتب عربی فقہ منیہ۔ قدوری شرح وقایہ۔ ہدایہ وغیرہ شروع کر دیتے ہیں اس میں کسی کو صرف و نحو کا شوق ہوتا ہے تو ہدایہ پڑھکر صرف بہائی و صرف میر پڑھتے ہیں ایسے ہی یہ لوگ بدو شعور سے ترجمہ قرآن و حدیث شروع کر دیتے ہیں اور سالہا سال اس میں مشغول رہکر عربی عبارت کا ترجمہ کرنے پر قادر ہو جاتے ہیں مگر ان کو یہ خبر نہیں ہوتی یا بہت ہی کم ہوتی ہے کہ یہ لفظ اور صیغہ کیا ہے اور اس کا اعراب کیا ہے اور جو معنی اسکے کیے جاتے ہیں یہ کیوں صحیح ہیں اس کا منطوق کیا ہے مفہوم موافق یا مخالف کیا ہے اسکی عبارت النص کیا ہے دلالت النص کیا ہے یہ حقیقت ہے یا مجاز صریح ہے یا کنایہ اس کا مقتضٰے حال کیا ہے جسکے مطابق اس کا صدور ہوا ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔

مولوی صاحب کے شاگرد رشید نے رسالہ اعلام ۱۴ وغیرہ اور رسالہ تفسیر السلف کے آٹھ صفحہ (۵ سے ۱۲ تک) اس بیان میں سیاہ کیے ہیں کہ مولوی عبدالجبّار صاحب

ایک بڑے عالم جید۔ فاضل اجل محدث اکمل اپنے تمام اقران وتلامذہ شیخ الکل دہلوی سے اور اپنے زمانہ کے تمام علماء سے افضل ہیں۔ حل مشکلات کتاب اللہ وسنت میں بے مثل ہیں پھر یہ سب کمالات علماء زمانہ کی طرح کسبی نہیں (یعنے تعلیم وتعلم سے حاصل نہیں ہوئے) بلکہ وہبی ہیں جو تائید غیبی اور علم لدنی سے حاصل ہوئے ہیں اور انہیں کی ذات سے مختص ہیں اور اس کرامت خرق عادت کی وجہ سے وہ بلکہ تمام طائفہ غزنویہ اولیاء اللہ ہیں جن کی مخالفت کرنا خدا تعالیٰ سے لڑنا ہے اور ان حضرات کے وجود سے ملک ہند خصوصاً شہر امرتسر تمام زمینوں سے (جن میں مکہ مدینہ بھی داخل ہے) افضل ہو گیا ہے۔ اس اعتقاد بے بنیاد مبنی بر غلو وفساد کو شاگرد رشید کے اصل عبارات رسائل مذکورہ سے نقل کیا جاتا ہے تاکہ کسیکو یہ وہم وگمان نہ ہو کہ اس میں کسی کے فہم واجتہاد کا دخل ہے یا تصرف کی آمیزش ہے۔ ناظرین توجہ سے سُنیں۔ رسالہ اعلام کے صفحہ ۱۴ میں اس نے کہا ہے۔ مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی بڑے عالم نبیل فاضل جلیل غزیر العلم۔ وسیع الحلم وغیرہ وغیرہ ہیں۔ اور اسکے صفحہ ۱۵ میں کہا ہے آپ ماہر کتاب اللہ وسنت اور حسب استطاعت امر بالمعروف وناہی عن المنکر ہیں۔ یہ آپ کا جوش اخلاص ہے جو آپ سے یہ کام کرا رہا ہے۔ ورنہ عقیل دہر ہر شخص جس کے اعقل ہونے کے ہمارے فاضل علام (خاکسار گمنام کو مراد رکھتا ہے) بھی قائل ہیں چنانچہ صفحہ ۳۵۴۔ اشاعۃ السنہ جلد ۲۰ میں آپکی نسبت لکھتے ہیں کہ وہ پالٹیکس (انتظامی امور) میں سب سے بڑا اتھا ایک ملا لوگوں کے کاموں میں دخل دیتا ہے یہ تو مولانا عبدالجبار صاحب کا حوصلہ وسینہ ہے۔ کہ وہ اتنا بڑا عالی دماغ شاہی عقل رکھتے والا مُلا بنکر مسجد میں بیٹھا ہوا ہے اور مسجد میں طلباء ومساکین کے ساتھ اللہ اللہ کرتا ہے اگر کسی ابن الدنیا راغب عن العقبیٰ طالب عز وجاہ کو ایسے اوصاف کمال دئیے جاتے

نمبر ۶ جلد ۲۱

تو خدا جانے وہ ان پیروں کے ذریعہ کہاں سے کہاں تک اُڑتا[۱] اور کیا کچھ کرتا مگر وہ علیم حکیم اپنی حکمت بالغہ سے کام کرتا ہے۔ کلاب (کتوں) وطلابہ (طالبوں) دنیا کو کب یہ عنایات خاصہ عطا فرماتا ہے پیغمبری کی طرح اس کی نیابت بھی اسی کو دیتا ہے جو اسکے لائق ہوتا ہے۔ "اللہ یعلم حیث رسالتہ[۲]" (اس عبارت کو ناظرین منصفین غور سے ملاحظہ کریں کہ اس میں مولوی عبد الجبار صاحب کو کہاں تک چڑھایا ہے۔ اور ان کے علم وغیرہ کمالات کو خصائص نبوت سے شمار کیا ہے اور دوسروں کو ایسا نیچے گرایا ہے کہ سگ دنیا بنا دیا۔ اس میں جو خاکسار کا قول نقل کیا ہے اس میں کذب ومغالطہ سے کام لیا ہے۔ خاکسار نے ان کو ان کے بھائیوں اور سب ممبران خاندان سے بڑا پالیٹش کہا تھا نہ تمام لوگوں سے۔ جیسا کہ شاگرد نے جتایا ہے۔ اور خاکسار پہ افترا کیا ہے۔ اور رسالہ تفسیر السلف کے صفحہ ۸ میں مولوی صاحب حریف امرتسری سے یہ قول کہ "مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی اور سارا خاندان غزنویہ

---

[۱] اپنے ہی تو ان پیروں سے بہت سا کام لیا معزول نواب صاحب مالیر کوٹلہ کے خزانہ کا بہت سا روپیہ بٹورا۔ اور اس سے پہلے انکے بھائی کا جب وہ دونو مخبوط الحواس ہو کر اپنے اموال سے علاحدہ ہو گئے تب ہی اپنی مسجد میں طلباء کے ساتھ مل کر اللہ اللہ کہنا شروع کیا ؎

زاہد نداشت تاب وصال پری رخاں ٭ گنجے گرفت وترس خدا را بہانہ ساخت

[۲] عربی قرآن مجید میں تو اس آیت میں اللہ اعلم کا لفظ ہے نہ یعلم کا۔ معلوم نہیں کسی غزنوی یا بنگلوری قرآن میں لفظ یعلم بھی وارد ہوا ہے یا یہ شاگرد رشید کی سبقت نظر ہی جیسے حنظلۃ بن الربیع کو حنظلہ غسیل الملائکۃ خیال کرنے میں اس نے اوستاذ الاستاذ (خاکسار) سے سبقت نظر ہو گئی۔ بہر حال اس نکتہ چینی حنظلہ کا بدلہ اسکو ہاتھوں ہاتھ مل گیا ؎

کیا خوب سودا نقد ہے ٭ اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے ؎

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را ٭ چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

اس کی مزید تفصیل صفحہ (   ) میں ملاحظہ ہو۔

علوم آلیہ نہیں پڑھے اور ان کے اکابر افلاطون وغیرہ سفہاء یونان اور دوسرے فنون اسباب جنون مروجہ ماسوے الکتاب والسنۃ کی مہارت سے کورے ہیں الخ نقل کر کے کہا ہے کہ اس قول مکذوب کو تسلیم کر لیں تو اور بھی فضیلت اور ترجیح مولانا موصوف اور سارے خاندان عالی شان کی بڑھ گئی اور کرامت ثابت ہو گئی کہ بجز صرف ونحو وغیرہما علوم آلیہ کے پڑھنے کے ان کو کتاب وسنت کا علم پاک ایسا آگیا ہے کہ باید وشاید۔ واہ کیا کہنا ہے اس کرامت وخرق عادت کا کہ بغیر آلات واسباب کے ایسے مدارج علیا کو پہنچ گئے (ناظرین اس عبارت میں مولوی صاحب اور تمام خاندان غزنویہ کو بغیر پڑھنے صرف ونحو کے عالم کتاب وسنت بطور کرامت وخرق عادت قرار دینا ایسا ہی عبارت آئندہ میں ان کے علوم کو وہبی غیر کسبی ٹھہرانا اس بات کو تسلیم کر لینا ہے کہ یہ حضرات علوم آلیہ صرف ونحو وغیرہ نہیں پڑھے ہے۔ پھر ان کے حریف امرتسری کا قول مذکور مکذوب کیوں ٹھہرایا گیا (وھل ھذا الا تھافت وتناقض) اور اس سے پہلے صفحہ ۷ رسالہ تفسیر السلف میں کہا ہے کہ مولوی عبدالجبار صاحب تمام علوم متعلقہ کتاب وسنت میں مہارت کاملہ رکھتے ہیں۔ وہ اس زمانہ میں ایک بڑے جید عالم وفاضل اجل ومحدث

سلہ کیا شاگرد رشید کو یہ علم نہیں ہے کہ استاذ صاحب برخلاف طریق اپنے والد ماجد کے افلاطون وغیرہ سفہاء یونان کے علوم وفنون اسباب جنون کی اشاعت میں ایک مدت سے کوشاں ہیں۔ اور اپنے زیر اہتمام ایک مدرسہ آپ نے قائم کر رکھا ہے جسمیں افلاطون وغیرہ کے فنون اسباب جنون پڑھائے جاتے ہیں۔ اور ایک نوجوان آپکے خاندان نے بھی اس شعبہ جنون سے حصہ لیا ہے اور اس مدرسہ کے لیے اور اس کے نام سے بہت سا چندہ مریدوں ضلع فیروز پور وغیرہ سے وصول کرایا جاتا ہے اور اگر ان فنون جنون کو استاذ صاحب بھی برا جانتے ہیں تو پھر ان فنون کی تعلیم واشاعت اور اسکے وسیلہ سے فراہمی زرکیسی ہے۔ بینوا توجروا ۱۲

اکمل ہیں ان کے اوصاف ذکر کرنے میں اس شعر کو کافی سمجھتا ہوں ؎

لا یدرک الواصف المطری خصائصہ ٭ وان یک بالغاً فی کل ما وصفا

(ترجمہ مبالغہ سے تعریف کرنے والا انکے اوصاف کو جوان سے مختص ہیں نہیں پاتا اگرچہ ہر ایک تعریف میں وہ حد سے بڑھ جاوے اور مبالغہ کرے) جو لوگ اہل بصیرت ہیں انکے فضل و علم لدنی کو معلوم کرکے میری ساری باتوں کی تصدیق کرینگے۔ واللہ یہ خاندان غزنویہ طائفہ صلحاء و زمرۂ صفیاء اولیاء اللہ ہے انکی مخالفت مصداق حدیث من عادی لی ولیاً فقد اذنتہ بالحرب ہے۔ ان کی مخالفت سے آدمی بہت جلد ذلیل و رسوا ہو جائے گا۔ (واہ رے مرزا کے چھوٹے بھائی۔ مگر تجھے اس مقام میں مرزا کا یہ الہام انی مھین من اراد اھانتک نقل کرنا بھول گیا) پھر صفحہ ۸ میں اس غالیانہ اعتقاد پر بایں الفاظ وثوق ظاہر کرکے کہ میں اس عقاد پر بین الرکن والمقام (یعنے حجر اسود و مقام ابراہیم کے درمیان) حلف کھاؤں تو صادق رہوں (یہاں مرزا کا سا مباہلہ کرنا تھا۔ یہ چوکڑی بھی وہ بھولا) صفحہ ۹ میں کہا ہے دیندار سنت کے تابع داراُن کو مرشد امام الوقت ہادی مہدی (یہاں مہدی مسعود کہنا بھول گیا) جانتے ہیں اور دن بدن آپ مرجع خلائق ہو رہے ہیں۔ ہر دن سوا جمعہ کے قرآن مجید کا وعظ اس خوبی سے ہوتا ہے کہ سننے پر اس کی وصف و کیفیت موقوف ہے ایک بڑی جماعت (خدا کی قسم کھا کر بتاؤ کہ اس جماعت میں کوئی عالم معقول و منقول بھی رہا ہے یا محض جہلاء و عوام اگر محض عوام ہوتے ہیں تو انکی تحسین کیا وقعت رکھتی ہے۔ استاد صائب کہتا ہے ؎

صائب دو چیز مے شکند قدر شعر را ٭ تحسین ناشناس و سکوت قدر شناس

سلہ اصل شاعر نے تو سابقاً کہا ہوا ہے معلوم نہیں یہ آپنے عمداً تصرف کیا ہے۔ یا یہ تعلیم والی سبقت نظر ہوئی اس صورت میں یہ فرید انعام ہلا۔ دیکھو صفحہ (؟

اس وعظ میں حاضر ہو کر مستفید ہوتی ہے اور علم کتاب و سنت کے اسباق متعدد ہوا کرتی ہے (ایمان سے کہنا کہ پڑھنے والے طالب علم کون ہوتے ہیں خراسانی مُلّا یا کتب درسی پڑھے ہوئے طلباء) اور یہ سب کچھ منجانب اللہ ہے کوئی بات ایسی نہیں ہے کہ کسب سے حاصل ہو جاوے صرف وہبی تائید غیبی ہے واللہ یختص

برحمتہ من یشاء (یہی بعینہ مرزا کا دعویٰ ہے) پھر صفحہ ۱۱ و ۱۲ میں مولوی شمس الحق صاحب عظیم آبادی اور شیخ حسین صاحب عرب سے خلاف واقعہ باتیں جن کا خلاف واقعہ ہونا صفحہ میں بیان ہوا ہے نقل کر کے صفحہ ۱۳ میں کہا ہے کہ مولوی عبدالجبار صاحب علم کتاب سنت میں اپنے ہم زمان و اقران پر فوقیت رکھتے ہیں جس کو نمونہ بقیہ السلف دیکھنا ہو وہ نیک نیت و حسن طویت سے انکی صحبت میں رہکر دیکھ لے ۔"

(یہی بعینہ مرزا کا دعویٰ ہے وہ اپنے ممتحن کے لیئے دو دو سو روپیہ ماہوار تا زمان قیام قادیاں انعام بہی مقرر کرتا ہے شاگرد رشید یہ جیو کر کیسے بھولا) یہ آپ کی ذات بابرکات قدسی صفات کی تعریف میں شاگرد رشید کی مبالغہ آمیز اور حد سے بڑھکر تعریف ہی۔ آپ آپکے مسکن کے تقدیس و تطہیر اور تمام زمینوں کی تفضیل شاگرد کی تحریر سے سنو۔ وہ رسالہ تفسیر السلف کے صفحہ ، میں لکھتا ہے "اس زمانہ میں اس مبارک گروہ سے زمین ہند کو فخر ہے دوسری زمینوں پر خصوصاً شہر امرتسر کو زینت و رونق حاصل ہے ان کے پاک علموں و عبادتوں و ذکروں سے "

نعوذ باللہ من ھذہ الھفوات المنتنات کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا سرور کائنات فخر موجودات نے تو مکہ معظمہ کو مخاطب کر کے قسمیہ فرمایا ہے واللہ انك لخیر ارض اللہ واحب ارض اللہ الی اللہ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۳۸) یعنے خدا کی قسم ہے اے کعبہ تو تمام زمینوں سے بہتر ہے اور خدا کی تمام زمین سے خدا کو پیارا ہے اور مدینہ منورہ کی نسبت فرمایا ہے المدینۃ خیر لھم لو کانوا یعلمون

(مشکوۃ صفحہ ۲۳۱) یعنے مدینہ ان کے لیے بہتر ہے اگر وہ جانیں۔ اور یہ غالی سب سے نرالا اپنا
کی مشرکانہ محبت میں سرشار و متوالا گرو رامداس اور گورو گوبند سنگھ کی نگری (امرتسر)
اور اس کے طفیل ساری زمین ہند کو (جس میں بڑے بڑے معابد مشرکین موجود ہیں جیسے
کانشی۔ اجودھیا گیا۔ جوالاجی وغیرہ) تمام زمینوں سے جن میں مکہ و مدینہ بھی داخل ہیں محل
فخر سمجھے بہتر بتاتا ہے۔ اور اس گروہ غزنوی کے ذکروں و عبادتوں کو (جو غفلت اور احداث
وغیرہ معاصی سے خالی نہیں) ذاکرین و عابدین حرمین شریفین کے ذکروں و عبادتوں سے
خصوصاً کعبۃ اللہ کی عبادت طواف سے جو رات دن جاری رہتا ہے بڑھکر باز بنیت و رونق
قرار دیتا ہے باقی ہندوستان کی مساجد و مدارس اور بلاد اسلامیہ کے مدارس و مساجد کے
مذاکرات علمیہ و مجالس ذکریہ کی تو اس کے نزدیک کوئی ہستی و حقیقت ہی نہیں۔ اس غالی سے کوئی
انکے علم و عبادت و ذکر کی مثالیں پوچھے جو سوائے اس نگری گورو رامداس کے روئے زمین کی
مساجد و مدارس و معابد اسلامیہ خصوصاً حرمین شریفین میں پائی نہ جاتی ہوں تو ممکن نہیں کہ
وہ ایک مثال بھی پیش کر سکے۔ ناظرین اس قسم کے مبالغہ آمیز اور شتعال خیز الفاظ شاگرد رشید نے
استاذ کی تعریف میں اور بہت سے رسالہ تطہیر السلف میں درج کیے ہیں اور استاذ صاحب نے
باشاعت رسالہ مذکورہ وہ الفاظ شائع کیے ہیں۔ ان تعریفی الفاظ کو پڑھکر کبھی تو کرشن
قادیان کے دعوی اور اس کے مریدوں کی اس کے حق میں تعریفیں یاد آتی ہیں کیونکہ وہ دعوے
اور وہ تعریفیں بھی اسی کے قریب قریب ہیں چنانچہ ان عبارات مذکورہ کی ذیل میں خطوط
و صداقت دیگر بتائی گئی ہیں۔ مرزا کے دعاوی اور ان تعریفات میں صرف ایک درجہ مسیح
موعود ہونے کا فرق باقی رہ گیا ہے۔ اور کبھی ان عربی شاعروں کے مبالغے یاد آتے ہیں
جن میں سے ایک شاعر کا مبالغہ آمیز یہ شعر ہے جو گھوڑی کی تعریف میں کہتا ہے ؎

عقدت سنابکھا علیہا عثیرًا ✽ لو تبتغی عنقا علیہ لامکنا ✽

جسکا ترجمہ یہ ہے۔ اس گھوڑی کے سموں نے اس کے اوپر اس قدر غبار جما دیا ہے کہ اگر وہ گھوڑی

اس عبارت مجمد پر دوڑنا چاہیے تو یہ امر ممکن ہے اور اہل حدیث کے حال پر کمال افسوس و
تعجب آتا ہے کہ جو باتیں پیر پرست لوگ اپنے پیروں اور ان کے مساکن کے حق میں کہتے
تھے (چنانچہ بہشتی دروازہ پنجاب میں مشہور تھا اب قادیان دارالامان میں بہشتی مقبرہ
تجویز کیا جاتا) وہی باتیں ایک اہلحدیث مولوی عبدالجبار صاحب کے معتقدان کے اور
ان کے مسکن گرو رام داس کی نگری امرت سر کے حق میں کہنے لگ گئے ہیں۔ و معہذا
وہ لوگ بدعتی و مشرک اور یہ حضرات متبع سنت و موحدہ۔ لا حول ولا قوۃ۔ مولوی
عبدالجبار صاحب نے جو سلسلہ پیر و مریدی قائم کیا۔ اور دین کے امام مثل امام ابوحنیفہ
یا امام شافعی رح ہونے کا خیال ان کے دماغ میں جم گیا تو ان کے غالی مریدوں و معتقدوں
کا ان کی ایسی تعریفیں کرنا ایک لازمی اور ضروری امر تھا۔ اور پیر و مریدوں کا ان
تعریفوں کو شائع کرنا اس خود غرضی کا بحکم ؎

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد ✤ صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد ✤

لازمی نتیجہ۔ لہذا وہ لوگ اس تعجب و افسوس کا اسقدر محل نہیں جسقدر وہ اعیان
اہلحدیث جو نہ تو مولوی صاحب کے مرید ہیں اور نہ مولوی صاحب کو اپنا امام سمجھتے
ہیں اور معہذا وہ ان تعریفوں کی اشاعت پر مولوی صاحب پر آشفتہ خاطر نہیں ہوتے
اور نہ چیں بجبیں ظاہر نہیں کرتے اور حدیث من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ
فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ ولیس وراء ذلک حبۃ خردل من
الایمان پر کاربند نہیں ہوتے اور جھوٹی تعریفات کی اشاعت سے ان کو منع نہیں
کرتے الٹے خاکسار سے (جو اس غلو و زیادتی سے مولوی صاحب اور ان کے غالی
معتقدوں کو روکنے لیے اکیلا میدان میں نکلا ہے) سفارش کرتے ہیں کہ خاکسار اس
باب میں قلم نہ اٹھاوے اور مولوی صاحب کی پیری مریدی اور امامت سے بحث نہ کرے
اور باہمی خانہ جنگی سے احتراز عمل میں لاوے یہ ایک جزئی و فرعی مسئلہ ہے اسکی درپے

باہم منازعت مناسب نہیں ہے!!

انکی خدمت میں خاکسار کمال اخلاص و خیر خواہی سے گذارش کرتا ہے کہ مولوی صاحب
کی پیری و مریدی اور ان کے خیالی دعوے امامت سے جو غلو انکے مریدوں اور معتقدوں
میں پیدا ہو گیا ہے۔ وہ آپ لوگوں نے شاگرد رشید مولوی صاحب کی عبارت پڑھ سنکر
دیکھ لیا ہے کہ وہ حد پیرپرستی تک پہونچ گیا ہے اور اسوجہ سے اب یہ مسائل فروعی نہیں رہے
بلکہ اصولی و اعتقادی بن گئے ہیں لہذا ان مسائل سے بحث کرنا اشاعۃ السنۃ کا خاص
منصبی فرض ہے جو ابتدا سے آجتک احقاق حق اور ابطال باطل اپنا شعار رکھتا ہے۔
اور اصلاح فساد اور ردّ مفسدین کو اس کا خاصہ ہونا مولوی صاحب کے شاگرد رشید نے
تفسیر السلف کے صفحہ ۱۳ میں اور اعلام کے صفحہ (۳۶ و ۴۷) اور صفحہ ۲۹ میں تسلیم کیا
ہوا ہے اور اسی میں وہ بامتثال لا یخافون لومۃ لائم کسی مخالف یا موافق کی پروا
نہیں رکھتا۔ تا خیرخواہان قوم اس اختلاف کو دور کرنا چاہتے ہیں تو مولوی صاحب اور
انکی حمیت میں حمیۃ الجاہلیۃ اختیار کرنے والے اور اہلحدیث ہو کر خالی بدعتی اور پیر پرست
بن جانے والے شاگردوں اور مریدوں کو سمجھائیں کہ شاگرد استاذ کی سراسر اکاذیب سے
تعریف کرکے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ نکریں اور استاذ صاحب ان اکاذیب کو ملک میں شائع
و مشتہر نکریں۔ اور وہ نو فریق طحاوی کی اس نصیحت پر بحکم ؎

سلہ صفحہ ۱۰۴ میں اب خاکسار شمر مسانرکی نسبت کہتے ہیں یہ کام ذرہ مبطلین (مولانا کا ساطے ہو)
وہ باحسن وجہ اس ضروری خدمت اسلام کو مدت العمر سے ادا کرتے ہیں گویا وہ اس خدمت کیلئے
مامور تھا میں سے ہر کسے را بہر کارے ساختند و مہر دلش میلان او اندر نہند ۔ دیکھیے چکڑالویہ۔ عیسائیہ۔
مرزائیہ نیچریہ تمام طائفوں کے ساتھ اپنے محبوب ہی مناظرہ کیا! یہ آپکے الفاظ ہیں مگر افسوس ہے کہنا پڑا کہ شاگرد
و استاذ کی ان زیادتوں سے ان الفاظ کے ساتھ فقط غرض پیدا کیا جا رہا ہے یہی انکو پڑھنا پڑیگا اگر آپ
لوگوں کا موجودہ اصرار قائم رہا خدا کرے آیندہ ہی آپ بدار رہائی اور قلم کو تھام لیں اور اس فقط کو پڑھا ندکی

مرد باید کہ گیرد اندر گوش   ور نوشت ست پند بر دیوار

پیرکار بند ہو جاویں۔ جو صاحب درمختار کی اس تعریف امام ابوحنیفہ رح پر کہ قیامت تک مذہب امام ابوحنیفہ رح میں حکومت رہیگی۔ یہانتک کہ عیسے علیہ السلام نازل ہونگے تو وہ بھی امام ابوحنیفہ رح کے مذہب کے مطابق عمل کرینگے؛ کہا ہے کہ حنفیوں کو مناسب ہے

والذی ینبغی للطائفۃ الحنفیۃ ان لا یتکلموا بھذہ الکلمات الموھمۃ فانھا موجبۃ للتکلم فیہم بل بعض المتعصبین یسبّون الامام وینقصون عند الاجتہاد (طحطاوی)

کہ وہ امام ابوحنیفہ کی تعریف میں ایسے کلمات مُنہ سے نہ نکالیں جن سے انبیاء کی منقصت مفہوم و موہوم ہو اس سے وہ لوگ محل اعتراض ہونگے اور احمق لوگ امام ابوحنیفہ رح کو گالیاں دیں گے اور ان کے مجتہد ہونے کو مٹائینگے۔ یہی خوف بعینہ مولوی عبد الجبار صاحب کی نسبت ہے کہ جب انکی تعریف بیجا اور مدح ناروا کے متضمن رسائل شاگرد رشید ان لوگوں کی نظر سے گذرینگے جو مولوی صاحب کے شاگرد و مرید و معتقد نہیں ہیں اور وہ لوگ مولوی صاحب کے حق میں امام ہادی۔ و مہدی۔ و افضل الاقران و اعلم علماء زمان وصاحب علم لدنی و مختص بتائید غیبی و رحمت الٰہی و ہی و مورد و مختص برحمتہ من یشاء و مصداق واللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ دیکھینگے تو وہ لوگ مولوی صاحب کو محض جاہل بتائینگے اور کھلم کھلی گالیاں دینگے۔ لہذا مولوی صاحب کی خیر خواہی اور آپکی محبت و خوش اعتقادی ان الفاظ سے زبان کو روکنی ہی بہتر ہے۔ اور قطع منازعت کا ذریعہ قوی تر تو یہ ہے کہ مولوی صاحب استدلال حدیث انتم شہداء اللہ فے الارض کی غلطی تسلیم کرکے خود اشتہار دیدیں۔ کہ مجھے امامت فی الدین کا دعویٰ نہیں ہے۔ اس لیے مجھے کوئی بھی امام صاحب کے نام سے یاد نکرے۔ اور اس اشتہار کی ہزارہا کاپیاں چھپوا کر ملک میں شائع کر دیں

اس کی کتب ... رسالہ اعلام کے اخیر میں درج ہے بصفحہ ۱۴۶ رسالہ تذکرۃ

باین الفاظ آپ نے اعلان کر دیا ہے کہ "میں مولوی صاحب (خاکسار ایڈیٹر کا مراد ہے) کے فرمان کے مطابق اعلان دیتا ہوں کہ خاکسار کو کوئی شخص پیر نہ کہے اور نہ اپنے آپ کو مرید کہلاوے"۔ ہر چند یہ اعلان براہین احمدیہ کے اس اشتہار کے مطابق ہے جو کرشن قادیاں نے دالیسی قیمت براہین احمدیہ کی نسبت کف دست کے برابر چند اوراق پر چھپوا کر گھر میں رکھ چھوڑا اور بجز چند معتقدین کسی نہیں دکھایا اور نہ کسی اسلامی اخبار میں درج و مشتہر کرایا اور نہ اشتہارات براہین احمدیہ اور اشتہارات دعوئی ولایت و منصب تبلیغ کی مانند اس کو ملک میں مشتہر کیا۔ مگر تاہم مکتوب شریف میں مولوی صاحب کا اتنا کہدینا ہی غنیمت ہے۔ ایسا ہی آپ اپنی امامت سے دست برداری کا اعلان کر دیں تو اس کو بھی غنیمت سمجھا جاویگا اور یہ فتنہ فرو ہو جائے گا انشاء اللہ تعالےٰ۔ اور اگر مولوی صاحب نے ہمارے اس مضمون بحث امامت کو پڑھکر اپنے اس شاگرد یا کسی اور خراسانی یا غیر حدی ملا کو بھڑکا دیا اور ہمارے مقابلہ میں کھڑا کر دیا تو اس کا انجام ان کے حق میں بہتر نہ ہوگا اشاعۃ السنۃ النبویہ ایسی بدعات مستحدثہ کے پیدا ہونے اور حق سنت سنیہ کے چھپ جانے سے اس تکلی کا سا دلی رنج رکھتا ہے۔ جسکا نرینہ فرزند فوت ہو جاوے اس کا مقابلہ اس نائحہ متاجرہ سے جو کچھ اجرت (شاباش وغیرہ) لیکر نوحہ کرے کبھی نہیں ہو سکتا۔ معہذا اشاعۃ السنۃ اس اظہار دلی رنج میں اکیلا بھی نہیں ہے۔ بلکہ دلی فراق و تپاک سے اسکی مساعدت کرنیوالے اور بھی ہیں۔ از انجملہ ایک کا اظہار الم و افسوس دلی مضمون "صدائے افسوس" میں ہوا ہے۔ جو مضمون اہلحدیث میں جعلی پیری و مریدی کی صحت پر جبّاری پارٹی کی شہادت کے بعد رسالہ میں درج و شائع ہوگا اگر اشاعۃ السنۃ اپنے سابق اظہار الم کو کافی سمجھ کر آئندہ کچھ نہ بولا تو ان سے صبر نہ ہو سکے گا۔ اسوجہ سے انسب یہی ہے کہ مولوی

صاحب اپنی امامت سے دست برداری کا اعلان دیکر اس جنگ کو اٹھادیں۔ آئندہ بختیار۔ ہم ہر طرح سے حاضر ہیں ؎

اگر صلح خواہی نخواہیم جنگ ٭ و گر جنگ جوئی ندارم درنگ

فٹ نوٹ۔ ناظرین پر مخفی نہ ہوگا کہ اس مضمون میں صاف طور پر مولوی عبدالجبار صاحب کو پولیٹیکل سرداری (امامت یعنی خلافت) کے دعوی سے بری کیا گیا ہے۔ اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کا امام کہلانا صرف علمی یا مذہبی غلطی ہے (اس بیان میں ہمنے اپنے فرض منصبی کو ادا کیا ہے۔ ناجائز رعایت سے کام نہیں لیا) ہمنے یہ کہنا بھی ہمارا فرض ہے۔ اور شہادت سر چارلس ایچیسن لیفٹنٹ گورنر پنجاب ہمارے فیدفل ایڈووکیٹ (وفادار وکیل) اہلحدیث ہونے کا لازمہ ہے۔ کہ ہم اس بات کا اظہار کردیں کہ مولویصاحب کے بعض تابعین میں یہ غلو یقینًا پیدا ہوگیا ہے کہ وہ انکو امام بمعنے خلیفہ وقت جانتے ہیں اور انکی اطاعت ان لوگوں پر جو انکی بیعت کریں واجب سمجھتے ہیں۔ اور جو شخص انکی اطاعت سے خارج ہو۔ اس کو واجب القتل کہہ چکے ہیں۔ مولویصاحب کے تابعین میں سے ایک شخص نے جسکا ذکر رسالہ نمبر ( ) صفحہ ( ) میں گذرا ہے ایک مقدمہ شفعہ میں مولویصاحب کا حکم نہ مانا۔ تو انکے خاندان کے ایک ممبر نے اس کو واجب القتل کہدیا اور اس کی وجہ یہی بیان کی کہ اسنے حکم امام کا خلاف کیا ہے۔ یہ بات ہمنے خود اس شخص سے اور اسکے صوفی رفیق سے (جس کو مولویصاحب بھی صادق القول جانتے ہیں) سنی ہے اور کئی اور اعیان اہلحدیث نے خود اس ممبر کے منہ سے سنی ہیں ایسے غالیوں کے خیالات کے رد کرنے کے لیئے بھی مولویصاحب کا اپنے امام ہونے سے دست برداری کا اعلان واجبات اور مقتضیات وقت سے ہے اور یہ اعلان ضروری ہے کہ ہمارے پیروان ہمارے کسی حکم سے خلاف کرنا اور ہماری اطاعت سے خارج ہونا انکے قتل کو واجب اور حلال نہیں کرتا۔ بہتر تو یہ ہے کہ چند روز کے واسطے ان مفاسد کی جڑ یعنی اپنی بیعت ہی کو بند کردیں۔ یہ بیعت تو صرف امر مستحب ہے نہ واجب اور نہ سنت مؤکدہ جیسے کہ بعض ناواقف عامیانہ لوگوں صاحب نے سمجھ رکھا ہے۔ انکو رسالے بیعت الامام کو بھی نہیں سمجھا) اور جو اس بیعت سے مفاسد پیدا ہوئے ہیں وہ نہایت خطرناک ہیں۔ ہمارے اس اجمال کو مولویصاحب نے نہ سمجھا تو آیندہ ہم تفصیل کرینگے۔ انشاء اللہ تعالے۔

"اہلحدیث میں جعلی پیری و مریدی!"

کی صحت پر

جبّاری پارٹی کی شہادت

اور پھر اعتراضات

الفضل ما شہدت بہ الاعداء

وَاِذَا اَتَتْکَ مَذَمَّتِیْ مِنْ نَاقِصٍ + فَھِیَ الشَّھَادَۃُ لِیْ بِاَنِّیْ کَامِلٌ

عنوانی مضمون رسالہ نمبر ۱۲ جلد ۲۰ میں شائع ہوا۔ تو اس کے اصل اصول (اصلیت و حقیقت اصلی و جعلی پیری مریدی اور اسکی ہسٹری (تاریخ) و حکم پر تو جباری پارٹی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ گویا آمنّا و صدّقنا کہکر اس کو مان لیا۔ ان کے علاوہ بعض اہل علم صوفیوں نے بھی وہ مضمون ملاحظہ کیا تو ان میں بھی وہ مضمون پاس ہوگیا اور سنا ہے (گو دیکھا نہیں) کہ رسالہ انوار الصوفیہ لاہور میں اس کا اقتباس بھی کیا گیا ہے۔ اس تسلیم کے علاوہ اس مضمون کا نتیجہ بھی حسب مراد و مقصود خاکسار ظاہر ہوگیا ہے۔ جس دوست دینی اور اہلحدیث بھائی (صاحبزادہ مولوی عبد الجبّار صاحب غزنوی امرتسری عفا اللہ عنہ) کی آ[illegible] خیال کے واسطے وہ مضمون لکھا گیا تھا۔ اس نے باوجودیکہ اس مضمون کے موضوع سے علیحدہ ہوکر کسیقدر مخالفت و عداوت کا بھی اظہار کیا ہے اس مضمون سے متاثر ہوکر میرے اس سوال (مندرجہ صفحہ ۳۸۲ جلد ۲۰۔ اشاعۃ السنۃ) کہ آپ میں صفات و حالات اصلی صوفیاء کرام پائی جاتی ہیں یا نہیں؟ کے جواب میں اپنے مکتوب شریف مشتہرہ رسالہ اعلام میں بصفحہ ۴۴ رسالہ صاف

فرمادیا ہے کہ میں اس لائق نہیں کہ میرے ہاتھ پر بیعت کریں عاجز کو خود ضرورت ہے کہ کسی صالح ومتقی کے ہاتھ پر بیعت کرے۔ اور اس کے صفحہ ۱۶۴ میں فرمادیا ہے کہ خاکسار نے عمر بھر نہ زبان سے نہ قلم سے نہ کسیکی وساطت سے اپنی بیعت کی دعوت کی۔ بلکہ زبان وقلم سے انکاری رہتا ہے اور کہتا ہے ؎

او خویشتن گم ست کرا رہبری کند!!

میں آپکے فرمان کے مطابق اعلان دیتا ہوں کہ خاکسار کو کوئی شخص پیر نہ کہے نہ اپنے آپکو مرید کہلاوے!!

اس جواب باصواب جالب ثواب سے **مولوی** صاحب نے مادہ نزاع کو قطع کردیا ہے جزاہ اللہ خیرا ووقاہ ضیرا۔ اب کسر ہے تو صرف اس قول کے مطابق (حسب درخواست خاکسار مندرجہ شروع صفحہ ۲۲ و ۳۔ جلد ۲۰۔ اشاعۃ السنۃ) عمل کرنے کی کسر ہے۔ سو امید ہے کہ وہ کسر بھی نکل جائے گی جب اس مضمون کو مطالعہ مولوی صاحب کی عزت حاصل ہوگی۔

اس تسلیم واتفاق ان حضرت کی نظر سے خاکسار نے وہ عربی مصرعہ نقل کیا ہے جس کو اس مضمون کا پہلا تانا بنایا ہے۔ مگر **کمال افسوس** سے یہ امر بھی ظاہر کیا جاتا ہے کہ مولوی صاحب موصوف کو اُن کے نادان اور ناقص الفہم دوستوں نے باوجود تسلیم صحت شروط وصفات اصلی پیری کے بحکم مثل مشہور مدعی سست و گواہ چست!! ومقولہ مشہورہ پیران نمے پرند مریداں مے پرانند!! مولوی صاحب کو آئندہ اپنے اس قول مذکور پر عمل کرنے سے روک دیا ہے۔ اور ان کے قول مذکور کے برخلاف اُن کی نسبت یہ دعوی دروغ کیا ہے کہ آپ میں اوصاف وشرائط اصلی پیروں کے موجود ہیں اور آپ لوگوں سے بیعت استفاضہ لینے کے مستحق ہیں۔

اس دعوے مسعدان بلوی وموجب قیام نزاع کے تعداد وبعض جوشیلی اور کم حوصلہ

حضرات تلامذہ واحباب مولوی صاحب نے اصل بحث پیری مریدی سے علیحدہ ہوکر اور جرم خروج عن المبحث کا ارتکاب کرکے خاکسار پر چند اعتراضات بھی کیئے ہیں جن کو اصل مبحث سے کوئی تعلق نہیں ہے اور طرفہ یہ کہ ان احباب و تلامذہ کی تقلید سے سرگروہ پارٹی مولوی عبد الجبار صاحب خود بھی خروج عن .. ث کے مرتکب ہوگئے ہیں اور اعتراضات خارج از بحث پیش کرکے قدیم دوست ہوکر نئے دشمن بن گئے ہیں۔

اصل مضمون کو مانکر اور اس کی خوبی وصحت کو جانکر وہ سب کے سب بمثل مشہور نمک خوردن ونمکدان شکستن کا مورد ومصداق ہوگئے ہیں۔ انہیں اعتراضات کی نظر سے خاکسار نے اس بیت عربی کو نقل کیا ہے جس کو اس مضمون کا دوسرا ماٹو بنایا ہے۔ اس دعوی حامیان مولوی صاحب اور اعتراضات معترضین کی جواب دہی ہمارے ذمہ باقی نہ رہی تھی جبکہ ہمارا اصل مضمون مانا گیا اور اس کا نتیجہ واثر حسب مراد مولوی صاحب کے قول سے ظاہر ہوچکا ہے تاہم اس خیال وغرض سے کہ ان حضرات کی سوء ظنی رفع ہو اور غلطی اور نقصان فہم دور۔ اور ان کی نئی دشمنی قدیم دوستی سے مبدل ہو۔ وہ جو اپنے ہوکر پرائے بن گئے ہیں۔ پھر اپنے ہوجاویں۔ ہم اس دعوے اور ان اعتراضات کا جواب قلم میں لاکر اخوانی نصیحت اور دینی دوستی اپنی طرف سے عمل میں لاتے ہیں۔ انکی نیت وعمل کے جواب دہ وہ ہیں قل کل یعمل علی شاکلته فربکم اعلم بمن هو اهدی سبیلا۔ ولعلهم یتقون او یحدث لهم ذکرا

ان کا **دعوے** تو ناظرین سن چکے ہیں۔ ان کے **اعتراضات** سات ہیں۔ جو نمبروار نقل کئے جاتے ہیں:

(۱) تم نے (یعنے خاکسار نے) مولوی عبد الجبار صاحب کو مرزا قادیانی جیسا کہا ہے۔ اور اس کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

(۲) تم نے امر مسنون ومستحب پر مداومت کرنے کو ناجائز اور بعض اوقات اس کے

ترک کر دینے کو ضروری ٹھہرایا ہے۔ اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا جو انصراف بعد نماز کے باب میں وارد ہے یہی مطلب سمجھا ہے۔

(۴) تم نے اہل حدیث ہو کر اذکار غیر مرویہ صوفیہ کو موقوف علیہ کمال احسان عبادت ٹھہرایا ہے۔ اور تعلیمات نبویہ (کتاب و سنت) کو حصول احسان کے لئے کافی وسیلہ نہیں جانا مانا۔ کمزور و بے اثر قرار دیا ہے۔

(۵) تم نے مولوی عبد الجبار صاحب کے ذمہ پیر بن بیٹھنے کے متعلق ایسے الزام لگائے ہیں جو محض افتراء و اتہام ہیں اور ان میں ہرگز پائے نہیں جاتے۔ ومعہذا وہ الزام اور تمہارا کلام باہم متناقض ہیں۔

(۶) تم نے مولوی عبد الجبار صاحب کو ممتاز ممبر فرقہ اہلحدیث و متبع سنت کہکر پھر انکو دھوکہ باز اور جعلساز بھی قرار دیا ہے جو صریح تناقض ہے۔

(۷) تم نے جو مولوی عبد الجبار صاحب کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ آپ جیسے متبعین سنت کا فعل پیری مریدی بدکاروں کے لئے سند بن گیا ہے بالکل غلط ہے مشایخ دام تزویر پھیلانے والے تو ہر زمانہ میں بکثرت چلے آئے ہیں۔ مولوی عبد الجبار صاحب نے ایک کام سنت جس کی شکل اہلبدعت بھی بنا رہے ہیں چھوڑ دینگے تو کیا اس سے انکی مکاری چلی جاوے گی؟

آخری اعتراض نمبر ۷ صرف شاگرد رشید مولوی صاحب فقیر اللہ نے جو بالواسطہ خاکسار کا بھی شاگرد ہے۔ کیا ہے اور اس سے پہلے تین اعتراض (نمبر ۴ سے ۶ تک) خود مولوی عبد الجبار صاحب نے کئے ہیں اور پہلے تین اعتراض مولوی فقیر اللہ مذکور نے کئے ہیں جن میں انکے شاگرد مولوی محمد بشیر صاحب مدراسی وغیرہ علماء مدراس و بنگلور بھی ان کے ہم صفیر ہو گئے ہیں۔ اور صرف اعتراض سوم میں مولوی وحید الزمان صاحب حیدرآبادی بھی انکے مقلد ہو گئے ہیں۔ اور صرف اعتراض دوم میں مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی بھی انکے بند میں آ گئے اور صرف اعتراض اوّل میں مولوی شمس الحق صاحب عظیم آبادی بھی اُن کے پھندے میں پھنس گئے

ہیں۔ خاکسار ان جملہ اعتراضات کے جواب میں اور سب حضرات معترضین کے خطاب میں اولاً یہ اجمالی گذارش کرتا ہے کہ یہ اعتراض ساتوں کے ساتوں ہی مجہیر محض افترات ہیں۔ میں نے ان باتوں سے ایک بھی نہیں کہی جو میرے ذمہ لگائی گئی ہیں۔ میرے اور ان کے حسب حال یہ شعر ہے جو ایک مظلوم شاعر نے ظالمہ معشوقہ کے خطاب میں کہا ہے ؎

قد اصبحت ام الخیار تدعی * علیّ ذنبا کلّہ لم اصنع

یعنی ام الخیار (معشوقہ ظالمہ) میری نسبت گناہ کا دعوی کرتی ہے میں نے ایک گناہ بھی ان میں سے نہیں کیا۔ پھر ہر ایک اعتراض بتفصیل جواب دیتا اور یہ کہتا ہے کہ (۱) نہ تو میں نے مولوی عبدالجبار صاحب کو قادیانی سے تشبیہ دی نہ اس جیسا کہا یہ تشبیہ دینے والے تو مولوی صاحب کے ہم شہر حریف علماء ہیں۔ میں تو اس تشبیہ کو نقل کر کے اس سے ان کو بری کرنے والا ہوں۔ چنانچہ اس تشبیہ کو نقل کرنے کے بعد بایں الفاظ میں نے کہا ہے کہ "چونکہ وہ (یعنے مولوی عبدالجبار صاحب) گروہ اہلحدیث کے ایک ممبر ہیں اور یہ خاکسار اس گروہ کا خادم اور ریپرزینٹیٹو اور اس گروہ کے افعال کا جوابدہ ہے لہذا اس کا منصبی فرض ہے کہ وہ مولوی صاحب کو اس بدگمانی سے بچائے الخ!!

افسوس صد افسوس ہزار افسوس میرے عزیز مولوی فقیر اللہ نے میرے اس فقرہ کو سرقہ کر کے صرف حکایت بدگمانی کو نقل کر کے اپنے مصدقین (عظیم آبادی۔ مدراسی۔ دیوبندی) کو یہ سمجھا دیا ہے کہ بدگمانی کرنے والا خاکسار ہے اور نہ خود یہ خیال کیا کہ "بدگمانی کیجاتی ہے" فعل مجہول ہے اس کا فاعل خاکسار (جو انکو اس گمانی سے بچانے والا ہے) کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور نہ ان حضرات کو بنقل عبارت مسروقہ اس خیال کرنے کا موقعہ دیا۔ مولوی شمس الحق صاحب مولوی محمد بشیر صاحب مدراسی۔ اور مولوی رسول خان صاحب مدراسی پر ایک درجہ زیادہ افسوس ہے کہ اصل

رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۲ ان کے پاس جاتا ہے اور غالباً وہ رسالہ ان کے پاس موجود ہوگا مسروق ہوگیا
ہوگا۔ پھر انہوں نے اصل رسالہ ملاحظہ نہ فرمایا اور عبارت مسروقہ کو نہ دیکھا خاصکر مولوی
شمس الحق صاحب پر سب سے زیادہ افسوس ہے کہ باوجودیکہ صاحب تصنیف ہیں
ہزاروں صفحات کے شروح متون حدیث پر لکھتے ہیں اور اس ذریعہ سے رات دن کتب
بینی مصروف رہتے ہیں پھر وہ اشاعۃ السنۃ جلد ۲ کا صفحہ ۲۸۰۔ اٹھا کر اسکی دو سطریں
نہ دیکھ سکے اور کمال دلیری سے اور مواخذہ اخروی کی بے خوفی سے عزیزم مولوی
فقیر اللہ کی کورانہ تقلید کر کے خاکسار کی نسبت یہ فتوی دہر کھیٹے کہ مرزا کے ساتھ تشبیہ
دینا ایک عالم متقی کو محض غلط و باطل و محمول علے العناد ہے۔ قیامت کے دن اگر مولوی
صاحب سے یہ سوالات ہوئے (۱) کہ تشبیہ کس نے دی۔ (۲) اور جس نے دی ہے اس کے
عناد پر جو فعل قلبی ہے آپکو کیونکر اطلاع ہوئی کیوں جائز و ممکن نہیں کہ اس بدگمانی میں سہو، فہمی
یا غلطی ہوئی ہو۔ (۳) اور کیا خادم القوم ابو سعید نے اس تشبیہ سے مولوی صاحب کی تنزیہ
نہیں کی؟ تو معلوم نہیں کہ مولوی صاحب کیا جواب دینگے۔ بہتر ہے کہ یہ سب صاحب خاکسار
سے اس الزام سراپا اتہام سے دنیا میں معافی مانگ لیں اور قیامت کے مناقشہ سے ڈریں۔
(۲) اور نہ میں نے امر مسنون کی مداومت کو ناجائز اور احیاناً ترک سنت کو ضروری کہا ہے
میں نے توبیعت توبہ کو (جس کو میں امر مستحب جانتا ہوں نہ سنت) بنظر مفاسد موجودہ جماعت
مولوی عبد الجبار صاحب کے چند روز ترک کرنے یا اس میں ایک کی خصوصیت اٹھا دینے کو
صرف مناسب کہا ہے (سطر ۲۰ صفحہ ۸۲ و ۳ ملاحظہ ہو) نہ ضروری و واجب اور اثر ابن مسعودؓ
کا مطلب بھی میں نے یہ نہیں سمجھا کہ امر مندوب پر مداومت ممنوع ہے بلکہ جو اسکے صریح
جملہ یری حقاً علیہ سے سمجھ میں آیا ہے وہی مطلب قرار دیکر اس سے استشہاد کیا ہے۔
(۳) اور نہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضؓ کو کسی کتاب میں یا زبانی کلام میں کبھی غیر فقیہ
کہا ہے اور نہ میرے دل میں یہ خیال گذرا ہے بلکہ میرے اس کلام سے جس سے معترض متمسک

ہیں حضرت ابوہریرہ رضہ کی خطا اجتہادی تجویز کرکے ان کا مجتہد ہونا تسلیم کیا گیا ہے۔

جن جن مولوی صاحبوں نے مجھپر یہ الزام لگایا ہے انہوں نے خداداد علم وفہم ووقار کو خصوصًا مولوی وحید الزمان حیدر آبادی نے (جن کے لقب میں لفظ وقار موجود ہے) کام نہیں لیا ان کا ایمانی فرض اور وقار کا لازمہ تھا کہ وہ صرف مولوی صاحب کی تقلید میں نہ بہنتے بلکہ اشاعۃ السنہ جلد ۷ اخاکسار سے یا چھپانے والے مستفتی مولوی فقیر اللہ سے طلب فرماکر اسمیں مضمون عصمت انبیاء ملاحظہ فرماتے اور دیکھتے کہ کہیں اس میں حضرت ابوہریرہ رضہ کے فقیہ ہونے کی نفی پائی جاتی ہے اور اگر کتاب کسی وجہ سے نہیں ملسکے تو اتنا ہی سوچتے کہ کیا انکی خطا کو اجتہادی کہنے میں انکے مجتہد ہونے کا اعتراف نہیں پایا جاتا۔ مولوی وحید الزمان صاحب نے تو سنا ہے (انکے اصل کتب تراجم کو ہمنے نہیں دیکھا اور نہ اردو کتب سے ہمکو دلچسپی ہے) کہ تمام صحاح ستہ اور کتاب اللہ کا ترجمہ کردیا ہے۔ کیا اسی فہم اور اسی انصاف اور اسی احتیاط سے اس میں کام لیا ہوگا۔ مولوی صاحب نے اپنے اس الزام سراسر اتہام کو واپس نہ لیا تو ہم کو ان کے تراجم کا ایگزیمنیشن (امتحان) ضرور کرنا پڑے گا خدا جانے ان تراجم میں انہوں نے کیا کچھ غضب ڈھایا ہوگا۔ اور کس کس دھوکھ اور غلط فہمی میں نادان مسلمانوں کو ڈال دیا ہوگا۔ ایسے بے احتیاط مواخذہ آخرت سے بے ڈر کے مغالطات سے عام مسلمانوں کو بچانا ضروری امر اور حاکم اشاعۃ السنہ کا منصبی فرض ہے اس ایگزیمیشن کے خوف سے قطع نظر کرکے بھی مولوی وحید الزمان صاحب کو خدا تعالےٰ کے مواخذہ سے ڈرنا چاہیئے اور آیات اور شعر ذیل کو خیال میں لانا۔ ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا۔ ان یوم الفصل میقاتہم اجمعین یوم یقوم الناس لرب العالمین ۵

ستعلم لیلیٰ ای دین تداینت ✻ وای غریم فے التقاضی غریمہا

عزیزم مولوی فقیر اللہ اور مولوی عبد الجبار صاحب مکتوب شریف میں صفحہ ۳۴۳۔ اعلام آیت ثانیہ اور شعر مذکور کو نقل فرماتے ہیں مگر خود اس شعر و آیت کی نصیحت پر کاربند نہیں ہوتے

سچ ہے ؎

ہر یکے ناصح برائے دیگراں ٭ ناصح خود یافتیم کم در جہاں

ان تینوں الزام سراپا اتہام کی پوری تفصیل اور ردّ ایک میرے عزیز تلمیذ مولوی فاضل جانندا آبادی نے اپنے مضمون "صدائے افسوس" میں انشاء اللہ کرینگے۔ اس لیئے خاکسار نے زیادہ تفصیل نہیں کی وہ مضمون مضمون زیر قلم کے بعد اسی جلد میں شامل ہوگا اس کو ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے۔ تو خاکسار کے بیان پر ایمان لائیں گے۔

(۴) اور نہ میں نے اذکار غیر مرویہ اور طرق و اشغال صوفیہ کو کمال عرفان و احسان کا موقوف علیہ ٹھہرایا ہے۔ اور نہ اتباع شریعت کتاب و سنت کو حصول احسان عبادت کے لیئے ناکافی یا کمزور ضعیف الاثر ذریعہ کہا ہے۔ میں نے تو صاف اور صریح الفاظ میں یہ کہا ہوا ہے کہ حصول اخلاص و احسان عبادت و طمانیت قلب اور حلاوت ایمان کا عام راستہ جس کو شارع عام یا چوپاڑ راستہ کہا جاتا ہے۔ اتباع شریعت کتاب و سنت ہے۔ اور صوفیوں کا طریق فیض و استفاضہ صرف بعض حالتوں میں اور بعض اشخاص کے لیئے بشرطیکہ وہ طریق خلاف شریعت کتاب و سنت نہو حصول احسان عبادت و اخلاص و طمانیت کا ذریعہ ہوسکتا ہے۔ اس کو موقوف علیہ کہا ہے تو بعض حالتوں میں اور بعض اشخاص کے لیئے سو یہی مصحح دخول الفاء بمعنی اذا وجد فوجد یعنی وہ طریق بشرط عدم مخالفت شریعت اختیار کیا جائے تو اس سے احسان عبادت حاصل ہوسکے نہ بمعنی لولاہ لا متنع یعنی ایسا نہیں کہ وہ طریق صوفیہ نہو اور اختیار نہ کیا جائے تو احسان عبادت حاصل ہی نہو سکے۔ یہ بعینہٖ خاکسار کے الفاظ ہیں جو صفحہ ۳۷۴ و صفحہ ۱۳۷ و صفحہ ۳۷ جلد ۲۰ میں موجود ہیں۔ میرے ان الفاظ کو پڑھکر اور میرے رسالہ جلد ۲۰

میں انکو دیکھ کر مولوی عبد الجبار صاحب کا میری نسبت یہ الزام قائم کرنا کہ میں طرق و اذکار غیر مروجہ معمولہ صوفیہ کو موقوف علیہ کمال احسان جانتا ہوں اور تعلیمات نبویہ کو ناکافی و غیر مکمل وسیلہ قرار دے چکا ہوں سراسر کذب صریح و بہتان قبیح ہے اور مجھ پر محض اتہام و افترا ہے۔ **خاکسار میں اور مولوی عبد الجبار صاحب میں یہی الزام مابہ الفصل ہے** یعنی اسی ایک الزام کے صحیح یا اتہام ہونے سے ہیر ان کا تمام جھگڑا طے ہو سکتا ہے۔ اگر میری کلام سے یہ ثابت ہو کہ میں نے تعلیمات نبویہ کو ناقص اور ضعیف الاثر وسیلہ حصول احسان عبادت ٹھہرایا ہے اور تعلیمات اوراد و اذکار و اشغال صوفیہ کو مکمل اور قوی الاثر کہا ہے اور مولوی صاحب اس الزام کے بیان کرنے اور مجھ پر اس کو قائم کرنے میں سچے اور حق پر ہیں تو اس صورت میں مولوی صاحب کے اصلی پیر و ہادی اور دین میں امام ہونے کے انکار میں غلطی پر ہونگا اور واقعی مولوی صاحب سچے اور اصلی پیر اور دین کے امام اور میرے ہادی و مرشد متصور و مسلم ہونگے کہ انہوں نے مجھے ایسے گمراہی کے خیال پر متنبہ کیا اور مجھے اس گمراہی سے نکالا۔ اور اگر میرے کلام سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ میں نے تعلیمات نبویہ کتاب و سنت کو کامل و مکمل اور حصول احسان عبادت و اخلاص کا کافی اور عام ذریعہ ٹھہرایا ہے اور صوفیاء کے طرق اشغال کو صرف بعض اشخاص کے لیے بعض حالتوں میں ذریعہ حصول احسان عبادت و اخلاص ٹھہرایا ہے سو بھی اس شرط سے ساتھ کہ وہ طرق و اذکار خلاف شریعت نہوں تو پھر میں مولوی صاحب کے اصلی پیر اور امام فی الدین ہونے سے انکار میں حق پر ہونگا۔ اور مولوی صاحب مجھ پر اس افترا و اتہام کرنے کی وجہ سے مفتری اور کاذب اور انکی عدالت و تقوی ساقط ہوگا اور وہ اس لائق نہیں گنے کہ ان کو کوئی اپنا پیر و پیشوا بنا دے اور ان کو دین کا امام کہے۔

چونکہ ان دونوں صورتوں میں سے ایک کا تصفیہ میرے اصل کلام سے ہو سکتا ہے
لہذا اس مقام میں اصل کلام نقل کر کے ناظرین کی خدمات میں پیش کیا جاتا ہے۔
صفحہ ۳۷۳ میں جلد ۲۰ اشاعۃ السنہ کے خاکسار نے پیری مریدی کی ہسٹری
(تاریخ) کو ختم کر کے کہا ہے:-

"اس ہسٹری کو پڑھکر اور برقی قوت وہبی اور کسبی کا حال سنکر یہاں یہ سوال ضرور"
"ہوگا کہ سالکان راہ خدا وطالبان رضائے مولا عبادت کا اخلاص واحسان وطمانیت"
"وحلاوت ایمان حاصل کرنے کے لئے کونسا طریق اختیار کریں کیا یہ انکے لئے خصوصاً"
"ان لوگوں کے لیے جو لوگ اہلحدیث و متبع سنت کہلاتے ہیں جائز ہے کہ کسبی طریق صوفیانہ"
"کے ذریعہ وہ احسان عبادت وطمانیت حاصل کریں"

"اس کا جواب یہ ہے کہ عام راستہ جس کو شارع عام یا چوپاڑ راستہ کہا جاتا ہے یہی"
"ہے کہ وہ احسان عبادت وطمانیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کتاب وسنت سے"
"حاصل کریں۔ کتاب اللہ وسنت کو سامنے رکھکر خدا تعالےٰ کے دروازہ پر فقیر بنکر"
"جو نیڑی لگالیں وہ خدا تعالےٰ کے اس وعدہ کے مطابق کہ "جو ہماری راہ میں"

"والذین جاھدوا فینا لنہدینہم سبلنا" کوشش کرتے ہیں ہم ان کو راہ دکھا کر مطلب کو پہنچا"
"دیتے ہیں" احسان عبادت وطمانیت حاصل کرینگے"

"واتیناہ رحمۃ عندنا وعلمناہ من لدنا علماً" "اور اس مضمون کی آیت کا کہ "ہمنے اس کو اپنے پاس"
"سے رحمت عطا کی اور اپنے پاس سے لدنی علم سکھایا"

"مصداق بنیں گے۔ مگر اس راستہ کے سالک کو بہت سے حجابات اور موانعات"
"پیش آجاتے ہیں۔ سب سے پہلے نفس امارہ کا حجاب ہے۔ پھر شیطان ملعون کا جو"
"شخص اس راستہ کا سلوک چاہتا ہے۔ یہ اس کے سد راہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے"
"بعد اور بہت سے حجاب دنیا وتعلقات دنیاوی اور متعلقین اہل وعیال ودنیاوی"

"کسب و اشتغال مانع ہو جاتے ہیں۔ اور اس راہ پر چلنے نہیں دیتے۔ جس کو خدا تعالےٰ"
"ان موانعات اور حجابات سے بچاوے اس کو بجز کتاب اللہ و سنت رسول اللہ"
"کے اور ذریعہ کی حاجت نہیں۔"
"دوسرا خاص راستہ یہ ہے کہ وہ کسی اہل اللہ کی صحبت کو اپنا وسیلہ بناویں"
"خواہ وہ صاحب قوت وہبی ہو۔ یا صاحب قوت کسبی۔ مگر صاحب قوت کسبی کی صحبت"
"اختیار کرنے کے لیے یہ شرط لازمی ہے۔ کہ اولاً سالک راہ خدا و طالب رضائے"
"ہو لے خود احکام شریعت سے واقف ہو جائے۔ اور رشد اور غیّ میں تمیز حاصل کرلے"
"پھر جس شخص کی صحبت اور خدا تعالےٰ سے تعلق دل پیدا کرنے کی غرض سے اس کی"
"صحبت اختیار کرے وہ بھی شریعت کا متبع اور اس کے احکام سے واقف ہو۔ ان"
"دونوں میں یہ شرط نہ پائی جائے گی۔ تو صاحب قوت کسبی سے وہی فائدہ حاصل"
"ہوگا جو یونانیوں کو اپنی قوت کسبی سے حاصل ہوا تھا جس کا ذکر صفحہ ۲۳ میں گذرا۔"
"اس خاص راستہ کا سلوک اختیار کرنے والے کے لئے پہلے سے زیادہ حجابات بلکہ سخت"
"مشکلات اور خطرات پیش آتے ہیں۔ اور اس راستہ میں ایسی ایسی خندقیں اور گھاٹیاں"
"پیش آتی ہیں۔ کہ اگر اس راستہ کے سالک کی توفیق الٰہی رفیق نہو۔ تو سالک سیدھا"
"جہنم کو پہنچ جاتا ہے۔ ہم اس راستہ کے چلنے والوں سے بہت بلکہ اکثر اشخاص کو دیکھ"
"رہے ہیں۔ کہ وہ لوگ شریعت اور احکام شریعت سے واقف نہیں ہوتے نہ طالب"
"و مرید۔ نہ ان کے شیخ و پیر۔ و معہذا وہ اس طریق کے وسائل (اذکار و لطائف) حاصل"
"کرتے اور کرا دیتے ہیں۔ اور اس ذریعہ سے ان کے دلوں میں وہ برقی طاقت پیدا"
"ہو جاتی ہے۔ جس سے وہ دوسرے کو لوٹ پوٹ کر دیتے ہیں۔ اور خود بھی حالت"
"وجد و ذوق میں آجاتے ہیں۔ مگر وہ اصل مطلوب و مقصود (اخلاص و احسان"
"عبادت) سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔ خدا کے گناہوں سے بچنا ان کو نصیب"

ہفتہ پیسہ جلد ۲۰ ۔ ۲۷ کے۔

"نہیں ہوتا۔ بہتیرے نمازیں نہیں پڑھتے اور جو پڑھتے ہیں وہ وقت نماز تنگ کرکے پڑھتے"
"ہیں۔ مثلاً ظہر کی نماز چار بجے اور عصر کی نماز اس وقت جب دھوپ احاطۂ مکان میں بلکہ سورج"
"افق پر نظر نہ آوے جماعت کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے۔ رکوع سجود۔ و قومہ جلسہ وغیرہ ارکان"
"کی تعدیل نہیں کرتے۔ بعض راگ ڈھولک سارنگی کے شائق اور اسپر عاشق ہوتے ہیں"
"بعض شراب سے سرشار رہتے ہیں۔ اور ان افعال پر مرید لوگ ان کو عارف باللہ اور ولی"
"اللہ سمجھتے ہیں۔"

"ان تمام خرابیوں کا اصل اصول یہی ہوتا ہے کہ وہ شریعت اور احکام شریعت سے"
"جاہل ہوتے ہیں۔ اور اس طریق خاص سے اپنے اندر برقی اور مسمریزمی طاقت حاصل"
"کر لیتے ہیں۔ اور اس طاقت سے خلاف شریعت کام لیتے ہیں۔ (جیساکہ اشراقین"
"یونان لیتے تھے۔ اور مسمریزلیسٹ فرنگستان لیتے ہیں) اور اسیکو دین سمجھتے ہیں"
"اور اس سے وہ اپنے زعم میں طالب خدا ہوتے ہیں۔ مگر اپنی جہالت کی وجہ سے"
"وہ راہ ایسی اختیار کرتے ہیں جو ان کو خدا سے دور پھینک دیتی اور جہنم کو پہنچاتی ہے"
"اور اس شعر کا مصداق بناتی ہے۔"

"ترسم نرسی بکعبہ اے اشراقی * کیں راہ کہ تو میروی بترکستاں ست"

"اور نیز اس شعر کا جو حاشیہ* میں ہے۔ اسی خوف وخطر سے اس راستہ کے منشرع"
"سالکین نے اس راستہ کا سلوک اختیار کرنے کے لئے ایسے شرائط مقرر کردیئے ہیں۔"
"جو ان کو گمراہی سے بچاویں اور اصل مقصود تک پہنچاویں۔ جن کا ماحصل وہی ہے جو ہمنے"
"بیان کردیا ہے۔ کہ طالب و شیخ یا یوں کہو کہ مرید و پیر دونوں احکام شریعت سے واقف اور"
"ان کے متبع ہوں۔ شیخ مشائخنا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رسالہ قول جمیل اور"
"ان سے اخذ کرکے نواب صاحب بھوپال ختم البیان میں فرماتے ہیں کہ جو شخص (شیخ یا"

---

*ملاء سے خیالات نادان خلوت نشیں * بہم برکند عاقبت مرد دیں +

"پیر) کسی (طالب و مرید) سے بیعت (بیعت استفاضہ) لے۔ اور اس کو مرید بنا دے"
"اس میں پانچ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ اول وہ کتاب و سنت کا اس قدر علم رکھتا"
"ہو جس سے وہ اچھی بات کو بری بات سے تمیز کر سکے۔ یا اس کو ایک عرصہ تک کسی پرہیزگار"
"سے صحبت رہی ہو جس سے وہ حلال و حرام میں تمیز کر سکے۔ دوم عمل میں وہ پرہیزگار"
"ہو۔ سوم دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی طرف راغب ہو۔ اور اس کے دل کو خدا تعالیٰ"
"سے دائمی تعلق ہو اور اس میں کامل ملکہ حاصل ہو۔ چہارم اچھی باتوں کے حکم دینے اور"
"بری باتوں سے روکنے میں وہ ثابت قدم اور مستقل رائے رکھتا ہو۔ پنجم وہ مشائخ صوفیاء"
"کی عرصہ دراز تک صحبت حاصل کر کے ان سے نور باطن اور طمانیت قلب حاصل کر چکا"
"ہو۔ شرائط خمسہ تو عموماً صوفی تشریح بیان کرتے ہیں۔ ان شروط کے ساتھ ایک"
"شرط ششم ایک کامل صوفی صافی حضرت شاہ صاحب کے جگر گوشہ و نواسہ مولانا"
"اسمٰعیل شہید دہلوی نے ایضاح الحق میں بیان کی ہے۔ جس کی اصل عبارت بصفحہ (۳۵۰)*"
"گذر چکی ہے۔ اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس طریق استفاضہ کے خصوصیات و قیود کو"
"طالب و شیخ احکام دین سے نہ سمجھے۔ صرف بطور دوا اور معالجہ ان کا استعمال کریں۔ ان"
"شروط ستہ کی پابندی سے یہ طریق استفاضہ ان آفات و خطرات سے بچ جاتا ہے۔"
"اور اس وجہ سے اس کو عمل میں لانا جائز ہے۔ بلکہ اصل مقصود اخلاص و احسان عبادت"
"کا ذریعہ ہونے کی نظر سے مستحسن اور رضائے الٰہی حاصل ہونے کا ایک وسیلہ ہے۔"
"اس کے جواز و استحسان و سبب حصول رضائے الٰہی ہونے پر یہی دلیل ہے کہ وہ اصل مقصود"
"کا ایک ذریعہ ہے۔ اور اس سے کوئی دلیل شرعی مانع نہیں ہو سکے نظائر و امثلہ بہت سے"
"طریق و وسائل مقاصد شرعیہ ہیں جو اسی وجہ سے کہ وہ وسائل مقاصد شرعیہ ہیں اور"
"ان سے کوئی دلیل مانع نہیں جائز و مستحسن تسلیم کیے گئے ہیں از آں جملہ سب سے پہلا ذریعہ حصول"
"علم قاعدہ ہجا ہے"

* یعنی جلد ۲۰ کے۔

" بمکتب چوں الف با نا نخوانی ❊ ز قرآں درس کردن کے توانی "

" دوسرا ذریعہ حصول علم وتدبر وتفقہ قرآن وحدیث علم صرف ونحو ومعانی وغیرہ جو غیر "
" عرب کے لیے حصول علم قرآن وحدیث کا کامل ذریعہ ہے۔ جو لوگ ان علوم سے ماہر نہیں ہوتے "
" وہ قرآن وحدیث کے معانی سمجھنے میں ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ "
" تیسرا ذریعہ جنگ میں استعمال موجودہ آلات حرب میکسیم توپیں رائفل بندوقیں بم کے گولے "
" وغیرہ ہیں۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں نہ تھے۔ اور اس وقت اسلامی بادشاہوں "
" کے استعمال میں ہیں۔ اور باتفاق علماء وقت جائز ومستحب سمجھے جاتے ہیں۔ بلکہ ضروریات "
" وقت اور لوازم مصلحت سمجھے گئے ہیں۔ "
" چوتھا ذریعہ (جو ایک عام فہم مثال کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ اور مسئلہ زیر بحث "
" سے زیادہ تعلق رکھتا ہے) یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس آگ جلانے یا چراغ روشن کرنیکا "
" ایک ایسا سامان موجود ہے کہ اگر وہ مشقت اٹھائے اور محنت کرے تو اس سے آگ جلاکر "
" یا چراغ روشن کر کے کام لے سکتا ہے۔ مثلاً آگ کی ایک چنگاری خاکستر میں دبائی ہوئی "
" اسکے پاس موجود ہے۔ یا چراغ کے واسطے دیا سلائی اس کے پاس ہے۔ مگر چنگاری سے "
" آگ سلگانے کے لیئے کچھ گھاس پھوس یا چیتھڑا اس کو تلاش کرنا پڑتا ہے اور دیا سلائی "
" جلانے کو مصالحہ دار ڈبیا یا کوئی اور سخت وخشک چیز اور مکان محفوظ از ہوا جس میں وہ "
" دیا سلائی کو جلاوے اس کو بہم پہنچانا پڑتا ہے۔ ایسا شخص اگر دوسرے کی دہکتی آگ میں "
" اپنی لکڑی رکھکر اس کو شہاب ثاقب یا جذوۃ من النار (انگار) بنالاوے یا کسی "
" روشن چراغ سے اپنا چراغ روشن کرلے۔ اور اس سے وہ مقاصد دینی ودنیاوی "
" جو آگ وچراغ سے حاصل ہوسکتے ہیں حاصل کرے تو یہ امر اس کے لیے جائز ومستحسن "
" اور موجب رضائے الٰہی ہوسکتا ہے۔ "
" ان اشارات ونظائر سے ہر کس وناکس کو بشرطیکہ وہ فہم رکھتا ہو۔ اور اس کا دل تعصب سے "

"پاک ہو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ یہ خاص طرق فیض و استفاضہ باوجودیکہ خصوصیت کے"
"ساتھ اس کی نسبت شرع کا امر وارد نہیں صرف اس نظر سے کہ وہ بعض حالتوں میں"
"اور بعض اشخاص کے لئے بشروط مذکورہ حصول اخلاص اور احسان عبادت کا ذریعہ و"
"موقوف علیہ ہے۔ یہ بمعنی لولا کا ممتنع (یعنے وہ نہو تو وہ بھی نہ ہو سکے) بلکہ بمعنے"
"مصحح لدخول الفاء اذا وجد فوجد (یعنے وہ طرق بشروطہ پایا جاوے۔ تو اس"
"سے احسان عبادت ہو سکے) نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہوئی۔"

اس عبارت کو پڑھ کر کس و ناکس بشرطیکہ وہ مشرکانہ تقلید استاذ یا پیر یا حمیت جاہلیۃ کسی دوست میں مبتلا نہو یقین کرے گا۔ اور وہ داد انصاف دیگا کہ حافظ صاحب نے تعلیمات نبویہ کتاب و سنت کو کافی و کامل اور عام ذریعہ حصول اخلاص واحسان عبادت بیان کیا ہے اور طرق و اشغال صوفیہ کو صرف بعض حالتوں میں اور بعض اشخاص کے لئے وسیلہ و موقوف علیہ احسان نہ اس معنے سے کہ وہ طریق نہو تو احسان عبادت حاصل ہی نہو۔ بلکہ اس معنے سے کہ اگر وہ طرق و اشغال خلاف شریعت نہوں تو وہ وسیلہ اخلاص واحسان ہو سکتے ہیں و بس۔ اور اس داد انصاف کا لازمی نتیجہ ہے کہ مولوی عبد الجبار صاحب نے جو کچھ کہا ہے اس میں محض کذب و افتراء سے کام لیا ہے اور اس سے اپنا لائق اصلی پیری و امامت نہوتا ثابت کر دیا۔ شاید کوئی عقل کا اندھا اور فہم کا کورا اور علوم آلیہ اصول و معقول سے جاہل دہوکہ کھائے اور یہ کہے کہ تمہاری تمثیلات نظائر ثلثہ سے (جن میں تم نے قرآن کا پڑہنا قاعدہ کے پڑہنے پر موقوف ٹھہرایا ہے۔ اور قرآن و حدیث کا بخوبی سمجھنا صرف نحو وغیرہ علوم پر موقوف بنایا ہے اور لڑائی میں میکسم توپوں اور رائفل بندوقوں کے استعمال کو ضروری کہا ہے) بطور مفہوم مخالف یہ ثابت ہوتا ہے کہ جیسے بدون قاعدہ ہجا قرآن مجید بخوبی پڑہا نہیں جاسکتا اور بدون صرف نحو قرآن و حدیث بخوبی سمجھ میں نہیں آتا اور اس وقت کی

لڑائیوں میں مکسیم توپوں کے سوا کام نہیں چلتا ویسے ہی تمہارے نزدیک طرق و اشغال صوفیوں کے بغیر احسان عبادت حاصل نہیں ہو سکتا اور اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ تعلیمات نبویہ تمہارے نزدیک حصول احسان عبادت کے لیے کافی نہیں ہیں۔ لہذا جو کچھ یہ مولوی صاحب نے کہا ہے وہ محض افترا ہوا بلکہ تمہاری کلام کے مفہوم مخالف سے استدلال ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ مفہوم مخالف وہاں لیا جاتا ہے۔ جہاں اس کے برخلاف صریح منطوق نہ پایا جائے۔ منطوق کے مقابلہ میں مفہوم مخالف کا اعتبار کرنا احمقوں اور علوم آلیہ (اصول و معقول) سے جاہلوں کا کام ہے۔ اور جس حالت میں خاکسار صفحہ ۳۷۳ و صفحہ ۳۷۴ میں صاف کہہ چکا ہے کہ تعلیمات نبویہ کتاب و سنت حصول احسان کا کافی اور عام وسیلہ ہے۔ اور صفحہ ۳۷۷* میں کہہ چکا ہے کہ طرق صوفیہ صرف بعض حالتوں میں اور بعض شخصوں کے لیئے ذریعہ حصول ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ طرق شریعت کے مخالف نہ ہو تو پھر کسی عقلمند اور اہل علم کے نزدیک کب جائز ہے کہ خاکسار کی تصریحات اور منطوق کلام کو چھوڑ کر تمثیلات ثلثہ کے مفہوم مخالف سے استدلال کرے اور میری تمثیلات ثلثہ سے یہ نتیجہ نکالے کہ خاکسار تعلیمات نبویہ کو حصول احسان عبادت کا ناکافی اور ناکمل ذریعہ سمجھتا ہے۔ امثال و نظائر ہر حکم میں برابر نہیں ہوا کرتے۔ اور ان تمثیلات ثلثہ کا طرق و اشغال صوفیہ سے اس بات میں تفارق ہے کہ ان طرق کے بغیر بھی حصول احسان عبادت ممکن ہے۔ میں صفحہ ۳۷۳ وغیرہ میں با ایں الفاظ ظاہر کر چکا ہوں کہ کتاب و سنت کا اتباع عام ذریعہ اور جو پا[illegible] حصول احسان عبادت ہے۔ اور طرق صوفیہ صرف بعض اشخاص کے لیئے بعض حالتوں میں وسیلہ حصول احسان عبادت ہو سکتے ہیں۔ اور خاصکر چوتھی نظیر آگ سلگانے میں تو میں نے صاف تصریح کر دی ہے کہ جس شخص کے پاس آگ سلگانے کا ایسا سامان موجود ہے کہ اگر وہ مشقت اٹھاوے اور محنت کرے تو اس سے آگ جلانے کا کام لے سکتا ہے اور وہ دوسرے کی آگ سے

* دیکھئے جلد ۲۰ میں۔

کام لینے کے بغیر اپنی آگ خود بھی جلا سکتا ہے"

ان تصریحات و اظہار تفرقہ تمثیلات کے ساتھ کبھی صرف نفس تشبیہ و تمثیل سے کوئی یہ نتیجہ نکالے کہ میں تعلیمات نبویہ کو حصول احسان عبادت کے لئے کافی و کامل وسیلہ نہیں سمجھتا تو یہ کذب و افترا نہیں تو پھر کذب و افترا کس جانور کا نام ہے۔ صریح کلام منطوق کو چھوڑ کر مفہوم مخالف کیطرف رجوع کرنا دیدہ و دانستہ لوگوں کو دھوکہ دینا ہے یا کم سے کم خود دھوکہ کھانا اور اپنی نافہمی و بے عقلی کا اظہار کرنا۔ اگر مولوی عبدالجبار صاحب کو یہی دھوکہ لگا ہے اور انہوں نے میرے صریح کلام و منطوق مذکور کی طرف خیال نہ کرکے اور اس کا مطلب سمجھکر ان تمثیلات ثلثہ سے یہ دھوکہ کھایا ہے اور میری کلام کو سمجھ بوجھکر مجھہ پر افترا نہیں کیا تو (اس صورت میں گو صریح کذب اور عمداً افترا کرنے کے الزام سے ان کا بچاؤ ہو جائے گا۔ مگر نافہمی اور مفاہیم صریح کلام سے لاعلمی کا الزام پھر بھی ان پر قائم رہے گا۔ اور یہ یقین ہوگا کہ وہ کتاب و سنت کے مفاہیم مختلفہ کو سمجھنے کا مادہ ہی نہیں رکھتے۔ کیونکہ جو شخص اردو اور ہندی زبان کو نہ سمجھ سکا وہ قرآن عربی اور حدیث نبوی کے مطالب کو باوجود صرف نحو وغیرہ علوم کو نہ جاننے کے کیونکر سمجھ سکیگا۔ اس سے مولوی صاحب کی بیعت استفاضہ لینے اور اصلی پیر بن بیٹھنے اور دین کا امام کھلانے کے لائق ہونے کی دوسری وجہ پیدا ہوگی۔ اور کس ناکس کو (بشرطیکہ وہ پیر پرست یا مقلد استاذ نہ ہوگا) یہ بات معلوم ہو جائیگی۔ کہ مولوی صاحب میں پہلی شرط (علم کتاب اللہ و سنت) جو فریقین میں مسلم ہے پائی نہیں جاتی۔ کیونکہ علم کتاب اللہ و سنت کے لیئے فہم معانی شرط ہے۔ چنانچہ رسالہ اعلام کے حاشیہ میں شاہ ولی اللہ صاحب کے قول جمیل سے نقل کیا ہے۔ صرف قرآن و حدیث کے الفاظ طوطی کی طرح یاد کر لینا یا ان کا ترجمہ لفظی یاد کر رکھنا کسیکے نزدیک بھی کافی نہیں ہے۔

اسی نظر سے خاکسار نے اس الزام کی صحت و عدم صحت کو بالتفصیل ٹھہرایا ہے۔ اگر

یہ الزام محض اتہام ثابت ہوا۔ اور جو کچھ مولوی صاحب نے کہا کذب یا غلط نکلا۔ تو اس سے مولوی صاحب کا لائق پیری و امامت نہونا ثابت ہوگا۔ اور اگر صحیح نکلا تو میں مولوی صاحب کو اپنا پیر و رہبر و امام و استاد مان لونگا اور ان کا جھگڑا ایک قلم موقوف ہوگا۔ مولوی صاحب کے حامیوں اور معتقدوں سے کوئی صاحب میرے مقابلہ میں قلم اوٹہاویں تو صرف اسی الزام کی تحقیق و تصفیہ کے لئے خامہ فرسائی کریں زیادہ تکلیف نہ اٹھاویں۔

(۵) اور نہ میں نے مولوی صاحب کے عمل پیری کی نسبت ایسے الزام و اتہام نمبر لگائے ہیں جو آپسمیں متعارض ہیں۔ میں نے جو کچھ صفحہ ۳۵۳ وغیرہ میں مولوی صاحب کے عمل کے لکہا ہے اور اس کو مولوی صاحب نے مکتوب شریف کے صفحہ اول دوم (جو رسالہ اعلام کا صفحہ ۴۱ و ۴۲ ہے) میں نقل کیا گیا ہے اس کا قلمی مسودہ مولوی صاحب کیخدمت میں معرفت حاجی شیخ عبدالرحیم صاحب سوداگر امرت سر بازار جیمل سنگہ بہیجد یا اور یہ لکھ دیا تہا کہ جو کچھ اس مسودہ میں درج ہے اگر وہ صحیح ہی تو اس کو تسلیم کریں اور چھاپنے کی اجازت دیں اور غلط ہے تو اس کو کاٹ دیں اور وجہ غلطی بیان کریں۔ مولوی صاحب نے کسی فقرہ کسی جملہ مسودہ مذکور کو غلط نہ کہا اور شیخ عبدالرحیم کی معرفت کہلا بہیجا کہ آپ کو اجازت و اختیار ہے کہ اس مسودہ کو چہاپ دیں لہذا اگر اس میں کوئی بات خلاف واقعہ اور افتراء ہے تو اس کے مرتکب آپ ہی ہیں۔ میں نے تو جو سا درج مسودہ کیا کوئی فقرہ اس میں غلط یا افتراء تہا تو اس کو کاٹ دینا یا اس کے نکال دینے کا مشورہ دینا آپکا فرض تہا۔

اب رہا اعتراض تعارض و تناقض بیان۔ سو آپ کی خوش فہمی ہے جسکی وجہ علوم عقلیہ سے آپکی ناواقفی ہے۔ جو اعلان آپ کے خاندان سے جاری ہوا تھا اس پر مولوی عبدالصمد برادر صوفی عبدالحق کا دستخط تہا وہ ابتدا کا حال تہا جس سے مجھے کھٹکا

پیدا ہو اتھا۔ اور جو خط آپکے اور آپکے بڑے بھائی صاحب کی طرف سے پہنچا تھا۔ وہ زمانہ مابعد کا تھا۔ اول کا نقل کرنا بغرض اظہار غلو معتقدین مولوی صاحب تہا اور دوسرے کا نقل کرنا بغرض برائت مولوی صاحب اور کشمکلہ مذکورہ کے ازالہ کے لئے تھا۔ ان دونوں تحریروں کے نقل و بیان میں آپکا تعارض و تناقض تجویز کرنا علوم عقلیہ سے واقف نہونے کی وجہ سے ہے اور اس مشہور شعر سے بے خبری کے سبب سے ؎

در تناقض ہشت وحدت شرط داں ٭ وحدت موضوع و محمول و مکاں
وحدت شرط و اضافت جزو و کل ٭ قوت و فعل ست در آخر زماں

اور اسکے بیان کی جو غرض فاسد (سوء ظن میں خلق اللہ کو ڈالنا) آپ نے قرار دی ہے۔ یہ آپ کی سوء ظنی ہے اور ان آیات و احادیث کی خلاف ورزی ہے جو مکتوب شریف میں (صفحہ ۳۴ رسالہ اعلام) آپنے نقل فرمائی ہیں۔ ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔ یا ایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن وغیرہ افسوس آپنے اپنی نصیحت پر خود عمل نہ کیا۔ اور ان آیات و حدیث کو پس پشت ڈال دیا مجھے پھر یہ شعر نقل کرنا پڑا ؎

ہر یکے ناصح برائے دیگراں ٭ ناصح خود یافتم کم در جہاں

مولوی صاحب! میں تو اپنی غرض اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ جلد ۲۰ کے صفحہ ۳۲۸ میں اور اس جلد کے صفحہ ۳۰۰ وغیرہ میں صاف الفاظ میں ظاہر کر چکا ہوں کہ میں آپکے تابعین کے غلو و زیادتی سے آپ کو بری کرنا چاہتا ہوں آپ حدیث ھلا شققت قلبہ کو پس پشت ڈالکر اس کو جھوٹ قرار دیتے ہیں تو اس کا فیصلہ بجز خدا و ند علیم اور کون کرسکتا ہے۔

(۶) اور نہ میں نے مولوی عبد الجبار صاحب کو مکار و دغا باز کہا ہے اور نہ ان کو

گروہ اہلحدیث کا ممبر و متبع سنت کہنے کا خلاف کیا ہے۔ اس اعتراض و الزام کی وجہ بھی مولوی صاحب کی علوم عقلیہ سے ناواقفی ہے اور اسی سبب سے خاکسار کے کلام میں انکو غلط فہمی ہوئی ہے۔ صفحہ ۳۸۰ و ۳۸۳* میں تو خاکسار نے انکو گروہ اہل حدیث کا ممبر اور متبع سنت کہا ہے اور یہ اُن کے ظاہری عمل اور اقرار اور ادعا کے مناسب حال تھا اور صـــ ۳۵۷ـــ اور صـــ ۳۸۴ـــ میں نہ ان کو بلکہ بلا صفات اصلی پیری کے پیر بن بیٹھنے اور بیعت استفاضہ لینے کے فعل کو جعلسازی دھوکہ بازی کہا ہے۔ صـــ ۳۵۷ـــ* میں میرے الفاظ یہ ہیں ”خاکسار اس سجادہ نشین کے اہلحدیث کہلا کر سلسلہ پیری مریدی رسمی بلا تحصیل صفات اصلی پیری قائم کرنے کو دھوکہ دہی یقین کرتا ہے“ ان الفاظ میں فعل پر دھوکہ دہی کا حکم ہے نہ مولوی صاحب پر۔ اور صفحہ ۳۸۴* میں میرے الفاظ یہ ہیں ”اور اگر پہلے سوال کے جواب میں آپ کہیں کہ ہم کو پیران عظام اور صوفیاء کرام کے صفات حاصل نہیں تو پھر آپ پر جو تھا سوال ہے کہ اس صورت میں آپ کا لوگوں سے بیعت استفاضہ لینا اور خود پیر کہلانا اور ان کو مرید بنانا دھوکہ دہی و جعلسازی نہیں تو اور کیا ہے؟“ ان الفاظ میں اس فعل مذکور کی شرط بیان ہوئی ہے۔ ان شرطیہ الفاظ کو پہلے الفاظ کے ساتھ ملانے سے صاف نتیجہ ہے۔ کہ ان الفاظ میں اور الفاظ صـــ ۳۵۷ـــ* میں جو دھوکہ دہی و جعلسازی کا حکم اس فعل پر نہ مولوی صاحب کی ذات پر لگایا گیا ہے۔ وہ اس شرط سے مشروط ہے کہ مولوی صاحب اصلی صفات کے حاصل ہونے سے انکار کریں و معہذا پیر بن بیٹھنے کے مدعی ہوں۔ وہ ایسا نہ کریں تو ان کے فعل پر بھی دھوکہ دہی و جعلسازی کا الزام پایا نہیں جاتا۔

وازانجا کہ مولوی صاحب نے مکتوب شریف میں صاف لکھدیا ہے کہ ہم پیر بننے کے لائق نہیں اور نہ ہم کو کوئی پیر کہے نہ ہمارا کوئی مرید کہلاوے۔ لہذا ان کا

*ملاحظہ جلد ۲۰ کے۔

فعل بہی دہوکھ بازی جعلسازی کے الزام سے پاک و صاف نکلا۔ اور آپپر دہوکھ دہی
کا الزام عائد نہ ہوا۔

(۷) اور نہ میں نے یہ کہا ہے کہ مولوی صاحب کا فعل بیعت پیران و مشائخ
وقت کے لیے سند بن گیا ہے۔ یہ بات میں تب کہتا۔ جبکہ میں دیکھتا کہ پیران و مشائخ
وقت مولوی صاحب کے معتقد ہیں اور وہ ان کے فعل سے دست آویز کرتے ہیں۔
میں تو بر ملا دیکھ رہا ہوں کہ اکثر مشائخ وقت تو مولوی صاحب کو مسلمانان اہلسنت
سے خارج سمجھتے ہیں اور ان کو وہابی لامذہب غیر مقلد کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔
پھر وہ ان کے فعل کو کب دست آویز بنانے لگے تھے۔ میری مراد تو ان بدکاروں
مولوی صاحب کے فعل کو سند بنانے والوں سے جنکا ذکر میں نے صفحہ ۳۸۲ میں کیا ہے
وہ لوگ ہیں جو برائے نام اہلحدیث کہلاتے ہیں اور آپ کے مقلد اور حاشیہ نشین ہیں
اور آپ کی نیابت کر رہے ہیں اور لوگوں کو آپ کی بیعت کی طرف بلاتے اور آپ کو
امام بنانے کی رغبت دلاتے ہیں۔ اور آپ سے جدا ہو کر باہر جا کر وہ خود بھی پیر بن
بیٹھتے ہیں اور اس پیری کے ذریعہ حرامکاری کے مرتکب ہوتے ہیں۔ کئی بیگانی عورتوں
سے ان کا ناجائز تعلق ہوگیا اور طشت از بام کا مصداق بنا۔ انہیں بدکاروں کے لئے
آپ جیسے متبعین سنت کا فعل سند بن گیا ہے۔ مشائخ وقت سے آپکے فعل کو کون سند
بناتا ہے۔ شاگرد رشید کے آپ کی محبت میں آنکھ و کان بند ہوگئے ہیں لہذا وہ میری
کلام کا صحیح مطلب نہیں سمجھ سکتا۔

جوابات اعتراضات ہفتگانہ ادا ہوئے۔ اسکے ضمن میں اس دعوے
مولوی شمس الحق صاحب و عزیزم مولوی فقیر اللہ کا کہ آپ بیعت استفاضہ لینے اور
اصلی پیر بن جانے کے لائق ہیں" کا جواب نیز ادا ہوا۔ کیونکہ اعتراض چہارم کے جواب
میں ہمنے ثابت کردیا ہے کہ مولوی عبد الجبار صاحب میں (شرط اول بیعت استفاضہ علم

* یعنی جلد ۲۰ کے۔ سلسلہ جس نے یہ اعتراض کیا ہے۔

کتاب وسنت) پائی نہیں جاتی۔ وہ اگرچہ قرآن وسنت میں نظر رکھتے ہیں اور ان کا
لفظی ترجمہ بھی جانتے اور پڑھاتے رہتے ہیں۔ مگر فہم معانی دقیقہ و مسائل اجتہادیہ
کتاب وسنت سے وہ محض معرّا ہیں جس پر ہمارا مضمون بحث امامت بھی کافی شاہد
ہے جس میں ان کا حدیث انتم شہداء الله فی الارض اور آیت ویؤمن للمؤمنین
کے اصلی معنے کو نہ سمجھنا مدلل و مبرہن ہو چکا ہے۔ اور اس مضمون میں ہماری اردو عبارات
(متعلق اعتراض چہارم) کو نہ سمجھنا بھی ایسا مدلل ہو چکا ہے کہ اس کے خلاف کے
اثبات پر ہم نے مولوی عبد الجبار صاحب کو اپنا پیر و استاد و امام مان لینے کا وعدہ مع تو
دیدیا ہے۔

مولوی شمس الحق صاحب و عزیزم مولوی فقیر الله اگر مولوی عبد الجبار صاحب میں شرط
اول کے پائے جانے کے مدعی ہیں تو ہمارے مدلل بیان مذکورہ کا مدلل جواب دیں
اور مولوی صاحب کا عالم کتاب وسنت ہونا ثابت کریں اور صرف اسی ایک شرط کے
اثبات سے انکی پیری و استادی ہم سے تسلیم کرا لیں

مولوی صاحب میں بقیہ شروط پیری و بیعت استفاضہ بھی یکقلم مفقود ہیں
خصوصاً شرط سوم (زهد عن الدنیا) کہ اس کی بو بھی ان میں پائی نہیں جاتی۔ وہ
بڑے بھاری دنیادار پالیٹشن ہیں جب سے وہ غزنین سے امرتسر میں وارد ہوئے
ہیں اور جہاں جہاں (مالیر کوٹلہ وغیرہ) میں وہ اہل دنیا کی مصاحبت و ملازمت میں
رہے ہم ان کے حالات برابر دیکھتے اور سنتے رہے ہیں ان حالات خصوصاً حالات
مصاحبت سابق معزول نواب مالیر کوٹلہ اور ان کے بھائی کو ہم ظاہر کریں۔ تو
ناظرین یقین کریں کہ مولوی صاحب بڑے بھاری دنیادار اور بقول شاگرد شاہی
عقل رکھنے والے ہیں امیروں کے مشیر و دبیر رہے ہیں۔ مگر ہم اس خفتہ فتنہ کو
جگانا نہیں چاہتے مولوی صاحب اور ان کے شاگردوں نے مجھکو مجبور کیا تو ناچار

یہ داستان سُنانی پڑے گی۔ لہٰذا ہم بالفعل صرف شرط اول ثابت و محقق ہونے پر مولوی صاحب کو پیر واستاد مان لینے کو حاضر ہیں۔

شرط پنجم بھی ان میں بحقیقت مفقود ہے۔ کسی اہل باطن سے نہ ان کو طول صحبت نصیب ہوئی ہے۔ نہ استفادہ باطن نہ اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ صاحب سے نہ کسی اور سے۔ جب سے انہوں نے ہوش سنبھلا ہے ان کے والد ماجد امرتسر میں رہے اور آپ زیادہ تر بیرونجات کے سیر و شکار میں اور امرا اہل دنیا کی مصاحبت میں رہے۔ بعد وفات حضرت مرحوم ان کو زیادہ قیام امرتسر میسر آتا ہے۔ اس لئے والد صاحب سے ان کو طول صحبت استفادہ باطن نہیں ہوا۔ وہ کیا ان کا کوئی بیٹا بھی بجز مولوی سید احمد مرحوم کے دوام صحبت اور فیض باطن سے فیضیاب نہیں ہوا جس پر حضرت عبداللہ صاحب افسوس فرماتے گذر گئے اس کی تفصیل کوئی سُننا چاہے تو حافظ محمد یوسف صاحب خاص معاون و خادم حضوری حضرت مرحوم سے جو خاص مسکن ان حضرات کے پاس ہو کر ان سے الگ رہتے ہیں سنے۔ مولوی شمس الحق صاحب اور عزیزم مولوی فقیر اللہ نے حضرت عبداللہ صاحب کو غالباً آنکھ سے بھی نہ دیکھا ہو گا چہ جائے انکی مصاحبت اور ان کے مصاحبین کو دیکھا ہو۔ اور پھر رجماً بالغیب ان سے اور دیگر اہل باطن سے انکی طول صحبت اور استفادہ باطن کے گواہ بن بیٹھے ہیں۔ حضرت شیخنا و شیخ الکل دہلوی نے مدت العمر فیض و استفاضہ صوفیائی کا طریق بھی اختیار نہ کیا تھا۔ ان کا کام نشر سنت و درس حدیث تھا و لیس انکو عزیزم فقیر اللہ کا صوفی کہنا اہلحدیث کو دھوکہ دینا ہے جسقدر خاکسار کو انکی ملازمت و مصاحبت حاصل ہوئی نہ مولوی فقیر اللہ کو ہوئی نہ مولوی شمس الحق صاحب کو لہٰذا حضرت مولانا شیخ الکل سے مولوی عبدالجبار صاحب کے استفاضہ باطن کی تجویز رجماً بالغیب ہے۔ یہ دونوں شاہد بالغیب معلوم نہیں کس اہل باطن سے مولوی صاحب کے طول صحبت

کی گواہی دیتے ہیں اور زبردستی ان میں شرط پنجم ثابت کرتے ہیں دونوں صاحبوں
کی خدمت میں ناصحانہ یہ سوال ہے کہ کیا آپ کو کبھی کسی اہل باطن سے استفادہ نور باطن
حاصل ہوا ہے؟ - اور احسان عبادت (جسکی تشریح حدیث میں ہو چکی ہے) کی دو رکعت
نماز بغیر حدیث النفس پڑھ لینا نصیب ہوا ہے؟ - اگر ہوا ہے تو کس صاحب باطن
اس کا نام تو بتا دیں تاکہ ہم بھی انکی صحبت سے استفادہ کریں - نہیں ہوا تو پھر آپ لوگوں کی شہادت
ایسے وجدانی اور باطنی امر کی نسبت کیونکر لایق سماعت ہے کیا مقولہ قولی را ولی مے شناسد
آپ لوگوں نے نہیں سنا اور مصرعہ قدر این بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی گوش گذار نہیں ہوا
علما اہلحدیث کا یہ حال کہ بن دیکھے گواہیاں دیتے ہیں نہایت افسوس کا محل ہے اور مخالف آیہ
لا تقف ما لیس لك به علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئك کان عنه مسئولا - ان مبالغہ آمیز تعریفات
اور جھوٹی شہادات میں تو ان حضرات متبعین سنت نے پیر پرست بدعتیوں کے بھی کان کاٹے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون
ان اعتراضات ہفتگانہ خارج از مبحث کے علاوہ ایک اعتراض خارج از بحث
جباری پارٹی (مولوی عبد الجبار صاحب اور ان کے شاگرد مولوی فقیر اللہ اور ان کے گواہ
بلا معائنہ مولوی شمس الحق صاحب) نے اس خاکسار ناتوان پر ایسا ہی کیا ہے جس میں
ان حضرات ثلثہ کے افترا کا دخل نہیں وہ صرف انکی نافہمی کا نتیجہ ہے - جو بات انہوں نے
خاکسار کے ذمہ لگائی ہے وہ واقعی خاکسار نے کہی ہے مگر ان حضرات نے نہ میری بات
کی اصلیت کو سمجھا ہے نہ اپنے اعتراض کے مستندات کی حقیقت کو اور نہ ان کے معنے و الفاظ
کو سمجھا - لہذا میں ان کے اس اعتراض کے مقابلہ میں اپنی بات کو اس شعر کا مصداق سمجھتا ہوں

ولا عیب فیهم غیر ان سیوفهم * بهن فلول من قراع الکتائب *

ناظرین اُن کے اعتراض اور اس کے جواب کو توجہ سے سنیں اور داد انصاف دیں

ایک حدیث صحیح بخاری میں آنحضرت صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ہے کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے عین پیدائش کے	عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من مولود

یولد الا والشیطان یمسه حین یولد فیستهل صارخا من مس الشیطان الا مریم وابنها۔ ثم یقول ابوهریرة رضی الله عنه اقرؤا ان شئتم انی اعیذها بک وذریتها من الشیطان الرجیم (بخاری ص ۳۵۳)

وقت شیطان اس کو چھوتا ہے تو وہ اس وقت (بلا فصل) چلاتا ہے بجز مریم اور ان کے فرزند (عیسےٰ علیہ السلام) کے۔ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ چاہو تو اس قول نبوی کی تائید وتصدیق کے لئے قرآن کی وہ آیت پڑھو جس میں یہ بیان ہے کہ جب والدہ مریم نے مریم کو جنا تو پھر یہ دعا کی کہ اے خدا میں نے مریم اور اسکی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیا جس میں حضرت ابو ہریرہ رضہ نے یہ جتایا ہے کہ مس شیطان سے حضرت مریم اور انکے فرزند حضرت عیسےٰ ؑ کا محفوظ ہونا والدہ مریم کی دعا کا اثر ہے اور اسکے بعد ہوا۔

اس قول حضرت ابو ہریرہ رضہ پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے (جس کو مفسرین میں سے زمخشری بیضاوی وسلیمان جمل وغیرہ نے اور محدثین سے قسطلانی وغیرہ نے بیان کیا تھا) کہ مس شیطان تو عین وقت تولد مولود میں جبکہ بچہ چلاتا ہے۔ اور پہلی چیخ مارتا ہوتا ہے اور یہ دعا حضرت مریم کی والدہ نے حضرت مریم کے پیدا ہو جانے اور ان کا نام مریم رکھ دینے کے بعد کی تھی۔ پھر حضرت مریم کا مس شیطان سے محفوظ رہنا اس دعا والدہ کا (جو تولد اور نام رکھے جانے کے بعد واقعہ ہوئی تھی) اثر کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس اعتراض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک درگاہ کو بچانے اور مخالفین اسلام کا منہ بند کرنے کی غرض سے خاکسار نے ص ۱۷۲ وغیرہ جلد ۱ میں یہ کہا تھا کہ یہ قول (محل اعتراض) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا بلکہ یہ قول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے جو ان سے غلطی اور خطاء اجتہادی سے سرزد ہوا ہے۔

اس پر جباری پارٹی نے خاکسار پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جو بات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہی ہے یہ بعینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث میں روایات تفسیر ابن جریر

میں آچکی ہے۔ لہٰذا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول کو غلطی اور خطا اجتہادی کہنا مصرعہ خطائے بزرگاں گرفتن خطا ست،، کا مصداق ہے۔

اور اس اعتراض کے (جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول پر وارد ہوتا ہے) جواب میں کہا ہے کہ اس قول کے تین صحیح معنے بھی ہو سکتے ہیں جو محل اعتراض مذکور نہیں ہیں۔ از انجملہ **ایک وہ معنے ہیں** جو قسطلانی نے بیان کیئے ہیں کہ والدہ مریم نے پورے تولد مریم کے پہلے صرف بعض حصّہ مریم کے پیٹ سے باہر آجانے سے جان لیا تھا کہ پیدا ہونے والی لڑکی ہے اور اس کے محفوظ ہونے کی دعا کی تھی اور جب وہ پوری باہر آگئیں تب شیطان نے مس کرنی چاہی تو ان کی دعا کی برکت سے وہ محفوظ رہیں مولوی شمس الحق صاحب اپنے فتوی مندرجہ صفہ رسالہ اعلام میں فرماتے ہیں کہ یہ معنے بہت صحیح ہیں۔

دوسرے معنے شاگرد رشید مولوی عبدالجبار صاحب عزیز فقیر اللہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت مریم کا مس شیطان سے محفوظ ہونا اس دعا والدہ مریم کا جو قرآن میں مذکور ہے اثر اور اس کے سبب سے نہ تھا تا کہ وہ مورد اعتراض ہو۔ بلکہ اس کا سبب کوئی اور ہوگا۔ (جیسے والدہ مریم کا منّت ماننا یا اسکے بابرکت شکم سے نکلنا یا تولد سے پہلے ان کا دعا کرنا) جس کا ذکر قرآن کی اس آیت مذکور میں نہیں ہوا۔ اس معنے کو شاگرد رشید صاحب دو صفحہ کی تطویل بلا طائل میں بیان کرکے فرماتے ہیں۔ کہ یہ معنے ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ علیم و خبیر نے ان کے قلب پر القاء و الہام سے ان کو بتائے ہیں اس معنے شاگرد کو استاد صاحب نے بلا ضرورت طول فرما کر تلبیس سے معنے خود بیان کئے ہیں اور اسپر اپنی وسعت نظر کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ہے کہ کچھ ضروری نہیں کہ طعن شیطان عین خروج کے وقت میں ہو بلکہ بعد تولد ایک گھنٹہ یا دو گھنٹہ تک طعن شیطان وقوع میں آوے تو وہ طعن حین تولد میں داخل ہے نہ کہ خارج

پھر آپ فرماتے ہیں کہ اگر ولادت کا کامل یوم بھی مراد لیا جاوے تو بھی کوئی محذور لازم نہیں آتا مطلب یہ ہے کہ اس دن میں طعن کرتا ہے۔ کسیکو عند الخروج کسیکو متصل بعد الخروج۔ اور کسی کو منفصل بعد الخروج۔ اور حدیث ذیل اسکی مؤید ہے۔ اخرج ابن جریر عن ابی هریرة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم کل بنی آدم یمسه الشیطان یوم ولدته امه الا مریم وابنها۔ اس روایت کو استاذ صاحب بزعم خود دور کی کوڑی لائے ہیں اور اسپر یہ فخریہ کلمہ فرماتے ہیں۔ کہ "متقدمین اور متاخرین میں سے جس کو الفاظ حدیث وارده پر نظر تھی ان کو اشکال (مذکور) پیدا نہیں ہوا۔ اور جن کو الفاظ حدیث پر نظر نہیں اُن کو یہ اشکال لاینحل معلوم ہوا"۔ یہ طعن و فخر آپ کا صرف خاکسار کے مقابلہ پر نہیں بلکہ قسطلانی وغیرہ محدثین اور جملہ مفسرین کے مقابلہ میں ہے جنہوں نے اس اشکال کو قوی کہا ہے۔

یہ ان حضرات کے اعتراض کا خلاصہ ہے۔ اب اسکا جواب سنو اور دل لگا کر سنو۔ آپ لوگوں سے بعض حضرات کے کتب حدیث کی اوراق گردانی ریش مبارک اور سر کے بال سفید ہو گئے ہیں اور بعض حضرات حدیث کے شروح میں ہزارہا صفحات قلم سے نکال چکے ہیں آپ اتنا نہیں سمجھتے کہ اعتقادیات میں جن میں سے مسئلہ زیر بحث (عصمت انبیاء اور محفوظیت ایشان از مس شیطان) ہے لائق استدلال کس قسم کی حدیث ہوتی ہے۔ صحیح قطعی الصحت والدلالۃ یا اس باب میں حدیث ضعیف یا غیر صحیح بھی کار آمد ہو سکتی ہے اور نہ یہ سمجھتے ہیں کہ جن احادیث و روایات تفسیر ابن جریر کو ہم پیش کرتے ہیں یہ صحیح ہیں یا ضعیف۔ اور یہ کتاب تفسیر ابن جریر ملتزم الصحت ہے یا خاص کر ان احادیث کو ابن جریر نے یا کسی اور امام حدیث نے صحیح کہا ہے ان امور کو سوچنے اور سمجھنے اور طے کرنے کے بغیر ان احادیث تفسیر

ابن جریر کو ایسے مسئلہ متعلق اعتقاد کے ثبوت میں پیش کرنا آپ لوگوں پر اس بیت کو صادق کر رہا ہے ؎

ان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ ٭ و ان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

اس نظر سے یہ کہنا بیجا نہو گا کہ تفسیر ابن جریر آپ لوگوں کی نظر سے نہ گذرتی بلکہ آپ لوگوں کے کتب خانہ میں نہوتی تو بہتر ہوتا اس شخص نے ظلم کیا اور وضع الشئے فی غیر محلہ کا ارتکاب کیا جس نے اس تفسیر کو آپ لوگوں کے ہاتھ میں فروخت کیا یا ہبہ کیا۔ اے حضرات یہ احادیث اس لائق نہیں کہ آپ ان احادیث سے استدلال و تمسک کریں اور انکی شہادت سے قول مذکور حضرت ابو ہریرہ رضہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و حدیث مرفوع قرار دیں۔ میں نے چاہا تھا کہ ان روایات کے راویوں کا جو غوائل جرح سے محفوظ نہیں ضعف بیان کر کے انکا ضعیف ہونا ثابت کر دوں مگر چونکہ ان کے ضعف کا بار ثبوت میرے ذمہ نہیں بلکہ صحت کا ثبوت ان لوگوں کے ذمہ ہے جو ان سے استدلال کرتے ہیں۔ لہذا بجائے اس جرح و تضعیف رواۃ حدیث آپ لوگوں سے دو مختصر سوال کرتا ہوں ان کے جوابات جو آپ دینگے ان سے ناظرین کو خود بخود معلوم ہو جائیگا کہ یہ احادیث صحیح و لائق استدلال نہیں ہیں اور آپ لوگوں کا ان احادیث کو پیش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ فن حدیث سے کافی واقفیت نہیں رکھتے گو محدث بن بیٹھے ہیں اور مصنف کتب حدیث کہلاتے ہیں۔

(۱) سوال اول کیا تفسیر ابن جریر کتاب ملتزم الصحت ہے جیسے صحیح بخاری و مسلم (جن کی صحت پر اتفاق امت ہے) یا جیسے صحیح ابن حبان و ابن خزیمہ (جن کی صحت کا ان کے مؤلفوں کو ادعا ہے) یا وہ ملتزم الصحت نہیں بلکہ اس میں خوگیر کی بھرتی کی طرح ضعاف و منکرات کی بھی بھرتی ہے۔

جواب بشق اول دیں تو اس پر ائمہ محدثین کی شہادت پیش کریں اور اگر جواب بشق دوم دیں تو پھر یہ (۲) دوسرا سوال ہے کہ خاص کر ان روایات کی صحت پر کسی امام محدث صاحب منصب تصحیح کی تصریح پائی جاتی ہے یا نہیں۔ اگر جواب بشق اثبات دیں تو کسی امام محدث سے وہ تصریح نقل کریں اور اگر جواب بشق نفی دیں تو پھر خود ہی انصاف کر کے کہیں کہ ایسی روایات غیر مصححہ سے کسی اعتقادی امر میں استدلال کرنا جائز ہے اور کس محدث یا فقیہ یا کلامی یا اصولی نے ایسے استدلال کو جائز کہا ہے؟ بوقت جواب چھوٹے سے فارسی رسالہ عجالۂ نافعہ مصنفہ حضرت شاہ عبد العزیز اور حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ اور اصول حدیث سے

---

* حضرت شاہ عبد العزیز صاحب نے عجالہ نافعہ کے صفحہ ۵ سے ۸ تک طبقات اربعہ کتب حدیث بیان کر کے طبقہ رابعہ کے بیان میں فرمایا ہے :۔ و طبقہ رابعہ احادیثی کہ نام و نشان آنہا در قرون سابقہ معلوم نبود و متاخران آنرا روایت کردہ اند پس حال آنہا از دو شق خالی نیست یا سلف تفحص کردند و آنہا را اصلی نیافتہ اند تا مشغول بروایت آنہا میشدند یا یافتند و دراں قدحے و علتے دیدند کہ باعث شد ہمہ آنہا را بر ترک روایت آنہا علی کل تقدیر ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود ولنعم ما قال بعض الشیوخ فی امثال ہذا

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ ۞ وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

و ایں قسم احادیث را بسیارے از محدثین دوست نہ بجہت کثرت طرق ایں احادیث کہ دریں قسم کتب موجود اند مغرور شدہ حکم بتواتر آنہا نمودہ و در مقام قطع و یقین بداں تمسک جستہ برخلاف احادیث طبقات اولی و ثانیہ و ثالثہ مذہبی برآوردہ و دریں قسم احادیث کتب بسیار مصنفہ شدہ اند برخے را بشماریم کتاب الضعفاء لابن حبان و تصانیف الحاکم کتاب الضعفاء للعقیلی کتاب الکامل لابن ابی عدی تصانیف ابن مردویہ تصانیف خطیب تصانیف ابن شاہین تفسیر ابن جریر فردوس دیلمی بلکہ سائر تصانیف او و تصانیف ابی نعیم تصانیف جوزقانی تصانیف ابن عساکر تصانیف ابو الشیخ و تصانیف ابن نجار و بیشتر مسالمہ و ضع احادیث در باب مناقب و مثالب و در تفسیر و بیان اسباب نزول و در باب تاریخ و ذکر احوال بنی اسرائیل و قصص انبیاء سابقین و ذکر بلدان و اطعمہ و اشربہ و حیوانات واقع شدہ و در طب و رقی و عزائم و دعوات و ثواب نوافل نیز ایں حادثہ رو دادہ ابن الجوزی در موضوعات خود غالب ایں احادیث را مجروح و مطعون ساختہ دلائل وضع و کذب

شرح نخبۃ الفکر اور مقدمہ ابن صلاح کو ضرور ملاحظہ فرمالیں اگر کتب اصول فقہ و کتب عقائد وعلم کلام کا ملاحظہ نکر سکیں یا اس کو ضروری یا جائز نہ سمجھیں -)

امام ابن الصلاح انواع علوم الحدیث کے نوع اول کے فائدہ دوم میں فرماتے ہیں -

اذا وجدنا فیما یروی من اجزاء الحدیث وغیرھا حدیثًا صحیح الاسناد ولم نجدہ فی احد الصحیحین ولا منصوصًا علے صحتہ فی شئ من مصنفات ائمۃ الحدیث المعتمدۃ المشہورۃ فانا لا نتجاسر علے جزم الحکم بصحتہ فقد تعذر فی ھذہ الاعصار الاستقلال بادراک الصحیح بمجرد اعتبار الاسانید - + + + +
ثم الزیادۃ فی الصحیح علے ما فی کتابین یتلقاھا طالبھا مما اشتمل علیہ احد المصنفات المعتمدۃ المشتہرۃ لائمۃ الحدیث کابی داؤد السجستانی

جب ہم مرویات سے کوئی حدیث کا ٹکڑا ایسا پاویں جس کی سند بنظر رواۃ تو صحیح نظر آتی ہو مگر ہم اس ٹکڑے کو نہ تو صحیح بخاری و مسلم میں موجود پاویں اور نہ انکو صحیح ہونے پر کسی تصنیف مشہور ولائق اعتماد میں کسی امام کی تصریح پاویں تو ہم اس حدیث کو صحیح کہنے کی صرف اسناد کو صحیح دیکھ کر کے جرأت نہ کریں گے۔

پھر فائدہ چہارم میں فرماتے ہیں کہ صحیحین کی روایت سے کوئی زیادہ روایت (جیسے روایت زیر بحث میں قول حضرت ابوہریرہ رضہ کو مرفوع

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۷) آنہا را میرہن نمودہ کتاب تنزیہ الشریعۃ در رفع عالکہ ایں احادیث کافیست واکثر مسائل نادر مثل اسلام ابوین آنحضرت صلعم درروایات مسح الرجلین از ابن عباس و امثال ایں نوادر از ہمیں کتا بہاست و اشتغال باحادیث ایں کتب و استنباط احکام ازانہا لاطائل سے نمایند"۔

اس عبارت کو جناب حضرت مولوی عبد الجبار صاحب وجناب مولوی شمس الحق صاحب فرزند دلبند مولوی فقیر اللہ انصاف وغور سے پڑھیں اور خیال کریں کہ تفسیر ابن جریر رضہ کو شاہ صاحب نے کس طبقہ میں داخل کیا ہے۔ اور پھر تفسیر ابن جریر رضہ کی احادیث سے بلا تصحیح و تحقیق استدلال کرنے کا نام نہ لیں اور بہتر تو یہ ہے کہ یہ حضرات تفسیر ابن جریر کو اپنے کتب خانہ ہی میں رکھیں اشاعۃ السنہ کے دفتر میں نہ بھیجیں انکا منصب نہیں ہے کہ ایسی مختلط احادیث سے استدلال کریں یہ کام اشاعۃ السنہ کا ہے۔ جو استدلال حدیث میں تثبت و تیقظ سے کام لے سکتا ہے اور لیناہر زمان حضرت کا جو اس کو جیسے

وابی عیسی الترمذی وابی عبد الرحمن النسائی وابی بکر بن خزیمۃ وابی الحسن الدارقطنی وغیرہم منصوصًا علی صحتہ فیہا ولا یکفی مجرد کونہ موجودًا فی کتاب ابی داؤد وکتاب الترمذی وکتاب النسائی وسائر من جمع بین الصحیح وغیرہ ویکفی کونہ موجودًا فی کتب من اشترط منہم الصحیح فیما جمعہ ککتاب ابن خزیمۃ الخ (مقدمہ ابن الصلاح)

بیان کرنے کی روایت ہے اس لئے تو اسکو طالب حدیث اسی صورت سے قبول کر سکتا ہے کہ کسی مشہور و معتبر کتاب (جیسے کتاب ترمذی و ابو داؤد وغیرہ) میں اس کے صحیح ہونے پر ائمہ حدیث کی تصریح پائی گئی ہو اور ایسی کتابوں میں صرف اس حدیث کا موجود ہونا کافی نہیں جن میں صحیح و ضعیف سب جمع ہیں۔ صرف موجود ہونا اس کتاب میں کافی ہے جو ملتزم الصحت ہو جیسے ابن خزیمہ کی صحیح ہے۔

مسلم الاجتہاد امام الحدیث امام احمد بن حنبل کا قول مشہور ثلث لا اصل لہا وعد منہا التفسیر بھی آپ لوگوں کے غور و ملاحظہ کے لائق ہے۔ اکثر حصہ تفسیر صحیح ہوتا تو کتب حدیث ملتزم الصحت سے وہ کیوں رہ جاتا۔ کیا آپ لوگوں کے نزدیک امام بخاری و مسلم نے تعصب سے عمدًا یا جہالت سے ان احادیث کو چھوڑ دیا۔ یہ آپ کی پیش کردہ روایات کا جواب ہے۔ اب جواب معانی ثلثہ سنو۔

(۱) جو معنی قول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قسطلانی نے بیان کئے ہیں اور مولوی شمس الحق صاحب نے پسند کئے ہیں۔ ان کا غیر صحیح ہونا اشاعۃ السنہ جلد ۱۷ کے صفحہ ۱۰ میں ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت مریم کی والدہ کی دعا نام رکھنے ... ہوئی تھی اور نام رکھنا قبل از تولد تام کسی مذہب میں پایا نہیں جاتا۔ مولوی شمس الحق صاحب کو دعوی صحت معنی قسطلانی پر اصرار ہے تو وہ میدان میں نکلیں اور ثابت کریں کہ دین یہود میں (جس پر حضرت مریم کی والدہ تھیں) تولد تام سے پہلے بھی نام رکھنا جائز تھا۔ ودونہ خرط القتاد۔

(۴) شاگرد رشید کے معنی بالقا ر ربانی نہیں بلکہ بوسوسہ شیطانی ہیں جس سے شیطان کا مقصود یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم وتبلیغ پر تجہیل کا الزام عائد ہوا اور آپ کی عصمت کو دھبہ لگے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث میں جو صحیح بخاری میں منقول ہے حضرت مریم اور انکے فرزند محترم دونوں کا مس شیطان سے محفوظ ہونا بیان فرمایا۔ پس اگر حضرت ابوہریرہ رض کی قول مذکور کو حدیث نبوی قرار دے کر اس کو اسی دعوی کی دلیل قرآنی قرار دیا جائے (جس کے ظاہر الفاظ سے ابتک تمام مسلمانوں نے از آدم تا ایندم یہی سمجھا ہے کہ حضرت مریم اور ان کے فرزند محترم دونوں کی محفوظیت اس دعا والدہ مریم کا اثر ہے جس کا ذکر آیت مذکورہ میں ہے اور یہی معنی ظاہری سمجھکر علماء مذکورین کو وہ اشکال پیدا ہوا تھا اور انہیں معنی ظاہری کو سمجھکر اوروں کو (جنمیں آپ کے استاد اور ان کے گواہ مولوی شمس الحق صاحب ہی ہیں) اشکال پیدا ہوا ہے - اس معنے ظاہری کا خلاف صرف شاگرد رشید کے خیال میں آیا ہے جس کو وہ القاء ربانی قرار دیتا ہے اور ہم اس کو وسوسہ شیطانی خیال کرتے ہیں) اور ساتھ ہی اس کے یہ خیال کیا جاوے کہ محفوظ ہونے مریم کا سبب یہ دعا والدہ حضرت مریم نہ تھا بلکہ اس کا سبب کوئی اور تھا جو اس آیت میں مذکور نہیں ہوا تو اس سے لازم آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبر کی تبلیغ اور اس اعتقاد کی تعلیم میں تجہیل کا ارتکاب کیا یعنی بجز شاگرد (جنکے خیال میں یہ بات آئی ہے) سب مسلمانوں کو (جو محفوظیت مریم کو اس دعا والدہ مریم مذکور آیت مسطورہ کا اثر سمجھتے ہیں) جہالت میں ڈال دیا یعنے اس دعوے محفوظیت ہر دو حضرات پر اس آیت کو (جس میں بطور لف ونشر مرتب ہر دو حضرات کا مس شیطان سے محفوظ ہونا اثر دعا والدہ حضرت مریم قرار دیا گیا ہے چنانچہ حرف واو جو بالاتفاق جمعیت کے لیئے ہے شاہد ہے) دلیل ٹھہرایا ہے۔ اور تمام امت کو (بجز شاگرد رشید جسنے دعا مذکورہ اس آیت کو دلیل محفوظیت مریم تسلیم نہیں کیا)

جہالت اور غلط خیال میں مبتلا کیا۔ اور اصل سبب محفوظیت مریمؑ بیان نکرکے اور اس کو چھپا کر کتنے سے مسلمانوں کو جو محفوظیت مریم کو اثر دعا مذکورہ آیت سمجھتے ہیں اس جہالت اور غلط خیال پر قائم رکھا کہ محفوظیت مریم کا سبب انکی والدہ ماجدہ کی دعا مذکورہ آیت مسطورہ ہے (حاشا جنابہ عن ھذا الافتراء بلا امتراء) آنحضرتؐ کی پاک تعلیم اور سچی تبلیغ کی نسبت اس قسم کی تجویز کتمان حق وتجہیل مسلمان کا کام نہیں ہے۔ اسیواسطے ہمنے ان معنوں کو جو شاگرد رشید نے بیان کئے ہیں القاء شیطانی قرار دیا ہے۔ شاگرد رشید کو لازم ہے کہ اس معنی کی تجویز سے توبہ کرے اور اپنے اسلام کی تجدید کرے۔

(۳) استادجی (مولوی عبدالجبار صاحب) کے مجوزہ معنے بھی محض غلط ہیں اور اس غلطی کا منشاء آپکا علوم صرف ونحو واصول فقہ نہ پڑھنا ہے۔

مولوی صاحب اپنے مجوزہ معنی کے بیان پر اپنی وسیع نظری کا فخر کرتے ہیں مگر وہ فخر افسوس کے لائق ہے۔ یہ ہم مانتے ہیں کہ کتب حدیث وتفسیر میں مولوی صاحب نظر رکھنے ہیں چنانچہ صفحہ ۹۶ جلد ہذا میں ہم کہہ چکے ہیں۔ مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی کہتے ہیں کہ فہم مطالب دقیقہ حدیث وتفسیر نصیبہ اعداء۔

اجی حضرت (بقول عوام مولوی صاحب وبقول شاگرد محدث صاحب وبزعم خود امام صاحب) اصح الکتب بعد کتاب اللہ العزیز صحیح بخاری کی حدیث کے الفاظ (والشیطان یمسہ حین یولد فیستھل صارخا من مس الشیطان الا مریم وابنھا) قطعی فیصلہ کرتے ہیں کہ بچوں کو شیطان کا مس کرنا (چھونا) عین تو[illegible] پیٹ سے نکلنے کے وقت ہوتا ہے اور اسی وقت (بلا فصل چنانچہ حرف فاء کا (جو ترتیب بلا تراخی کے لئے موضوع ہے) فیصلہ ہے) بچہ کا چلانا ہوتا ہے اور وہی پہلی چیخ بچہ کی لغۃً استہلال کہلاتی ہے۔ مولوی صاحب کبھی مدرسہ میں کتب درسیہ پڑھتے اور صنعت براعۃ استہلال سے واقف ہوتے تو کبھی تولد کے دو گھنٹہ کے بعد یا تمام دن کے بعد چلانے کو استہلال نہ کہتے اور اسی تولد وخروج کے وقت

حضرت مریم اور ان کے فرزند محترم دونوں کا (چنانچہ حرف واو کا جو بالاتفاق جمعیت کے لیے موضوع ہے فیصلہ ہے) مس شیطان سے محفوظ ہونا آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ اس فیصلہ قطعی صحیح بخاری کے مقابلہ میں اور اسکے برخلاف آپ کا یہ کہنا کہ اس دن بھر میں شیطان طعن کرتا ہے۔ کسی کو عند الخروج کسیکو متصل بعد الخروج کسیکو منفصل بعد الخروج گھنٹہ یا دو گھنٹہ کے بعد (اور کسیکو منفصل بعد الخروج کامل دن کے اندر اندر) کسی عالم علم لغت و نحو کے نزدیک کیونکر قابل قبول ہوسکتا ہے۔ یہ بات وہی شخص قبول کر سکتا ہے جس کو آپ کی مانند نہ ظرفیت لفظ حین کا علم ہو۔ نہ ف کے معنے عدم تراخی کا علم۔ اور نہ استہلال کے معنے لغوی کی خبر۔ نہ واو کے معنے جمعیت سے اطلاع۔

آپ نے احدیث غیر مصح ابن جریر میں لفظ یوم دیکھ کر اس سے دن بھر میں مس شیطان کا واقعہ ہونا اور اس دن بھر میں حضرت مریم کا مس شیطان سے محفوظ ہونا تجویز و بیان کر دیا اور دہوکہ کھایا۔ اور صحیح بخاری کے چار الفاظ کو پس پشت ڈالکر مصرعہ "حفظت شیئا وغابت عنك اشیاء" کا مصداق بن کر دکھایا۔ اور یہ آپ سے نہو سکا کہ پہلے احدیث کی صحت ثابت کرتے پھر اس کا لائق معارضہ حدیث صحیح بخاری ہونا مدلل کرتے اور بعد اثبات صحت یہ خیال کرتے کہ وہ حدیث صحیح ہو تو پھر اگر اس کا لفظ یوم ساعات یومیہ کی نسبت عام ہے تو اس عام کی تخصیص ساعت خروج سے ہوسکتی ہے (چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے تلویح وغیرہ ملاحظہ ہو) اور اگر وہ مطلق ہے تو اس کی تقلید وقت خروج سے ہوسکتی ہے (جس سے ایسے موقعہ پر حنفیہ کو بھی اتفاق ہے تلویح وغیرہ ملاحظہ ہو) پس ہم کس دلیل سے اس یوم میں تعمیم تجویز کرتے ہیں اور قاعدہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کا کچھ لحاظ فرماتے۔ مگر یہ خیال ولحاظ امر جیسے تعمیم و تقسیم مس بوقت خروج میں آپ سے ہوتا کیونکر جبکہ آپکو ان علوم میں دخل [illegible] نہیں۔

معانی ثلثہ مجوزہ معترض ثلثہ کے صحیح ہونے کا جواب ادا ہوا۔ اب مصرعہ سے [illegible]

بزرگاں گرفتن خطا است کا جواب دیا جاتا ہے۔

اے حضرات مولوی صاحبان! کیا یہ امر (بزرگوں کی خطا پکڑنا) آپ سے یا آپ کے اسلاف سے سرزد نہیں ہوا۔ کیا علماء متاخرین نے مجتہدین متقدمین کی اور مجتہدین نے تابعین کی اور تابعین نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی اور اصاغر و عوام صحابہ نے اکابر و خواص صحابہ کی خطائیں نہیں پکڑیں؟ (آپ لوگوں پر یہ امر مخفی ہو تو خاکسار کے ضمیمجات اخبار سفیر ہند ۱۸۸۲ء ملاحظہ ہوں) اور اے میرے روحانی فرزند تو نے بایں علم و حیثیت (جو تمہارے رسالہ اعلام اور رسالہ تفسیر السلف سے ظاہر ہے) حضرت امیر المومنین مجتہد و امام مسلم عند المسلمین عمر فاروق کی دو خطائیں صفحہ ۳ و ۴ رسالہ تفسیر السلف میں بیان نہیں کیں کیا تمہارے لیے یہ فعل حلال ہے اور خاکسار پر حرام۔ اس اجمال کی تفصیل اور اس قسم کے اور ہفوات شاگرد رشید پر بحث بادلیل میرے عزیز تلمیذ مولوی فاضل حافظ آبادی اپنے مضمون صدائے افسوس میں کرے گا انشاء اللہ تعالے۔ میں اس مضمون کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں۔

ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین آمین ثم آمین۔

صدای افسوس

(رقمزدہ کلک مولوی ابوالقاسم صاحب حافظ آبادی مولوی فاضل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدک یامن حمدہ راحۃ الارواح وجالب الافراح ونشکرک یامن شکرہ مزید النعماء وسالب الاتراح ذکرک تطمئن بہ قلوب العارفین و حمدک تطیب بہ انفاس الکاملین وتفوح بریا طیبہا ازھارھا کانہا جنّٰت عدن تحتہا انہارھا ونسئلک اللھم ان تفیض من صلوتک الزاکیات و التحیات الطیبات علی اشرف الحقائق الانسانیہ وخلاصہ الآلاء الرحمانیہ خیر من بعثہ من ضئضئی الجود واکرم محمدؐ زین البیت وبہاء الحرام وعلی الہ الاطہار واصحابہ الاخیار وورثۃ العلماء الابرار اما بعد

آجکل رسالہ اعلام الانام مؤلفہ مولوی فقیر اللہ صاحب پنجابی نزیل بنگلور کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جس میں اس نے بڑی جرأت اور بے باکی سے بحث جعلی پیری و مریدی" مندرجہ اشاعۃ السنہ کا جواب دینے کی کوشش کی ہے اور اسکے فضول اور بے معنے ظاہر کرنے کی رائیگان سعی کی ہے اور اس میں جابجا بکمال بے باکی سے الفاظ نازیبا و بے زبان سے اور کہیں کھلم کھلے استعمال کئے ہیں مگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ مؤلف رسالہ نے اس بحث کو بالکل نہیں سمجھا اور نہ اسکی طرف نظر انصاف سے دیکھا۔ کیونکہ اگر وہ نظر امعان سے اوسکو دیکھتا اور بیجا تعصب سے کام نہ لیتا تو جو خوبیاں اسکے مطاوی الجاث میں مخفی ہیں اسکو نظر آجاتیں کہ کس خوبی و خوش اسلوبی سے جناب مولوی

ابو سعید محمد حسین صاحب مدظلہ نے پیری مریدی کے مفاد و اغراض اور اس کی اصلیت و ہسٹری (تواریخ) اور اسکے اقسام جعلیہ و اصلیہ اور اسکی شروط کو بیان کیا اور یہ ظاہر و واضح کر دیا ہے کہ کونسا طریق ان میں سے شرعی جواز کے احاطہ داخل ہے اور کونسا خارج پھر اسپر کس عمدگی سے قرآن و حدیث کے شواہد و دلائل پیش کئے ہیں ممکن ہے کہ مطاوی الجاث ہیں کوئی بات قابل نکتہ چینی بھی ہو لیکن جہانتک دیکھا گیا اور میرے ذہن نے کام دیا ہے جناب مولٰنا موصوف کا مضمون ان بیجا الزامات و ردّ و قدح کا مورد نہیں جو مولف اعلام نے درشت زبانی اور بے تہذیبی کے ساتھ درج رسالہ کئے ہیں، مؤلف رسالہ نے فصل الجاث سے تو کچھ تعرض نہیں کیا صرف اس حصہ پر (جس میں مولٰنا موصوف نے مولوی عبد الجبار کی پیری مریدی پر چند استفسارات بطور خیرخواہی کئے ہیں نہ انکی نسبت کوئی قطعی فیصلہ کیا ہے اور نہ کوئی غیر متعلق حکم اُنپر لگایا ہے) لے دی کی ہے اور جور و عصبیۃ کی عنان اس طرف موڑ کر خاطر خواہ جوش نکالا ہے اور روٹھے ہوؤں کیطرح ناحق و بے جا الزام رسالہ اشاعۃ السنہ پر لگا کر اس کا رد لکھ مارا اور اسکے ضمن میں جناب مولانا موصوف کی عظمت کا اقرار کرتے ہوئے انکے حق میں سخت و ناملائم الفاظ کا استعمال کیا (اس سخت گوئی و ناملائمی کا اقرار رسالہ اعلام کے صفحہ ۲۹ میں موجود ہے و از انجملہ بعض الفاظ کا ذکر دنبالہ (۱۰، ۸، ۷) تحریر میں بھی ہوگا) جو مولانا موصوف کے حق میں مولف اعلام کے زبانی اعتراف عظمت اور اسکے بالواسطہ مولٰنا موصوف کے شاگرد*

* مولف اعلام حافظ عبد المنان صاحب کا اقرار (؟) شاگرد ہے۔ جو مولانا ابو سعید صاحب کے حدیث میں شاگرد ہیں لہذا اپنے استاد کی بے حمیت میں ان کا استاذ الاستاذ کو برا کہنا مناسبت نہ تھا۔

ہونے کی صورت میں نہایت قبیح و نازیبا معلوم ہوتا ہے۔ بنا بریں مجھے خیال ہوا
کہ جناب مولنٰا موصوف کی تحریر پر جو کچھ صاحب اعلام نے لکھا ہے اور غیر واقعی
الزامات کو انکی طرف منسوب کرکے غلط فہمی پھیلائی ہے۔ جس سے یہ خوف ہے کہ
کہیں اور لوگ بھی دھوکہ کھاکر بدگمانی میں مبتلا نہ ہوجائیں اس کا مختصر جواب لکھ کر
صاحب اعلام کی غلطی ظاہر کروں کیا عجب ہے کہ وہ اپنی لغزش پر متنبہ ہوکر اس کا
تدارک کرلے۔ واللہ الموفق للصواب۔

سب سے پہلی بات جسمیں صاحب مؤلف اعلام نے خود غلطی کھائی اور بلا وجہ
(مبتدا ۱۲)
ناحق جناب مولنٰا ابو سعید محمد حسین صاحب مدظلہ کی نسبت ایک خیالی الزام قائم کیا اور
اسکی وجہ سے آپ کے حق میں الفاظ نازیبا (رجمًا بالغیب۔ ظن فاسد۔ زلات وعثرات
تدنس ثوب اخلاق وتہذیب۔ وغلو ناروا۔ تعدی بیجا وغیرہ) استعمال کئے ہیں
اس کا یہ دعوی کرنا ہے کہ جناب مولنٰا موصوف نے مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی کو قادیانی
(خبر ۱۲)
جیسا پیر بنا دیا ہے۔ ایسا ہی بعض مقرظین رسالہ نے بھی اوسکے ہمصفیر ہوکر اس
بات کا افسوس ظاہر کیا ہے۔ مگر یہ سب کچھ ان حضرات کی غلط فہمی ہے۔ جس عبارت سے
ان حضرات کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ عبارت ہرگز اس بات پر دلالت نہیں کرتی۔ کہ
جناب مولنٰا موصوف نے مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی کو قادیانی کی مانند قرار دیا ہو
وہ عبارت یہ ہے "مولوی عبد الجبار صاحب پر بھی یہی بدگمانی کی جاتی ہے کہ انہوں نے
بھی مرزا کو دیکھ کر پیری مریدی کو وسعت دی ہے اور اپنے امام ہونے کی شہرت پسند
کرلی ہے" ناظرین غور کریں کہ اس عبارت میں جناب مولنٰا موصوف نے کہاں کہا ہے
کہ مولوی عبد الجبار صاحب پر میں بدگمانی کرتا ہوں اور میں انکو قادیانی کی مانند جانتا ہوں
اس عبارت میں جملہ "بدگمانی کی جاتی ہے" میں تو فاعل بدگمانی کو مجہول رکھا ہے
اور اس سے وہ حضرات علماء مراد ہوسکتے ہیں جو مولوی عبد الجبار صاحب کے شہر میں رہتے

دن ان کو تقریراً و تحریراً برا کہتے ہیں۔ نہ مولانا موصوف جو اس بدگمانی کو نقل کرنے کے بعد رسالہ اشاعۃ السنہ کے صفحہ ۳۰ میں صاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ وہ (مولوی عبد الجبار صاحب) گروہ اہلحدیث کے ایک ممبر ہیں اور یہ خاکسار اس گروہ کا خادم اور پیپرز ایڈیٹر اور اس گروہ کے افعال کا جواب دہ ہے لہذا اس کا منصبی فرض ہے کہ وہ غزنوی صاحب کو اس بدگمانی سے بچائے اور اس غلو و بے اعتدالی کو جو ان کے مریدوں میں پھیل گئی ہے روک دے"۔ لیجئے اس آخری عبارت میں مولانا موصوف نے صاف اور قطعی فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ بدگمانی کرنے والے اور ہی ہیں اور مولانا موصوف مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی کو اس بدگمانی سے بچانے والے ہیں۔ اس عبارت کے مفہوم صریح و منطوق کو مولوی فقیر اللہ صاحب جو بحکم حبك للشئ یعمی ویصم اپنے استاذ کی عقیدت مفرطہ و حمیت ناروا میں مبتلا ہیں نہ سمجھنا محل افسوس و تعجب نہیں ہے افسوس و تعجب تو ان حضرات علماء پر ہے جو اس رسالہ کی تقریظوں میں اس بیجا الزام کے قائم کرنے میں مولوی فقیر اللہ کے ہمصفیر ہو گئے ہیں افسوس ان حضرات نے صرف مولوی فقیر اللہ کی منقولہ عبارت کو دیکھا اور اس عبارت منقولہ بالا کو جس کو مولوی فقیر اللہ ترقہ کر کے چھوڑ گئے تھے۔ اصل رسالہ نمبر ۱۲ جلد ۲۰۔ اشاعۃ السنہ میں جو ان حضرات کے پاس موجود تھا (اور جن کے پاس وہ رسالہ نہ تھا انکو اصل رسالہ طلب کر کے ملاحظہ کرنا واجب تھا) ملاحظہ نفرمایا اور ع حفظت شیئاً و غابت عنك اشیاءُ کا مصداق بنکر ناحق مولانا موصوف پر الزام لگایا اور انصاف کا خون کیا۔ اور مولوی فقیر اللہ کے ظلم میں حصہ لیا۔ وہ حضرات اب بھی خدا سے ڈریں اور انصاف سے کام لیکر کہیں کہ مولانا موصوف مولوی عبد الجبار صاحب پر بدگمانی کرنے والے ہیں یا اس بدگمانی سے ان کو بچانے والے ہیں۔ کیا انکا فعل اور آپ لوگوں کا الزام ناحق اس مثل کا مصداق نہیں ہے۔ نیکی برباد گناہ لازم۔ اے حضرات کہاں بدظنی سے بچانا اور شاشی فاسدہ کو

روک کر انکی اصلاح کی فکر کرنا اور کہاں قادیانی کی مانند قرار دینا غرض یہ سب آپ
حضرات کی خوش فہمی ہے وبس۔

یہ الزام تشبیہ قادیانی کا جواب ہے اس تشبیہ کے علاوہ صریح و صاف طور پر بھی
اس مضمون میں کہیں مولانا موصوف نے مولوی عبد الجبار صاحب پہ دھوکہ دہی اور
جعلسازی کا حکم نہیں لگایا اور جو کچھ ذکر کیا ہے وہ سب استفسارات اور قضایا شرطیہ
کے طور پہ ذکر کیا ہے جس سے انکی نسبت دھوکہ دہی وغیرہ کا کوئی یقینی فتوے اور
غیر معلق حملہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ انشاءت اور شرطیات کسی حکم ثبوتی غیر معلق
پر دلالت ہی نہیں کرتے۔ پس اس سے حملہ وغیرہ سمجھ لینا مؤلف اعلام اور اس کے
ہمخیالوں کی خوش فہمی ہے۔

صفحہ ۳۵، مضمون پیر مریدی میں جو کہا گیا ہے کہ سجادہ نشین کا بلا تحصیل صفات
سلسلہ پیری مریدی کو قائم کرنا دھوکہ دہی ہے" یہ بھی اس فعل پہ حملہ ہے نہ مولوی
صاحب پر۔ سو بھی اس شرط سے مشروط ہے کہ وہ یہ کہیں کہ صفات پیری مریدی کا
تو ہم میں موجود نہیں و بعہذا ہم لوگوں سے بیعت استفاضہ لیتے ہیں چنانچہ صت ۳۸۲
وصت ۳۸۳* میں اس شرط کی تصریح موجود ہے۔

دوسری بات جس میں مؤلف رسالہ اعلام نے خود غلطی کھائی ہے اور اسکی
وجہ سے مولانا موصوف پر ایک صریح تہمت لگائی ہے اس کا مولانا موصوف کی
نسبت زلت نمبر اول تجویز کرنا اور یہ کہنا ہے کہ مولانا موصوف نے بیعت توبہ کو درجہ
استحباب میں رکھا ہے اور اسکی مشروعیت کو تسلیم کر لیا ہے۔ پھر اشاعۃ السنہ صت ۳۸۲
سے یہ عبارت نقل کی ہے "آپ جیسے متبعین سنت کا یہ فعل (خصوصیت اخذ
بیعت) ان بدکرداروں کے لئے سند بن گیا ہے۔ لہذا آپ کا بالکل اسکو ترک کر دینا
قرین مصلحت ہے آپ پر یہ حدیث عبد اللہ بن مسعود رض کہ کوئی شخص نماز میں دہنی

* یعنے جلد ۲۰ کے۔

طرف پھر بیٹھنے سے شیطان کا حصّہ نہ ٹھہراوے مخفی نہیں الخ"! اسکے بعد آپ اس کا
ماحصل بیان کرکے جواب کے درپے ہوئے ہیں اور اس مضمون کو چشم حقارت سے
دیکھتے ہوئے احسان کے رنگ میں فرماتے ہیں" اگر یہ مضمون کسی دوسرے کا ہوتا
تو میں برابر اسکی نسبت باہیں الفاظ عرض کرتا کہ یہ مضمون خفیف سخیف مبنوذ وراء
الظہر کردنی و نظر و توجہ از و بر داشتنی ہونے کے سبب محتاج جواب نہیں بلکہ ساقط من
الاعتبار ہے "! یہ آپ کے پاکیزہ چند بانہ الفاظ ہیں اور ان الفاظ کا جو مطلب
آپنے قرار دیا ہے وہ آپ کے تمام رسالہ کا لب لباب اور مایہ ناز ہے جسکی عبارت
آرائی اور ناموزون اور بے معنے فقرہ بندی میں آپنے بہت تکلیف اٹھائی اور
درحقیقت آپکی یہ جانکاہی اور تکلّف اس بیت کا مصداق ہے ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا ✧ جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

یہ امر ناظرین کو ہمارے جواب پڑھنے سے ایسا معلوم ہو جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ
جیسا کہ نصف النہار میں آفتاب بس واضح ہو کہ عبارات اشاعۃ السنہ میں
(جن کی نسبت یہ الفاظ لکھے گئے ہیں) غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تحقیر مضمون
اور اس کا جواب اور ناپسندیدہ احسان جتانے کا منشاء و مبنی مؤلف اعلام کی خوش
فہمی ہے اور جو کچھ اس نے جناب مولانا موصوف کی کلام کا خلاصہ مطلب
سمجھا ہے غلط سمجھا ہے۔ اسی غلط فہمی اور مبنی فاسد پر ردّ و قدح کرتے کرتے اور
اسکے ضمن میں دلائل و نظائر پیش کرتے ہوئے اصل مضمون رسالہ کو ختم کر دیا ہے
جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس نے خیالی اعتراضات قائم کرنے میں بیجا تکلیف
اٹھائی اور درحقیقت جناب مولانا موصوف کے مضمون پر کوئی خدشہ وارد نہیں
ہوتا اور مؤلف اعلام اپنے فہم و فخر اور جناب مولانا موصوف کی تحقیر میں اس شعر کا
مصداق ہے ؎

اذا قال السہا للشمس انت خفیۃ + وقال الدجی للصبح لونک حائل

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مؤلف رسالہ نے عبارت منقولہ سابقہ مولانا موصوف کا مطلب بایں الفاظ بیان کیا ہے " اس کا ماحصل یہ ہوا کہ امر مستحب کا التزام یعنی بلاناغہ کرنا جس کو دوام کہتے ہیں مستلزم اسکے وجوب کا ہو جاتا ہے۔ پس درجہ استحباب میں رکھنے کے لئے چند روز اس کا ترک ضروری ہے الخ" جناب مولانا موصوف کی عبارت کا مطلب سمجھنے میں مؤلف اعلام نے پانچ غلطیاں کیں ہیں اور انہیں غلطیوں پر اسکے رسالہ کی بنیاد ہے۔

پہلی غلطی یہ ہے کہ اس نے دوام والتزام کو ہم معنے سمجھکر التزام کی تفسیر دوام سے کی اور یہ نہ سمجھا کہ التزام کے معنے لازم سمجھنا اور غیر لازم کو لازم قرار دینا ہے جو عقیدت اور علم پر دلالت کرتا ہے اور دوام میں یہ بات نہیں پھر دونوں کو ہم معنی قرار دیکر دوسرے شخص کی کلام کا غلط مطلب نکالنا اور اسپر دور دراز تا سیدات رد و قدح میں جولانی دکھانا ایک بے معنی بات ہے جس سے یہ لازم آتا ہے کہ اس نے اپنی ہی غلط فہمی کا رد کیا نہ مولانا موصوف کا کیونکہ جس امر کا اس نے رد لکھا ہے مولانا موصوف اسکے قائل ہی نہیں پس مؤلف اعلام کی ساری تگ و پو و خامہ فرسائی غلط فہمی پر مبنی اور خواب و خیال کی مانند ہے۔

دوسری غلطی اس کا یہ سمجھنا کہ جناب مولانا موصوف کسی فعل کے درجہ استحباب قائم رکھنے کے لئے ترک چند روزہ ضروری سمجھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بات ہرگز صحیح نہیں بلکہ یہ مولانا موصوف پر محض افترا ہے حسن ظنی رکھیں تو یہ کہیں کہ مؤلف اعلام کی غلط فہمی ہے۔

مولانا موصوف نے جو کچھ اس باب میں صفحہ ۲۸۱ * - اشاعۃ السنۃ کہا ہے اسکے الفاظ یہ ہیں "بیعت تو یہ لینے سے اپنی خصوصیت اٹھادیں حوصلہ ہو تو چند روز کے

* ہنوز پہنے جار ۲۰ ہوگئے۔

واسطے خود اس عہدہ سے علیحدہ ہو جائیں۔ یہ کام دوسرے بھائی یا شاگرد خاندان کے سپرد کر دیں
یہ حوصلہ نہ ہو تو ان کو اس کام میں شریک کر لیں تاکہ آپ کی خصوصیت اٹھ جاوے یا بات آپ ان جگہ ہیں
کہ ایک شہر میں چند اشخاص کا بیعت لینا جائز ہے۔ تو چند روز کے واسطے اس کام کو ترک کر کے
دوسرے کے سپرد کر دینے۔ یا کم از کم اس کو شریک و حصہ دار ٹھہرانے میں کیا عذر ہے۔ اے میرے
دوست برادر اور میرے ایک بزرگ کے فرزند آپ غور و انصاف کریں کہ اس بیعت توبہ کے بہانے
سے نااہل لوگ کس قدر گمراہی پھیلا رہے ہیں۔ خود حرامکاری و بدکاری کے مرتکب ہوتے ہیں اور
اس بیعت کے بہانہ سے لوگوں کو اپنے دام میں پھنسلتے ہیں اور مرید بنا رہے ہیں۔ ان کا قول
و فعل کلمۃ حق ارید بہا الباطل کا مصداق ہو رہا ہے۔ اور آپ جیسے متبعین سنت کا یہ فعل ان بدکاروں
کیلئے سند بن گیا ہے۔ لہذا آپ کا اس کو بالکل ترک کر دینا اقرین مصلحت ہے۔ آپ پر حدیث ابن
مسعودؓ کہ کوئی شخص اپنی نماز میں داہنی طرف التزام کر کے پھر بیٹھنے سے شیطان کا حصہ نہ ٹھہراوے
مخفی نہیں۔ اور نہ یہ قول فقہا کہ نماز کے بعد سجدۂ شکر نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ عوام اسکو واجب سمجھ لینگے
مخفی ہوگا۔ لہذا آپ بیعت لینا چند روز ترک کر دیں تو مناسب ہے۔"

یہ عبارت و الفاظ اونچے آواز سے پکار رہے ہیں کہ مولانا موصوف نہ تو کسی فعل کا درجہ
استحباب قائم رکھنے کے لئے اس کا ترک چند روز ضروری یا واجب جانتے اور ٹھہراتے ہیں اور نہ اثر
ابن مسعودؓ کا یہ مطلب قرار دیتے ہیں۔ کہ جس شخص نے داہنی طرف پھر بیٹھنے کو ترک نہ کیا اس نے ترک
واجب کیا۔ اور نماز میں شیطان کا حصہ مقرر کیا۔ وہ تو "مناسب" و "اقرین مصلحت" الفاظ کہ کر ایک
فعل مستحب کی مداومت اگر اس مداومت کے ساتھ لزوم وجوب کا اعتقاد شامل ہو جائے ترک کرنے
کو صرف ایک امر مستحسن قرار دیتے ہیں۔ سو بھی اس نظر و خوف سے کہ لوگ اس مستحب کو واجب نہ جان لینہ
نہ اس خیال سے کہ مستحب پر علی مداومت ناجائز ہے۔ اور ترکِ مداومت واجب ہے۔ پھر ایسی صحیح و صاف
عبارت کا مطلب یہ قرار دینا کہ اس میں امر مستحب کی نفس مداومت کو ترک کرنا ضروری کہا ہے۔ اور اثر
ابن مسعودؓ کا یہی مطلب قرار دیا ہے محض افترا یا غلط فہمی (جو اس شعر ابی الطیب کی مصداق ہے۔

وکم من عائب قولاً صحیحاً * وآفته من الفہم السقیم) نہیں تو اور کیا ہے۔
پھر مولانا موصوف کی یہ تجویز (کہ اعتقادِ وجوب امرِ مستحب اس کے ترک کرنے سے توڑ دینا
مناسب و قرین مصلحت ہے) بھی انکی اپنی تجویز نہیں ہے بلکہ یہ تجویز حظیرۃ القدوس حضرت
رسالت سے آچکی ہے۔ اور سرور کائنات اور فخر موجودات کے قول و فعل سے ثابت و مروی ہے۔
صحیح بخاری صفحہ ۱۵۲ میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ آنحضرت صلعم ایک

عن عائشہ رضہ قالت کان رسول اللہ صلعم لیدع العمل وھو یحب ان یعمل بہ خشیۃ ان یعمل بہ الناس فیفرض علیھم وما سبح رسول اللہ صلعم سبحۃ الضحی قط وانی لاسبحھا وعنھا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلے ذات لیلۃ فی المسجد فصلی بصلاتہ ناس ثم صلے من القابلۃ فکثر الناس واجتمعوا من اللیلۃ الثالثۃ او الرابعۃ فلم یخرج الیھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما اصبح قال قد رأیت الذی صنعتم فلم یمنعنی من الخروج الیکم الا خشیۃ ان یفرض علیکم و ذلک فی رمضان (صحیح بخاری صفحہ ۱۵۲)

عمل مستحب کو جس کا کرنا آپ پسند کرتے اس خوف کر ترک کر دیتے کہ لوگ بھی اس کو عمل میں لائیں گے تو وہ عمل (بحکم الہی یا بتقریر نبوی) اُن پر واجب ہوجاویگا۔ پھر اس عمل کی ایک مثال حضرت عائشہ رضہ نے نماز چاشت ذکر کی اور کہا ہے کہ آنحضرت صلعم نے (اسی خوف فرضیت سے) اسکو نہیں پڑھا۔ اور میں پڑھتی ہوں۔ دوسری مثال نماز تراویح بیان کی اور فرمایا کہ آنحضرت نے دو شب نماز پڑھی۔ لوگوں نے آپکے ساتھ مل کر پڑھی۔ پھر تیسری یا چوتھی رات آدمی بہت جمع ہو گئے تو آپ نہ نکلے۔ اور صبح ہوئی تو فرمانے لگے۔ میں نے تمہارا اجتماع (اور نماز کے لئے انتظار) دیکھا تو مجھے یہ خوف مانع ہوا کہ وہ نماز (تراویح بہیئت کذائی) میر فرض ہوجائے گی۔

یہ تجویز ترک عمل مستحب بخوف فرضیت بعینہٖ وہی تجویز ہے۔ جو مولانا موصوف نے ان احادیث سے اخذ کرکے پیش کی ہے اس میں اس میں فرق ہے۔ تو صرف یہی ہے کہ جس فرضیت کا خوف آنحضرت صلعم کو ہوا تھا وہ فرضیت منجانب اللہ تھی جو بحکم الہی ہوجاتی۔ یا بتقریر نبوی پائی

جاتی۔ اور جس فرضیت یا وجوب کا خوف مولانا موصوف کو ہوا۔ وہ فرضیت یا وجوب جُہلاء زمانہ کے اپنے ہی جاہلانہ خیال سے ہو جاتا ہے۔ وہ جہاں ایک فعل کا التزام صالحین سے دیکھتے ہیں تو یہ سمجھ جاتے ہیں۔ کہ یہ فعل فرض یا واجب تھا۔ تب ہی اسکو ہمارے پیرون پیشواؤں نے لازم کر رکھا ہے جیسے سجدۂ شکر بعد الصلوٰۃ جس کو فقہاء نے بعینہٖ اسی علت سے منع کیا ہے۔ جس کا جواب مؤلف رسالہ اعلام سے کچھ بن نہیں پڑا۔ اور گویا اس نے اس کو تسلیم کر لیا ہے۔

یہ امر مستحب کو آنحضرت صلعم کے بعض اوقات ترک کر دینے کا ذکر اور اُسکی سِرّ کا بیان ہے اب اس سے بڑھکر سنو۔ بعض اوقات آنحضرت صلعم نے **سنّت مؤکدہ** کو بھی (جسپر مواظبت تاکہ ثابت ہو) امت کیلئے بلا اختلاف مسلّم چلا آتا ہے جیسے نماز تہجد اور سنن مؤکدہ) **ترک** کر دیا ہے۔ اور اسی وجہ کر کتب فقہ و اصول فقہ میں سنّت کی تعریف میں لفظ ترک احیانًا داخل کیا گیا ہے چنانچہ **فتح القدیر** حاشیہ ہدایہ میں اور **حصول المامول** میں ہے۔

السنۃ ما واظب علیہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع ترکھا احیانًا (فتح القدیر) واما فی عرف اھل الفقہ فانما یطلقونہا علی ما لیس بواجب ویطلق علی ما تقابل البدعۃ۔ وقیل ھی ما واظب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع ترک ما بلا عذر (حصول المامول صفحہ ۲۲)

اس ترک کا سِرّ بھی وہی ہے کہ آپ کی دائمی مواظبت سے کوئی اسکو واجب نہ سمجھ لے۔ مؤلف اعلام کو کتب فقہ و اصول میں نظر ہوتی تو مولانا موصوف کی اس تجویز پر کہ مولوی عبدالجبار صاحب چند روز بیعت لینا ترک کر دیں۔ تو مناسب اور قرین مصلحت ہے ہرگز معترض نہ ہوتا۔ وہ تو فقہ و اصول فقہ سے ناواقف معلوم ہوتا ہے۔ لہذا اس کا اعتراض محل تعجب نہیں

مثل مشہور ہے من جہل شیئًا عاداہ تعجب تو ان علماء سے ہے جو فاضل مشہور ہیں۔ اور صاحب تصنیف ہیں پھر وہ بھی اس مسئلہ فقہ و اصول فقہ سے آنکھ بند کر کے مولانا موصوف کی تجویز ترک مستحب بخوف اعتقاد وجوب پر معترض بن بیٹھے ؎ فلیبک علی العلماء من کان باکیا۔

اس بیان سے مؤلف اعلام کا اعتراض اور اس کی ساری ٹگ و پو ضائع ہو گئی اور

اس کے رسالہ کا بنیادی پتھر ھی موہوم اور فرضی ثابت ہوا۔ اور جو اُس نے جناب مولانا موصوف کی نسبت لکھا تھا کہ "پھر اس پر طرہ یہ کہ اس رسالہ میں اوھی ورتوت واوہن من بیت العنکبوت پر بہت کچھ لمبی چوڑی عمارت بنانے کا قصد کیا ہو لہٰذا ماوہ سب اُسی کے مناسب حال ثابت ہوا۔

اس بیان کے بعد رسالہ ارشاد کے اور اغلاط کا بیان کرنا ضروری نہ تھا۔ تاہم استقصاء افحام و استیفاء انتقام کی غرض سے اُسکے اَور اغلاط کو بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

مؤلف رسالہ کا یہ خیال کہ جناب مولانا موصوف مداومت بیعتِ توبہ کو پولٹیکل کا حکم بنا دینا سمجھے ہیں۔ اور اس بنا پر اس کی ترک ضروری جانتے ہیں یہ اسکی تفسیری غلطی ہے مولانا موصوف ہرگز اس بات کے قائل نہیں کہ مداومت بیعت توبہ اُس کو پولٹیکل حکم بنا دیتا ہے۔ البتہ اُن کے زمانہ کے غزنویہ کے بعض اتباع مصداق "پیراں نمی پرند مریداں مے پرانند" کا اس قسم کے اشتہار دینا کہ "او فلاں جناب کے ہاتھ پر بیعت کرو کیونکہ یہ وہ کام ہے کہ صحابہ رض نے اُس کو آنحضرت صلعم کے دفن کفن پر بھی مقدم کیا تھا" وغیرہ امور کو مولانا موصوف اس کے پولٹیکل حکم خیال کرنے نتیجہ سمجھے ہیں۔ نہ صرف مداومت بیعت توبہ کو اس کا موجب قرار دیتے ہیں جیسا کہ مولف اعلام نے سمجھ لیا ہے۔ اور بزعم خود اس کے رد کے درپئے ہو کر اعیان گروہ اہلحدیث سے مداومت بیعت توبہ کی خیالی شہادتیں اور فرضی عمل درآمد نقل کیا ہے۔ جو کسی طرح مؤلف کے مفید طلب اور مولانا موصوف کے مخالف نہیں ہو سکتا۔ اگر سلف صالحین سے بیعت توبہ کے اشتہار دینا اور اُسکی اہمیت پر زور لگا کر اُسے آنحضرت صلعم کے دفن کفن پر مقدم ثابت کرنے کی کوششیں اور عمل درآمد منقول ہوتا تو البتہ مؤلف اعلام کو مفید ہوتا صرف مداومت کی شہادتوں سے یہ مقصود ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ صرف مداومت بیعت توبہ کو تو مولانا موصوف بھی اُس کے پولٹیکل حکم بنا دینے کا باعث نہیں سمجھتے۔ صفحہ ۳۵۱ و ۳۵۲ اشاعۃ السنۃ جلد ۲۰ جن کی عبارات اوپر منقول ہیں۔ صاف مظہر ہیں کہ بیعت توبہ کے نوٹس دینے اور اُسکی اہمیت پر زور لگانے اور اس امر کے ظاہر کرنے سے کہ صحابہ رض نے اس امر کو آنحضرت صلعم کے دفن کفن پر بھی مقدم کیا تھا وغیرہ امور سے (جو درحقیقت پولٹیکل بیعت کے خصوصیات سے ہیں)

مولانا موصوف کو یہ خدشہ ہوا کہ ان لوگوں نے بیعت توبہ مستحبہ مین غلو کرکے اوس کو اسلام کا پولٹیکل حکم بنادیا ہے نہ یہ کہ آپنے صرف مداومت بیعت توبہ کو اسکے پولٹیکل حکم اسلام بنادینے کا باعث سمجھا ہے۔ پس مؤلف اعلام کا صلی باعث کو نظر انداز کرکے غلط باعث قرار دینا پھر اپنے تصدیق و تائید کے لئے خیالی شہادتوں اور فرضی عمل درآمد کا نقل کرنا بے سود اور دفع الوقتی ہے۔

مولانا موصوف نے جو مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی کو چند روز بیعت توبہ مصلحتاً ترک کردینے کی راے دی ہے۔ اسکی وجہ بھی صاحب اعلام نے یہی قرار دی ہے کہ چونکہ مولانا موصوف ترک مداومت کو ضروری سمجھتے ہیں لہذا انکی یہ راے بھی اسی پر مبنی ہے تاکہ بیعت توبہ مذکورہ درجہ استحباب سے گذر کر درجہ وجوب کو نہ پہونچ جاوے۔ چنانچہ وہ اعلام صفحہ ۴ میں لکھتے ہیں "چنانچہ جناب مولانا عبد الجبار صاحب غزنوی نے اس بیعت توبہ پر ہمیشگی کردی ہے لہذا آپکی یہ وصیت ہے کہ آپ بیعت لینا چند روز ترک کردیں۔ مگر یہ صحیح نہیں اور یہ صاحب اعلام کی چوتھی غلطی ہے۔ اس غلطی کا ایک قطعی ثبوت تو یہ ہے کہ اگر اس راے جناب مولانا موصوف کی یہ علت قرار دیجائے جو صاحب اعلام نے بیان کی ہے تو بزعم مؤلف چونکہ مولانا موصوف ترک مداومت ضروری جانتے ہیں لہذا راے بھی قطعی طور پر ترک کرنے کی ہونی چاہیئے تھی اور وہ بایں الفاظ ہوتی کہ آپ بیعت لینا قطعاً ترک کردیں یا ترک مداومت لازم ... ضروری خیال کریں یا ایسے اور الفاظ سے جو مثبت ضرورت یا مشعر قطعیت ہوں نہ اُن الفاظ سے جو تخییر و اولویت پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ لفظ "مناسب" "قرین مصلحت" وغیرہ۔ الغرض اگر یہ وجہ ہوتی جو مؤلف رسالہ نے ذکر کی ہے تو مولانا موصوف ضرور الفاظ ضرورت وغیرہ کو ذکر کرتے اس صورت میں الفاظ "تخییر کا موقعہ ہی کیا تھا جو آپنے استعمال

صداے افسوس

گئے ہیں وہ تو صاف اس بات کو ظاہر کر رہے ہیں کہ چند روز آپکا بیعت لینے کو ترک کرنا مناسب و قرین مصلحت ہے۔

جو صاحب جلد ۲۰ اشاعۃ السنہ صفحہ ۳۸۱ و ۳۸۲ کو مطالعہ کریں گے میرے اس بیان کی تصدیق کریں گے انہیں صاف طور پر یہ سمجھ میں آجائے گا کہ مؤلف اعلام نے جناب مولانا موصوف کی رائے و مشورہ ترک بیعت کی علت اور سبب سمجھتے ہیں غلطی کی ہے اور جو کچھ ردّ و قدح وغیرہ کی بنیاد اس پر رکھی ہے وہ بناء الفاسد علی الفاسد کا مضمون ہے۔

اس وصیت کی وجہ مولوی عبد الجبار صاحب کے معتقدوں اور مریدوں کا وہ غلو ہے کہ وہ انکو عام پیروں سے بڑھا چڑھا کر درجہ امامت تک پہنچا چکے ہیں حتٰے کہ آپ جیسے منسوب بعلم انکو امام الوقت و مہدی ہی کہنے لگ گئے ہیں۔* اپنے رسالہ تفسیر السلف کا صفحہ ۱ سطر ۲۰ و ۲۱ ملاحظہ فرما دیں اور داد انصاف دیکر کہیں کہ کرشن قادیانی اور مولوی عبد الجبار میں بجز ایک لقب مسیح موعود آپنے کیا

* کرشن قادیان فخر نکریں کہ امام و مہدی ہم ہی ہیں انکے ہمعصر اور بھی ہیں جن کو امام و مہدی کہا جاتا ہے۔ یہ ہم جانتے ہیں کہ کرشن جی کا دعوی مہدویت اور معنی کے رو سے ہے اور مولوی عبد الجبار صاحب کے معتقدوں کا انکو مہدی کہنا اور لحاظ دیگر معنے سے ہے تاہم شارکت لفظی تو ہے لہذا اب کرشن جی کو چاہیئے کہ وہ لفظ امام الوقت امام مہدی کی اپنے لیئے رجسٹری کرا کے دوسرے کے حق میں استعمال کرنے کی مخالفت کروا دیں ورنہ ایک نہ ایک مرید یں و معتقدین مولوی عبد الجبار صاحب سے لقب مسیح موعود بھی ان کے حق میں استعمال کرکے آپ کی خصوصیت کو اٹھا دیں گے اور آپ کی سالہا سال کی کد و کاوش و محنت پر پانی پھیر دیں گے۔

(ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنۃ)

زرق رہنے دیا؟ لہذا اس غلو کو رو کنے کے لئے مولانا موصوف نے استفسار کیا کہ آپ کی بیعت توبہ ہے یا استفاضہ؟ اگر بیعت توبہ ہے تو پیر کہلانے کی کوئی وجہ نہیں اور نہ آپکی اس میں کوئی خصوصیت ہونی چاہیئے۔ اس غلو کو رد کرنے کے لئے آپ بشرط حوصلہ چند روز بیعت لینا ترک کریں تو مناسب ہے یا اپنی خصوصیت اٹھاکر اور بھائیوں اور خلفاء کو اس میں شریک کریں وغیرہ تاکہ یہ غلو دور ہو جاوے اور آئندہ کسی قسم کا خدشہ اور بدظنی پیدا نہو۔ ناظرین صفحہ ۳۸۱ و ۳۸۲ جلد ۲ ملاحظہ فرماویں اس میں یہ بات صاف طور پر نظر آجائے گی اور مؤلف اعلام کی غلط فہمی کا یقین ہو جائے گا۔

پانچویں غلطی یہ ہے جو اعلام صفحہ ۱۰ میں کہا ہے "اب رہا ترک بیعت توبہ آپکا استدلال صحیح بخاری کے اس باب من ترک بعض الاختیار مخافۃ ان یقصر فہم بعض الناس فیقعوا فی اشد منہ سو یہ استدلال پہلے استدلال سے جو اثر عبداللہ بن مسعود رض کیا گیا ہے زیادہ تر مفضی الی العجب ہے کیونکہ دعوے و دلیل میں کچھ بھی مطابقت نہیں و لا بد منہا کما تعلمون" پھر اسکی تفصیل اور بلا فائدہ تطویل کی غرض سے اعلام صفحہ ۱۱ میں آپنے کہا ہے "غرضکہ جناب مولانا مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی کا بیعت توبہ لینا اگر مفضی اور مؤدی ہوتا طرف کسی بدعت یا کسی معصیت یا کسی کے کفر و ضلالت یا کسی دوسری شناعت و قباحت و وقاحت کے اور اسکے ترک کرنے اس سے سدا دت اور کوئی مصلحت ہوتی۔ تو البتہ آپکا یہ استدلال کچھ مجدی و مفید تھا حالانکہ ان باتوں میں سے کوئی بات نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں مؤلف نے اس مقام پر بالکل تجاہل و تغافل سے کام لیا ہے۔ جناب مولانا موصوف صاف طور پر اس امر کا اظہار کر چکے ہیں کہ مولوی عبدالجبار صاحب کی بیعت سے اُن کے مریدوں میں مریدان قادیانی کا

سا غلو پیدا ہو گیا ہے۔ اور خاکسار اوپر نقل کر چکا ہے کہ آپ جیسے غالی پیر و مولوی صاحب کو امام الوقت و امام مہدی کے القاب سے یاد کرنے لگ گئے ہیں جس سے آیندہ بہت خطرناک حالت کا نقشہ دکھائی دیتا ہے لہذا امر مستحب یعنی اخذ بیعت توبہ مولوی عبدالجبار صاحب کا اس خوف و خطرہ کی وجہ سے ترک کر دینا بموجب باب من ترک الخ صحیح بخاری مناسب ہے۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ دلیل و مدعٰی میں پوری مطابقت ہے اور جو صاحب اعلام نے باب بخاری اور جناب مولانا موصوف کے مدعٰی میں عدم تطابق کا دعوی کیا ہے۔ وہ صحیح نہیں جن مفاسد کا خوف مولوی عبدالجبار صاحب کی بیعت اور اُن کے مریدوں کے غلو کی وجہ سے پیدا ہو رہا ہے ان کا اظہار بخوبی ہو چکا ہے جسکے لحاظ سے مؤلف اعلام کا دعوی عدم تطابق بالکل تغافل اور تجاہل محض پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔

یہ اغلاط خمسہ مؤلف رسالہ اعلام کی دوسری بات کی (جس کو اس نے زلّت نمبر اول قرار دیا تھا بطور مشتے نمونہ خروارے ہیں۔ اور ہنوز بہت سے اغلاط کو فضول سمجھکر نظر انداز کیا گیا ہے اسی قدر اظہار سے بخوبی آشکار ہو گیا کہ جو کچھ صاحب اعلام نے اپنی خیالی زلّت نمبر اول میں کہا ہے اور اسپر بنا مفاسد (ردّ و قدح طعن و طنز و الفاظ ناز یبا کا استعمال یا زلّات و عثرات و غلط فہمی کی نسبت یا مضمون کو خفیف و سخیف مینوذورا ء الظہر کہنا یا وہی قرتوت ؏ دادہن من بیت العنکبوت ہباءً منثورًا سے تعبیر کرنا اور ایسے لغویات سے اپنے مسلّم مقتدا کی تحقیر کرنا جو چھوٹا منہ بڑی بات کا مصداق اور شعر ؎ وطاولت الارض السماء سفاهةً ٭ وفاخرت الشهب الحصا والجنادل کا مورد بناتا ہے) رکھی تھی وہ اسی کی خوش فہمی کا نتیجہ نکلا اور سراسر فرضی و خیالی ثابت ہوا اور معلوم ہوا کہ وہ مغلوب الغیظ ہو کر جناب مولانا موصوف کے مضامین اور مقاصد کو نہ سمجھ سکا اور فرط عقیدت بحق استاذ کی وجہ سے درپئے ردّ ہو گیا۔ مگر

خیالی اور فرضی بنیاد پر کوئی چیز واقعی قائم نہیں ہو سکتی اس لئے یہ کہنا بجا ہے کہ رسالہ اعلام کی بزعم مصنف رد و قدح کی لمبی چوڑی عمارتیں اور طعن و تشنیع کے سنگین قلعے بناء الفاسد علی الفاسد کا مصداق ہیں۔

امامت کے متعلق صاحب اعلام کی بحث غیر مکمل ہے۔ و مع ہذا اس کے متعلق مولانا موصوف اپنے رسالہ نمبر ۵ و ۶ میں کافی بحث کر چکے ہیں۔ اس وجہ سے خاکسار نے اس بحث سے تعرض نہیں کیا۔

تیسری بات جس پر مؤلف اعلام نے مؤاخذہ کیا اور اس کو زلت نمبر دوم قرار دیا ہے۔ یہ ہے کہ جناب مولانا موصوف نے حنظلہ بن الربیع کو حنظلہ غسیل الملئکۃ کہا ہے۔ اس کے جواب میں خاکسار کہتا ہے۔ کہ یہ علمی غلطی نہیں بلکہ صرف نظر کی سبقت ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ مولانا موصوف کی توجہ و التفات صرف متن کی طرف رہی اس کے اسناد کی طرف متوجہ نہ ہوئی۔ کہ اس کا راوی کون حنظلہ ہے حنظلہ بن مالک ہے یا حنظلہ بن الربیع ہے اگر وہ ادنے نظر التفات کرتے تو متن مشکوٰۃ میں حنظلہ بن الربیع کا نام پاتے اور حاشئے میں اسکی تفصیل دیکھ لیتے۔ کہ یہ حنظلہ بن مالک اور غسیل الملئکۃ نہیں ہے۔ اور اس عدم التفات کی وجہ یہ ہے کہ اسناد و رواۃ کا دیکھنا محدثین سلف میں صحت و سقم متن کیلئے ہوتا تھا۔ اور ۳۰۰ھ سے یہ امر مفقود اور باب تصحیح بمجرد نظر اسانید مسدود ہو گیا ہے۔ تو اسناد حدیث کی طرف نظر کرنا ہی اصل مقصود سے خارج ہو گیا امام ابن الصلاح کتاب علوم الحدیث کے نوع اول کے فائدہ دوم میں فرماتے ہیں۔ "وصار معظم المقصود بما یتداول من الاسانید خارجاً عن ذالک ابقاء السلسلۃ الاسناد التی خصت بھا ھذہ الامۃ زادھا اللہ شرفاً۔ آمین" بناءً علی ھذا جناب مولانا موصوف نے حدیث کے راوی کی طرف پوری توجہ و التفات نہ کیا حنظلہ کا نام دیکھ کر اس کو غسیل الملئکۃ سمجھ لیا۔ اور حدیث کے متن سے استدلال کیا۔ اور اسناد کی طرف توجہ نہ کی۔ اس کے باپ کا نام نہ دیکھا۔ اس کی نظیر مؤلف اعلام کا اس رسالہ کے صفحہ ۱۶ سطر اول میں قرآن کی آیت اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ میں اعلم کی جگہ

تعلیم لکھدینا ہے۔ جو اہل علم سے کجا ناظرہ خوان قرآن پڑھنے والے کے میانجی سے بھی نہیں ہوتا
اس کے جواب میں یہ کہوگے کہ ہم نے نظر نہیں کی۔ یا سبقت نظر ہوگئی۔ یہی بات مولانا موصوف
کے حق میں تجویز فرماتے اور حسن ظنی کام میں لاتے۔ آپنے سوء ظنی سے کام لیا۔ تو خدا تعالیٰ نے آپکو ہاتھوں
ہاتھ بدلہ دے دیا۔

مضمون جعلی پیری و مریدی میں مؤلف الاعلام کو باوجود کد و کاوش اور کوئی بات "قابل
مواخذہ" نہ ملی تو بحکم الغریق یتشبث بالحشیش اس مضمون سے تیرہ[۱۳] برس پہلے چھپے ہوئے رسالہ
اشاعۃ السنۃ جلد ہفتدہم مطبوعہ ۱۸۹۴ء سے بزعم خود ایک غلطی نکالنے کی کوشش کی مگر اس کی وہ
کوشش بھی اکارت نظر آتی ہے۔ اور مصداق آیت حبط ما صنعوا فیہا معلوم ہوتی ہے اسکی
تفصیل یہ ہے کہ صفحہ ۴۲ رسالہ اعلام میں مؤلف نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کر کے کہا
ہے۔ کہ اس حافظ دین وجامع سنن سید المرسلین (یعنے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) برادران
کے ہم پلہ حضرت انس رضی اللہ عنہ پر بعض احناف عیسٰی بن ابان و اتباعہ نے بہت سخت حملہ کیا
کر کے زمرۂ فقہا سے اُن کو خارج اور پایۂ اعتبار سے ساقط کر چکے ہیں۔ اور اُسکے حاشیہ میں اُن
فقہا حنفیہ کا رد محققین حنفیہ سے نقل کر کے صفحہ ۴۹ میں کہا ہے کہ "اسی مسلک غلط کے تگ سگ
باعتبار منشا و مآل کے جناب مولانا مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب دام مجدہم بھی سالک ہوئے
اور بڑی سختی سے عصمت انبیا و نمبر ۲ جلد ۱۷ رسالہ اشاعۃ السنۃ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
کو غلط فہمی کی نسبت بزور و شور و بسط و طوالت موذی الی الملالت فرما چکے ہیں۔ حالانکہ یہ نسبت
غلطی کی سراسر غلط ہے یعنے یہ تغلیط آپ کی نمبر سوم منجملہ زلات و عثرات آنجناب ہے"

خاکسار کہتا ہے یہ نمبر سوم زلت بھی مؤلف رسالہ اعلام کی زلت ہے۔ مولانا موصوف کا
دامن عصمت اس تہمت سے پاک ہے۔ وہ عیسٰی بن ابان اور اُسکے مقلدین متاخرین کے مسلک کو اپنی
قدیم تصانیف میں صاف رد کر چکے ہیں۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ
کو فقہاء صحابہ سے یقین کرتے ہیں۔ اس بات کو ہم انکی سابق تصانیف سے نقل کرتے ہیں۔

جناب مولانا موصوف ضمیمہ نمبر ۱۰ مطبوعہ ۲۳ نومبر ۱۹۰۸ء میں عیسے بن ابان وغیرہ متاخرین حنفیہ کی اس بات کو کہ قیاس کے مقابلے میں حدیث کے مقبول ہونے کے لئے فقہ راوی شرط ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ فقیہ نہ تھے۔ صاف رد کر چکے ہیں۔ چنانچہ امام رازی کے رسالہ ترجیح مذہب شافعی سے نقل فرماتے ہیں۔ واعلم ان الخصوم لما لم یجدوا لهذا الخبر تاویلا البتة بسبب انه نص فی محل الخلاف اضطروا الى ان یطعنوا فی ابی هریرة رضی الله تعالے عنه قالوا انه کان متساهلا فی الروایة وما کان فقیها۔ تا آخر عبارت جس میں اس مذہب عیسے بن ابان کا پورا رد ہے۔

کتاب دراسات اللبیب میں جو آپ کی زیر نگرانی لاہور میں چھپی ہے۔ بڑے زور شور سے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے فقیہ ہونے کا ثبوت دیا گیا ہے۔ جس عبارت مولانا موصوف سے مؤلف اعلام نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آپ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ کو غیر فقیہ جانتے ہیں۔ وہ عبارت خود مؤلف کی تکذیب کر رہی اور یہ شہادت دے رہی ہے کہ مولانا موصوف ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو مجتہد جانتے ہیں آپ نے صاف طور پر اس میں یہ کہا ہے کہ "یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد و راے ہے" اور یہ بات ظاہر ہے کہ کسی کی راے کو اجتہاد کہنا بعینہٖ اس کو مجتہد کہنا ہے۔ پھر آپ پر ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو غیر فقیہ کہنے کا الزام لگانا اور آپ کے مسلک کو مسلک عیسے بن ابان قرار دینا افتراء محض نہیں تو اور کیا ہے۔

اب رہا مولانا موصوف کا مبحث عصمت انبیاء میں اجتہاد ابو ہریرہ رضے اللہ تعالےٰ عنہ کو غلطی کی طرف منسوب کرنا سو یہ اس امر کا مثبت نہیں ہے کہ مولانا موصوف ابو ہریرہ رضے اللہ تعالےٰ عنہ کو غیر فقیہ یا غیر مجتہد جانتے ہیں۔ ایسا ہو تو جملہ مجتہدین مسلّم الاجتہاد کا (جن کے حق میں توضیح تلویح صـ۳۳۹ میں اور دیگر کتب اصول میں بطور اصول کہا گیا ہے کہ المجتہد یخطی و یصیب اور اس کی مصدق صحیح مسلم صـ۷۶ جلد ۲ کی یہ حدیث ہے (اذا حکم الحاکم فاجتہد ثم اصاب فلہ اجران واذا حکم فاجتہد ثم اخطأ فلہ اجر) غیر مجتہد ہونا لازم آتا ہے اور اہل السنہ سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ اس قاعدہ کتب اصول اور حدیث نبوی صلعم سے صاف ثابت ہے کہ مجتہد سے اجتہاد میں غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ جس پر وہ ایک اجر پاتا ہے تو ابو ہریرہ رضے اللہ عنہ کے اجتہاد کو غلطی کی طرف منسوب کرنے پر شور و غل مچانا اور اسکو عیسےٰ بن ابان کا مسلک قرار دینا یا حضرت ابو ہریرہ رضے اللہ تعالےٰ عنہ کو غیر فقیہ کہنے کا الزام اس سے نکالنا تنکے کو پہاڑ بنانا نہیں تو اور کیا ہے؟ جو سراسر ظلم اور بے انصافی کی بات ہے۔ اور طرفہ یہ کہ جس نسبت غلطی سے مؤلف اعلام نے جناب مولانا موصوف پر یہ الزام لگایا ہے کہ آپ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو غیر فقیہ کہتے ہیں۔ بعینہٖ یہی نسبت غلطی کی خود مؤلف اعلام سے بحق حضرت عمر رضے اللہ تعالےٰ عنہ (جن کے مجتہد اور فقیہ ہونے میں عیسےٰ بن ابان یا کسی اور حنفی کو بھی اختلاف نہیں ہے) سرزد ہوئی ہے

چنانچہ تفسیر السلف کے صفحہ ۳ مین اوس نے صحیح مسلم سے ابوہریرہ رضے اللہ تعالے عنہ کی وہ حدیث کہ آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو اپنی نعلین مبارک دیکر کلمہ شہادت بصدق دل پڑھنے والے کو جنت کی خوشخبری سُنانے کے واسطے بھیجا اور حضرت عمر رضے اللہ تعالے عنہ نے اُن کو چھاتی پر ایسا مارا کہ چت گر پڑے نقل کرکے کہا ہے کہ" فی الواقع حق بجانب ابوہریرہ رضے اللہ عنہ تھا۔ اور فاروق اکبر رضے اللہ تعالے عنہ خطا پر تھے۔ مگر جوش اسلام کی وجہ سے باوجود خطاء اجتہادی کے حضرت عمر رضے اللہ تعالے عنہ ماجور ہوئے۔

پھر ایک اور قصہ صحیحین سے نقل کیا ہے کہ حضرت فاروق اکبر رضے اللہ تعالے عنہ ہشام بن حکیم صحابی کو فقط اتنی بات پر کہ وہ سورہ فرقان کو ایک ایسی قرارت مین پڑھ رہے تھے جو فاروق رضے اللہ تعالے عنہ کو معلوم نہ تھی۔ ان کے گلے میں کپڑا ڈالکر بڑی بے عزتی کے ساتھ حضور رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم میں لے گئے اور حق بجانب ہشام نکلا،، (اس سے مولف اعلام وتفسیر السلف نے یہ جتایا ہے کہ حضرت عمر رضے اللہ تعالے عنہ کی جانب خطا تھی۔

پھر تعجب ہے کہ حضرت عمر رضے اللہ تعالے عنہ اور ان کے اجتہاد کی طرف خطا کی نسبت کرنے سے آپ تو حضرت عمر رضے اللہ تعالے عنہ کو غیر فقیہ اور غیر مجتہد کہنے والے نہوئے اور مولانا موصوف حضرت ابوہریرہ رضے اللہ تعالے عنہ کے اجتہاد کو خطا کی طرف منسوب کرنے سے غیر فقیہ کہنے والے ہو گئے اور عیسلے بن ابان کے آگ بھبھوکا بن گئے

یہ بے انصافی اور بوالعجبی نہیں تو اور کیا ہے؟

اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ نہ مولانا موصوف نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ کو عیسے بن ابان کی طرح صاف اور صریح طور پر غیر فقیہ کہا ہے۔ اور نہ اونکو خطا اجتہادی کی طرف انکے منسوب کرنے سے آپکا غیر فقیہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اس باب میں جو کچھ مؤلف اعلام نے کہا ہے وہ باطل و کذب ہے۔

رہا یہ امر کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی غلطی وقوع میں آئی ہے (جیسا کہ بزعم مؤلف رسالہ تفسیر السلف و رسالہ اعلام حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے وقوع میں آئی ہے) یا نہیں؟ اس کا جواب مولانا موصوف اپنے مضمون مذکور میں خود دے چکے ہیں لہذا خاکسار اسکے بیان سے تعرض نہیں کرتا۔ کہ یہ مختصر رسالہ مؤلف اعلام کی غلط فہمیوں کا بیان ہے۔ امید ہے کہ وہ اسکو پڑھکر اپنی زلات پر مطلع ہونگے۔ اور ان اشارات کو سمجھکر آیندہ کبھی انکے جواب کیطرف متوجہ نہونگے۔ اور ایسے نازیبا الفاظ کسی کے حق میں بھی استعمال نہ کرینگے خصوصًا ایسے فضلا کے حق میں جن کو وہ خود گاہے گاہے بڑے معزز الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور انکی عظمت اور مدافعت* عن الاسلام کے

*آپ کے مضمون عصمت انبیاء کی نسبت مؤلف حاشیہ صفحہ ۲۹ رسالہ اعلام میں لکھتے ہیں کہ

"ماشاءاللہ آپ کا یہ مضمون نہایت ہی عجیب غریب جواب دندان شکن و مسکت خصم ذی ضغن ہے جزاہ اللہ تعالی عنا وعن الاسلام جزاءً خیرا وجعل سعیہ مشکورًا وجعلہ محببًا ومقابلاً لمن کان ظالمًا اثمًا او کفورًا"

اور صفحہ ۳۰ میں رسالہ اعلام کے لکھتے ہیں۔ یہ کام (مدافعت عن الاسلام ورد مبطلین اسلام) مولانا کا ہے اور وہ باحسن وجہ [illegible] اسلام کو مدت العمر سے ادا کرتے ہیں گویا وہ اسی خدمت کیلیے

(باقی بر صفحہ ۲۵۵ پڑھے)

قائل ہیں۔ والسّلام علی من اتبع الھدیٰ۔

کتبہ احقر العباد ابو القاسم محمد الموعو محب بن الحافظ آبادی عفی عنہ۔

رجوع بخطاب ثنائی پارٹی و نقل اپیل فیصلہ آرہ

تمہید

جاری پارٹی سے خطاب۔ بالفعل ختم کیا جاتا ہے جسقدر لکھا جا چکا ہے اس پارٹی کا ضرر اٹھانے کے لئے اس قدر بس ہے۔ پھر کوئی کچھہ بولے گا تو اُسکا جواب پائے گا۔ انشاء اللہ تعالے۔ اب پھر ثنائی پارٹی سے خطاب ہوتا ہے۔ کیونکہ انکا ضرر اسلام میں۔ اُن سے بڑھکر پہنچ رہا ہے۔ لہذا اسکے دفعیہ میں زیادہ اہتمام کی ضرورت ہے۔

خط خاکسار بنام حافظ عبد اللہ صاحب جو نمبر ۸ جلد ہذا کے صفحہ ۲۰۰ میں ختم ہوا ہے۔ ہنوز طبع نہ ہوا تھا۔ کہ جلسہ سالانہ مدرسہ احمدیہ آرہ کا موقعہ پیش آگیا اور اُس جلسہ کا نوید (نوٹس) خاکسار کے نام حسب معمول پہنچا۔ خاکسار نے اُس نوید کا یہ جواب دیا کہ اگر اس موقعہ پر ثناء اللہ امرتسری کے اہلحدیث ہونے یا نہ ہونے پر آپ لوگ مجھ سے بحث کریں۔ اپنا خیال (کہ وہ اہلحدیث ہے) مجھے سمجھا دیں یا میرا خیال (کہ وہ چھپا معتزلی مرزائی چکڑالوی اور جیتا ہوا نیچری ہے) مجھ سے سمجھ لیں تو میں جلسہ میں شریک ہونگا ورنہ اس خیال سے کہ یہہ جلسہ اہلحدیث کا جلسہ نہیں ہے

(بقیہ حاشیہ) لئے مخلوق ہیں ؎ ہر کسے را بہر کارے ساختند + درد لش میلان او انداختند + نیچریہ۔ چکڑالویہ عیسائیہ۔ مرزائیہ ثنائیہ تمام ملاحدہ لئام کے ساتھ آپنے خوب ہی مناظرہ کیا جزاہ اللہ تعالے عنی وعن الاسلام وعن جمیع اہل الاسلام جزاء موفورًا۔

کیونکہ وہ ایک غیر اہلحدیث کو اہلحدیث بنا رہے ہیں۔ میں نہ آؤنگا اس پر مہتمم جلسہ کا اس مضمون کا تار خاکسار کے نام پہنچا کہ آپکی درخواست منظور ہے۔ تو خاکسار شامل جلسہ ہوا۔ بعد اختتام جلسہ مہتممان جلسہ کا ایک خاص مجمع ہوا جس میں منصفین ثلاثہ فیصلہ آرہ اور چار اشخاص اور شامل تھے اور یہ قرار پایا کہ پہلے خط خاکسار بنام حافظ عبداللہ صاحب پڑھا جاوے۔ اسکے بعد ثناءاللہ کے اہلحدیث ہونے یا نہ ہونے یا اس تصفیہ کے بغیر اس جلسہ کے اہلحدیث نہ ہونے پر بحث کی جاوے۔ جب وہ خط پڑھا جاتا تو مہتممانِ جلسہ سے ایک صاحب کہیں کہیں بولتے۔ تو خاکسار اس کا جواب دیتا۔ مگر پوری بحث کسی فقرہ یا عبارت پر نہ کسی نے کی نہ اسکے متعلق کوئی فیصلہ ہوا۔ اور جب وہ خط ختم ہوا تو اس شخص نے سامعین کی رائے اس خط کی نسبت دریافت کی۔ جسکے دریافت کرنیکا قبل از مباحثہ تام و انتہاے کلام اس کا حق نہ تھا۔ تاہم حاضرین مجمع سے ایک ثالث ثلاثہ منصفین فیصلہ آرہ نے اور ایک سامع نے صاف الفاظ میں کہدیا کہ جو عبارات مولوی ثناءاللہ کی اس خط میں نقل کی گئی ہیں اُن سے راقم خط (خاکسار) کا مدعا ثابت ہے۔ اور دو ثالث ثلاثہ منصفین فیصلہ آرہ نے یہ کہا کہ یہ عبارات محتملۃ المعانی ہیں۔ لہذا اُن سے مدعا راقم خط ثابت نہیں ہوتا خاکسار نے انکے جواب میں کہا کہ جن لوگوں کے نزدیک عبارات محتملۃ المعانی ہیں وہ سب ملکر ایک شخص کو وکیل کردیں اور وہ وکیل مجھسے اس امر میں بحث کرے کہ ان عبارات میں کس معنے صحیح کا احتمال ہے جسکی نظر سے خاکسار کا مدعا غیر ثابت ہے مگر کسی سے یہ جرأت نہ ہوئی اور اس بحث کی نوبت نہ آئی۔ کہ وہ حضرات اس مجلس سے اٹھکر چلے گئے۔

دوسرے دن کسی کذاب مفتری مجتری نے یہ جرأت کی کہ مولوی ثناءاللہ کے

واسطے اس مضمون کا شہادت نامہ تیار کیا جسمیں تین کذب اور درج کئے۔ ایک یہ کہ باتفاق سامعین عبارات منقولہ خط سے مدعا راقم خط کا ثابت نہیں ہوتا اور دو کذب اور جنکے بیان کی ابھی ضرورت نہیں۔ اس شہادت نامہ دروغ پر منصفین ثلاثہ فیصلہ آرہ اور دیگر حاضرین مجمع کے دستخط ثبت کرا کر ثناء اللہ کے حوالہ کرنا چاہا۔

منصفین ثلاثہ سے دو سادہ طبع اور ناعاقبت اندیش منصفوں نے تو بن سوچے بے سمجھے دستخط کر دیا۔ مگر جب تیسرے منصف کے (جسنے اس مجمع میں صاف کہدیا تھا کہ عبارات منقولہ خط سے مدعا راقم خط ثابت ہے) دستخط کرانے چاہے تو اسنے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اور وہ شہادت نامہ دروغ خاکسار کو دیدیا۔ خاکسار کو اس شہادت نامہ مکذوب و موضوع کا مضمون دیکھکر ان دو منصفوں کی دیانت و امانت و فہم و علم پر سخت افسوس ہوا۔ اور اسکے رد و تکذیب کے لئے خاکسار نے ایک اشتہار متضمن سوالات ثلاثہ تیار کر کے ان حضرات کی خدمت میں بغرض جواب پیش کیا۔ اسکا جواب انہیں حضرات کے قلموں سے خدا تعالٰے نے ایسا نکلوا دیا کہ اس سے اس شہادت نامہ دروغ بے فروغ کا کذب صاف اور یقینی طور سے ثابت ہے دروغ اول کے مقابلہ میں انکا صاف اقرار ہے کہ اس ثالث منصفین فیصلہ آرہ نے بیشک کہا تھا کہ مدعا ثابت ہے ایسا ہی باقی ماندہ دو کذبوں کی نسبت انکا اظہار و اقرار ہے وہ شہادت دروغ مکمل ہو کر آتری جھتری کے ہاتھہ نہ آیا۔ خاکسار کے پاس ہی رہا۔ تاہم وہ دلیر بہادر اس شہادت نامہ کے مکذوب مضمون سے کام چلا رہا ہے۔ امرتسر پہنچکر اسنے پشاور کے ایک اہلحدیث سید ابو محمد جمال الدین صاحب ڈاکٹر کے نام ایک کارڈ لکھا جو بالفاظہ نقل کیا جاتا ہے

جناب من!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

آپکو معلوم ہوگا کہ جناب مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی آرہ کے جلسہ پر اپیل کر

پھر گئے تھے۔ ابکی دفعہ تین منصفوں کی بجائے آٹھ تھے جن میں جناب حافظ عبدالمنان صاحب وزیرآبادی اور مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی بھی تھے۔ ان حضرات کے فیصلہ کا نتیجہ یہ ہوا جو حضرات منصفوں و غیرہم کے الفاظ میں ہے:۔

(۱) ثناء اللہ کی عبارات جو مولوی ابوسعید صاحب نے نقل کی ہیں محتملۃ المعانی ہیں۔

(۲) کلام محتملۃ المعانی پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

نتیجہ یہ کہ مولوی صاحب کا مدعا اخراج خاکسار ثابت نہیں ہوا پس آپکو اور مولوی ابوسعید ممدوح کو اور سب قوم کو مبارک ہو سہ شکر للہ کہ میان من او صلح افتاد۔ ثناء اللہ امرتسر

یہی مضمون اپنی براءت اور فتح کا مولوی عبداللہ امام مسجد گنبد والی فیروزپور کو لکھا اور مولوی عبداللہ ساکن لیل علاقہ دھریوال کو زبانی کہا کہ موقعہ جلسہ پر منصفین آرہ نے فیصلہ کردیا ہے کہ تفسیر عربی ثناء اللہ لائق اعتبار ہے۔ ایسا ہی مولوی سلطان احمد صاحب تاجر گلبدن موریاں لاہور کو زبانی کہا کہ آرہ پہونچکر مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب منصفین کے سامنے کوئی جواب نہ دے سکے اور لاٹھی مارنے کو تیار ہو گئے۔

اس دروغ گوئی مجتری امرتسری نے خاکسار کو اس اجمالی بیان واقعہ پر مجبور کیا ہے اور بالفعل اصل شہادت نامہ دروغ اور اسکے مقابلہ میں اپنے استشہاد اور اُسکے جوابات کی عبارات نقل نہیں کرتا۔ کیونکہ اُن میں ان حضرات کے ناموں کی تصریح ہے اور اس سے اُنکے دیانت و امانت کی عام لوگوں کی نظروں میں وقعت جاتی رہنے کا اندیشہ ہے جو خاکسار کو ہنوز منظور نہیں۔ اگر ان حضرات نے ہمارے اس اجمالی بیان کے خلاف و مقابلہ میں کچھ مشتہر کیا اور بیجا حمایت ثناء اللہ کو نہ چھوڑا اور ہماری تحریرات مطبوعہ حال کو پڑھکر بھی اُسکو اہلحدیث ٹھہرایا۔ تو ہم اصل تحریرات کو چھاپ دینگے اور اُنکے علم و فہم اور دیانت و امانت کی قلعی کھول دینگے

* ایڈیٹر کہتا ہے کہ نہ خاکسار اپیل کے واسطے آرہ گیا اور نہ اپیل پڑھا گیا اور نہ کوئی منصف مقرر ہوا اور نہ منصفوں نے کوئی فیصلہ دیا مجتری امرتسری نے جو کہا ہے محض دروغ ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ مجتری امرتسری سچا ہے تو آمین اور ہنس باد کہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ۔

ایک یہ بات بھی ان حضرات کے علم فہم و دیانت کے متعلق واجب الاظہار ہے کہ خاکسار نے بعض عبارات ثناء اللہ مندرجہ خط خاکسار اسمی حافظ صاحب ہیں۔ بعض احتمالات مجوزہ ان حضرات کو نقل کرکے انکا جواب دے دیا اور معہذا یہ بھی کہدیا تھا کہ راقم عبارات زندہ ہے فوت نہیں ہوگیا۔ اس سے کیوں نہیں پوچھ لیتے کہ تمہاری عبارات کا مطلب وہ ہے جو ہم لوگ (تمہارے حامی) بیان کرتے ہیں۔ یا وہ مطلب ہے جو تمہارا معترض و مخالف (خاکسار) بیان کرتا ہے۔ اس کے جواب میں ان حضرات نے اس مجمع میں صاف طور پر کہدیا کہ ہم ثناء اللہ سے پوچھ چکے ہیں وہ ان عبارات کا مطلب خود کچھ نہیں بتاتا اور بتانا نہیں چاہتا۔ پھر تعجب اور نہایت سخت تعجب ہے کہ اس انکار پر بھی وہ لوگ انہی احتمالات کو تجویز کرتے ہیں جن کا وہ اقراری نہیں ہوتا اور ان احتمالات کو جو اسکے دوسرے کلام سے ہم ثابت و مدلل کر چکے ہیں صحیح تسلیم نہیں کرتے اور ہمارے مجوزہ مدللہ احتمالات پر اسکے سکوت و عدم انکار سے بحکم شہادت الخاموشی نیم رضا و بحکم السکوت فی معرض البیان بیان اس کو قائل احتمالات مخالفہ نہیں ٹھہراتے اور نہ اس مقولہ فقہیہ کو عمل میں لاتے ہیں عمداً لا ابہام یکفی للنفع اور تہدیداً و تغلیظاً اسکو نہ سہی اسکے اقوال ہی کو اقوال معتزلہ قرار نہیں دیتے۔ تمہید ختم ہوئی۔ اب اپیل فیصلہ آرہ نقل کیا جاتا ہے جسمیں ثنائی پارٹی کے حامیوں منصفین ثالثہ فیصلہ آرہ سے خطاب ہے۔

نقل اپیل فیصلہ آرہ و تکملہ مضمون تتمہ مندرجہ صفحہ ۲۱ جلد

(یکمن علم را دہ من عقل مے باید)

یہ مقولہ جس کو ہم نے زیب عنوان کیا ہے۔ گو عام لوگوں کا زبان زد ہے کسی آیت یا حدیث

کا ترجمہ نہیں ہے۔ مگر اس کا مستند کتاب اللہ و سنت رسول اللہ اور اقوال سلف بہت میں موجود ہے۔ کتاب اللہ کی وہ آیات جن میں اولی الالباب کی مدح ہے۔ اس کا مستند ہے اور احادیث کا وہ حصہ جن میں تفقہ فی الدین کی ترغیب ہے، اور آثار سلفیہ سے حضرت علی مرتضی کا وہ قول صحیح بخاری میں منقول ہے کہ ہم کو کوئی خاص علم علاوہ اس کے او فہم اعطیہ رجل مسلم بخاری صفحہ ۱۰۲۳ وغیرہ جو مسلمان مرد کو فہم عطا کیا جاتا ہے نہیں دیا گیا
ایک مدت سے جو نئے نئے اختلافات اور نئے نئے خیالات مسلمانوں خصوصاً اہلحدیث میں پھیلے جاتے ہیں اس کا منشا یہی ہے۔ کہ علم کتابی تو انہیں ہوتا جاتا ہے جس سے وہ مولوی عالم۔ فاضل کہلاتے ہیں۔ مگر فہم سلیم اور طبع مستقیم (جو تقوی و اخلاص کا ثمرہ ہے) ان کو عطا نہیں ہوتا۔ اسلئے وہ بحکم "کل جدید لذیذ" ہر ایک نئی بات نئے خیال نئے مذہب کو اختیار کر لیتے ہیں۔ اور اس کو اپنی ناموری اور شہرت کا ذریعہ اور زر کشی کا قوی وسیلہ سمجھتے ہیں۔ اور بزبان حال یہ کہتے ہیں ؎

بدنام بھی گر ہونگے تو کیا نام نہ ہوگا +
طلاب خلف ہوا سے بھی ہمیں کچھ نہ ملیگا

اس آفت کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ دو تین سال سے پنجاب کی جماعت اہل حدیث میں ایک نئی تفسیر (تفسیر القرآن بکلام الرحمن) تالیف ہوئی ہے۔ اور اسکی نئی باتوں کے سبب جماعت اہلحدیث سے ایک پارٹی جدا ہو گئی ہے۔

اس تفسیر کے [illegible] میں ایک رسالہ اربعین شائع ہوا۔ پھر اسکے جواب و مقابلہ میں ایک رسالہ "الکلام المبین" نکلا ان رسائل اور تفسیر کی اشاعت سے جو تفرقہ اہلحدیث امرتسر میں ہوا ہے وہ ناگفتہ بہ ہے۔ اس تفرقہ کو دور کرنے کے لئے جو کوشش یہ خادم قوم دو سال سے کر رہا ہے وہ ناظرین نصیحت نامہ نمبر اول[†] تا نہایت چہارم و بیو فائی ابو الوفا" پر مخفی نہیں ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اس تفرقہ کا ہنوز روز اول ہے

[†] نصیحت نامہ نمبر اول اور بیوفائی ابو الوفا جلد ۲۰ میں اور نصیحت نامہ نمبر ۲ و ۳ و ۴ جلد ۲۱ میں۔
[1] یہ بیت بحوالہ از نفس [illegible]

اوراس کوشش پر یہ مصرعہ صادق آرہا ہے ع مرض بڑہتا گیا جوں جوں دوا کی ✤

ان رسائل متقابلہ میں فیصلہ کرانے کے لئے آرہ وغیرہ بلاد بنگال کے تین مشہور مولوی (مولوی عبد اللہ صاحب غازی پوری۔ مولوی شمس الحق صاحب عظیم آبادی۔ مولوی عین الحق بہاری) حکم (منصف) بنائے گئے۔ جن کو مؤلف تفسیر جدید (معدن التفریق) نے منصف بنایا اور صرف بعض ممبران رسالہ اربعین نے بھی مان لیا۔ اس رسالہ کے جامعین اور ارکان عظام نے منصف تسلیم نہ کیا۔ ان منصفوں نے ان دونوں رسائل اور تفسیر جدید کے متعلق اپنا فیصلہ شائع کردیا ہے جو شنبہ کو خاکسار کی نظر سے بھی گذرا۔

ان حضرات نے اس فیصلہ میں اپنے کتابی علم کو صرف مسائل جزئیہ اربعین کی بحث میں صرف کردیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نہ تو مواخذات اربعین سب کے سب صحیح ہیں اور نہ جوابات کلام المبین سب کے سب صحیح ہیں اور حق دونوں جانب میں دائر ہے۔ گو غلبہ و ترجیح جانب اربعین کو ہے۔ اس فیصلہ کو سرسری نظر سے دیکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ حکموں نے بالاتفاق یہ فیصلہ کردیا ہے کہ وہ تفسیر معدن التفریق پایۂ اعتبار سے ساقط ہے اور وہ تفسیر محدثین کی روش و مشرب کے موافق نہیں ہے جس سے اہلحدیث کو فائدہ ہو بلکہ وہ ایسی تفسیر ہے جس سے اہل بدعت (معتزلہ نیچریہ وغیرہ) فائدہ اٹھا سکتے ہیں اس فیصلہ کو دیکھ کر ظاہری اور سطحی نظر والے اشخاص تو خوش ہو گئے ہونگے۔ مگر باریک بین اشخاص اس فیصلہ سے خوش نہیں ہیں۔ اور یہ شکایت کرتے ہیں کہ اس فیصلہ میں منشائے نزاع و اختلاف اور اسکے نتیجہ پر کما ینبغی بحث نہیں کی گئی۔ اور جو الزام مفسر پر لگایا گیا تھا۔ کہ وہ اس تفسیر کی وجہ سے اہلحدیث سے خارج اور اہل بدعت میں داخل ہے انہیں اور اس الزام کے رفع کے دلائل میں نظر غائر اور موازنہ کر کے اسکو نہیں اٹھایا گیا صرف سرسری نظر سے یا کسی مصلحت یا حکمت عملی سے یہ کہدیا ہے۔ کہ مؤلف تفسیر جدید اہلحدیث سے خارج نہیں ہے۔ اس خاکسار کہن سال خادم اہلحدیث کو اس امر کا پہلے ہی سے

یہ اس ظاہری فیصلہ کے ساتھ بعض حضرات منصفین نے اس تفسیر کے تکفیر [illegible]

کھٹکا تھا (جو بعض حضرات کی سادگی فہم سے اور بعض کے پرائیویٹ خطوط سے پیدا ہوا تھا) اس لئے خاکسار نے باوجودیکہ وہ فریقین سے علاحدہ تھا۔ اور اربعین میں اس کی تحریر کا درج ہو کر شائع ہونا اس کی اجازت کے بغیر ہوا ہے (چنانچہ مضمون بیوفائی ابوالوفا میں بیان ہو چکا ہے صفحہ ۱۶۸) اثنائے زمانہ تحکیم میں اپنا مضمون ''اہلحدیث اور انکا مذہب'' اور مضمون ''نصیحت نامہ نمبر اول'' اور مضمون ''بیوفائی ابوالوفا'' کو جن میں اس فیصلہ کے متعلق امر تنقیح طلب کی تحقیق و تنقیح کی ہدایت درج تھی۔ ان منصفوں کی خدمت میں بھیجدیا اور متعدد خطوط کے ذریعے عرض کیا۔ کہ وہ حضرات اپنے خداداد و کتابی علم کے ساتھ فہم سے بھی کام لیکر اپنی نظر و توجہ کو صرف جزئیات محل مواخذہ میں محدود نہ رکھیں۔ بلکہ انکے اصل اصول و منشا کے میدان میں (جس سے وہ جزئیات پیدا ہوئی ہیں) جولانی دیں۔ اور تعمق نظر و جولانی فکر یہ تنقیح کریں کہ مؤلف تفسیر جدید نے جو اکثر مقامات میں تفسیر بالماثور چھوڑ کر بہ تقلید فرقہ ضالہ معتزلہ وغیرہ کہیں لغت پر کہیں صرف انکی تقلید پر اعتماد کیا ہے۔ اس کا اصل اصول کیا ہے۔ کیا وہ لغت کو حدیث سے اور اقوال معتزلہ کو اقوال علمائے سلف سے مقدم رکھتا ہے۔ یا اس سے یہ امر تو اردا ور اتفاقیہ طور سے اور غلطی فہم کر وقوع میں آیا ہے۔ اس امر کی تنقیح کے واسطے خاکسار نے ان مضامین میں مظان و مواضع تحقیق (مؤلف تفسیر کے رسائل) آیات متشابہات'' اور ''کلام المبین کے'' ابتدائی و تمہیدی فصول ثلاثہ کے بھی نشان دہی کردی۔ ان مضامین کے علاوہ متعدد خطوط میں بھی انکی جائے تحقیق بتادی۔ اس نصیحت و خیرخواہی و نشان دہی مواضع تحقیق پر بھی خدا جانے ان حضرات حکموں نے اپنے فکر رسا اور تعمق نظر کو اس امر کی تنقیح و تحقیق کیطرف کیوں متوجہ نہ فرمایا۔ اور ''نصیحت نامہ'' و ''بیوفائی'' کے چند فقروں پر سرسری نظر کر کے یہ فیصلہ کیوں کردیا۔ کہ مؤلف تفسیر جدید اہلحدیث سے خارج نہیں ہے۔ اس فیصلہ میں

نہ توانہوں نے خود ان فصول ثلاثہ کے مضامین کو توجہ سے پڑھا اور نہ ہی خاکسار
ناصح مشفق ومخبر صادق وشاہد ناطق کی شہادت وتتمہ بیان لیا۔ اور نہ میری شہادت
پر کراس ایگزمینیشن (سوالات جرح) کو متوجہ کیا۔ کہ تم جو بیان کرتے ہو۔ اور اسپر
فصول ثلاثہ رسائل مذکورہ کا حوالہ دیتے ہو۔ یہ خلاف واقعہ ہے۔ یا تصحیح طلب ہے
تم اس کا تفصیل سے ثبوت دو۔ اور ہماری اجلاس میں وہ ثبوت پیش کرو۔
الغرض اس خاکسار شاہد عدل مصداق حدیث؎ الا اخبرکم بخیر الشہود سے کوئی
بات نہ پوچھی اور نہ اس کو جواب خطوط دیکر یہ اطلاع دی کہ تمہارا بیان وشہادت
لائق قبول نہیں ہے۔ لہٰذا اسکو داخل دفتر کر دیا گیا ہے۔ اور خاکسار کو اپنے ہی حُز
میں خواہ مخواہ وبلا استرضاء ایک فریق بنا کر اسکی نسبت قضاء علی الغائب اور یکطرفہ
فیصلہ کر دیا۔ کہ مؤلف تفسیر جدید اہلحدیث میں داخل ہے۔ اس کو تمہارا اہلحدیث
سے خارج کرنا خلاف انصاف ہے۔ اس قضاء علے الغائب اور یکطرفہ ڈگری میں ان
حضرات منصفوں سے سخت اور ڈبل غلطی ہوئی ہے۔ کہ انہوں نے باوجودیکہ
اس خاکسار کے مضمون اہلحدیث اور انکا مذہب" کی شرط واصول کو جو بصفحہ
۱۵/۷ نمبرہ جلد ۲۰ بیان ہوا ہے۔ جس کی عبارت یہ ہے۔ مگر اسمیں شرط انصاف
یہ ہے کہ جس مذہب سے وہ اس کو خارج کریں۔ اس کی واقعی اور مسلمہ اصول کی عدم
تسلیم کی شہادت سے خارج کریں اور جس مذہب کیطرف اس کو منسوب کریں اسکے
مسلمہ اصول کی پیروی کی شہادت سے [illegible] ب کریں " بایں الفاظ مان لیا ہے"۔ کہ یہ
انصاف مولانا (خاکسار کو فرماتے ہیں) کا نہایت قابل قدر ہے" جسکی وجہ سے خاکسار
ان حضرات کی حق گوئی کی داد دیتا ہے۔ اور انکے اس منصفانہ تسلیم وقدر دانی
کا دل سے شکر گذار ہے) مگر اس شکریہ کے ساتھ اس امر کا شاکی بھی ہے۔ کہ

؎ مشکوٰۃ صـ ۳۱۹ میں حدیث ملاحظہ ہو۔

ان حضرات نے اس فیصلہ میں اس خاکسار کو اپنے ہی اصول مسلمہ و شرط انصاف کی مخالفت کا مرتکب ٹھہرایا ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ "مؤلف تفسیر کو اہلحدیث سے خارج کرنے کے وقت تمنے اپنی شرط کا خود لحاظ نہیں کیا۔ یہ لحاظ تب تسلیم کیا جاتا" جبکہ تم تین امور کو پیش نظر رکھتے۔ اوّل مؤلف تفسیر جدید کا مذہب کیا ہے۔ دوم اس مذہب کا لازم کیا ہے (جو تمہارے نزدیک عین مذہب نہیں ہوتا) سوم اس لازم کا التزام اسکے عمل یا کلام میں کہاں پایا جاتا ہے۔ جبکہ اہلحدیث سے خارج کرنے کا اسکی نسبت حکم لگایا گیا ہے یہ اہلحدیث سے اسکو خارج کرنے میں تمسے فروگذاشت ہوئی ہے۔ ایسی ہی اسکو اہل بدعت میں داخل کرنے میں تمسے اپنی شرط و اصول کا خلاف ہوا ہے۔ تمنے صرف تین وجوہ کے لحاظ سے اس کو داخل اہل بدعت کیا ہے۔

وجہ اوّل۔ اقوال معتزلہ سے بیزاری ظاہر نہ کرنا۔ دوم انکے اقوال کا تمسک کرنا۔ سوم ابومسلم کی بدگوئی سے منع کرنا حالانکہ کسی مذہب میں داخل کرنے کیلئے اس مذہب کے اصول کا التزام تمہارے نزدیک شرط ہے۔ جس کو تمنے اس مفسر کی نسبت ثابت نہیں کیا۔

یہ ادان حضرات کے قضاء علی الغائب اور یکطرفہ ڈگری کا خلاصہ مطلب ہے اور جو اس ڈگری میں خاکسار پر مواخذات لفظیہ کئے گئے ہیں۔ اور وہ بھی غلط اور بالکل غلط ہیں۔ انکو یہ خاکسار اصل مطلب سے اجنبی سمجھ کر انکا نوٹس لینا نہیں چاہتا واز انجا کہ یہ تینوں منصف میرے قدیم دوست ہیں۔ اور ان تینوں کا کتابی علم میرے نزدیک مسلم ہے۔ لہذا میں فیصلہ کی غلطی کا اپیل بغرض درخواست نظر ثانی پہلے انہی حضرات کی خدمات میں پیش کرتا ہوں اور ان سے خواستگار ہوں کہ وہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کریں۔ پھر اگر وہ اس اپیل کو پڑھ کر میری غلطی مجھے سمجھا دیں تو

میں اس فیصلہ کو بدل مان لونگا اور اگر وہ اپنی غلطی کو سمجھ لیں۔ تو وہ اس فیصلہ کو جو میرے خیال کی نسبت انہوں نے کیا ہے۔ منسوخ کریں اور واپس لیں اور اگر اس اپیل کو دیکھ کر بھی وہ نہ میری غلطی مجھے سمجھا دیں اور نہ اپنی غلطی کو سمجھیں گے اور نہ اسکو واپس لینگے۔ تو پھر یہ اپیل رسالہ میں درج ہو کر پبلک اہل حدیث میں مشتہر ہو جائیگا اہل حدیث کے علما خود انصاف کر لیں گے۔ کہ حق بجانب کس شخص کے ہے اور ان حضرات کے جواب میں مجھے یہ کہنا کافی ہوگا۔ کہ آپکا فیصلہ میرے حق کوئی اثر نہیں رکھتا۔ میں نے آپکو کب منصف تسلیم کیا تھا۔ کہ آپ نے میری نسبت یہ فیصلہ ظاہر کر دیا۔ اور مثل مشہور ہے تو مان نہ مان میں تیرا مہمان کا یہ عمل کر دکھایا۔ اور اگر یہ آپکا خیال و مدعا ہو۔ کہ مضمون بیوفائی کے صفحہ ۱۶۹ صفحہ ۱۷۰ میں تمنے ہمکو منصف مان لیا تھا اسلئے ہمنے تمہارے حق میں یہ فیصلہ کیا ہے تو اسکے جواب میں یہ کہا جائیگا۔ کہ یہ آپکی دوسری غلطی ہے۔ اس مقام میں مَیں نے شرطیہ طور پر یہ کہا تھا۔ کہ اگر میرا تحریری یا تقریری بیان و دلائل سنکر منصف نے فیصلہ کیا تو میں مان لونگا۔ آپ نے میری اس شرط کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ خود بخود منصف بن کر مجھسے کوئی بیان تحریری یا تقریری نہ لیا اور یکطرفہ فیصلہ کر دیا۔ تو آپکا یہ فیصلہ کیونکر لائق تسلیم ہے آپکے اس فیصلے قبل از سماعت دو بیانات تمہ* بلکہ برخلاف نصوص مندرجہ مضمون تتمہ نے آپکو اس عہدے منصفی پر قائم نہیں رہنے دیا لہذا آپ لوگوں کا کوئی فیصلہ آیندہ بھی لائق قبول نہ ہوگا۔ آپ اپنے خیال پر خوش رہئے۔ خاکسار اپنے حال میں سہ

تو و طوبے و ما و قامت یار ✤ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

ذیل میں وجوہات اپیل بیان ہوتے ہیں۔ توجہ سے سنے جائیں اگر منصف رہنا چاہتے ہیں ✤

* جو منصف... [illegible]

وجوہات اپیل

وجوہات اپیل بہت ہیں مگر اس مقام میں دو وجہیں پیش کی جاتی ہیں زیادہ سامعہ خراشی کی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ اوّل یہ کہ میں نے تفسیر جدید (معدن تفریق) کے مؤلف کو دائرہ اہل حدیث سے خارج کرنے میں اپنے اصول و شرط انصاف کا خلاف ہرگز نہیں کیا۔ بلکہ آپ صاحبوں نے نظر سرسری اور جلد بازی و نافہمی سے کام لیا۔ مجھے ثبوت طلب کئے اور میرا بیان لینے سے پہلے مجھ پر قضاء علی الغیب کردی۔ میں اپنے رسالہ نمبر چھٹے صفحہ ۲۱۲* میں امر اول و دوم کا کافی بیان و ثبوت دے چکا تھا۔ آپ فیصلہ سے پہلے مجھ سے ثبوت طلب کرتے تو میں وہ نمبر آپکے سامنے پیش کر دیتا۔ اب نظر ثانی کے اجلاس میں وہ ثبوت پیش کرتا ہوں اور وہ نمبر ملاحظہ کے لئے روانہ خدمت کرتا ہوں (مطبوعہ اوراق صفحہ ۲۱۷* سے صفحہ ۲۲۶ جلد ۲۰ تک ملاحظہ ہوں) رہا ثبوت امر سوم یعنے امر لازم کا التزام سو یہ بھی اس نمبر میں مفسر جدید کی نسبت ثابت ہو چکا ہے۔ اسکی مزید توضیح و تشریح اس اپیل میں بھی کی جاتی ہے۔

اشاعت اربعین کے وقت سے یہ خاکسار ناتوان اور میرے معزز دوست مولوی احمد اللہ صاحب رئیس امرتسر و بلا واسطہ اوستاذ مؤلف تفسیر جدید اور ایک جماعت اعیان اہلحدیث سے (جنمیں خصوصیت کے ساتھ لائق ذکر مؤلف تفسیر کے ایڈیکانگ وسکریٹری یا وزیر اعظم خواجہ حبیب اللہ صاحب سوداگر پشمینہ ہیں) مفسر کے درپے ہو رہے ہیں اور متعدد مجالس میں انکو بلاکر ترغیب و ترہیب و درشتی و نرمی ہر طرح ان سے التجا کر چکے ہیں کہ اس تفسیر

* یہ نمبر صفحات اوراق جلد ۲۰ کے ہیں جو ان حضرات کے پاس تھی

ہیں جو آپ نے احادیث صحیحہ نبویہ کے برخلاف کہیں صرف لغت سے کہیں اقوال متباعین کی تقلید سے تفسیر ہو چکی ہے۔ اس سے آپ رجوع کریں۔ اور اس مضمون کا اشتہار دیں کہ ہم احادیث صحیحہ نبویہ کو تقلید اقوال متبدعین پر ترجیح دیتے ہیں۔ آپ اس اشتہار کا مضمون دینگے۔ تو تمام مواخذات آپکے اوپر سے رفع ہو جائیں گے اور ہماری تحریرات جو آپکے خلاف چھپ چکی ہیں۔ وہ شائع نہ ہونگی۔ اور اگر شائع ہونگی۔ تو انکے ساتھ ایسی تحریر بھی شائع کی جائے گی جس سے سابق تحریرات کالعدم تکن ہو جائیں۔ اور آپ پر انکا برا اثر نہ پڑے۔ مگر وہ عزیز ایسا دلیرا ور شیر بہادر اور ہٹ کا پکا اور ضد میں یکہ (یکتا) ہے کہ وہ ایک کی نہیں سنتا۔ اور رجوع کا نام لینے کو اپنی ارفع شان کے مخالف جانتا ہے۔ اور صاف کہتا ہے کہ میں نے اپنی تفسیر میں کونسی غلطی کی ہے۔ جس سے رجوع کروں۔ اور اس انکار و اصرار میں وہ خسرو کے اس مصرعہ کا مصداق ہو رہا ہے ع

"خلقے بمت یک طرف آں شوخ تنہا یکطرف"

کل ۱۳ مئی ۱۹۰۶ء کی شام کا ذکر ہے کہ وہ عزیز شوخ اور اسکے ایڈیکانگ خواجہ حبیب اللہ صاحب اور میر زمان شاہ صاحب برادر زادہ مولوی احمد اللہ صاحب خاکسار کی مشایعت کی نیت سے ریلوے سٹیشن امرتسر تک آئے۔ تو خاکسار اور ان دونو صاحبوں نے پھر انکو رجوع کے واسطے کہا۔ میرے منہ سے یہ بھی نکل گیا۔ کہ آپ آیت کو ثر وغیرہ کی تفسیر کی غلطی کو دلمیں تو سمجھ گئے ہیں۔ مگر رجوع کرنے کو اپنی شان کے خلاف جانتے ہیں۔ اسکے جواب و مقابلہ میں انہوں نے خاکسار کو کہدیا۔ کہ آپ دل سے سمجھ چکے ہیں کہ میں اس تفسیر میں حق پر ہوں۔ مگر زبان سے

ﻪ اعلان مشتہرہ مولوی احمد اللہ صاحب اور اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۰۶ء میں جو اسکے اقوال منقول ہیں ان سے اسکا رجوع ثابت نہیں ہوتا۔ دیکھو صفحہ ۵۳ و ۱۲ جلد ہذا

اقرار نہیں کرتے اور اپنی بات کے پچ کرتے ہیں۔ اسکے جواب میں ہمنے حلفیہ طور پر
انکو یقین دلانے کے لئے یہہ کہا کہ جو شخص اپنی غلطی کو جان اور مان کر اس سے رجوع
نہ کرے۔ اور اپنی بات کی پچ کرے۔ وہ خدا پرست مسلمان نہیں نفس پرست کافر
ہے۔ اسپر خدا کا حلال حرام ہے۔ آپ بھی اپنے دعوی میں سچے ہیں۔ تو آپ بھی ایسا
کہیں۔ مگر اسکی جرأت آپ سے نہ ہو سکی۔ فرمایئے اس سے بڑھ التزام کیا ہو گا۔
حضرات منصفین آپ صاحبان بھی ہمت کریں اور اس شخص سے دو سطریں
اس مضمون کی تحریر کرا دیں کہ میں تفسیر قرآن کے باب میں احادیث نبویہ و آثار سلفیہ
کو عام لغت سے اور اقوال متبدعین سے مقدم سمجھتا ہوں اور جو اس اصول کے برخلاف
مجھ سے آیت کوثر وغیرہ آیات کی تفسیر ہو چکی ہے۔ اس سے میں رجوع کرتا ہوں
اور آیندہ کے لئے ان مقامات کی اصلاح و تصحیح کا وعدہ دیتا ہوں تو اس صورت
میں مفسر مذکور کا جماعت اہل حدیث میں داخل ہونے کو تسلیم کیا جاویگا۔ اور
رسالہ اشاعۃ السنۃ و دیگر اخبارات میں اس کا اشتہار عمل میں آوے گا۔ اور جو
فتوے اسکے حق میں بنظر موجودہ التزام لگایا گیا ہے کہ وہ اہلحدیث سے خارج اور
اہل بدعت میں داخل ہے واپس لیا جائے گا۔ انشاءاللہ تعالے اور اگر آپ کے
کہنے سے بھی اسنے کچھ نہ مانا اور اس رجوع کا اشتہار نہ دیا۔ اور اس مصرعہ پر عمل کیا کہ

"ساری خدائی یکطرف وہ شوخ تنہا یکطرف"

تو آپ بھی اپنے اس فیصلہ کو کہ وہ اہلحدیث میں داخل ہے منسوخ کریں اور خاکسار
اور مصدقین اربعین کے ساتھ متفق اللسان ہو جائیں۔ اس التزام کا ثبوت وجہ
دوم میں بھی مفسر جدید کی صریح کلام سے بھی نقل کیا جائے گا جس میں آپنے
صاف کہا ہے کہ حدیث کوثر وغیرہ قرآن کے مخالف ہیں اور اسوجہ سے وہ تفسیر
نہیں ہو سکتیں۔

وجہ دوم۔ خاکسار نے صرف وجوہ ثلاثہ مذکورہ کو پیش نظر رکھ کر اسکو معتزلہ وغیرہ و اہل بدعت میں داخل نہیں کیا۔ بلکہ اسکے التزام اس اصول معتزلہ کو کہ بلا لحاظ سنت و آثار سلف آیت کی تفسیر مجرد لغت عرب سے جائز ہے۔ اور اقوال صحابہ وغیرہ سلف کو چھوڑ کر اقوال اہل بدعت سے تمسک درست ہے پیش نظر رکھکر اس کو اہل بدعت میں داخل کیا ہے۔ اس کا یہ التزام ہمارے بیان سابق سے بخوبی ثابت ہے۔ تاہم اس مقام میں اس کا صریح کلام فصول ثلاثہ رسائل مذکورہ (جن کی طرف خاکسار آپ حضرات کو توجہ دلا چکا ہے۔ اور آپ صاحبوں نے توجہ نہیں فرمائی) اس التزام کا متضمن نقل کیا جاتا ہے:-

فصل اوّل۔ رسالہ آیات متشابہات کے صفحہ دوم میں یہ سوال کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کے سمجھنے کا طریق کیا ہے۔ پھر چند آیات اس مضمون کی کہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ نقل کرکے اسکے صفحہ ۳ میں کہا ہے۔ ان آیات سے اس سوال کا جواب بخوبی ملتا ہے۔ کہ عربی زبان کے محاورات کا معلوم کرنا قرآن مجید کے سمجھنے کا واحد طریق ہے۔ (حضرات منصفین اس لفظ واحد کو توجہ سے پڑھیں اور داد انصاف دیکر کہیں کہ کیا اس سے احادیث و آثار کی مدد سے قرآن مجید کی سمجھنے اور تفسیر کرنے کی جسپر اہل سنت متفق ہیں نفی نہیں پائی جاتی۔ آپکی رائے اس مفہوم سے اتفاق نہ کرے تو اور تصریح سنیں) پھر اس خیال کی تائید میں چند اقوال مفسرین جن میں ایک قول بھی اس خیال کا مؤید نہیں نقل کرکے کیا ہے۔ نقل کرکے صفحہ ۸ میں کہا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ صحیح تفسیر وہی جو محاورہ عرب کے موافق ہو۔ خواہ اس تفسیر کا قائل کوئی پہلے گذرا ہو یا نہ گذرا ہو۔ بلکہ آج ہی بلکہ آج سے بھی بعد کسی کی سمجھ میں آئی ہو۔ مگر موافق محاورہ عرب کے ہو اور غلط تفسیر وہ ہے جو عربی محاورے اور عربی لغت کے خلاف ہو۔ چاہے اسکا قائل کوئی ہی ہو

پہلے بزرگوں میں سے کسی نے کی ہو۔ یا نئے لوگوں میں سے کسی کی ایجاد ہو۔
(اے حضرات منصفین ان اقوال میں صاف تصریح ہے کہ مفسر جدید کے نزدیک
قرآن مجید کی تفسیر کا طریق صرف ایک یہی طریق ہے کہ صرف محاورہ عرب سے توافق
پیش نظر رہے۔ اسمیں توافق حدیث یا آثار سلف کے لحاظ کوئی ضرورت نہیں رکھتا
اسکے نزدیک وہ تفسیر جو نہ تو حدیث میں آئی ہو۔ اور نہ کسی صحابی یا کسی تابعی نے
کی ہو۔ نہ کسی سنی مفسر نے اور وہ صرف ایک مردود معتزلی کی تفسیر ہو۔ اور محاورہ
عرب سے صرف اسکا جواز و گنجائش نکلتی ہو۔ گو خاصکر اسکا متعین ہونا ثابت نہو تو
وہ تفسیر لائق اعتبار و قبول ہے۔ حضرات اسکی مثالیں آپکے سامنے میں پیش
کرنا ضروری نہ تھا۔ مگر اس خیال سے کہ آپکی توجہ مفسر کے فیصد میں ہے۔ اور
اسکے نکتہ چینیوں کیطرف کم ہے۔ ایک دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ تفسیر جلد
کے صفحہ ۴۷ میں قرآن مجید کے مذکورہ طیور حضرت ابراہیم کے جز کی جو تفسیر اسنے
کی ہے وہ نہ کسی حدیث کے موافق ہے نہ کسی صحابی یا تابعی یا اور کسی مفسر سنی کی تفسیر
ہے۔ بلکہ وہ صرف ابو مسلم معتزلی کی تفسیر ہے۔ چنانچہ امام رازی نے تفسیر کبیر جلد
دوم کے صفحہ ۴۹۴ میں بیان کیا ہے۔ کہ ابو مسلم سے پہلے تمام مفسرین کا اس
پر اتفاق تھا کہ ان جانوروں کو ذبح کرکے ان کے اجزا کو متفرق کیا گیا تھا۔
مفسر جدید نے تمام سنی مفسر مسلمانوں کو چھوڑ کر تقلید سر سید ابو مسلم کی پیروی
کی ہے اور اسپر جو دلیل پیش کی ہے وہ اس معنی کو جو معنی ابو مسلم نے اختیار
کئے ہیں۔ ثابت و متعین نہیں کرتے۔ یہ امر آپکے فیصلہ میں بھی موجود ہے۔
دوسری مثال اپنے تفسیر جدید کے صفحہ ۱۹۷۔ آیت الحسنی و زیادۃ کی
تفسیر قدر اعمال سے زیادہ ثواب ملنے سے کی ہے جسمیں اسنے اس تفسیر
حدیث نبوی کو کہ زیادۃ سے دیدار الٰہی مراد ہے ترک کرکے اسکے مقابلہ میں

جبائی معتزلی اور اسکے خلیفہ سر سید کی تقلید یا موافقت اختیار کی ہے۔ باوجودیکہ لغت عرب معنی مفسرہ حدیث نبوی کو بھی شامل ہے (تفسیر کبیر جلد چہارم کا صفحہ ۸۳۲۔ اور تفسیر نیچری ملاحظہ ہو) ایسی ہی مثالیں اس تفسیر میں اور بہت ہیں کہ از انجملہ چار مثالیں تفصیل و دلیل کے ساتھ بیان کر کے مفسر جدید کے پاس عرصہ تقریباً دو سال سے بھیجی گئی ہیں۔ جن کا اسنے آجتک نہ کوئی ردّ و جواب دیا ہے۔ اور نہ ان مثالوں کو قبول کر کے اپنی غلطی کو تسلیم کیا ہے۔ جس سے اسکے لزوم مذہب کا التزام ثابت ہوتا ہے۔ پھر اسی رسالہ کے فصل دوم میں سوال کیا گیا ہے۔ کہ قرآن مجید کے ساتھ حدیث شریف کا کیا تعلق ہے۔ اس سوال کے جواب میں بصفحہ ۱۰ رسالہ کہا ہے۔ کہ قرآن مجید کے ساتھ حدیث کی نسبت چار قسم پر ہے (ا) یہ کہ ایک حکم قرآن سے ثابت ہو اور حدیث سے بھی وہی ہو۔

---

۹ تفسیر کبیر میں ہے القول الثانی انہ لا یجوز حمل هذه الآیة علی الرؤیة قالت المعتزلة ویدل علی ذلک وجوہ الاول ان الدلائل العقلیة دلت علی ان رؤیة الله ممتنعة و الثانی ان الزیادة یجب ان تکون من جنس المزید علیه ورؤیة الله تعالی لیست من جنس نعیم الجنة والثالث ان الخبر الذی تمسکتم به فی هذا الباب هو ما روی ان الزیادة هی النظر الی وجه الله وهذا الخبر یوجب التشبیه × × × فوجب حمله علی شیٔ اخر و عند هذا قال الجبائی الحسنی عبارة عن الثواب المستحق والزیادة ما یزید علی هذا الثواب من التفضل۔

انتہی قول جبائی کا ترجمہ سر سید نے تفسیر نیچری جلد چہارم کے صفحہ ۲۷۱ میں یہ کیا ہے کہ ان لوگوں کے لئے جو نیکی کرتے ہیں نیکی ہے۔ اور اسپر کچھ زیادہ اسی کا ترجمہ میں مفسر جدید نے کیا ہے۔

اسکی تسلیم و تعمیل میں تو کوئی بھی چون و چرا نہیں کرتا (۲) یہ کہ قرآن مجید ایک حکم کے بارے میں ساکت ہو۔ مگر حدیث شریف سے اس کا پتہ ملتا ہو۔ جیسے کتے بلی کی حرمت یہ بھی سب کے نزدیک بلا تاویل معتبر ہے۔ (۳) یہ کہ قرآن کے مخالف حکم حدیث ثابت ہو۔ مثلاً قرآن شریف میں کوئی حکم عام ہے۔ مگر حدیث میں اس کو کسی خاص وقت یا حالت اور کیفیت سے مخصوص کیا جاوے۔ جس کو علمائے اصول کے محاورہ میں تخصیص کہتے ہیں۔ جس کی متفقہ مثال یہ ہے۔ کہ قرآن مجید میں میتہ کی حرمت کا حکم ہے مگر حدیث شریف میں مچھلی اور ٹڈی مردہ کے کھا لینے کی اجازت ہے۔ اس تخصیص کے مسئلہ میں علمائے اسلام کا باہمی اختلاف ہے۔ جمہور حنفیہ اسکے مخالف ہیں۔ اور دیگر علمائے اہلحدیث و شافعی اسکے جواز کے قائل ہیں۔ مگر یہ اختلاف ایک اور اختلاف کی فرع ہے۔ وہ یہ ہے کہ عموم قرآنی ہو یا کوئی اور اپنے افراد و مسمیات میں قطعی شمول رکھتا ہے۔ یا ظنی۔ علمائے حنفیہ چونکہ عموم کا شمول قطعی کہتے ہیں۔ اسلئے وہ حدیث خبر واحد جو تواتر اور شہرت کی حد تک نہ پہنچی ہو قرآن کے عموم کی تخصیص نہیں مانتے۔ کیونکہ اس صورت میں بقول انکے ادنے کو اعلے پر غلبہ دینا لازم آتا ہے۔ اسلئے کہ حدیث کا وصول تو ظنی ہے اور قرآن کا وصول اور اسکے عموم کا شمول یقینی۔ پس ظنی سے یقینی کی تخصیص جائز نہیں مگر شافعیہ وغیرہ کہتے ہیں۔ کہ عموم کا شمول اپنے افراد میں یقینی اور قطعی نہیں ہوتا بلکہ ظنی ہوتا ہے۔ اسلئے ظن سے ظنی کی تخصیص جائز ہے۔

خاکسار راقم کے نزدیک بھی یہی صحیح ہے۔ کہ عام اپنے افراد کے شمول میں قطعی نہیں (۴) ایک قسم کی مخالفت حدیث کی قرآن سے یہ ہو کہ قرآن مجید کے الفاظ یا سیاق میں جو مضمون یا مدعا سمجھ میں آوے۔ حدیث میں اسکے خلاف ہو۔ اسکی تمثیل میں مفسر جدید نے حدیث ہو لا اہل جنۃ

اور حدیث ہو مسجدی کو بمقابل و برخلاف آیت تطہیر و آیت لمسجد اسس علی التقویٰ کے ذکر کیا ہے۔ اور ان احادیث کی مخالفت کی اثبات میں کذب اور مغالطے سے بہت کام لیا ہے۔

تیسری مثال حدیث حوض کوثر بیان کی ہے۔ اور اس کو آیت انا اعطیناک الکوثر کے خلاف قرار دیا ہے۔ اور اس میں بھی کذب اور مغالطہ سے کام لیکر بزعم فاسد خود یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ یہ حدیث قرآن کے مخالف ہے۔ اسلئے یہ تفسیر آیت قرآن نہیں ہو سکتی۔

اس قسم چہارم کے مخالف قرآن اعذاً قابل مفسر قرآن ہونے کے ثبوت میں اس رسالہ کے صفحہ ۱۰۹ میں محدثین کا یہ سوال کیا ہے۔ کہ جبکہ سرور کائنات صلعم نے آیت کی تفسیر خود کر دی اور بتلا دیا کہ اہل بیت سے مراد اولاد پاک ہے تو ہمارا کیا حق ہے کہ ہم چون چرا کریں۔ پھر اسکے جواب میں کہا ہے کہ ہم بھی ان حضرات کا اخلاص اور حدیث شریف سے حسن ظن قابل مدح ہے۔ مگر گذارش یہ ہے کہ اصل مدار وصول حدیث پر ہے چونکہ قرآن کا وصول ہم کو بطریق تواتر ہوا ہے۔ اور حدیث کا بطریق احاد اس درجہ کا نہیں اسلئے دونوں کی تعیین میں فرق ہے۔ یعنی جو بات سیاق قرآن سے معلوم ہوگی ماصدق کے مقابلے میں حدیث کی تعیین مراد و تفسیر* قبول نہ کیجائیگی کیونکہ قرآن کا ثبوت قطعی ہے اور حدیث کا ظنی۔ علاوہ ثبوت التزام جسکی واسطے نقل کیا گیا اسے حضرات منصفین اس کلام مفسر جدید میں آپکی توجہ کے لائق [illegible] امر

امر اوّل مفسر جدید کی کلام سابق میں خبر واحد سے جو ظنی ہے عموم قرآن کی جو قطعی الثبوت ہے تخصیص کو جو ظاہر عموم و اطلاق قرآن کے مخالف ہوتی ہے جائز رکھا ہے اور یہی مذہب اہلحدیث کا بتایا ہے اور اس مقام میں اس حدیث کے ظنی ہونے کی نظر سے اس کا مفسر قرآن ہونا اور بعض معنی کی تعیین و تفسیر کرنا

* ناظرین ملاحظہ [illegible] قول مفسر جدید کو ملاحظہ کریں کہ اسمیں وہ تعیین مراد کے معنی تفسیر بیان کرتا

ناجائز بتلایا ہے۔ حالانکہ صورت تخصیص میں اطلاق و عموم قرآن کا رفع پایا جاتا ہے
اسی واسطے حنفیہ اس تخصیص کو جو نص متراخی سے ہو نسخ قرار دیتے ہیں اور اسی وجہ
سے خبر واحد سے تخصیص عموم قرآن جائز نہیں رکھتے اور صورت تفسیر و تعیین مراد
میں مخالفت کلیۃً نہیں ہوتی بلکہ فی الجملہ موافقت پائی جاتی ہے۔ دیکھو احادیث
ثلاثہ (حدیث ھؤلاء اھل بیتی اور حدیث مسجدی اور حدیث حوض کوثر) الفاظ
قرآن مجید اہل بیت و مسجد و کوثر کے شمول اور بحکم لغت عرب مصداق ہو سکتے ہیں
پھر اس تفسیر و تعیین کو ناجائز کہنا اور اس تخصیص عموم کو جائز رکھنا قول بالمتناقضین
نہیں تو اور کیا ہے اور یہ قول مذہب اہلحدیث کے کیونکر موافق ہو سکتا ہے۔ اور
جس کا یہ خیال و اعتقاد ہو وہ اہل حدیث کہلانے کا کیونکر مستحق ہو سکتا ہے۔

امر دوم۔ خبر واحد کی نسبت مفسر جدید کا یہ خیال و مقال سر سید کے اس قول
سے ماخوذ ہے جو عام احادیث کے رد و توہین میں انہوں نے لکھا ہے اور وہ
اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۵ کے صفحہ ۱۳۶ میں منقول ہو چکا ہے کہ "علمائے متقدمین نے
جو کچھ رائے احادیث صحیحہ کی نسبت قائم کی ہے وہ صرف انکی رائے ہے۔ کوئی حدیث
یا حکم منجانب شارع اس پر نہیں ہے پس ہمارا بھی یہی مقصود ہے کہ جہاں تک ممکن
ہے ہم بھی ان راویوں اور بزرگوں کا ادب ملحوظ رکھیں اور ہمیشہ دل سے حسن ظن
انکی طرف رکھیں۔ مگر ایسا کرنے میں بالکل نہ جھکے نہ ہو جاویں کہ خود کبھی بھی خیال
نہ کریں بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم (۱) ،، شدہ ل کے حدیث نبوی ٹھہرانے کے لئے کوئی
عمدہ اصول قرار دیں"

حضرات منصفین یہ قول مفسر جدید اگر اسی قول سر سید سے ماخوذ ہے۔ اور اسی سے
ملتا جلتا ہے تو فرمایئے کہ اس صریح انکار مفسر ہونے حدیث کے ساتھ بھی آپ
اس مفسر جدید کو اہل حدیث کہیں گے۔ اور نیچریوں میں داخل نہ کرینگے۔ اور اگر یہ قول

مفسر جدید قول سر سید سے ماخوذ نہیں ہے تو بنظر ہدایت و اصلاحی نصیحت آپ
فرماویں کہ اہل حدیث کے اقوال میں اس قول مفسر جدید کا مستند کہاں پایا جاتا
ہے اور روئے زمین کے اہلحدیث سے کوئی بھی قائل ہے کہ خبر واحد ظنی ہونیکی وجہ
سے معانی محتملہ الفاظ قرآن سے کسی معنی کی تعیین یعنی تفسیر نہیں کر سکتی۔ اور جو
اقوال کو مفسر جدید نے اپنے خیال کی تائید میں پیش کیا ہے۔ ان میں کوئی بھی
ایسا قول ہے جس میں یہ اصول تسلیم کیا گیا ہو۔

پھر اس رسالہ کے صفحہ ۲۶ میں بضمن فصل سوم یہ سوال کیا ہے کہ قرآن مجید
کون لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ پھر اسکا جواب یہ دیا ہے وہ قرآن شریف کو سمجھ سکتے ہیں
جو عربی میں بخوبی ماہر ہوں۔ چاہے کسی قرن کے ہوں۔ پھر اسکے ثبوت میں دو
حدیثیں نقل کی ہیں۔ از انجملہ ایک کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ میری امت کی مثال بارش کی سی
ہے۔ جس میں تمیز نہیں ہو سکتی کہ اسکا پہلا حصہ اچھا ہے یا پچھلا۔ دوسری حدیث
کہ قرآن مجید کے عجائبات ختم نہیں ہوتے۔ پھر صفحہ ۲۷ میں کہا ہے ان دونو حدیثوں
سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے معنے اور تفسیر کی کوئی حد نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک زمانہ
کے لوگ اسکے عجائبات کو بحسب استعداد علمی سمجھتے رہینگے۔ پھر صحابہ و تابعین کی بعض
آیات قرآن کی تفسیر میں اختلاف نقل کر کے صفحہ ۳۰ میں کہا ہے بعض بزرگوں کو
حسن ظنی سے اسمیں غلطی لگتی ہے کہ وہ اس حدیث کو پیش کرتے ہیں جسمیں قرون
ثلاثہ کی خیریت اور فضیلت کی خبر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ان تین زمانے کے
لوگوں کی بہتری آنحضرت صلعم نے بتلائی ہے۔ تو تفسیر دانی بھی ان پر ختم ہے۔

پھر صفحہ ۳۱ میں کہا ہے کہ خیریت و فضیلت اس زمانہ کی انکی نیک نیتی اور حسن
اخلاق پر مبنی تھی۔ مگر علم و فضل اور شے ہیں۔ اخیر میں کہا ہے خلاصہ یہ ہے کہ تفسیر
کے لئے کسی زمانہ کے علما کی پابندی نہیں ہے۔ بلکہ ہر زمانہ میں بپابندی اصول

دین یعنی قرآن و حدیث و زبان عربی کے لحاظ سے ہر ایک عالم کا حق ہے۔ کہ قرآن شریف کو اپنے علم و استعداد سے سمجھے۔ خواہ پہلے لوگوں میں اسکا کوئی موافق ہو یا نہ ہو۔ مگر دلیل رکھتا ہو"۔

حضرات منصفین ان اقوال کا لب لباب یہی ہے کہ تفسیر قرآن میں موافقت تفسیر نبوی اور موافقت یا مخالفت آثار اعیان قرون ثلاثہ کے کچھ پروا نہیں۔ پچھلے زمانہ کا کوئی مردود معتزلی نیچری بھی اگر کسی آیت کی ایسی تفسیر کرے جو صحابہ و تابعین اور تمام سلف صالحین کے مخالف ہو تو وہ بھی مقبول ہے اگر لغت و محاورہ عرب کی شہادت سے اسکی گنجایش نکلے۔ آخری فقرہ میں جو قید بپابندی قرآن و حدیث لگائی گئی ہے اسکا مطلب نہیں کہ اُس معتزلی کی تفسیر کا قرآن و حدیث سے مستند دیکھا جاویگا اور قرآن و حدیث سے اُسکا توافق ہوگا تب اُس تفسیر کو قبول کیا جاویگا اس امر کی ضرورت کو تو پچھلی کلام میں صاف مٹا چکا ہے بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ قرآن و حدیث سے اسکی صریح مخالفت نہو (موافقت ہو خواہ نہ ہو اسکی کچھ پروا نہیں ہے) اس اصول کے مطابق وہ جزء طیور ابراہیم علیہ السلام اور زیادہ آیت للحسنی و زیادۃ کی اقوال معتزلہ ابومسلم اور جبائی سے تفسیر کرتا ہے باوجودیکہ قرآن و حدیث میں اکا مستند کوئی نہیں اور نہ قرآن و حدیث سے انکو توافق ہے۔ اور جو تفسیر ان آیات کی حدیث میں یا اقوال سلف میں آچکی ہے اس کو تفسیر قرآن نہیں مانتا۔

ایسا ہی مفسر جدید نے رسالہ الکلام المبین کی فصل اوّل کے صفحہ ۳ میں یہ سوال کیا ہے کہ قرآن مجید سمجھنے کا طریق کیا ہے اور اسکا وہی جواب دیا ہے جو فصل اول آیات متشابہات میں دیا ہے پھر فصل دوم کے صفحہ ۵ میں سلف کی تفسیر کے متعلق اصول حدیث سے یہ اقوال نقل کئے ہیں کہ صحابی کا

قول و فعل حجت نہیں اور انکی تفسیر حجت نہیں بجز اس تفسیر کے جو شان نزول آیت کے متعلق ہو۔ اور پھر صحابہ و تابعین کا اختلاف تفسیر بعض آیت قرآن میں نقل کیا ہے۔ پھر صفحہ ۱۱ میں کہا ہے۔ مذکورہ بالا عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ سلف صالحین میں بھی یہی طریق تھا کہ ہر ایک عالم بپابندی قواعد تفسیر قرآن شریف کے معنے کرتے تھے اور تفسیر کے فن میں کوئی متاخر کسی متقدم کے قول کو بذاتِ خود سند نہیں سمجھتا تھا۔ پھر صفحہ ۱۲ میں کہا ہے۔ اگر کسی صاحب کو خدا سمجھ عطا کرے تو بپابندی اصول تفسیر وہ بھی تفسیر کر سکتا ہے۔ خواہ ان اقوال کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ پھر اسکی فصل سوم پر صفحہ ۱۵ یہ سوال کیا ہے کہ کسی گمراہ شخص یا فرقہ کی کسی سچی اور مدلل بات کا تسلیم آنا بھی جائز ہے یا نہیں پھر اس کا جواب یہ دیا ہے کہ تنگ دل کہا کرتے ہیں کہ چونکہ یہ قول فلاں فلاں معتزلی یا شیعہ کا ہے اسلئے ہم اس کو غلط جانتے ہیں۔ پھر یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ حق جہاں پاؤ وہاں سے لیلو۔ گو شیعہ یا معتزلی کا قول ہو اور اسپر خاکسار کا یہ عمل کہ مسٹر بلنٹ کا ایک قول حق لے لیتا اور یہ قول کہ کسی بھی بات میں دوسرے کے مذہب کے توافق رکھنا اپنے مذہب سے نکلنے کا موجب نہیں ہو سکتا شاہد ٹھہرایا اور بخاری وغیرہ محدثین کا یہ عمل کہ وہ خوارج و شیعہ وغیرہ کی احادیث قبول کر چکے ہیں۔

حضرات منصفین ان فصول میں بھی مفسر جدید نے اپنا وہی مذہب ظاہر کیا ہے۔ نسول ثلاثہ رسالہ آیات متشابہات سے ظاہر ہو چکا ہے۔ ان فصول کے مضامین کی نسبت یہ بات واجب العرض ہے کہ کسی اہلحدیث کے نزدیک تو دونوں رسائل کی پہلی فصلوں کے اس مضمون سے انکار ہے کہ قرآن عربی زبان ہے اور اسکا سمجھنا عربی زبادانی کے سوا نہیں ہو سکتا ہے۔ اور نہ پہلے رسالہ

کی تیسری اور دوسرے رسالہ کی دوسری فصل کے اس مضمون سے انکار ہے کہ
صحابہ وتابعین کے اقوال وآرائے مختلفہ حجت شرعی نہیں ہیں۔ اور نہ دوسرے
رسالہ کی تیسری فصل کے اس مضمون کی نسبت اختلاف وانکار ہے کہ جو حق
ہم کو حقانی وسائل سے پونچے اور اسپر ہمارا دین شاہد ہو وہ غیر حقانی
اشخاص کے منہ سے نکلے تو اس کو قبول کر لیا جاوے۔

محل اختلاف تو فصل دوم رسالہ اول وفصل سوم ہر دو رسالہ ہیں صرف دو امر ہاں
اول یہہ کہ جو قرآن مجید کی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بسند صحیح
ثابت ہو وہ آور معانی لغویہ سے مقدم ہے یا نہیں۔

دوم یہہ کہ مختلف آثار واقوال صحابہ وتابعین جو تفسیر قرآن میں مروی
ہوں اور شہادت محاورہ ولغت عربی اُنپر موجود ہو تو وہ باوجود حجت شرعی
نہ ہونے کے ان اقوال متاخرین اہل بدعت واہواسے جنپر بجز انکے فہم اجتہاد
کے کوئی دلیل کتاب وسنت سے نہ ہو۔ تو وہ باوجود حجت شرعی نہ ہونے کے
ان اقوال متاخرین اہل بدعت واہواسے جنپر بجز انکی فہم واجتہاد کے کوئی
دلیل کتاب وسنت سے نہو احق بالقبول واقدم ہیں یا نہیں مفسر جدید اور انکے اعوان انصار نے
ان دونو سوالوں کا جواب بشق نفی دیا ہے* اور انکے مخالف اہلحدیث جن
میں یہ خاکسار بھی داخل ہے بشق اثبات دیا ہے اور انکے خیال میں یہی
اہل حدیث کا مذہب ہے۔ اسکے ثبوت میں وہ اقوال محدثین ومفسرین کے
ایسے اقوال کو پیش کرتے ہیں۔ جن کو مفسر جدید بھی مان چکے ہیں تا انکے
سامنے وہ اقوال پیش کئے جاتے ہیں۔ خدا کرے آپ حضرات بھی وہ
اقوال توجہ سے سنیں اور داد انصاف دیں۔ وہ اقوال تفسیر اتقان
میں منقول ہیں۔ جنکو مفسر جدید نے تین دفعہ قبول کیا ہوا ہے اور اپنا

* یعنی حدیث نبوی کو معانی لغویہ پر اور اقوال صحابہ کو اقوال معتزلہ پر کوئی ترجیح نہیں ہے اگر معانی لغویہ اور اقوال

حکم بنایا ہوا ہے۔ اولاً بخطاب علمائے امرتسر بتاریخ ۲۰ رمضان ۱۳۲۱ھ (کلام المبین صفحہ ۴ ملاحظہ ہو) ثانیاً خاکسار کے استفسار کے جواب میں بتاریخ ۳ محرم ۱۳۲۲ھ (قلمی دستخطی تحریر مفسر جدید موجود ہے) ثالثاً تفسیر اتقان کے نوع ۷۸ میں بصفحہ ۵۳۵

النوع الثامن والسبعون معرفة شروط المفسر وآدابه - قال العلماء من اراد تفسیر الکتاب العزیز طلبه اولاً من القرآن فما اجمل منه فی مکان فقد فسر فی موضع آخر وما اختصر فی مکان فقد بسط فی موضع آخر وقد الف ابن الجوزی کتاباً فی ما اجمل فی القرآن فی موضع وفسر فی موضع آخر منه واشرت الی امثلة منه فی نوع المجمل فان اعیاه ذلک طلبه من السنة فانها شارحة للقرآن وموضحة له وقد قال الشافعی کل ما حکم به رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فهو مما فهمه من القرآن قال تعالے انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ فی آیات اخر وقال صلے اللہ علیہ وسلم الا انی اوتیت القرآن ومثله معه یعنی السنة فان لم یجده فی السنة رجع الی اقوال الصحابة فانهم

کہا ہے۔ کہ جو شخص تفسیر قرآن کا ارادہ رکھے وہ پہلے اسکو قرآن ہی سے تلاش کرے کیونکہ جو آیت قرآن مجمل ہے دوسری جگہ اس کی تفسیر ہو چکی ہے۔ اس تلاش سے وہ تھک جائے۔ تو پھر وہ تفسیر قرآن حدیث سے تلاش کرے۔ کیونکہ حدیث قرآن کی شرح و تفسیر کرتی ہے۔ امام شافعی نے کہا ہے جو کچھ رسول خدا نے فرمایا ہے اسکو قرآن ہی سے سمجھکر فرمایا ہے (چنانچہ) خداتعالے نے کہا ہے ہمنے (اے رسول اللہ) تیری طرف قرآن اس لئے نازل کیا کہ تو خدا کے سمجھانے سے لوگوں میں فیصلہ کرے ایسی ہی اور آیات ہیں اور خود آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ میں قرآن دیا گیا ہوں اور مثل قرآن اسکے ساتھ یعنے حدیث۔ پھر اگر حدیث میں بھی تفسیر قرآن نہ پائے تو قول اصحاب

ادری بذلك لما شاهدوه من القرآن والاحوال عند نزوله ولما اختصوا به من الفهم التام والعلم الصحيح والعمل الصالح وقد قال الحاكم فى المستدرك ان تفسير الصحابى الذى شهد الوحى والتنزيل له حكم المرفوع وقال الامام ابو طالب الطبرى فى اوائل تفسيره القول فى آداب المفسر اعلم ان من شروطه صحة الاعتقاد اولا ولزوم سنة الدين فان كان مغموصا عليه فى دينه لا يؤتمن على الدنيا فكيف على الدين ثم لا يؤتمن على الدين على اخبار من عالم فكيف يؤتمن فى الاخبار عن اسرار الله ولانه لا يؤمن ان كان متهما بالالحاد ان يبتغى الفتنة ويغر الناس بلية وخداعة كدأب الباطنية وغلاة الرافضية. وان كان متهما بالهوى لم يؤمن ان تحمله هواه على ما يوافق بدعته كدأب القدرية فان احدهم يصنف الكتاب فى التفسير ومقصوده منه الايضاح خلال المساكين ليصدهم عن اتباع السلف ولزوم طريق الهدى ويجب ان يكون اعتماده على النقل عن النبى صلى الله عليه وسلم وعن

نبوی کیطرف رجوع کرے۔ کیونکہ وہ تفسیر قرآن خوب جانتے تھے۔ انہوں نے نزول قرآن کے مواقع اور حالات کا مشاہدہ کیا۔ اور وہ پورے فہم اور صحیح علم قرآن اور نیک عمل سے خصوصیت رکھتے تھے۔ حاکم (امام محدث) نے مستدرک میں کہا ہے تفسیر صحابی جسنے وحی کا اور اسکے مواقع نزول کا ملاحظہ کیا ہو۔ ایسی ہے جیسی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر۔ امام ابوطالب طبری نے اپنی تفسیر کے شروع میں اداب و شروط مفسر کے بیان میں کہا ہے کہ تو جان رکھ۔ کہ شروط تفسیر سے (پہلی) شرط یہ ہے کہ مفسر صحیح الاعتقاد ہو اور سنت کا التزام کرنیوالا ہو اور اگر ایسا ہو کہ اسکے دین میں ہوائے نفس میں ڈوبنے کا شبہ ہو۔ تو اسپر امور دنیاوی میں امن و اعتماد نہیں ہوتا چہ جائیکہ دین ہو۔ اور جب اسپر دنیاوی خبروں میں امن و اعتماد نہو تو اسرار الٰہی (تفسیر قرآن) میں کیونکر اعتماد ہو اور مفسر پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ تفسیر میں

اصحابه ومن عاصرهم ويتجنب المحدثات واذا تعارضت اقوالهم وامكن الجمع بينهما فعل نحوان يتكلم على الصراط المستقيم واقوالهم فيه ترجع الى شئ واحد فيما خذ منها ما يدخل فيه الجميع فلا تنافى بين القرآن وطريق الانبياء وطريق السنة وطريق النبى صلى الله عليه وسلم وطريق ابى بكر وعمر فان هذه الاقوال افردة كان حسنا وان تعارضت رد الى ما ثبت فيه سمع وان لم يجد سمعا وكان للاستدلال طريق الى تقوية احدها رجح ما قوى الاستدلال فيه

احادیث نبوی اور اقوال صحابہ پر اعتماد کرے اور اگر ان میں تعارض واختلاف ہو تو ان میں سے وہ بات اختیار کرے جو جملہ اقوال میں پائی جاتی ہو اس لیے کہ قرآن و انبیاء و صحابہ کے طریق میں حقیقۃ فرق نہیں ہوتا۔ اور اگر اسکو ان اقوال میں تعارض معلوم ہو تو وہ قول اختیار کرے جسپر نقلی دلیل پائی جاتی ہو۔ اور اگر کسی قول پر نقلی دلیل نہ ملے تو (بدرجہ آخر) عقلی دلیل کیطرف رجوع کرے۔ امام ابوطانب کا قول ختم ہوا۔

پھر اسکے صفحہ ۵۳۶ میں کہا ہے۔ کہ شیخ ابن تیمیہ نے اس کتاب میں

قال ابن تيمية فى كتاب الفرقان هذا النوع يجب ان يعلم ان النبى صلى الله عليه وسلم بين لاصحابه معانى القرآن كما بين لهم الفاظه فقوله تعالى لتبين للناس ما نزل اليهم يتناول هذا و هذا وقد قال ابو عبد الرحمن السلمى حدثنا الذين كانوا يقرؤن القرآن كعثمان بن عفان وعبد الله بن مسعود وغيرهما انهم كانوا اذا تعلموا من النبى

جو اس نوع میں تالیف کی ہے کہا ہے کہ یہ بات معلوم کرنا واجب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو قرآن کے معنے بھی سکھائے ہیں۔ جیسے الفاظ قرآن سکھائے ہیں۔ خدا کا یہ ارشاد کہ (تو قرآن کو لوگوں کے سامنے بیان کر دے) دونوں قسم لفظی و معنوی بیان کو شامل ہے ابو عبد الرحمان سلمی نے کہا ہے کہ حضرت عثمان و عبد اللہ بن مسعود جیسے صحابہ

صلی الله علیه وسلم عشر آیات لم یتجاوزوها حتی یتعلموا ما فیها من العلم والعمل جمیعًا ولهذا کانوا یبقون مدة فی حفظ السورة وقال انس کان الرجل اذا قرأ البقرة وآل عمران جد فی اعیننا. رواه احمد واقام ابن عمر فی حفظ البقرة ثمان سنین رواه مالک

جو قرآن پڑھتے تھے۔ وہ دس آیت پڑھکر آگے نہ چلتے جبتک ان کا علم و عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھ نہ لیتے اور وہ فرماتے کہ آنحضرت صلعم ہمکو علم وعمل سب کچھ سکھاتے تھے۔ اسلئے وہ ایک سورۃ کے یاد کرنے میں ایک مدت لگا دیتے۔ حضرت انس (صحابی) نے فرمایا ہے کہ ہم میں سے جب کوئی صحابی سورہ بقر وآل عمران پڑھ لیتا تو ہماری نظروں میں بزرگ سمجھا جاتا۔ اس روایت کو امام احمد نے نقل کیا ہے۔ حضرت ابن عمر کو سورہ بقر کے سیکھنے میں آٹھ برس لگے اس روایت کو مؤطا میں نقل کیا ہے۔

(حضرات منصفین اور تمام ناظرین آپ غور کریں اور داد انصاف دیں۔ کہ تفسیر قرآن کا مناط ومدار صرف لغت ومحاورہ عرب پر ہوتا۔ تو صحابہ عظام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایک سورۃ کے سیکھنے میں سالہا سال کیوں لگ جاتے۔ لغت عرب تو اُن کی مادری زبان تھی۔)

اور اس کتاب کے صفحہ ۵۳۷ میں کتاب شیخ تیمیہ کی ایک اور فصل نقل کی ہے

والاختلاف فی التفسیر علی نوعین منها ما مستنده النقل فقط ومنها ما یعلم بغیر ذلک والمنقول اما عن المعصوم او غیره ومنه ما لا یمکن ذلک وهذا القسم الذی لا یمکن معرفة صحیحه من ضعیفه عامته مما لا فائدة

جسمیں یہ بیان ہے۔ کہ قرآن کی تفسیر میں جو اختلاف ہوتا ہے وہ دو قسم ہے ایک قسم وہ جسکی سند نقل سے ملتی ہے اور دوسری قسم وہ جسکی سند (نقل نہیں) عقل ہے۔ قسم اول کی نقل یا تو معصوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا جملہ صحابہ و

فيه ولا حاجة لنا الى معرفته ذلك
كاختلافهم في لون كلب اصحاب
الكهف واسمه وفي البعض الذي ضرب
به القتيل من البقرة وفي قدر سفينة
نوح وخشبها وفي اسم الغلام الذي
قتله خضر عليه السلام ونحو ذلك
فهذه الامور طريق العلم بها النقل
فما كان منه منقولا نقلا صحيحا عن
النبي صلى الله عليه وسلم قبل وما لا بان
نقل من اهل الكتاب ككعب ووهب وقف
على تصديقه لقوله صلى الله عليه وسلم
اذا حدثكم اهل الكتاب فلا تصدقوهم
ولا تكذبوهم وكذا ما نقل عن التابعين
وان لم يذكروا انه اخذه عن اهل الكتاب
فاذا اختلف التابعون لم يكن بعض
اقوالهم حجة على بعض وما نقل عن
الصحابة فالنفس اليه اسكن مما نقل عن
التابعين لاحتمال ان يكون سمعه من
النبي صلى الله عليه وسلم او من بعض من سمعه
منه ولان نقل الصحابة عن اهل
الكتاب اقل من نقل التابعين ومع

تابعین (جو کسی امر میں اتفاق رکھتے ہوں)
سے ہوگی یا غیر معصوم سے (صحابہ و تابعین
سے جبکہ باہم مختلف ہوں) اور بعض
قسم تفسیر ایسا ہے جس کا علم یقینی ممکن
نہیں۔ اسی قسم سے ان کا اس قسم کا
اختلاف ہے کہ اصحاب کہف کے کتے کا
رنگ و نام کیا تھا۔ اور مقتول بنی اسرائیل
کو گائے کا کونسا ٹکڑا مارا گیا تھا۔ اور
کشتی نوح کس قدر تھی۔ اور حضرت خضرؑ کے
مقتول غلام کا نام کیا تھا۔ اس قسم کے
صحیح یا غیر صحیح جاننے کا عموماً کچھ فائدہ
نہیں۔ اور نہ اسکی حاجت ہے۔ ان امور نقلیہ
کی تسلیم کا طریق نقل ہی ہے۔ پس اگر وہ
نقل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے
تو لائق قبول ہے۔ ورنہ جو اہل کتاب سے
منقول ہو چنانچہ کعب احبار و وہب
(تابعی) ان سے نقل کرتے ہیں اسکی
تصدیق چاہئے نہ تکذیب ایسی ہی وہ
نقل جو صرف تابعین سے ہو جس کا
وہ منقول ہونا اہل کتاب سے بیان نہ
کریں۔ اور جب تابعین کا باہم اختلاف

جزم الصحابی بما یقوله کیف یقال
انه اخذه عن اهل الکتاب قد نهوا عن
تصدیقهم واما القسم الثانی الذی
یمکن معرفة الصحیح منه فهذا موجود
کثیرًا ولله الحمد- وان قال الامام
احمد ثلثة لیس لها اصل التفسیر و
الملاحم والمغازی وذٰلک لان الغالب
علیها المراسیل واما ما یعلم بالاستدلال
لا بالنقل فهذا اکثر ما فیه الخطاء من
جهتین حدثتا بعد تفسیر الصحابة و
التابعین وتابعیهم باحسان فان
التفاسیر التی یذکر کلام هٰؤلاء فیه
صرفًا لا یکاد یوجد منها شئ من هاتین
الجهتین مثل تفسیر عبد الرزاق و
الفریابی ووکیع واسحٰق وامثالهم
احدهما قوم اعتقدوا معانی ثم ارادوا
حمل الفاظ القرآن علیها- والثانی قوم
فسروا القرآن بمجرد ما یسوغ ان یریده
من کان من الناطقین بلغة العرب
من غیر نظر الی المتکلم بالقرآن و
المنزل علیه والمخاطب به فالاولون

ہو تو ایک کا قول دوسرے کے لئے
لائق سند نہیں ہوتا اور جو تفسیر صحابہ
نبوی سے بنقل صحیح منقول ہو اسکی
طرف نقل تابعین کی نسبت زیادہ
سکون و میلان ہوتا ہے کیونکہ صحابی
کا آنحضرتؐ سے سننا یا آنحضرت صؐ کے
دیکھنے سننے والوں سے سننا اقوی امر
ہے- اور صحابہ کا اہل کتاب سے روایت
نقل کرنا بہت کم ہوا ہے- صحابہ کو اہل
کتاب کی تصدیق سے ممانعت ہوچکی
تھی- تو پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ انہوں
نے اہل کتاب سے روایت لی ہو-
باوجودیکہ جو وہ بیان کریں یقین
سے کرتے ہوں- قسم ثانی جس کی
صحت کا علم ممکن ہے (خدا کا شکر ہے)
کہ اس کا اکثر حصہ موجود ہے- اگرچہ
امام احمد نے یہ کہہ رکھا ہے- کہ تین
چیزوں (تفسیر- فتن- جنگ ناموں)
کی کوئی اصل نہیں- اس سے ان کی
مراد یہ ہے کہ ان امور میں اکثر
روایات بلا سند صحابہ مروی ہوتی ہیں

راعوا المعنے الذی رأوه من غیر
نظر الی ما یستحقہ الفاظ القرآن
من الادلۃ والبیان - والآخرون
راعوا مجرد اللفظ وما یجوز ان
یرید بہ العربی من غیر نظر
الی ما یصلح للمتکلم وسیاق الکلام
ثم ھؤلاء کثیرًا ما یغلطون فی
احتمال اللفظ لذلک المعنے کما
یغلط فی ذلک الذین قبلھم کما
ان الاولین کثیرًا ما یغلطون فی
صحۃ المعنے الذی فسروا بہ القرآن
کما یغلط فی ذلک الآخرون و
ان کان نظر الاولین الے المعنے
اسبق ونظر الآخرین الے اللفظ
اسبق والاولون صنفان تارۃ
یسلبون لفظ القرآن ما دل علیہ
وارید بہ وتارۃً یحملونہ علے ما لم
یدل علیہ ولم یرد بہ وفی کلام

اور جو تفسیر صرف عقلی استدلال سے
ہو (نہ منقول روایت) یہ اکثر اسی طرح کی
ہے - جسمیں دو طریق سے خطا واقع ہوتی
ہے - یہ دونوں طریق بعد زمانہ صحابہ
وتابعین تبع تابعین پیدا ہوئے
ہیں - کیونکہ جن تفاسیر میں صرف
صحابہ وتابعین تبع تابعین کے اقوال
بیان ہوتے ہیں جیسے تفسیر عبد الرزاق
ووکیع واسحق وغیرہ ہے - ان میں
ان دونوں طریق کا وجود پایا نہیں
جاتا - ان دو طریق سے ایک طریق
یہ ہے کہ بعض لوگ (پہلے) اپنے
اعتقادی (عقلی) معنے دل میں ٹھہرا
لیتے ہیں - پھر الفاظ قرآن کو ان
معانی پر لگا لیتے ہیں وہ یہ لحاظ
نہیں کرتے کہ الفاظ قرآن اور اسکا
بیان کس معنے کا مستحق ہے - دوسرا *
طریق یہ ہے کہ بعض لوگ الفاظ قرآن

* یہ دونوں طریق ہمارے مفسر جدید سرسید کے شاگرد غیر رشید نے اختیار کئے
ہیں - ایک معنے اپنے اعتقاد سے گھڑ کر ان معنے کے لئے الفاظ قرآن تلاش کرکے
ان الفاظ کے معنے ایسے بیان کرتے ہیں جو مجرد لغت عرب سے قطع نظر متکلم ومخاطب

(باقی بر صفحہ ۱)

الا مرین قد یکون ما قصدوا نفیہ واثباتہ من المعنی باطلاً فیکون خطاءھم فی الدلیل والمدلول وقد یکون حقاً فیکون خطاءھم فی الدلیل لا فی المدلول فالذین اخطاء وافیہما مثل طوائف من اھل البدع اعتقد وامذاھب باطلۃ

کے وہ معنے کرتے ہیں جو صرف زبان عرب کے الفاظ سے مراد لئے جاسکیں۔ اس میں نہ تو یہ دیکھا جاوے کہ اس کا متکلم کون ہے اور نہ یہ کہ اسکا مخاطب کون ہے اور نہ یہ کہ وہ کلام کس شخص پر نازل ہوا۔ پس اس طریق والوں کو تو اپنے مرادی واعتقادی معنی کی رعایت ولحاظ ہوتا ہے یہ لحاظ نہیں ہوتا کہ الفاظ

مراد لئے جاسکیں اس عربی مفسر سے بڑھکر دلاور وشیر بہادر وہ ہندی مفسر ہیں جو معنے الفاظ قرآن بیان کرنے میں لغت عرب کی بھی کچھ پروا نہیں رکھتے۔ جیسے داڑھی منڈوانے والے ہندی مفسر آیت کلا سوف تعلمون سے اپنے فعل کا جواز نکالتے ہیں۔ اور کسی پیاز کھانے والے مفسر نے اپنے فعل کا جواز التحیات للہ کے کلمہ والصلوات سے نکالا تھا۔ چنانچہ صفحہ ۳۱۸ جلد ۱۹ میں مذکور ہوا۔ اور ایک بھلے مانس ہندی مفسر نے اپنے یک چشم مخاطب کو برا کہا۔ اور اسکا ثبوت آیت کان من الکافرین سے نکالا اور یہ شعر پیش کیا ؎

کانا جو کرے سخن اسکا نہ کر تو یقین + لکھا ہے قرآن میں کان من الکافرین

ہمارے اور ہر ایک منصف مزاج کے خیال میں تو وہ جو نص حدیث صحیح نبوی کی شہادت سے کسی آیت کی مراد و تفسیر مقرر و متعین ہوجانے کے بعد اس آیت کی تفسیر و مراد بیان کرے برخلاف لغت عرب کرے اور وہ مفسر جو کسی آیت کے لفظ عربی کو ہندی سمجھکر اسکے ہندی معنے کرے دونوں یکساں ہیں یہ ہندی مفسر الفاظ قرآن کا مخالف ہے۔ تو وہ عربی مفسر معنے و مراد قرآن کا مخالف ہے اگر یہ ہندی مفسر خدا تعالے سے ہنسی کرتا ہے تو وہ عربی مفسر رسول کی تکذیب کا مرتکب ہے۔ فعلیہ ما علیہ۔

دیکھو حاشیہ صفحہ سابق ۲۰۵

عمدوا الی القرآن وتاولوه علی رائیهم ولیس لهم سلف من الصحابة والتابعین لا فی رائیهم ولا فی تفسیرهم وقد صنفوا تفاسیر علی اصول مذهبهم مثل تفسیر عبد الرحمن بن کیسان وعبد الجبار والرمانی والزمخشری امثالهم ومن هؤلاء من یکون حسن العبارة یدلس البدعة فی کلامه کصاحب الکشاف وغیره حتی انه یروّج علی خلق کثیر من اهل السنة کثیرًا من تفاسیرهم الباطلة وتفسیر ابن عطیة وامثاله اتبع للسنة اسلم من البدعة ولو ذکر کلام المأثور عنهم علی وجهه لکان احسن فانه کثیرًا ما ینقل من تفسیر ابن جریر الطبری وهو من اجل التفاسیر واعظمها ثم انه یدع ما ینقله ابن جریر عن السلف ویذکر ما یزعم انه قول المحققین وانما یعنی به طائفة من اهل الکلام

قرآن اور انکے مفہوم و بیان کے مستحق کون سے معنے ہیں۔

دوسرے طریق والوں کو صرف الفاظ قرآن اور انکے مراد کا جو ایک عربی بولنے والا مراد ٹھہراسکے لحاظ ہوتا ہے یہ لحاظ نہیں ہوتا کہ قرآن کے متکلم اور اس کلام کی روانگی کے مناسب حال کونسے معنے ہیں۔ پہر اس طریق دوم کے لوگ بہت دفعہ ایسی غلطی کرتے ہیں کہ جو معنے وہ کرتے ہیں ان کا الفاظ قرآن میں احتمال ہی نہیں ہوتا۔ جیسکہ اس غلطی میں پہلے طریق والے بھی مبتلا ہوجاتے ہیں۔ اور پہلے طریق والے اپنے اعتقادی معنی کی تفسیر کو صحیح سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں۔ جیسے کہ یہ غلطی دوسرے طریق والے بہی کرتے ہیں۔ پہلے طریق والوں کی نگاہ اپنے اعتقادی معنوں کی طرف سبقت کرتی ہے۔ دوسرے طریق والوں کی نگاہ الفاظ کی طرف دوڑتی ہے۔

پہلے طریق والے پہر دو قسم ہوتے ہیں کبہی تو وہ قرآن کے اصلی مفہوم و مراد کی

الذین قرروا اخوالهم بطریق
من جنس ما قررت به المعتزلة
اصولهم وان کانوا اقرب
الی السنة لکن ینبغی ان یعطی
کل ذی حق حقه فان الصحابة
والتابعین والائمة اذا کان
لهم فی الآیة تفسیر وجاء
قوم فسروا الآیة بقول اخر
لاجل مذهب اعتقدوه
وذلك المذهب لیس من مذهب
الصحابة والتابعین صار
مشارکاً للمعتزلة وغیرهم
من اهل البدعة فی مثل هذا
وفی الجملة من عدل عن مذاهب
الصحابة والتابعین فی التفسیر الی
ما یخالف ذلك کان مخطئاً بل
مبتدعاً لانهم کانوا اعلم
بتفسیره ومعانیه کما انهم
کانوا اعلم بالحق الذی بعث
الله به رسوله - واما الذین
اخطاءوا فی الدلیل لا فی

نفی کرتے ہیں اور کبھی اصلی معنی کی نفی
نہیں کرتے بلکہ اس سے علاوہ اور معنی مراد
ٹھہراتے ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں کبھی
تو انکا مقصود اصلی معنوں کی نفی سے اور اپنے
اعتقادی معنوں کے اثبات سے ایک باطل مدعا
ہوتا ہے۔ اس حالت میں دلیل و مدعا دونوں میں
ان سے خطا واقع ہوتی ہے اور کبھی انکا مقصود
ایک امر حق ہوتا ہے۔ اس صورت میں انکی خطا
صرف دلیل میں ہوتی ہے۔ انکی مثال وہ اہل
بدعت ہیں جنہوں نے مذاہب باطلہ کا اعتقاد
کیا۔ پھر قرآن کیطرف متوجہ ہو کر ان مذاہب کے
موافق آیت قرآن کی کوئی تاویل کرلی۔ ان
اہل بدعت کا اس فعل میں صحابہؓ تابعینؒ کوئی
امام نہیں ہے۔ نہ انکی رائے و اعتقاد میں اور نہ
انکی تفسیر قرآن میں۔ انہوں نے اپنے مذہب کے
اصول پر تفسیریں تالیف کی ہیں جیسے تفسیر
عبدالرحمن بن کیسان اور تفسیر جبائی و تفسیر
زمخشری وغیرہ۔ ان لوگوں میں ایسے لوگ بھی
ہیں جو عمدہ عبارت آرائی کرکے اپنے کلام میں
بدعات ٹھونس چکے ہیں اور اکثر سادہ لوح انسان
کو نہیں پہچانتے۔ انہوں نے عبارت آرائی سے

* اسکی مثال مفسر جدید کی تفسیر آیت کرشہ ہے صفحہ ۲۲۱ جلد ۱۰ و صفحہ ۱۴۵ جلد ہذا ملاحظہ ہو۔

المدلول فمثل کثیر من الصوفیۃ والوعاظ والفقہاء یفسرون القرآن بمعانی صحیحۃ فی نفسہا لکن القرآن لایدل علیہا مثل کثیرۃ مما ذکرہ السلمی فی الحقائق وان کان فیما ذکروہ معانی باطلۃ دخل فی القسم الاول انتہی کلام ابن تیمیۃ ملخصًا وہو نفیس جدًا۔ قال الزرکشی فی البرہان للناظر فی القرآن لطلب التفسیر ماخذ کثیرۃ امہاتہا اربعۃ۔ الاول النقل عن النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وہذا ہو الطراز المعلم ولکن

بہت سے اہل سنت میں اپنی تفسیروں کو مروج کیا ہے۔ ابن عطیہ کی تفسیر سنت کے موافق ہے اور بدعت سے محفوظ۔ اگر وہ کلام سلف کو اسیمیں ذکر کرتا اور اقوال اہل کلام کو اسمیں ذکر نہ کرتا تو خوب ہوتا مگر وہ بہت جگہ تفسیر ابن جریر سے (جو اور تفسیروں سے بڑی عالی قدر تفسیر ہے) تفسیر سلف نقل کرتا ہوا اسے چھوڑ دیتا ہے اور اسکی جگہ بزعم خود ان محققین کا (جس سے اسکی مراد متکلمین ہوتے ہیں) کلام ذکر کر دیتا ہے جنہوں نے اپنا اصول۔ اصول مذہب معتزلہ کے قریب قریب مقرر کیا ہے۔ اگرچہ وہ متکلمین معتزلہ کی نسبت سنت کیطرف قریب ہوتے ہیں۔ لیکن مناسب یہ تہا کہ ہر ایک حقدار کا حق پورا دیا جاتا (یعنے مذاہب سلف صحابہ کو کہیں بہی نہ چہوڑا جاتا) اور جبکہ صحابہ و تابعین و ائمہ صالحین کی تفسیر کسی آیت میں موجود ہو۔ اور پہر کوئی فرقہ اس آیت کی تفسیر اپنے مذہب کے (جو صحابہ و تابعین کا مذہب نہو) موافق کرے۔ تو وہ اس تفسیر میں معتزلہ وغیرہ اہل بدعت کا شریک ہوگا۔ الحاصل جو شخص صحابہ و تابعین کی تفسیر سے عدول کرے اور ایسی تفسیر اختیار کرے جو تفسیر جملہ صحابہ و تابعین کے مخالف ہو۔ وہ خطا کار بلکہ مبتدع ہوگا کیونکہ صحابہ تفسیر و معنی قرآن کے بہت جاننے والے اور اس حق کو جسکے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہیجے گئے تہے خوب پہچانے والے تہے [illegible] دلیل میں خطا کرتے ہیں۔ نہ مدعا میں اسکی مثال بہت سے صوفی اور واعظ ہیں جو قرآن کی تفسیر میں ایسی باتیں بیان کرتے ہیں جو بجائے خود تو صحیح ہوتی ہیں مگر وہ الفاظ قرآن سے ثابت نہیں ہوتیں۔ ایسے معنی بہت سے ابو عبدالرحمن سلمی کی تفسیر حقائق میں بیان ہوئے ہیں۔

ﷺ اس سے کوئی یہ نہ سمجہے کہ اس تفسیر میں جو کچہ منقول ہے صحیح ہے صفحہ ۲۳۶ جلد ہذا میں اس تفسیر کا حال پڑہو

یجب الحذر من الضعیف منہ والموضوع فانہ کثیر الثانی الاخذ بقول الصحابی	شیخ ابن تیمیہ کا کلام ختم ہوا۔ صاحب اتقان نے اسکے حق میں فرمایا ہے کہ یہ کلام نہایت نفیس ہے۔ اور اسکے صفحہ ۳۹ و ۵۴۰ میں کہا ہے کہ زرکشی نے کتاب برہان میں فرمایا ہے۔ کہ تفسیر قرآن کے محل اخذ و طلب بہت ہیں جن کے اصول چار ہیں (پہلا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل ہے یہ بڑا عالیشان دار شان ہے۔ لیکن اس میں واجب ہے کہ حدیث موضوع و ضعیف سے بچے۔ دوسرا ماخذ اقوال صحابہ ہیں انکی تفسیر محدثین کے نزدیک

حضرات منصفین آپ ہی اس کلام شیخ ابن تیمیہ کو حق و نفیس سمجھیں تو داد حق دیکر کہیں کہ مفسر جدید کے وہ نمبر جنکو آپنے غلط قرار دیا ہے اور وہ نمبر جنکو صحیح مان لیا ہے اور وہ نمبر جنسے تعرض نہیں کیا سب کے سب کیا اصول معتزلہ پر مبنی نہیں ہیں کہ تفسیر قرآن بمجرد لغت بلا لحاظ موافقت سنت و آثار سلف امت جائز ہے۔ اگر مفسر جدید اس تفسیر سے رجوع نکرے تو کیا پھر بھی وہ اصول معتزلہ کا ملتزم نہ کہلائیگا۔ اور یہ بھی خدا کو حاضر و ناظر جانکر فرما دیں کہ اگر آپ لوگوں کے نزدیک یہ کلام شیخ ابن تیمیہ حق و نفیس ہے۔ اور صاحب اتقان محدث نے بھی

اسکو مان لیا ہے تو پھر صرف لغت عرب کی نظر سے بلا مراجعت حدیث و آثار بلکہ برخلاف آثار قرآن کریم کی تفسیر کو جائز رکھنا کیا مذہب طریق محدثین قرار پاسکتا ہے؟ نہیں تو امرتسری مفسر جدید کا اپنے اس طریق کو کہ وہ آیت کوثر و آیت مسجد تقوی۔ و آیت طیور ابراہیم علیہ السلام و آیت تطہیر وغیرہ آیات قرآن کو بزعم خود صرف لغت و سیاق کی دست آویز سے اپنے خیالی معانی سے تفسیر کرتا ہے۔ اور جو تفسیر ان آیات کی احادیث صحیح اور آثار سلفیہ میں وارد ہے۔ انکی تفسیر قرآن ہونے سے کھلے بند انکار کر چکا ہے۔ چنانچہ نصیحت نامہ نمبر ۳ و ۴۔ اور خط اسمی حافظ عبد اللہ صاحب میں ثابت کیا گیا ہے۔ وہ طریق کیا مستر لہ (خذلہم اللہ) کس مردود و ملعون محدث کا طریق ہے۔ اس سوال کا جواب مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری بھی دیں جنہوں نے اپنے اعلان میں اسکو اہلحدیث میں داخل کر لیا ہے۔ اور بعد اخراج از اہلحدیث اس کو سینہ سے لگا لیا ہے۔

اے حضرات! ہمارے لئے آپکے پاؤں گور میں لٹکے ہوئے ہیں موت کو اور بعد الموت خدا کو

فان تفسيره عندهم بمنزلة
المرفوع الى النبی صلی اللہ علیہ وسلم
كما قاله الحاكم فی المستدرك
وقال ال[illegible]ب من الحنابلة
يحتمل ا[illegible] ليه انا قدمنا
ان قوله ليس[illegible]ة والصواب
الاول لانه من باب الرواية
لا الرأی- الثالث الاخذ
بمطلق اللغة فان القرآن نزل
بلسان عربی وهذا ذكره جماعة
ونص عليه احمد فی مواضع
لكن نقل الفضل بن زياد عنه انه
سئل عن القرآن يمثل له الرجل
ببيت من الشعر فقال ما يعجبنی
ذلك ظاهره المنع- قال بعضهم
فی جواز تفسير القرآن بمقتضى
اللغة روايتان عن احمد وقيل
الكراهة تحمل على من صرف

بمنزلہ تفسیر نبوی ہے۔ چنانچہ حاکم نے مستدرک میں
کہا ہے۔ ابوالخطاب حنبلی نے کہا ہے کہ اگر اقوال صحابہ
کو حجت نہ کہیں تو اقوال صحابہ کیطرف رجوع نکریں
لیکن صحیح قول یہی ہے کہ باب تفسیر میں انکے
اقوال لائق سند ہیں۔ تیسرا ماخذ لغت عرب ہے
کیونکہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور
یہی ایک جماعت کا قول ہے۔ امام احمد نے کئی
جگہ اسکی تصریح کی ہے۔ لیکن فضل بن زیاد نے
امام احمد سے نقل کیا ہے۔ کہ ان سے کسی نے
پوچھا کہ تفسیر قرآن کی تائید میں عربی شعر
پیش کرنا کیسا ہے۔ تو آپنے فرمایا مجھے یہ امر
پسند نہیں ہے جس سے ظاہراً ممانعت معلوم
ہوتی ہے۔ بعض نے کہا ہے اس باب میں
امام احمد سے دو روایتیں ہیں۔ (ایک میں جواز
ہے دوسری میں کراہت) بعض کا قول ہے کراہت
اس صورت میں ہے کہ قرآن کے ظاہری معنے
(جو عام مخاطبوں نے سمجھے ہوں) چھوڑ کر احتمالی
معنے جو عرب کے عام محاورہ و کلام میں کم پائے

کے حضور میں حاضر ہونے کو پیش نظر رکھکر جواب دیں۔ مولوی احمد اللہ صاحب آپنے دو
دفعہ یہ عبارت تفسیر اتقان میرے سامنے پڑھکر اس مفسر جدید کے طریق کو طریق
محدثین کے مخالف قرار دیا ہے پھر اسکے اس منافقانہ زبانی اقرار پر کہ محدثین کے طریق
پر احادیث نبویہ کو تفسیر قرآن مانتا ہوں جسکے مراد اسکا وہی مستحدثہ طریق ہے جو تفسیر عربی اور رسالہ
آیات متشابہات میں اسنے اختیار کیا ہوا ہے۔ اسکو سینہ سے لگا لیا ہے۔ اب تو آپکے حواس میں
فتور واقع ہو گیا ہے اور پیام اجل قریب پہنچنے والا ہے۔ آپ ہی خدا سے ڈریں اور مداہنت ترک کریں

الآیۃ عن ظاهرها الی معان خارجۃ محتملۃ یدل علیها القلیل من کلام العرب ولا توجد غالبا الا فی الشعر ویکون المتبادر خلافہ
الرابع التفسیر بما یقتضی معنی الکلام والمقتضب من قوۃ الشرع وهذا هو الذی دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابن عباس رضی اللہ عنہ حیث قال اللهم فقهہ فی الدین وعلمہ التاویل - والذی عناہ علی بقولہ الا فهما یوتاہ رجل فی القرآن ومن هٰهنا اختلف الصحابۃ فی معنی الآیۃ واخذ کل برأیہ علی مقتضی نظرہ -
ولا یجوز تفسیر القرآن بمجرد الرای والاجتہاد من غیر اصل قال اللہ تعالی ولا تقف ما لیس لک بہ علم وقال ولا تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون ولتبین للناس ما نزل الیهم اضاف البیان الیہ وقال صلی اللہ علیہ وسلم من تکلم

جاتے ہوں صرف اشعار میں مستعمل ہوتے ہوں - مراد ٹھہرایا جائے جو تھا خذ مقتضائے کلام ہے جو شریعت (کتاب و سنت) سے ماخوذ ہو - یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا سے مراد ہے جو حضرت ابن عباس رض کے حق میں فرمائی تھی کہ خدایا اس کو دین میں سمجھ عطا کر - اور یہی حضرت علی کے اس قول سے مراد ہے جو انہوں نے فرمایا کہ ہمکو وہ فہم عطا کیا گیا ہے جو مسلمان کو عطا ہوتا ہے - اسی جگہ سے صحابہ کا بعض آیات قرآن میں اختلاف ہو گیا ہے - جو کچھ کسی نے اپنے خداداد فہم سے سمجھا اسکو تفسیر قرآن میں اختیار کیا -

تفسیر قرآن صرف رائے و اجتہاد سے (جو کتاب و سنت کیطرف مستند نہو) جائز نہیں ہے - قرآن میں ارشاد ہے جس کا تجھ کو علم (کتاب و سنت سے نہو) اسکے پیچھے نہ لگ - اور ارشاد ہے جو تم (قرآن و حدیث سے نہ جانو) خدا کے ذمہ نہ لگاؤ اور ارشاد ہے تیری طرف کتاب اسلئے اتاری ہے کہ تو لوگوں کے آگے بیان کردے جو خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے - اس آیت میں بیان قرآن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے تفسیر قرآن اپنی رائے سے کی اسنے درست بات کہی تو بھی خطا کی کیونکہ وہ درستی

القرآن برایہ فاصاب فقد اخطأ اخرجه ابوداؤد والنسائی وقال من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعده من النار۔

اس بیت کی مصداق ہے ؎ گاہ باشد کہ کودکے ناداں * بغلط بر ہدف زند تیرے * اس حدیث کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے جو قرآن کی تفسیر بغیر علم (کتاب و سنت) کرے۔ وہ آگ میں اپنا ٹھکانا بنا لے۔

اور اسکے صفحہ ۱۴۰ ۵ میں ہے کہ ابن الانباری نے حدیث اوّل کے متعلق کہا ہے

قال ابن الانباری فی الحدیث الاول حمله بعض اهل العلم علی ان الرای معنی الهوی فمن قال فی القرآن ما یوافق هواه ولم یاخذه عن ائمة السلف واصاب فقد اخطأ لحکمه علی القرآن بما لا یعرف ولا یقف علی مذاهب اهل الاثر والنقل عنه۔ وقال فی الحدیث الثانی له معنیان الاول من قال فی مشکل القرآن بما لا یعرف من مذاهب الاوائل من الصحابة والتابعین هو متعرض لسخط الله و الآخر وهو الاصح من قال فی القرآن قولاً یعلم ان الحق غیره فلیتبوأ مقعده من النار۔ وکل لفظ احتمل احد المعنیین فصاعداً فهو الذی لا یجوز بغیر العلماء الاجتهاد

اس حدیث میں بعض اہل علم وہ رائے مراد بتاتے ہیں جسمیں ہوائے نفس کی پیروی پائی جائے پس جو شخص تفسیر قرآن میں وہ اقوال بیان کرے جو اسکی خواہش نفس کے مطابق ہوں اور وہ ائمہ سلف اور اہل اثر سے منقول نہوں اسنے اگر ٹھیک بات کہی ہو تب بھی خطا کی۔ اور دوسری حدیث کے متعلق کہا ہے کہ اسکے دو معنے ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن کی مشکل آیت کی وہ تفسیر کرے جو پہلے لوگوں صحابہ و تابعین کے مذاہب سے معلوم نہو۔ ایسا شخص بیشک خدا تعالیٰ کے غضب کا محل ہے۔ دوسرے معنی یہ کہ آیت قرآن کے ایک معنی حق سمجھکر (یعنے قرآن حدیث میں موجود دیکھکر) پھر دوسرے معنی (جو ایسے نہوں) اختیار کرے وہ بھی بلا ریب اپنا ٹھکانا آگ میں بنا تا ہے۔

* یہ ضرب مفسر جدید امرتسری اور اسکے امرتسری و آروی حامیوں کو ہے۔ جو اس انکار پر اسکے حامی ہیں کہ وہ آیت کی تفسیر حدیث کو نزول کو نہیں مانتا۔

پھر اسکے صفحہ ۵۴۴ میں زرکشی سے نقل کیا ہے کہ جو لفظ قرآن دو معنے یا زیادہ کا احتمال رکھتا ہو آہیں بجز علماء کسی کو اجتہاد جائز نہیں۔ علماء پر بھی آہیں یہی واجب ہے۔ کہ وہ صرف اپنی رائے سے کام نہ لیں بلکہ دلائل و شواہد (کتاب و سنت) پر اعتماد کریں پھر اگر انمیں سے ایک معنے ظاہر ہوں (دوسری خفی) تو اس لفظ کے وہی معنی ظاہری مراد ٹھہرائے بجز اسحالت کے کہ کوئی دلیل شرعی معنے خفی کو مراد بتاتی ہو اور اگر دونوں معنے متساوی ہوں اور ان دونوں میں اسکا استعمال حقیقی معنے میں ہو سکے۔ مگر ایک معنے میں وہ حقیقت لغوی یا حقیقت عرفی اور دوسرے معنے میں حقیقت شرعی بن سکے تو معنے حقیقت شرعی اس سے مراد ٹھہرانا لغوی و عرفی سے مقدم ہے۔ بجز اس حالت کے کہ کوئی دلیل فیصلہ کرے کہ وہاں معنے حقیقت لغوی مراد ہے۔ جیسے اس آیت میں جسکا ترجمہ یہ ہے کہ اے رسول انکے لئے دعا کر۔ تیری دعا انکے لئے موجب طمانیت و برکت ہے۔

فیہ وعلیہم اعتماد الشواھد والدلائل لا مجرد الرائی۔ فان کان احد المعنیین اظھر وجب الحمل علیہ الا ان یقوم دلیل علی ان المراد ھو الخفی۔ وان استویا والاستعمال فیھما حقیقۃ لکن فی احدھما حقیقۃ لغویۃ او عرفیۃ وفی الآخر شرعیۃ فالحمل علی الشرعیۃ اولی الا ان یدل علی ارادۃ اللغویۃ کما فی وصل علیھم ان صلوٰتک سکن لھم۔ (اتقان من صفحہ ۵۴۳ لغایت صفحہ ۵۴۴) ملخصاً۔

نوٹ: حضرات منصفین و ناظرین خصوصًا امرتسری حامیین مفسر جدید نے اس اصول کا بھی خلاف کیا۔ اور رسالہ آیات متشابہات کے صفحہ ۱۲ میں کہا ہے کہ حقیقت احکام میں ہوتی ہے اخبار میں نہیں جو شریعت میں بطور حکایت گزشتہ یا بطور پیشگوئی آیندہ کے الفاظ یا عبارت آدمی نہیں انکو نظیر نہیں ملتی۔ اور یہی بعینہ مرزا غلام احمد کا مذہب ہے جسکی بنا پر وہ پیشگوئیوں میں حقائق لغویہ چھوڑ کر مجاز و استعارہ کے معنے مراد لیتا ہے اور برملا یہ اصول بیان کر چکا ہے اسکو رسالہ ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۶ صفحہ ۴۰۴ وصفحہ ۴۰۶ وغیرہ ملاحظہ ہو۔ یہ بات حافظ عبد اللہ صاحب آروی کے نام مرکے خط میں بھی سوجھانی انکی صفحہ ۳۳ تا جلد ہذا ملاحظہ ہو۔

ان عبارات تفسیر اتقان میں پانچ محدثین وغیرہ علماء اہلسنت (ابوطالب طبری شیخ ابن تیمیہ۔ زرکشی۔ ابن الانباری اور خود امام سیوطی نے امر اول و دوم[2] وغیرہ مندرجہ صفحہ ۲۷۸ کے باب میں وہی فیصلہ کیا اور جواب دیا ہے۔ جو خاکسار نے بصفحہ ۲۷۸ عرض کیا تھا۔ کہ قرآن مجید کی [1] وہ تفسیر جو حدیث نبوی سے بسند صحیح ثابت ہو اور معانی سے جو بشہادت لغت ہوسکیں مقدم ہے۔ اور اقوال صحابہ و تابعین [2] جو تفسیر قرآن میں مروی ہوں اور شہادت لغت عرب ومحاورات عرب انکی مؤید ہوں اقوال اہل بدعت واہواء سے جن کا مستند بجز لغت اور کوئی نہ ہو احق بالقبول ہیں۔ اور یہی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے اور ان دونوں اصول کا خلاف معتزلہ وغیرہ اہل بدعت کا مذہب ہے اور جو شخص اس مذہب کا ملتزم ہو وہ بدعتی ومعتزلی ہے۔

حضرات منصفین! اگر آپ لوگ ان اکابر خمسہ کو محدث واہل سنت جانتے ہیں اور انکے فیصلہ واقوال مذکورہ کو برحق مانتے ہیں تو جن نمبروں میں اپ بعین کے آپ مفسر جدید پر غلطی کا التزام قائم کر چکے ہیں ان نمبروں کو ان وجوہات سے جن کو ہم اثبات صغری میں پیش کر چکے ہیں اُن کو اصول معتزلہ پر مبنی قرار دیکر مفسر جدید کو اہلحدیث سے خارج اور معتزلہ میں داخل قرار دیں اور اپنے فیصلہ سابق کو منسوخ کرکے واپس لیں۔ اور اگر آپ لوگ ان حضرات خمسہ کو اہل حدیث واہل سنت نہیں جانتے اور ان کے فیصلہ وجواب مذکور کو حق نہیں مانتے تو آپ انکے مقابلہ میں کم سے کم ایک ہی محدث اہل سنت کا ایسا قول نقل کریں جس میں امر اول و دوم کے متعلق وہ بات کہی گئی ہو جو مفسر جدید نے کہی اور [illegible] تفسیر میں اختیار کی ہوئی ہے کہ تفسیر قرآن بمجرد لغت بلا لحاظ توافق تفسیر نبوی جائز ہے اور سلف صالحین صحابہ وتابعین کے اقوال کو چھوڑکر معتزلہ وغیرہ اہل بدعت کے اقوال کو تفسیر قرآن میں قبول کرنا جائز ہے۔

پھر اگر آپ سے نہ ہوسکا تو آپ کو تفسیر اتقان کا بیان وفیصلہ (جسکو آپکے موکل مفسر جدید نے مصنف مانا ہوا ہے) ماننا پڑے گا۔ اور اس فیصلہ کے مطابق

[illegible]

[1] صفحہ ۲۷۸ ملاحظہ ہو۔ [2] ان دونوں اصول مسلمہ اہل سنت سے ہمارے دلایل ثلاثہ مذکورہ صفحہ ۱۱۲ و ۱۱۳

تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ آپکا موکل مفسر جدید اس عمل والتزام کیوجہ سے کہ وہ تفسیر قرآن کو بمجرد لغت بلالحاظ توافق تفسیر نبوی جائز رکھتا ہے اور سلف صالحین کے اقوال چھوڑکر جبائی وجاحظ وغیرہ معتزلہ کے اقوال کو تفسیر میں قبول کرنے پر اصرار کر رہا ہے اور سمجھانے اور متنبہ کرنے سے بھی باز نہیں آتا۔ اہلحدیث واہل سنت سے خارج اور اہل بدعت میں داخل ہے اور آپکا سابق فیصلہ اس کے حق میں قابل تنسیخ ہے۔

یہ بات بھی آپ لوگوں کے غور وفکر کے قابل ہے کہ تفسیر قرآن کے باب میں جو آپ کے موکل مفسر کا عمل ودستور العمل ہے یہی بعینہٖ سرسید ومرزا غلام احمد وعبد اللہ چکڑالوی کا دستور العمل ہے۔ وہ لوگ بھی بمجرد لغت تفسیر قرآن کرتے ہیں اور جس قول کو معتزلہ کا ہو خواہ کسی اور کا اپنے خیال کے موافق پاتے ہیں۔ اس سے استشہاد کرتے ہیں (تفسیر نیچری۔ تہذیب الاخلاق ازالہ اوہام قادیانی۔ تفسیر چکڑالوی ملاحظہ ہوں آپ کے پاس یہ کتابیں نہوں تو میں ارسال خدمت کردوں)

آپ کے موکل مفسر نے جو رسالہ آیات متشابہات کے صفحہ ۷ میں ہمارے اس بیان کے برخلاف کہا ہے کہ یہ لوگ محاورہ عرب کو چھوڑکر ٹیڑھے جاتے ہیں اسمیں وہ محض جھوٹھ بولا ہے۔ اور آپ جیسے سادہ حضرات کو اسنے دھوکہ دینا چاہا ہے۔ اگر آپ لوگوں پر اسکے اس دھوکہ نے کچھ اثر کیا ہو تو آپ اس سے اسکی کوئی مثال پوچھیں جسمیں انہوں نے لغت عرب کو چھوڑا ہو۔ میں اسکے مقابلہ میں دہ چند یا سو مثالیں ایسی پیش کرونگا (انشاء اللہ تعالے) جن میں انہوں نے اپنے خیال میں لغت ومحاورہ عرب سے استشہاد کیا ہے۔ اور جبکہ اس عمل واصول میں وہ سب یکساں ہیں تو پھر کیا انصاف ہے کہ آپ کے موکل مفسر اس عمل واصول کے ساتھ خاصے بھلے اہلحدیث کہلاویں۔ اور وہ بیچارے نیچری وغیرہ ناموں سے یاد کئے جاویں اس تفصیل سے جبکہ [illegible] اقوال مندرجہ تفسیر اتقان ثابت کردیا ہے

کہ جو طریق و عمل مفسر جدید نے اختیار کیا ہوا ہے یہ معتزلہ کا مذہب و طریق ہے۔ تو پھر خاکسار کو حاجت باقی نہیں رہی کہ مفسر جدید کے ان دلائل کا جنسے اس نے معتزلہ کے اقوال سے استدلال کرنے کا جواز نکالا ہے جواب دے۔ سنی اہلحدیث کے واسطے ان اقوال سے بچنے کی لئے یہی دلیل کافی و بس ہے کہ وہ اقوال معتزلہ ہیں جو سلف صالحین کے مخالف ہیں۔

مگر چونکہ جماعت اہلحدیث میں باوجود علم نہونے کے اور اسباب و آلات اجتہاد کے یکسر مفقود ہونے کے یوماً فیوماً اجتہاد بڑہتا جاتا ہے۔ اور مطلق تقلید یا اتباع ائمہ اہلحدیث و جمہور سلف کی بھی انکو کچھہ پروا نہیں رہی جسکا انجام و آخری نتیجہ لامذہبی و الحاد ہے یہ خاکسار تیس ۳۰ برس کے تجربہ سے مشاہدہ کررہا ہے لہذا ممکن ہے کہ اسکے ان دلائل نے جہلاء مجتہدین فرقہ اہلحدیث پر اثر کیا ہو اور بعید نہیں کہ مصنفین فیصلہ آرہ باوجود دعوٰے علم و کمال اسکے مغالطہ میں آکر ان دلائل کو صحیح سمجھکر دعوے جواز اتباع اقوال معتزلہ میں اس کو حق پر سمجھ بیٹھے ہوں۔ تب ہی فصول ثلثہ اسکے رسائل آیات متشابہات و الکلام المبین کو پڑھکر بھی اسکو اہلحدیث سے خارج اور معتزلہ میں داخل نہیں سمجھتے۔ اس خوف و خیال سے ان دلائل کا جواب دیا جاتا ہے۔ پس واضح ہو کہ جو دلائل اسنے جواز اخذ و اتباع اقوال معتزلہ وغیرہ اہل بدعت پر قائم کئے ہیں اور وہ عبارات فصول ثلثہ رسالہ آیات متشابہات میں منقول ہو چکے ہیں آٹھہ ہیں۔

ازانجملہ ایک دلیل اسکی یہ ہے کہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

مثل امتی کمطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ۔ ترمذی۔ (آیات متشابہات صـ ۲۷)	کہ میری امت کی مثال بارش کی سی ہے جسمیں تمیز نہیں ہو سکتی کہ اسکا پہلا حصہ اچھا ہے یا پچھلا۔

اس حدیث کو مفسر جدید نے خیر امتی قرنی (جسکو بخاری و مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے) کے مقابلہ میں پیش کیا ہے اور اسکے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر امتی	

قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم۔ ثم بعدہم قوم یشہدون ولا یستشہدون ویخونون ولا یؤتمنون۔ (متفق علیہ)

وفی روایۃ للنسائی۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اکرموا اصحابی فانہم خیارکم ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم یظہر الکذب (مشکوۃ ص۵۴۵ و ۵۴۶)

جواب میں اسنے وہ بات کہی ہے جو صفحہ ۲۷۵ میں اس سے نقل کی گئی ہے کہ صحابہ خیریت اور فضیلت اس زمانہ کی نیک نیتی اور حسن اخلاص پر مبنی ہے۔ مگر علم اور فضل اور شئے ہے۔ اور اس جواب سے اس نے یہ مدعا نکالا ہے۔ کہ ممکن ہے کہ ایک پچھلے زمانہ کا معتزلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالے عنہم سے علم و فضیلت میں زیادہ ہو۔ اور وہ قرآن مجید کے وہ معنے صحیح سمجھے۔ جو صحابہ رضی اللہ تعالے عنہم کی سمجھ میں نہ آئے ہوں۔

حضرات منصفین اور عامہ ناظرین و سامعین یہ بات کسی نے اہلحدیث سے آجتک نہیں کہی۔ اور نہ کہہ سکتا ہے۔ مفسر جدید ہی کا یہ ایمان و اعتقاد ہے کہ یہ بات کہہ سکتا ہے اور آپ حضرات کا حوصلہ اور غیرت ایمانی ہے کہ یہ بات اسکے رسالہ میں ملاحظہ کرتے ہیں اور پھر اسکو اہلحدیث کہتے ہیں سبحان اللہ اہلحدیث ہوں تو ایسے ہی ہوں۔

اب اس کا جواب بھی سنیں اور اپنے خداداد و کتابی علم سے کام لیکر داد انصاف دیں۔

وہ جواب دو ہیں اول یہ کہ ثبت العرش ثم انقش (پہلے چھت بناؤ پھر اسپر نقش و نگار کی فکر کرو)

پہلے اس حدیث کی صحت ثابت کریں پھر جو مدعا اس سے نکالتے ہیں نکالیں اسکی صحت ہنوز ثابت و مسلم نہیں ہے۔

اس حدیث کا راوی یحیی بن حماد الخ باوجود صدوق ہونے کے خطا کیا کرتا۔ چنانچہ تقریب التہذیب میں کہا ہے "صدوق یخطئ" اور اس حدیث میں وہ منفرد ہے چنانچہ ترمذی اس حدیث کی نسبت صفحہ ۱۲۴ میں کہا ہے۔

یہ حسن غریب من ھذا الوجہ" لہٰذا یہ حدیث قابل تسلیم واحتجاج نہیں ہے۔ خصوصاً حدیث متفق علیہ "خیر القرون امتی" کے مقابلہ میں۔ مفسر جدید کو اس حدیث کے استدلال پر اصرار ہے تو وہ اس حدیث کی صحت ثابت کرے۔ اور اسکے حامی منصفین فیصلہ آرہ اس استدلال کو صحیح سمجھتے تو وہ اسکی تصحیح میں اسکو مدد دیں۔ ورنہ مستدل ومصدق ندامت کے ساتھ اس حدیث کو واپس لیں۔

جواب دوم بفرض تسلیم صحت اس حدیث کے معنے یہ ہوسکتے ہیں کہ جیسے

قال التورپشتی لایحمل ھذا الحدیث علی التردد فی فضل الاول علی الآخر فان القرن الاول ھم المفضول علی سائر القرون من غیر شك وشبھۃ ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم وانما المراد بہ نفعھم فی بث الشریعۃ والذب عن الحقیقۃ حاصل کلام القاضی انہ کما لا یحکم بوجود النفع فی بعض الامطار دون بعض فکذا لا یحکم بوجود الخیریۃ فی بعض افراد الامۃ دون بعض من جمیع الوجوہ اذ الجہات مختلفۃ والکیفیات ومع ھذا فالفضل للمتقدم وانما ھذا بتسلیۃ للمتاخر (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

بعض اوقات پچھلی بارش زمین کو پہلی بارش کی نسبت زیادہ نفع پہنچا سکتی ہے ایسا ہی ممکن ہے کہ پچھلے زمانہ کے کسی شخص یا اشخاص سے اسلام کو وہ فائدہ پہنچے جو پہلے وقت میں نہ پہنچا ہو۔ مثلاً مسائل اسلام کی غیر ملکوں میں اور مختلف زمانوں میں تراجم کے ذریعہ اشاعت کرنا اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کا عقلی ونقلی دلائل سے جواب دینا جیسے آجکل ہورہا ہے۔ ایسا ہی تورپشتی نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے۔

اس حدیث کے یہ معنے ممکن ہیں اور اس معنے کا اس حدیث میں احتمال ہے تو پھر اس حدیث سے اس دعوے پر کہ پچھلے زمانہ کے مبتدع علم وفہم قرآن میں صحابہ سے افضل ہوسکتے ہیں استدلال کیونکر جائز ہے۔ اور یہ اس قرارداد اہلسنت واہلحدیث کو کہ صحاب نبوی وغیرہ سلف علم وفہم قرآن میں سب سے افضل ہیں کیونکر توڑ سکتا ہے۔

دوسری دلیل جس سے مفسر جدید نے محدثات معتزلہ وغیرہ مبتدعین کا لائق قبول واعتبار ہونا بزعم خود ثابت کیا ہے اسکا صفحہ ۵- آیات متشابہات ہیں حدیث لا تنقضی عجائبہ کو پیش کرکے یہ کہنا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے معانی اور تفسیر کی کوئی حد نہیں ہوسکتی ہر ایک زمانہ کے لوگ اس کے عجائبات کو حسب استعداد علمی سمجھتے رہیں گے۔ اور یہ بعینہ وہی بات ہے جو مرزا غلام احمد نے اور اس سے پہلے سرسید نے کہہ رکھی ہے۔ اور اسی پر انکی تفسیر مخالف سلف کی بنا ہے۔ مرزا نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۵ میں کہا ہے "کھلا کھلا اعجاز قرآن وہ غیر محدود معارف وحقائق وعلوم حکمیہ ہیں۔ جو ہر زمانہ میں اس زمانہ کی حاجت کیموافق کھلتی جاتی ہیں۔ اگر وہ حقائق دقائق ایک محدود چیز ہوتی تو ہرگز وہ معجزہ تامہ نہ ٹھہر سکتا"۔ اس بیان کی ص ۳۲۲ تک تفصیل کرکے اُس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ "سلف صالح کے برخلاف معنی کرنے سے انسان ملحد نہیں ہوتا"! اور یہی مفسر جدید کا ادعاء و مدعا ہے۔

پھر ازالہ کے صفحہ ۷۰۸ میں کہا ہے کہ جبکہ یہ ممکن ہے کہ بعض نباتات وغیرہ میں کوئی ایسی خاصیت ثابت ہوجائے جو پہلوں پر نہیں کھلی تو کیا ممکن نہیں کہ قرآن مجید کے بعض عجیب حقائق و معارف اب ایسے کھل جائیں جو پہلوں پر نہیں کھلے۔ اسی اصول پر سرسید کی تفسیر و تہذیب الاخلاق کی نئی باتوں کی بنا ہے۔ اور جابجا اسپر تصریح ہے۔ ان عبارات ازالہ اوہام سے منصفین فیصلہ آرہ اور عامہ ناظرین پر یہ بات تو ظاہر و واضح ہوگئی ہوگی کہ جو بات مفسر جدید نے کہی ہے یہ بعینہ مرزا کی تجویز ہے اب ان سب کا جواب سُنیں:

بیشک قرآن مجید کے عجائبات محدود نہیں ہیں اور وہ قیامت تک کبھی ختم نہ ہونگے ہر زمانہ کے اہل علم وفضل پر کھلتے رہیں گے۔ اور ان عجائبات سے قرآن مجید کی اعجازی عظمت اور بیان کرنے والوں کی علمی فضیلت و دقت ثابت ہوگی۔ مگر اسمیں شرط انصاف جسمیں کوئی اہل عقل و اہل دین اختلاف نہ

کرسکے یہ ہے کہ وہ عجائبات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے (جنپر قرآن نازل ہوا تھا اور سب سے بہتر آپ نے دقائق قرآن کو سمجھا تھا) اور آپ کی کل جماعت اصحاب کی جو عرب باشی (جنہوں نے مواضع و موارد نزول کو دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معانی قرآن کو سیکھا تھا) اور جملہ تابعین کے (جنہوں نے اصحاب نبوی سے قرآن سیکھا) برخلاف نہ ہوں اور ان سب کے کئے کرائے اور سمجھے سمجھائے پر نسخ یا تغلیط کا پانی نہ پھیر دیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور اصحاب کبار کے شرف صحبت اور علمی لیاقت اور تابعین کی خیریت و افضلیت کو بٹہ نہ لگاتے ہوں۔ اور اگر وہ ایسے ہوں۔ تو ان عجائبات کو کسی فاضل یا مجدد و یا ملہم و محدث وقت کا بیان کرنا در پردہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کرنا اور ختم نبوت کو توڑ کر خود نبی بن جانا ہے جسپر حامیان اسلام کیطرف سے اسی صلہ اور اعزازی تمغہ و خطاب (اعتزال و نیچریت والحاد وغیرہ) کی توقع رکھنا مناسب ہے جو سر سید اور ان کے شاگرد ناشکر مرزا غلام احمد اور انکے پیرو مفسر جدید کو مل چکا ہے۔

اسپر دلیل بہت سے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ ہیں کہ از انجملہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا ہے اور حدیث من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد۔ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار۔ اور حدیث خیر القرون قرنی منقولہ صد ۲۹۹ کا آخری فقرہ ثم یظہر الکذب۔ جنکا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ خدا تعالے نے فرمایا ہے کہ آج (جسدن یہ آیت اتری تھی) مینے دین اسلام کو کامل کر دیا ہے۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ہمارے دین میں کوئی ایسی نئی بات نکالے جو دین میں نہ ہو وہ اسکی طرف رد کیجاوے گی جو ایسی نئی بات ہوگی وہ گمراہی ہوگی۔

اس آیت اور ان احادیث کا قطعی فیصلہ ہے کہ جو دین خدا تعالے کے نزدیک پسندیدہ اور مقبول تھا وہ آنحضرت صلعم کے وقت تکمیل کو پہنچ چکا اور تین زمانوں (زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ صحابہ و تابعین میں جنکی تعیین بمصداق

حدیث دوم نے کردی ہے) کا عام قرار دادو دین میں قبولیت کے لئے متعین ہے اور اسکا خلاف مردود و نامنظور۔

اس خلاف و مخالفت سے بچکر دقائق و معارف قرآن جو شخص بیان کر سکے کرے اور حدیث لا تنقضی عجائبہ کی تصدیق و تائید و عمل میں لاوے اور اپنا کمال دکھاوے اور قوم سے مجدد محقق و مدقق کا خطاب پاوے۔

تیسری دلیل وہ آیت جسمیں حکم ہے کہ کسی قوم کی عداوت سے عدل نہ چھوڑو۔

چوتھی دلیل وہ حدیث جسمیں ارشاد ہے کہ حکمت کی چیز حکیم کی گم شدہ چیز ہے وہ اسے جہاں پاوے لے لے۔ پانچویں دلیل خاکسار کا ایک فعل کہ مسٹر بلنٹ کی ایک تقریر کو پسند کرلیا۔ چھٹی دلیل یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کی بتائی ہوئی فضیلت آیۃ الکرسی کو قبول کرلیا۔

ساتویں دلیل یہ کہ محدثین خصوصاً امام بخاری اہل بدعت کے اس روایت کو جو انکی بدعت کی تائید نہ کرے قبول کرتے ہیں۔

آٹھویں دلیل یہ کہ خاکسار نے مرزا غلام احمد کی ایک معقول تحریر سے اتفاق کرلیا۔ نویں دلیل یہ کہ مولوی اسمٰعیل صاحب کی ہر ایک بات کی مخالفت کا کسی نے ارادہ کیا تو مولوی اسمٰعیل صاحب نے اسکو الزام دیا کہ میں اسکی والدہ کا نکاح اس سے ناجائز کہتا ہوں کیا وہ اس کا بھی خلاف کرے گا۔

مفسر جدید نے ان جملہ دلائل کو الکلام المبین کے صفحہ ۱۵ و ۱۶ میں بیان کر کے پھر اپنے خیال تائید میں حالی شاعر کے مسدس مشہور کے وہ اشعار نقل کئے ہیں جو بصفحہ ۹ و ۱۴ معہ جواب نقل ہو چکے ہیں۔ پھر صٓا میں ان دلائل سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ معتزلہ وغیرہ اہل بدعت کی حق بات کو قبول نکرنا بے ڈھب ہٹ ہے۔

حضرات منصفین و ناظرین یہ آخری سات دلائل مفسر جدید کا محض مغالطہ ہے اور ان سے تلاعب اور تمسخر ہے اور ان دلائل کو اُس احمق اور جاہل شخص کے مقابلہ میں پیش کرنے کا حق تھا۔ جو مخالف مذہب کی ہر بات کو خواہ اس کا حق

ہونا قرآن وحدیث ودلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہو تسلیم نکرنا داخل دین قرار دے
اور اسکو رد کرنا واجب سمجھے اور ہمارے خیال میں زمانہ نبوت سے لیکر آجتک اسکا
تو کوئی مسلمان اہل عقل وصاحب علم قائل نہیں ہوا۔ پیران دلائل کو ان علماء
سے (جو معتزلہ وغیرہ اہل بدعت کی ان باتوں کا جن کا مستند کتاب وسنت اقوال
سلف امت میں کوئی نہو اور وہ صرف انہیں کے دل ودماغ سے پیدا ہوئی ہوں
اور وہ ہوں بھی از قسم مسائل دین جن کو اعتقاد وعمل سے تعلق ہو) کے مقابلہ
میں پیش کرنا تدلیس وتلبیس اور دین اسلام اور علماء اسلام سے تمسخر نہیں تو اور
کیا ہے۔ مفسر جدید کے مقتدا ہمارے پرانے دوست حالی* صاحب نے علماء وواعظین
سے تمسخر کیا تھا۔ ان کی تقلید مفسر جدید نے کی ہے ورنہ ان دلائل کو امر متنازع
فیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ان سب دلائل کا ایک ہی جواب ہے کہ جس بات کا حق اور
عدل ہونا اور جس بات کا حکمت ہونا بدلائل شرعیہ ثابت ہو۔ اور
اسکا وصول ہم تک صرف غیر حقانی وسائل سے نہوا ہو وہ جہاں سے اور جس شخص
سے (خواہ وہ معتزلہ ہو یا کوئی کافر یا سر گروہ کافروں کا شیطان ہو) ملے وہ
قبول کیے جاتی ہے۔ اور اسی قسم کی بات کے قبول کرنے کا دلیل چہارم پنجم میں
حکم ہے جس سے کسی مسلمان اہل علم وعقل کو انکار نہیں ہے۔ اور اسی قسم کی
باتیں خاکسار نے مرزا غلام احمد اور مسٹر بلنٹ کی قبول کرلیں تھیں اور اسی قسم
کی بات شیطان کی بتائی ہوئی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح تسلیم کی۔ اور
اسی قسم کی بات مولانا اسمٰعیل شہید نے اپنے منکر ومخالف کو تسلیم کرانی چاہی تھی اور
اسی قسم کی احادیث محدثین کرام خصوصًا امام بخاری شیعہ وخوارج وغیرہ اہل بدعت
کی تسلیم کرتے ہیں۔

---

* حالی صاحب نے ہمارے زمانہ طالب علمی میں بمقام دہلی خاکسار سے کچھ استفادہ
کیا تھا جسکا اعتراف انھوں نے ایک خط میں کیا ہے۔

امام بخاری نے مروان ظالم۔ اور عمران بن حطان کی وہی حدیث و روایت قبول کی ہے جسمیں مسور بن مخرمہ وغیرہ ثقات انکے ساتھ شامل ہیں۔

کسی محدث نے کسی روایت کو صرف کسی راست گو غیر داعی شیعہ یا خارجی کو قبول کیا ہے تو بحسب اعتراف خود مفسر جدید خاصکر اسی روایت کو قبول کیا ہے جو اس کی مبتدعانہ رائے کی مؤید نہو۔ انہوں نے بھی انکی رائے کو نہیں لیا۔ صرف روایت کو لیا ہے اور علماء حدیث پر مخفی نہیں ہے کہ رائے اور روایت میں فرق ہے روایت کے قبول کرنے سے رائے کا قبول کرنا ثابت نہیں ہوتا۔ اس قسم کی باتوں کے لائق قبول ہونے سے معتزلہ وغیرہ اہل بدعت کے ان خیالات کا جن کا وجود و ثبوت بجز انکے ناپاک دماغوں کے کہیں کتاب و سنت و اقوال سلف امت میں پایا نہ گیا ہو لائق قبول ہونا کہاں لازم آتا ہے جسکا مفسر جدید کو ادعا ہے اور اس کے ثبوت میں اسنے فصول آیات متشابہات اور الکلام المبین کے اوراق کو سیاہ کیا ہے۔

ان جوابات سے ثابت ہوا کہ جن دلائل سے مفسر جدید نے اقوال معتزلہ کا لائق قبول ہونا ثابت کرنا چاہا تھا۔ ان سے ان اقوال معتزلہ کا جنپر کتاب وسنت اور اقوال سلف امت سے روشنی نہ پڑتی ہو۔ لائق قبول ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اور امر اول دوم کے متعلق ہمارے جوابات اور تفسیر اتقان کے بیانات و عبارات بلا معارضہ و مزاحمت واجب التسلیم ہیں اور اسکا نتیجہ لازمی یہ ہے کہ مفسر جدید جو مذہب و طریق معتزلہ کا ملتزم اور انکے اقوال کی پیروی کا مجوز اور حامی ہے۔ اہلحدیث سے خارج اور معتزلہ میں داخل ہے۔ لہذا جن نمبروں میں آپنے اربعین والوں کو ڈگری دی ہے اور مفسر جدید کی غلطی تسلیم کرلی ہے ان نمبروں میں اسکے مذہب و طریق معتزلہ کے التزام اور پیروی اصرار کی نظر سے اسکو معتزلہ قرار دینا آپکا فرض ہے آپ اس فرض کو ترک کرینگے تو آپ مثل مشہور مدعی سست گواہ چست کے مورد بنینگے اور توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ کے مرتکب سمجھے جائینگے۔ کیونکہ وہ مذہب و طریق معتزلہ کا عمداً ملتزم ہے اور اپنے اس عمل

التزام کی تائید میں نو دلائل قائم کر چکا ہے جن کا جواب ہم کو دینا پڑا اور آپ زبردستی اور دھینگا دھینگی اسکو اہل سنت اہلحدیث بنا کر یہ کہے جاتے ہیں کہ وہ معتزلی نہیں ہے اور اتباع اعتزال [illegible] پسند نہیں کرتا۔ وکیل ہوں تو ایسے ہی ہوں منصف ہوں تو آپ جیسے ہوں۔

جو ظالم ولی انصاف شخص بلا استحقاق کسی حق کا دعویدار ہو اور اپنے دعوے پر کوئی ثبوت نہ رکھتا ہو وہ منصفین آرہ میں سے کسی کو منصف یا وکیل بنا لے۔ فوراً ڈگری پائے گا اور حقدار بن جائے گا۔

اب رہے وہ نمبر جن سے حضرات منصفین نے تعرض نہیں کیا۔ یا اگر کیا ہے تو حق بجانب مفسر جدید تسلیم کیا ہے۔ سو ان نمبروں کی نسبت بھی یہ خاکسار حضرات منصفین کی خدمات میں بحکم حدیث نبوی الدین النصیحۃ للّٰہ ورسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتہم گذارش کرتا ہے کہ آپ صاحبوں نے اس عدم تعرض اور تسلیم حق بجانب مفسر جدید میں بھی اپنے خداداد علم سے اور فہم اور تعمق نظر و فکر سے کام نہیں لیا۔ اور سرسری نظر سے فیصلہ کر دیا۔ آپ حضرات تمام نمبروں میں (جن میں سے ایک بھی مستثنٰے نہیں ہے) بلکہ تمام تفسیر میں جہاں مفسر نے نیا اجتہاد کیا ہے کہیں تو صریح سنت کا خلاف کیا ہے اور کہیں اس اصول معتزلیہ نیچریہ مرزائیہ پر کہ جو تفسیر قرآن بمجرد لغت بلا مراجعت سنت بلکہ با وجود مخالفت سنت و آثار سلف جائز رکھا عمل کیا ہے۔ اور اس اصول کے عمل پر اس کا ایسا یقین و ایمان و التزام ہے جیسا کہ مسلمانوں کو کلمہ شہادت پر ہے۔

ان نمبروں میں صریح سنت کی مخالفت کرنے کو مفسر جدید نے غلطی نمبر ۱ میں خود تسلیم کر لیا ہے اور اسپر وہ عذر پیش کیا ہے جو عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے اور کہا ہے کہ تفسیر کے نام میں بکلام الرحمٰن کا لفظ نقل حدیث سے مانع ہوا ہے۔ اس کا ایک جواب حضرات منصفین غلطی نمبر ۹ ہم کے محاکمہ میں خود دے دیا ہے۔ کہ مضمون نام کا التزام تفسیر قرآن بما حدیث کے ذکر کرنے

مانع ہوا۔ تو شاعروں کے شعر نقل کرنے سے کیوں مانع نہوا۔

خاکسار کیطرف سے اسکا ایک جواب یہ بھی ہے کہ جب سے تفسیر جدید کا ایجاد ہوا اور اس کا نام یہ رکھا گیا اور اسمیں یہ التزام کیا گیا ہے کہ جہانتک ہوسکے حدیث صحیح کسی آیت کی تفسیر میں نظر اور یاد میں آبھی جاوے تو اسکو تفسیر میں درج نہ کیا جاوے۔ تب سے اپنا اور اپنے مطبع کا اور اپنے اخبار کا نام بھی بدل دینا اور اپنے آپ کو اہل قرآن کہنا اور مطبع کا نام مطبع اہل قرآن و اخبار کا نام اہل قرآن مقرر کرنا مناسب تھا۔ اور لفظاً و معنیً و ظاہراً و باطناً چکڑالوی کا ساتھ دینا اور اسکا بھائی بن جانا لازم تھا تاکہ مسلمانوں کو آپکا مذہبی لقب اہلحدیث اور مطبع و اخبار کا نام اہلحدیث دیکھکر اور سنکر دھوکہ نہ لگتا اور ابلیس لعین کو تلبیس خلائق کا موقعہ نہ ملتا۔ اسکی اس معذرت اور اسکا جواب دینے کے وقت بھی یا حضرات منصفین! آپکو سمجھ میں نہ آیا کہ یہ اپنی تمام تفسیر میں اسی اصول معتزلہ کا کہ صرف لغت سے بلا لحاظ توافق تفسیر نبوی تفسیر قرآن جائز ہے۔ ملتزم ہے؟ پھر اسکو اہلحدیث کیوں بنا رکھا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ صد افسوس آپ لوگوں کے علم پر۔ ہزار افسوس آپ لوگوں کی فہم پر۔

اس بحث و تفصیل سے ہمارے اس دعوے کی کہ مفسر جدید اہلحدیث سے خارج ہے اور معتزلہ میں داخل ہے تیسری دلیل کے دو مقدمے صغریٰ (کہ مفسر جدید اپنی تفسیر میں اصول معتزلہ کا ملتزم ہے) اور کبریٰ (کہ جو شخص اصول معتزلہ کا ملتزم ہو وہ معتزلی ہے) ثابت ہوئے۔

اب ناظرین کو ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ منصفین فیصلہ آرہ نے باوجود تسلیم و اظہار اس امر کے کہ ثناء اللہ کی تفسیر محدثانہ روش پر نہیں۔ یہ تفسیر فرقہا ضالہ (معتزلہ نیچریہ وغیرہ) کو تائید پہنچا سکتی ہے۔ پھر اسکو اہلحدیث سے خارج اور فرقہ معتزلہ میں داخل کیوں نہ کیا۔ اور برعکس اسکے خاکسار کی رائے کو ظلم و خلاف انصاف کیوں قرار دیا۔ اسپر انکی کیا دلیل ہے۔ حضرات ناظرین! اس فیصلہ میں منصفین نے مرد میدان

* جو صفحہ ۱۱۳ میں بیان ہوئی ہے۔

بلکہ اور خود مدعی ہو کر اس دعوے کا کوئی ثبوت کسی دلیل سے نہیں دیا۔ اور اہلحدیث ہونے کا کوئی معیار مقرر کر کے اسکا ثناء اللہ میں پایا جانا بدلیل ثابت نہیں کیا بلکہ خاکسار کے معیار اور اصول ادخال و اخراج کو انصاف اور قابل قدر تسلیم کر کے ثناء اللہ میں اسکے پائے جانے پر صرف منع اور انکار کو متوجہ کیا اور عدم تسلیم سے کام لیا۔ چنانچہ صفحہ ۱۶ فیصلہ میں آپ لوگ فرماتے ہیں مولانا ممدوح (خاکسار کو کہتے ہیں) نے اپنے رسالہ فضیحت* نامہ کے صفحہ ۱۰۷ میں فرماتے ہیں "شرط انصاف یہ ہے کہ جس مذہب سے اسکو خارج کریں اسکے واقعی اور مسلمہ اصول کی عدم تسلیم سے خارج کریں۔ اور جس مذہب کیطرف منسوب کریں اسکے مسلمہ اصول کی پیروی کی شہادت سے منسوب کریں" یہ انصاف مولانا کا نہایت قابل قدر ہے مگر افسوس یہ ہے کہ یہ انصاف مولوی ثناء اللہ کے ساتھ برتا نہیں گیا۔ اور اہلحدیث سے ان کو خارج کیا گیا اور اصول مسلمہ اہلحدیث کی عدم تسلیم کی شہادت پیش نہیں کی گئی اور انکو نیچری یا معتزلی وغیرہ کہا گیا اور انکے مسلمہ اصول کی پیروی کی شہادت پیش نہیں کی گئی اسکو خلاف انصاف اور دوسرے لفظوں میں ظلم کیوں نہ کہیں گے۔

مولانا ابوسعید صاحب اپنے رسالہ نصیحت* نامہ کے صفحہ ۱۰۷ میں فرماتے ہیں یہ اصول مسلمہ ہے کہ لازم المذهب ليس بمذهب مگر جب اس سے التزام تک نوبت پہنچ جائے۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ مولوی ثناء اللہ کو نیچری وغیرہ قرار دینے میں کہاں تک اس قاعدہ کی پابندی کی گئی ہے۔ یہاں پر تین امور ملحوظ ہونا اور لکھے جانے تھے۔ نمبر ۱ مولوی ثناء اللہ کا مذہب نمبر ۲۔ اس مذہب کا لازم نمبر ۳ اس لازم کا التزام۔ مگر افسوس ہے کہ تینوں امور سے کسی کا خیال نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد منصفوں نے مذہب اہلحدیث کی تعریفیں جانبین سے نقل کر کے ایسے وا[...]

* اس مضمون کو نصیحت نامہ سمجھنا منصفین کی عدم توجہ و سطحی نظری ہے اس مضمون کا نام و عنوان "اہلحدیث کا مذہب ہے"

اعتراض کئے ہیں جن سے انکی لاعلمی اور نافہمی ثابت ہوتی ہے جس کی تفصیل یہ ہے (۱) کی اس مقام پر ضرورت نہیں۔ پھر صفحہ ۱۹ میں کہا ہے کہ مولانا ابوسعید صاحب اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ کے صفحہ ۱۵۹ میں فرماتے ہیں کہ صرف مطابقت کسی مذہب سے (اس مذہب میں داخل کرنے کے لئے) کافی نہیں بلکہ وہ قول انکے اصول پر مبنی ہو۔ اور ظاہر ہے کہ تفسیر کا نیچری وغیرہ کے کسی اصول پر مبنی ہونا ثابت نہیں کیا گیا۔

پھر فیصلے کے صفحہ ۵۵ میں لکھتے ہیں کہ الزام نمبر ۵ (کہ تم نے مذہب معتزلہ کا اتباع کیا) قائم کرنے کی مولانا ابوسعید صاحب تین وجہ لکھتے ہیں (۱) اقوال معتزلہ سے تبری و بیزاری کا اظہار نہیں کیا۔ (۲) انکے اقوال سے تمسک کو جائز رکھا (۳) الکلام المبین میں ابومسلم جاحظ معتزلی کو برا کہنے سے تم نے منع کر دیا۔

اہل تمیز سمجھ سکتے ہیں کہ یہ تینوں وجوہ ناکافی ہیں۔ کیا کسی کے قول سے بیزاری ظاہر نہ کرنا اسکے اصول مسلمہ کی پیروی ہے۔ استغفر اللہ

دوسری وجہ کی ہم تصدیق نہیں کر سکتے۔ ہم نے الکلام المبین میں کہیں نہیں لکھا کہ معتزلہ وغیرہ کے اقوال سے تمسک جائز ہے۔ ہاں اسقدر ہے کہ مخالف کا قول اگر مدلل و مبرہن ہو تو قبول کرنا چاہیئے۔ اور کون نہیں جانتا کہ یہ قبول و تمسک قول نہیں بلکہ انکے دلائل سے تمسک ہے۔

تیسری وجہ سے سب سے بڑھکر پوچ اور لچر اور بیجا ہے۔ کیا کسی کافر مردہ کو برا کہنے سے منع کرنا کفر کے اصول کی پیروی ہے۔ یا لا تسبوا الاموات کے عموم میں کسی معتزلی کو داخل سمجھنا اسکے اصول کی پیروی ہے یا اس معتزلہ کا اتباع ہے۔ بھلا مذہب کی بناء برا کہنے یا گالی دینے پر ہے۔ استغفر اللہ ربی۔

ان کلمات طیبات ان حضرات سے جو ان حضرات کی لیاقت علمی اور سخن فہمی اور تہذیب اخلاق اور مروت ثابت ہوتی ہے۔ وہ ناظرین پر مخفی نہ ہوگی۔ لہذا میں اس سے تعرض کرنا نہیں چاہتا۔ صرف ناظرین کو یہ جتانا چاہتا ہوں کہ جس ان معد

کی نسبت ان حضرات نے لا نسلم کہا ہے اور عدم اثبات کا عذر کیا ہے وہ سب کے سب خاکسار کی کلام میں ثابت و مدلل ہیں۔ ان حضرات کی آنکھیں ماؤف تھیں

اسلئے ان کو کچھ نظر نہیں آتا۔ فانها لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور انکی ظاہری آنکھیں نابینا نہیں۔ انکے دل کی آنکھیں نابینا ہیں۔ وہ عجب (خود پسندی) کبر (اپنے آپکو بڑے عالم سمجھنے) میں مبتلا ہیں۔ وہ انکو کچھ دیکھنے نہیں دیتے
وہ تینوں امور جن کا منصفین نے ملحوظ ہونا ضروری ٹھہرایا ہے۔ پورے طور پر ملحوظ ہوئے اور لکھے گئے۔ اور ثناء اللہ کی نسبت ثابت کئے گئے ہیں۔

امر اوّل ثناء اللہ کا مذہب (کہ وہ قرآن کی تفسیر صرف لغت و محاورات عرب بالحاظ توافق تفسیر نبوی و آثار سلفی بلکہ برخلاف تفسیر نبوی و تفسیر سلفی کرتا ہے اور بمقابل تفسیر نبوی و تفسیر سلفی تفسیر معتزلہ وغیرہ اہل بدعت کو اختیار کرتا ہے) جلد ۲ کے صفحہ ۱۵۰ مضمون اہلحدیث اور انکا مذہب میں بیان ہوا۔ اور صفحہ ۱۹۱ میں بضمن مضمون نصیحت نامہ ثناء اللہ میں اسکا پایا جانا ثابت کیا گیا ہے اور امر دوم اس مذہب کا لازم کہ ایسی تفسیر اختیار کرنا معتزلہ بن جانا ہے اس جلد کے صفحہ ۱۵۶ - ۱۹۱ میں بیان اور ثابت کیا گیا ہے۔ اور امر سوم (اس لازم کا التزام) اس جلد ۲ کے صفحہ ۱۶۳-۱۶۰ میں بیان اور ثابت کیا گیا ہے۔ جنمیں صاف تصریح ہے کہ ہر چند اسکو سمجھایا گیا۔ کہ جو تم تفسیر کرتے ہو یہ مذہب معتزلہ ہے تم اس سے رجوع کرو اور مشتہر کردو کہ میں نے اس تفسیر میں اصول معتزلہ کی پیروی نہیں کی۔ میرا انکا اس رائے میں توارد ہو گیا ہے۔ آئندہ میرا اس سے رجوع ہے۔ مگر اسنے اس رجوع کو قبول نہ کیا صفحہ ۱۶۵ میں جس جواب سوال مندرجہ صفحہ ۱۰۸۔ الکلام المبین کا ثناء اللہ کے پاس بھیجوانا اور اس جواب کو اس کا قبول نہ کرنا مذکور ہے۔ اور وہ جواب قلمی اسکے پاس بھیجا گیا تھا۔ اسنے اسکو بلا تسلیم ورد واپس کیا تھا اسکی قلمی نقل

---

* اس جواب کو اس مقام میں بعینہ نقل کیا جاتا ہے۔ سوال مندرجہ صفحہ ۱۰۸ رسالہ الکلام المبین فی جواب الاربعین کا صحیح جواب وہ نہیں جو سائل مؤلف رسالہ نے خود

حضرات منصفین کے پاس ہمراہ قلمی مسودہ فیصلہ آرہ بھیجی گئی تھی - اس جواب سے
منصفین کو یقیناً معلوم ہو گیا ہو گا - کہ ثناء اللہ کو مذہب معتزلہ کے التزام کا اقرار
ہے - پھر انکا امر سوم التزام امر لازم سے انکار کرنا عناد مصداق وجحدوا بہا
واستیقنتہا انفسہم ظلماً وعلواً نہیں تو اور کیا ہے - یہ جواب سوال ۱۰۸ - الکلام
المبین جو حاشیہ میں منقول ہے اور منصفین کے پاس قلمی بھیجا گیا تھا ایک بڑی

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ ۲۰۹)

ہوا ہے کیونکہ ان کتب حدیث سے استدلال بطور احتجاج حنفی شافعی وغیرہ اہلسنت بھی کرتے
ہیں پھر وہ سبھی اہلحدیث نہیں کہلاتے اور بطور الزام اہل التشیع بھی کرتے ہیں پھر وہ اہل سنت نہیں
بن جاتے - بلکہ صحیح جواب اس سوال کا یہ ہے کہ اہلسنت ہونیکا مناط یہ ہے کہ اہلبدعت کے اقوال و
اعتقادات سے جنمیں وہ منفرد ہوں اور سلف صالحین صحابہ و تابعین سے کوئی انکا قائل نہو بطور
التزام اور کلیۃً اجتناب کریں اور بفحوائے فمن یکفر بالطاغوت ان سے تبری و تحاشی کرتے
رہیں - اور اہلحدیث ہونیکا مدار یہ ہے کہ جملہ اعتقادات و اعمال میں بطبق مقولہ متفقہ ائمہ اذا
صح الحدیث فھو مذھبی حدیث نبوی کو بلا واسطہ تقلید فقہا اپنا مذہب ٹھہرا دیں - اور
جہاں حدیث نبوی نہ ملے وہاں آثار صحابہ و تابعین سے تمسک کریں اور جس امر متعلق اعتقاد و
عمل کا بجز اہلبدعت کوئی قائل نہو اسکے اخذ و اتباع سے بطور التزام و کلیۃً انکار کریں -
ان دونوں القاب اہلسنت و اہلحدیث میں اتباع سنت و سلف امت و اجتناب از توافق
اہلبدعت دونوں جزو غیر منفک یا لازمی امور ہیں جس شخص کے عمل و اعتقاد میں یہ دونوں امر
بطور التزام پائے جائیں وہ اہل سنت و اہلحدیث ہے گو بعض احادیث سے تمسک اسحدیث کو ضعیف
سمجھنے یا اسکے معارض حدیث کو قوی خیال کرنے سے اس سے فوت ہو جائے یہ فوات تمسک اسکے

٭ اسمیں منصفین آرہ کی اس نافہمی یا لاعلمی کا رد ہے جو صفحہ ۱ سطر ۲۰ میں انھوں نے کہا
کہ شیعہ وغیرہ کا استدلال قبولاً نہیں ہوتا - وجہ رد ہمارا لفظ احتجاج ہے منصفین کچھ انصاف
وفہم سے کام لیکر بتاویں کہ حنفیہ بھی کتب حدیث سے احتجاجاً قبولاً استدلال نہیں کرتے
اسکا جواب اگر وہ نفی سے دینگے تو عالم فقہ آپکو تعصب سے جاہل کہینگے اور عام لوگوں کا یہ
کہنا کہ علماء اہلحدیث فقہ نہیں جانتے سچا ہو جائیگا جو نہایت شرم کا موجب ہے -

ہماری اور قطعی دلیل بیان و اثبات امر اول و دوم و سوم میں ہے۔ کیونکہ اسمیں تفصیل مضامین فصول ثلثہ آیات متشابہات اور الکلام المبین کو بیان کرکے ثناء اللہ کا التزام مذہب معتزلہ ایسا ثابت کیا گیا ہے کہ اس سے بجز کور باطن یا معاند کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ فریقی عبارات رسائل مذکورہ اس اپیل میں منقول ہو چکی ہیں۔ اور اس فیصلہ آرہ کے

مو فہم و اجتہاد کا نتیجہ سمجھا جائے گا۔ اسکا التزام و اعتقاد بتا رہا ہے کہ اس ترک تمسک میں وہ تارک حدیث نہیں ہے۔ اور جس شخص کے عمل و اعتقاد میں یہ دونوں امر بطور التزام و کلیتہً پائے نہ جاویں وہ اہل سنت نہ کہلا سکیگا اور نہ اہلحدیث کہلا نیکا مستحق ہوگا۔ گو سو جگہ وہ حدیث پر عمل کرے اور ہزار جگہ وہ اہلبدعت کے توافق سے اجتناب کرے اسکا وہ تمسک اور یہ اجتناب اتفاقیہ سمجھا جائیگا۔ نہ لزومیہ اسکا اتباع سلف کا التزام نکرنا اور اتفاق اہلبدعت سے اجتناب کو ضروری نہ جاننا بتا رہا ہے کہ ان مواضع میں اسکا سنت اور سلف امت سے توافق اور اہلبدعت سے تخالف اسکے فہم و اجتہاد کا نتیجہ ہے جو اسکو اہلحدیث و اہل سنت نہیں بناتا۔ کیا اہل بدعت اپنے مرضی کے موافق احادیث پر عمل نہیں کرتے اور اہلحدیث کے مخالف نہیں ہوتے۔ اس جواب کی صحت پر اہل سنت و اہلحدیث کا اتفاق ہے۔ اس مقام میں چند اکابر اہلحدیث کے اقوال تفسیر اتقان سے جو مؤلف رسالہ الکلام المبین کے نزدیک لائق استناد و اعتماد ہے۔ (چنانچہ ایک دستخطی تحریر میں وہ اسکا اظہار کر چکا ہے۔) نقل کئے جاتے ہیں۔

تفسیر اتقان کے نوع ثامن و سبعون میں صفحہ ۵۲۳ میں کہا ہے۔ پھر عبارات تفسیر اتقان کو جو صفحہ ۹ سے ۲۹ تک منقول ہو چکے ہیں نقل کرکے کہا ہے۔ اس بیان تفسیر اتقان سے جو سائل کے مسلمات سے ہے صاف ثابت ہے کہ جو شخص [illegible] و اعتقاد میں اتباع سنت و سلف امت کا التزام نکرے اور موافقت اہلبدعت کے اجتناب کو ضروری نہ جانے اور بلا استمداد سنت و اقوال سلف امت صرف لغت عرب پر اعتماد کرکے قرآن کی تفسیر کرے وہ اہل سنت نہیں اہلبدعت ہے۔ بناءً علیہ اہلحدیث نما نہ حال جن سے سوال ہے با وجود اختلافات فرعیہ کے سب اہلحدیث کہلانے کے مستحق ہیں۔ اور مؤلف رسالہ الکلام المبین جس نے اپنی تفسیر

لکھے جانے سے پہلے خاکسار ان فصول کے مضامین کیطرف مصنفین کو خدمت پرائیویٹ خطوں اور رسالہ جلد ۲۰ کے صفحہ ۱۹۱ میں بعض مضمون نصیحت نامہ کے اور صفحہ ۱۷۱ میں بعض مضمون موفقائی ابوالوفا بھی توجہ دلاچکا ہے۔ اور جو کچھ اس اپیل میں بیان ہوا ہے گویا وہ پہلے بیان کرچکا ہے۔ بااین ہمہ مصنفین بے انصاف کا یہ کہنا کہ ان امور متنازعہ کا کچھ لحاظ نہیں کیا اور اسکا ثبوت کوئی نہیں دیا۔ اور صفحہ ۱۹ فیصلہ میں یہ کہدینا کہ تفسیر ثناء اللہ کا کسی نیچری وغیرہ اصول پر مبنی ہونا ثابت نہیں کیا گیا۔ خلاف واقعہ نہیں تو اور کیا ہے۔

والقرآن میں اتباع سنت وسلف امت کو پس پشت ڈالکر بہت سے مسائل میں تفسیر معتزلہ نیچریہ سے اتفاق کیا ہے اہلحدیث واہلسنت نہیں ہے۔ رسالہ الکلام المبین میں جو اسنے مخالف سنت وموافقت اہلبدعت ہوجانے پر معذرت وتوجیہات کی ہیں وہ عذر بدتر از گناہ کا مصداق ہیں۔ اُس رسالہ کے فصل اول میں صرف لغت عرب کے استشہاد سے بلالحاظ اس امر کے کہ قرآن کا متکلم کون اور مخاطب کون اور مخاطب قرآن نے تفسیر قرآن کیا کی ہے۔ تفسیر قرآن کو جائز رکھا ہے۔ اور اسکے فصل دوم اتباع سلف صالحین صحابہ وتابعین کو غیر ضروری قرار دیا ہے۔ اور فصل سوم میں اتباع وتوافق اہلبدعت کو جائز بتایا ہے۔ ایسا ہی رسالہ آیات متشابہات کے فصل دوم سوم میں اس سے عمل ہوا ہے۔ بلکہ فصل دوم آیات متشابہات میں اسنے آثار صحابہ وتابعین کے ساتھ قسم چہارم حدیث نبوی کو جو اسکے زعم میں مخالف قرآن ہے یا یہ مفسر قرآن ہونے سے ساقط کیا ہے۔ اور چند احادیث نبویہ کی جنمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صریح الفاظ سے اور قول شارح کے ساتھ آیات قرآن کی شرح وتفسیر کی ہے۔ کھلے لفظوں میں تکذیب کی اور یہ بات بمقابلہ قول شارح حضرت شارع علیہ السلام کہدیا کہ یہ احادیث نبویہ تفسیر آیات قرآن نہیں ہوسکتیں۔ اور وہ خبر واحد اور ظنی ہونے کی وجہ سے تفسیر قرآن ہونے کے لائق نہیں ہیں۔ نعوذ باللہ من ہذہ الکلمات۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔ اس اجمال کی تفصیل ہم اشاعۃ السنۃ میں کرینگے جب اس رسالہ الکلام المبین اور آیات متشابہات پر ریویو کرینگے۔ انشاء اللہ تعالے۔

ابو سعید محمد حسین۔

ایسا ہی جو صفحہ ۵ فیصلہ آرہ میں الزام پنجم کے وجوہات کو منصفین نے الصاف نے ناکافی کہا ہے یہ بھی خلاف گوئی اور دہوکہ دہی سے خالی نہیں۔ خاکسار نے صرف ان وجوہ ثلثہ میں سے ہر ایک وجہ کو بالاستقلال و بانفرادہ ثناء اللہ کے معتزلی ہونے کی دلیل نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ اصل دلیل جس سے خاکسار کا تمسک ہے وہی امور ثلثہ ہیں۔ خصوصًا امر سوم "التزام مذہب معتزلہ" یہ تینوں وجوہ تو اصل دلیل کے تتمے اور ضمیمے ہیں۔ لہذا ہمکو کوئی ضرورت نہ تھی کہ ہم ان وجوہات پر منصفین کے لا نسلم کا جواب دیتے۔ تاہم ان کے علم اور فہم اور انصاف کی قلعی طرح قلعی کھولنے کی غرض سے منصفوں کے عذرات ثلثہ کا جو ہمارے ان وجوہ ثلثہ کے متعلق وہ پیش کر چکے ہیں۔ حسب تفصیل ذیل جواب دیا جاتا ہے۔

وجہ اوّل کو ناکافی کہنے کا جواب

اگر کوئی شخص دین میں اصول اسلام و اہلسنت کا معتقد و عامل ہے۔ اور کسی عقیدہ یا عمل کفری یا بدعی سے اس کو سابقہ یا مقابلہ کا اتفاق نہوا ہو۔ اسکا کسی کے قول کفری یا بدعی سے بیزاری ظاہر نکرنا اس کفر یا بدعت کی پیروی کا مثبت نہیں ہے۔ اور اگر کوئی کلمہ کفر یا کلمہ بدعی ایک مدت تک بکتا رہا ہو اور کافروں یا مبتدعین کا سا عمل کرتا رہا ہو اور اسکو کوئی ناصح دعوت اسلام و سنت کرے اور وہ دعوت کو قبول کر کے اسلام یا سنت کے اعتقاد و عمل کے تسلیم کا مدعی ہو جاوے تو اسکے لئے کفر و بدعت سے بیزاری ظاہر کرنا لازم ہے جیسا کہ اس شخص کے لئے لازم ہے جو خود تو اسلام و سنت پر قائم ہو۔ مگر اسکو دوسرے لوگ بدعت کفر کی طرف بلاویں اور اسکا مقابلہ و معارضہ اہل کفر و بدعت سے ہو جاوے۔ ایسے لوگ کفر و بدعت سے بیزاری ظاہر نہ کرینگے تو وہ محل گمان پیروی کفر و بدعت ہو جائیں گے۔ یا مصداق آیت وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ بن جائیں گے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ عروۃ الوثقےٰ (اسلام) کو پنجہ مارنے والا

فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لہا (البقرہ ع)	وہی شخص ہوگا جس نے کفر سے انکار کیا اور وہ خدا پر ایمان لایا۔

اور ارشاد ہے کہ اے مومنو! تم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسکے

قد کان لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ اذ قالوا لقومہم انا برآء منکم ومما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم ( )	ساتھ والوں کی پیروی اچھی ہے جبکہ انہوں نے اپنی قوم کو کہا تھا کہ ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے بیزار ہیں جنتے تمہارا انکار کیا۔

اس اصول قرآن و ایمان کے مطابق جب ثناء اللہ پر اسکے قول و عمل کی دست آویز سے الزام اعتزال قائم کیا گیا۔ تو اگر وہ معتزلی نہ تھا۔ اور اسکے قول و عمل کا صرف معتزلہ سے توارد ہو گیا تھا تو اس کا فرض تھا کہ وہ معتزلہ کی پیروی سے کھلے الفاظ میں بیزاری ظاہر کرتا اور یہ کہتا کہ جو معتزلہ کے اقوال سے میری تفسیر میں توافق ہو گیا ہے۔ یہ توارد ہے۔ میں انکے اصول کا معتقد نہیں ہوں۔ اس نے یہ بیزاری ظاہر نہ کی تو اسپر بشہادت اسکے عمل و قول پیروی مذہب معتزلہ کا الزام صحیح ہے۔ اور اسپر وہی آیات قرآنی دلیل ہیں جو منقول ہوئیں۔

وجہ دوسری کو نا کافی کہنے کا جواب

اقوال معتزلہ سے تمسک کرنا اس کی تفسیر میں موجود ہے۔ اور اسکو

بڑا افسوس منصفوں کو اتنی بھی خبر نہیں ہے کہ جو کلمہ شش وغیرہ عام مسلمانوں کو سکھائی جاتی ہے وہ اسی تعلیم قرآنی کی تعمیل ہے۔ اسکا فارسی ترجمہ بھی ساتھ ساتھ ابتداء ہی سے سکھایا جاتا ہے۔ قبول کردم من دین مسلمانی را و آنچہ اعتقادیست بیزارم و بیزار شدم از کفر کافری و آنچہ در دلیست۔ فاضل منصفین معذور ہیں۔ وہ ولیسی جماعت میں تعلیم پاکر فاضل بنے ہوں جہیں کلمہ شش وغیرہ عام طور پر پڑھائی نہیں جاتی۔

جائز رکھنا اسکے رسائل مذکورہ کی فصل سوم میں منصوص ہے۔ آپ لوگوں کی آنکھیں کلیلہ اسکو دیکھ سکیں تو تصور کر سکتا ہے جو از تمسک قول معتزلہ کے لئے اسکا یہ حیلہ و بہانہ کہ میں قول نہیں لیتا دلائل لائق قبول قبول کرتا ہوں اور آپکا اسکو قبول کرکے یہ کہنا کہ یہ قول معتزلہ کا قبول نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی دلیل کو قبول کرتا ہے۔ دروغ ہے۔ اگر وہ اس حیلہ میں سچا اور آپ اسکی تصدیق میں سچے ہیں تو بتا دیں کہ طیور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جزء۔ اور رزق مریم علیہا السلام کے معنے و تفسیر میں جو اس نے معتزلہ کی پیروی کی ہے اسمیں کونسی دلیل سے اس کا تمسک ہے۔

ایسی ہی اور بہت مثالیں اس کی تفسیر میں موجود ہیں۔ جن سے اسکے حیلہ اور اس کی تصدیق کا دروغ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان اقوال معتزلہ کے مدلل و مبرہن ہونے سے جو اس کی مراد ہے اس کو ہم خطا اسمی حافظ صاحب میں بصفحہ ۱۱۹۔ رسالہ نمبر ۵ جلد ہذا میں بیان کر چکے ہیں۔ اس سے بھی آپ کو معلوم ہو سکتا ہے کہ جس کو وہ دلیل سمجھتا ہے وہ درحقیقت شرعی دلیل نہیں ہے۔

وجہ تیسری کو ناکافی کہنے کا جواب

ہزار مردہ کافر و بدعتی کو (جن کی کسی مسلمان متبع سنت نے پیروی نہ کی ہو۔ اور ان کے خیالات و مقالات کفریہ و بدعیہ کا ضرر اسلام یا مذہب اعتقاد اہل سنت کو نہ پہنچا ہو) برا کہنے سے منع کرنا ان کے کفر و بدعت کی پیروی نہیں ہے۔ مگر جب ایک کافر یا مبتدع کے اعتقاد و عمل یا قول کے مطابق کسی مسلمان نے اپنا اعتقاد و عمل ظاہر کیا ہو۔ یا اسکے عمل و اعتقاد کے مطابق کسی مسلمان سنی کے عمل و اعتقاد ٹھہر لینے کا خوف و اندیشہ ہو تو اس کافر یا مبتدع کے توافق سے بچنے یا اور مسلمان سنیوں کو اس توافق سے بچانے کے لئے اس کو برا کہنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ اور ایمان اور

اسلام اور اہل سنت ہونے کا لازمہ ہے۔ اور جو شخص اُس کافر کے کفر یا مبتدع کی بدعت سے واقف ہو کر اسکو طاقت ہوتے بُرا نہ کہے اور در صورت عدم استطاعت دل سے بھی اسکو بُرا نہ جانے اس بیچارہ بحکم احادیث صحیحہ اور آیات ؎ قرآنیہ ذرہ برابر ایمان نہیں رہتا۔ ایسے شخص کو بُرا کہنے سے منع کرنا اسکے کفر و بدعت کی پیروی کرنا ہے اور اس کے کفر و بدعت پر راضی ہونا ہے

عن ابی سعید عن رسول اللہ صلعم قال من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان۔ (رواہ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۴۳۰-) وفی روایۃ ولیس وراء ذلک حبۃ خردل من الایمان۔

تاہم مضمون کا اس قرآنی و حدیثی اصول سے انکار کرنا اور اسکو لچر پوچ وجہ قرار دینا اپنے علم فضل و تہذیب کو دھبہ لگانا ہے۔ اس سے بڑھکر انکا مردہ معتزلی کو عموم لا تسبوا الاموات میں داخل کرکے اسکے بُرا کہنے کو دین سے خارج کرنا اپنے علم و فضل کو محل انکار و اعتراض بنانا ہے۔

محدثین جو صدہا اہل بدعت کو بلکہ بے اعتبار اور غیر ثقہ رواۃ اہل سنت کو کتب اسماء الرجال و جرح و تعدیل میں بُرا کہتے ہیں اور کذاب دجال کے الفاظ ان کے حق میں کہتے ہیں کیا وہ سب کے سب حدیث لا تسبوا الاموات کا خلاف کرتے ہیں اور مذہب اسلام یا اہل سنت یا اہل حدیث سے خارج ہیں۔ اور اگر آپ کے نزدیک حدیث لا تسبوا الاموات ایسے ہی عموم پر ہے کہ معتزلہ وغیرہ اہل بدعت بھی اسکے عموم میں داخل ہیں اور یہ آپکا دلی اعتقاد ہے تو در پردہ آپ تینوں حضرات اور جناب کے اس اعتقاد میں آپکے موافق ہیں سب کے سب در پردہ معتزلی اور چھپے بدعتی ہیں اور تب ہی ایک بدعتی معتزلی کی حمایت کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔ اس صورت میں آپ یاد رکھیں

؎ مثل آیات منقولہ صفحہ ۳۱۴ اور آیت فقد اصاب الزاکیہ واسئلہم عن القریۃ۔

اور کان کھول کر سن رکھیں کہ اس صورت میں اہلحدیث کا ایڈیٹر و کیث اشاعۃ السنۃ آپ کو اہلحدیث کہلانے نہ دیگا۔ اور جیسا کہ آپ کے مؤکل مفسر جدید کو چھانٹ کر الگ کرنا چاہتا ہے۔ آپکو بھی چھانٹ کر الگ کرے گا۔ بحول اللہ وقوتہ۔

اسوقت اس کا خیال یہ ہے کہ جو کچھ آپکی قلم سے اس کی حمایت میں نکل گیا ہے وہ آپ لوگوں کی نافہمی کا نتیجہ ہے اور آپ کے مؤکل مفسر جدید کی بھی صرف ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔ وہی اعتقاد آپ لوگوں کا یہ نہیں اور جب آپ سب خود اس امر کو ظاہر کر دینگے تو پھر دیکھ لیں گے۔ کہ آپ سب سے کیا سلوک و معاملہ ہوتا ہے۔

ایک امام اہلحدیث دارقطنی کا مشہور قول ہے کہ اے اہل بغداد جب تک میں زندہ ہوں تم طمع نہ کرو کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب و افترا کر کر حدیثیں بناؤ گے اور انکو صحیح کر دکھاؤ گے میں بھی تاسی امام دارقطنی کہتا ہوں کہ جبتک میں زندہ ہوں مذہب اہلحدیث میں غیر اہلحدیث کو داخل ہو کر اس کو گدلا کرنے دونگا انشاء اللہ تعالے۔

حضرات ناظرین خاکسار نے اس خیال و احتمال سے کہ مفسر جدید نے جو اصول معتزلہ کی پیروی اختیار کر رکھی ہے یہ صرف ظاہری ہٹ اور دودھ میں سے بتاشہ پینے کی سی ضد ہو ابتدا سے اشاعت جلد ۱۴ تک خاکسار اسکو ڈھیل دیتا چلا آتا ہے۔ اور ابتداء مدت اشاعت تفسیر سے اس امر کا خواہاں و جویاں رہا کہ یہ میرا بچھڑا ہوا روحانی فرزند اور دینی برادر مجھ سے اور ہماری جماعت سے جدا نہو۔ اور کسی طرح یہ اپنی غلطی کو مانکر اس سے تائب ہو جائے۔ اور جماعت اہل حدیث میں شامل رہے۔ خاکسار نے دو تین پرائیویٹ جلسوں میں بمقام امرتسر اسکو بلایا اور غلطی تفسیر آیت کو شر پر اسکو بخوبی آگاہ کر دیا۔ اور اس کی قلم سے لکھوا لیا کہ تفسیر حدیث نبوی تفسیر لغوی سے مقدم ہے۔ پھر خاص مقام بٹالہ میں اسکو بلایا اور سمجھایا اور تصحیح اغلاط تفسیر کے لئے ان اصول کو اس کے سامنے پیش کیا۔

(۱) جو آیت محتمل المعانی ہو اسکے وہ معنے اہلحدیث کے نزدیک مسلم و متعین ہونے چاہئے جن کی تائید و تعیین حدیث صحیح کرے۔

(۲) جو آیت محتمل المعانی ہو اور حدیث نبوی اسمیں کوئی فیصلہ و تعیین نکرے اسکے وہ معنے اہلحدیث کے نزدیک مسلم ہونے چاہئے جن کے سلف صالحین اہل سنت والجماعت قائل ہوں۔ نہ وہ معنی جنکو صرف معتزلہ۔ اہل فلسفہ نیچریہ وغیرہ نے پسند کیا ہے۔

(۳) جن مسائل میں ہم کو کوئی صریح دلیل نہ ملے اور ان میں علماء اسلام اختلاف ہو انمیں ہم سلف صالحین کی پیروی کریں گے نہ معتزلہ و فلاسفہ وغیرہ کی۔

مگر اس شیخ عزیز نے ان اصول کی تسلیم سے انکار کیا اور بجائے انکے پرچہ اصول مذکورہ کی پشت پر لکھ دیا۔

بموجب اصول مقررہ امام سیوطی (فی الاتقان) میری تفسیر کی تصحیح مجھ سے کرالیں اور حسب وعدہ مجھے اغلاط بتا دیں۔ ۳۰ محرم ثناء اللہ بقلم خود

اسپر خاکسار نے تفسیر مذکور سے ان اصول کا جو صفحہ ۲۷۹ سے ۲۹۴ تک منقول ہوئے ہیں۔ حوالہ دیکر نشان بصفحا بتا کر تفسیر جدید سے چار غلطیاں کا بیان مدلل کرکے عزیز مذکور کے پاس بھیجدیا (ان اغلاط کا قلمی مسودہ حضرات منصفین کے پاس پہنچا گیا تھا جو واپس آیا ہے) ان اغلاط کو دیکھکر بھی اسنے اپنی غلطی سے رجوع نہ کیا۔ اور نہ یہ ظاہر کیا کہ میں ان غلطیوں میں اصول معتزلہ کا پابند نہیں ہوں میری رائے کو ان کی رائے سے [illegible] توارد ہوگیا ہے۔ بلکہ آجتک ان اغلاط کا کوئی جواب نہ دیا۔ صرف غلطی نمبر ۳ کے جواب میں امرتسر کی ایک مسجد مبارک کے جلسہ احباب میں جس میں مولوی احمد اللہ صاحب بھی تھے زبانی یہ کہا کہ حدیث حضرت فاطمہ درباب تکثیر خبز ولحم جس کو ابن جریر نے نقل کیا ہے میری تاویل پر شاہد ہے۔ اس کا

جواب۔ اسی مجلس میں اس کو دیدیا گیا تھا۔ جو حضرات منصفین نے اس فیصلہ

میں دیا ہے۔

اس ڈھیل دینے کا ذکر و تفصیل سیتدر جلد ۲۰ کے مضامین نصیحت نامہ و بے وفائی ابوالوفا اور جلد ۲۱ کے صفحہ ۲۲۹ وغیرہ میں بھی ہو چکی ہے۔ اس ڈھیل دینے سے شیخ امرتسری نے فائدہ نہ اٹھایا۔ بلکہ وہ اور شوخ ہوتا جاتا ہے۔ اور اگر وہ آیندہ بھی اس شوخی اور ضد پہ رہا۔ اور اس کے حامیوں (منصفوں) نے بھی اصرار نہ چھوڑا۔ تو آیندہ ان سب حضرات کی اچھی طرح خبر لیجائے گی۔ انشاء اللہ تعالے۔

فیصلہ آرہ کا اپیل پورا ہوا۔ اور جو اعتراضات ہمارے دلائل پر اس فیصلہ میں بطور لانسلم کرے گئے تھے انکا جواب بھی ادا ہوا۔ اب اس اپیل کو ایک التماس کے بعد دعا پر ختم کرتے ہیں۔

التماس منصفین کیخدمت میں ہے کہ آپ لوگ اس خداداد علم سے کام لیں اور مفسر جدید کو التزام مذہب معتزلہ کی نظر سے اہلحدیث سے خارج کریں یا اس کو رجوع کرنے اور اس مذہب معتزلہ کے توافق سے بیزاری ظاہر کرنے کی رغبت دلاکر اس سے توبہ کرواکر اس کو اہلحدیث بنادیں۔ توبہ کی صورت یہی ہے کہ فصول "ثلثہ آیات متشابہات اور الکلام المبین" کو اور تفسیر کے ان مقامات کو جہاں اُسنے اصول معتزلہ کو اختیار کیا ہے وہ جلادے اور آیندہ اڈیشن (طبع) میں انکی اصلاح کا وعدہ دے اور آیت الا الذین تابوا واصلحوا وبینوا پر عمل کرے۔ اس صورت میں جماعت اہلحدیث سے اتفاق ہوگا۔ غزنوی جماعت بھی اس صورت میں اتفاق کریں گے۔ انشاء اللہ تعالے۔ اور اگر ایسا نہوا اور آپ کو اپنے فیصلہ پر اصرار رہا تو وہ تو اہلحدیث سے خارج ہو ہی چکا ہے۔ وہ آپ کو بھی اپنے ساتھ ملائے گا۔ اور جو اہلحدیث کی کانفرنس آپ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا وجود

حرمت کا رد و جواب بھی شائع کرتے انکے نزدیک حلت سود ایک طے شدہ امر ہے اور مسلمانوں کے لئے سود قرض اب ایسا حلال ہو گیا ہے جیسا کہ شیر مادر اپنی اس قرارداد کے مطابق لاہور وغیرہ بلاد پنجاب میں مسلمانوں کیلئے سودی بنک جاری کرنے کی تجویز ہو گئی ہے جسکا ذکر لاہور کا اخبار وطن۔ پیسہ اخبار وغیرہ میں ہو چکا ہے ان بینکوں کے متعلق خاکسار نے ایک مضمون لکھا تھا جو مدت ہوئی رسالہ الہدی اور انگلو ورنیکلر وغیرہ اخباروں میں شائع ہو چکا ہے اس مضمون کو ذیل میں نقل کر کے شائع کیا جاتا ہے

ڈپٹی سردار احمد کے مجوزہ اسلامی بنک پر اسلامی رائے اور

انکے مغالطات پر اسلامیوں کو اطلاع

ڈپٹی صاحب کا انٹروڈیوس (تعریف و شناسائی بیان) جو ایڈیٹر وطن نے اپنے پرچہ نمبر ۲ جلد ۶ مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۰۶ء میں کیا ہے اس میں جو انکا دنیاوی رتبہ بیان کیا ہے کہ وہ بڑے دولتمند۔ مالدار۔ زمیندار ہیں۔ سرکاری عہدہ دار رہ چکے ہیں وغیرہ وغیرہ اس سے ہمکو بحث نہیں مگر جو انکا دینی منصب بیان کیا اور کہا ہے کہ شاید ہی اسلامی ضروریات کا کوئی مسئلہ جس سے انسان کو سابقہ پڑ سکتا ہے ایسا ہوگا جو انکے غور و فکر سے بچا رہا ہو جس سے ایڈیٹر وطن نے مسلمانوں کو یہ جتایا ہے کہ ڈپٹی صاحب احکام اسلام میں بھی رائے زنی کا حق رکھتے ہیں۔ اور انکا فیصلہ اسلامی فیصلہ یا فتوی ہو سکتا ہے) اسپر بحث کرنا ہمارا منصبی فرض ہے۔ ایڈیٹر وطن کا یہ بیان غلط اور بالکل غلط ہے۔ ڈپٹی صاحب سکھ مذہب چھوڑ کر مسلمان تو ہو گئے ہیں۔ مگر اصول و فروع اسلام میں انکو بہت ہی کم دخل ہے۔ دخل ہوتا کیونکر۔ نہ انہوں نے بعد اسلام اسلامی علوم حاصل کئے۔ نہ علماء دین کی صحبت میں رہے مسلمان ہوتے ہی سرکاری ملازمت ضلعداری نہر پھر ڈپٹی کلکٹری میں لگ گئے۔ پس جس عقل اور معلومات سے وہ نہر کے مقدمات آبپاشی وغیرہ کا ججمنٹ (فیصلہ) کرتے تھے اسی عقل و معلومات سے اپنے خیال میں مسائل دین اسلام کا ججمنٹ کرتے رہے لہذا دینیات میں انکے غور و فکر کا وہی نتیجہ ہوا۔ اور ہونا چاہیے تھا جو ایک نو مسلم اور ناواقف اسلام کا ہوتا ہے۔

ایڈیٹر وطن نے اس بارہ میں خود دھوکا کھایا اور مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈالا ہے۔ وطن نمبر ۱۹ جلد ۶ مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۰۶ء میں آپکا من گھڑت فیصلہ بابت جواز

سود شائع ہوا تو خاکسار نے (جو ڈپٹی صاحب کا انکے زمانہ سکھا شاہی اور ابتداء
اسلام اور ابتداء اور اختتام ملازمت سے آشنا اور انکے علم و معلومات سے بخوبی
واقف تھا) اس فیصلہ کو نہایت تعجب و افسوس سے پڑھا۔ اور اسپر ۲۹۔ مئی
سنہ ۱۹ء کو ڈپٹی صاحب کے نام اس مضمون کا خط (جو وطن ۱۷ اگست میں شائع
ہوا ہے) لکھا کہ فتوے جواز سود آپ ہی کے دل و دماغ سے نکلا ہے (جیسا کہ
خاکسار کا گمان تھا جو اوپر ظاہر کیا گیا ہے) تو اسکو میرے سامنے پیش کریں
اور اگر کسی مولوی ملّا نے آپکو یہ فتوے لکھدیا ہے تو اسکی نقل ارسال کریں۔
اسکا صحیح اور بے حیلہ جواب تو یہ تھا کہ آپ لکھدیتے کہ یہ فتوے میرے ہی
خیال کا نتیجہ ہے یا یہ فلاں مولوی صاحب نے فتوے لکھدیا ہے جسکی نقل ارسال
ہے۔ مگر چونکہ ڈپٹی صاحب کے پاس کوئی فتوی جو کسی دلیل شرعی سے مستند ہو
موجود نہ تھا اسلئے انہوں نے میرے خط کے جواب میں کوئی فتوے اپنا یا بیگانہ
پیش نہ کیا۔ بلکہ میرے سوال کو ٹلانے کے لئے ایک یہ حیلہ نکالا کہ بجائے جواب
سوال پر سوال کردیا اور اُلٹا مجھ سے اپنے پندرہ سوالات کا جواب طلب کیا۔ اور
کہا کہ پہلے اسکے کہ میں آپکے خط کا جواب عرض کروں امورات ذیل دریافت کرتا
ہوں۔ پھر ان سوالات کو گن سنایا۔ اور اس سے پہلے تمہید کے ضمن میں کہا کہ جو
مشکلات اور دقتیں دین میں عائد ہوئی ہیں وہ علماء کی تنگ نظری سے
عائد ہوئی ہیں اسلام وہ ہے جو بحکم الاسلام ھو الفطرۃ فطرتی ہو۔ تمدنی احکام
دائمی نہیں ہوسکتے وہ زمانہ کی رفتار سے بدلتے رہتے ہیں لہٰذا وہ احکام اسلام
میں داخل نہیں ہوسکتے۔ وہ زمانہ کی رفتار سے بدلتے رہتے ہیں۔ لہٰذا وہ احکام
اسلام میں داخل نہیں ہوسکتے پہلی سلطنتوں میں اور علماء اسلام کے خیالات
میں غلطی و مغالطے سے وہ احکام اسلام سمجھے گئے تھے۔ مگر آخر زمانہ نے انکو
سبدھا کردیا اور اس مغالطے کو نکال دیا۔ پھر اسکی تمثیل میں آپ نے پہلے چار مسائل
(۱) مسئلہ جہاد (۲) ملازمت سرکاری (۳) تعلیم انگریزی (۴) لباس و صورت

مشابہت اقوام غیر کو ذکر کر کے یہ جتایا ہے کہ پہلے علماء اسلام جہاد کو فرض اور ملازمت سرکاری اور تعلیم انگریزی و مشابہت اقوام غیر کو بحکم حدیث من تشبہ بقوم فھو منہم جیسے مدت تک سنایا ہے باپ بیٹوں میں عناد ڈلوایا ناجائز جانتے تھے۔ اب جہاد کو ناجائز اور ملازمت و تعلیم و مشابہت کو جائز جانتے ہیں زمانہ نے اُن کو بتا دیا ہے کہ ان کے پہلے خیالات مغالطات تھے اور ا مولوی صاحبوں کے فرزند کوٹ پتلون سے ڈھٹے ہوئے اور ڈاڑھیوں کا صفایا کراتے ہیں۔
انہیں امثلہ میں پانچویں مثال حرمت سود کو بیان کر کے یہ جتایا ہے کہ یہ بھی ویسا ہی ایک مغالطہ تھا۔ اب عام تاجر مسلمان سود لیتے دیتے ہیں اور جو آدمی جہالت سے اسکی مخالفت کرتا ہے وہ تباہی کے بھنور میں گرتا ہے مسلمانوں کا کاروبار تجارت سود کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اب سود کے لین دین کو آیت فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ نے جائز کر دیا ہے۔
اس پانچویں مثال کے متعلق آپ کا دعوے متناقض اور بیان مشوش ہے شروع میں تو آپ نے حرمت سود کو بھی پہلی چار مثالوں کی طرح مغالطہ قرار دیا اور یہ جتایا ہے کہ یہ صرف مغالطہ تھا جواب اُٹھ گیا ہے۔ حکم حرمت سود اسلامی حکم نہ تھا۔ علماء نے تنگ نظری اور جہالت سے اسکو حکم شرعی سمجھ رکھا تھا اور اخیر میں اسکو آیت فمن اضطر الخ کا محل اور مصداق ٹھہرا کر برخلاف دعوے سابق یہ کہا ہے کہ سود لینا حرام تو ہے مگر اب مجبوری اور لاچاری سے جائز ہو گیا ہے جیسے مردار یا سور کا گوشت کھانا ہے تو حرام مگر بھوکے مرتے کو کھا لینا جائز ہے۔
اس تمہید کے بعد آپ نے وہ پندرہ سوال کئے ہیں جنسے آپ کی غرض و مقصود یہ ہے کہ حکم حرمت سود کے آگے ایک آڑ تنگ [illegible] بنا کھڑی کر دیجائے تاکہ مسلمان دھوکہ میں آکر ان مشکلات کی نظر سے سود کو حرام کہنے میں تامل کریں۔
خاکسار پہلے اس تمہید کا جواب دیتا ہے پھر ان سوالات پانزدہ گانہ کا جواب ایسا دیگا جن سے سامعین، کو ان مشکلات کا پہاڑ ایک تنکا جو ذرا سی پھونک سے

اُڑ جاتا ہے۔ نظر آئیگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

تمہید کا جواب

تمثیلات اربعہ کے بیان سے ڈپٹی صاحب کی نسبت میرا خیال کہ وہ اصول و مسائل اسلام میں بہت ہی کم دخل رکھتے ہیں سچا اور صحیح ثابت ہوتا ہے اسکے سوا انکے دعوٰی کا اس سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ان چاروں مثالوں میں ایک بھی ایسی نہیں جس میں پہلے مسلمانوں نے غلطی کھائی ہو اور اب وہ غلطی ظاہر ہوکر نکل گئی ہو۔ بلکہ وہ سب مثالیں اسوقت تک یکساں مسلم چلی آتی ہیں۔ زمانہ کے تبدل و تغیر سے ان میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

(۱) جہاد جیسا کہ پہلے اسلام کا ایک رکن عظم سمجھا جاتا تھا اب بھی ویسا ہی تسلیم کیا جاتا ہے۔ کسی مسلمان نے (بجز ایک کرشن* قادیان کے) اسکے فرض اور واجب العمل ہونے کا انکار نہیں کیا۔ ہاں اسکے واسطے شروط ہیں جن کے بغیر نہ وہ پہلے زمانہ اسلام میں جائز یا واجب سمجھا گیا تھا نہ اب سمجھا جاتا ہے (خاکسار کا رسالہ الاقتصاد فی مسائل الجہاد ملاحظہ ہو جو اردو فارسی انگریزی میں شائع ہوچکا ہے)

(۲) سرکاری ملازمت یا اور اقوام غیر کی ملازمت جیسا کہ اب جائز مانی جاتی ہے ویسا ہی قدیم سے مسلم چلی آتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا شاہ مصر کی ملازمت کرنا قرآن میں مذکور ہے اور حضرت علی رض کا ایک یہودی کی ملازمت کرنا حدیث میں مذکور ہے۔ ہاں اس میں بھی یہ شرط ہے کہ جس کام کے واسطے ملازمت اقوام غیر کوئی کرے وہ کام فی نفسہٖ جائز ہو اسکا معصیت ہونا متعین نہ ہو۔ اور منصفی وغیرہ سول لائن کی ملازمتیں ایسی ہی ہیں۔ (ہمارے مضامین ثلاثہ "کفار کی نوکری" "اقسام ملازمت" "اقسام ملازمت پر شہادت" جلد پنجم و دہم یازدہم میں ملاحظہ ہوں)

---

* کرشن قادیان نے گورنمنٹ کو اپنی طرف سے مطمئن کرنے کی غرض سے جہاد کو مطلقاً و بلاشرط ناجائز حرام قرار دیا جو اور کسی مسلمان کا عقیدہ نہیں۔

(۳) تعلیم انگریزی یا اور اقوام غیر کی زبان سیکھنا اسلام میں کبھی ممنوع نہیں سمجھا گیا قرآن نے ومن آیاتہ اختلاف السنتکم والوانکم کہکر اسکو جائز کیا ہے اور آنحضرت صلعم نے زید بن ثابت رضہ کو عبرانی سیکھنے کی اجازت دیکر اسکو جائز کیا ہے پھر کسی مسلمان عالم نے عدم جواز کا فتویٰ نہیں دیا (اشاعۃ السنۃ جلد ۵ نمبر ۶ ملاحظہ ہو) معلوم نہیں ڈپٹی صاحب کو کسی زمانہ میں عدم جواز کا فتویٰ دینا علمار اسلام کا کہاں سے معلوم ہوا۔

(۴) اقوام غیر سے جن امور میں مشابہت ابتدا اسلام سے ممنوع مسلم چلی آتی ہے انہیں امور میں اب بھی ممنوع مانی جاتی ہے نہ پہلے مطلقاً منع ہوئی تھی نہ اب مطلقاً جائز ہے حدیث من تشبہ بقوم فھو منھم نے کسی مسلمان کو کبھی نہیں ستایا اور نہ باپ بیٹے میں عناد ڈلوایا اور نہ کسی امر جائز کو حرام کیا۔ جو مورد اسکا پہلے سمجھا جاتا تھا وہی اب بھی تسلیم کیا جاتا ہے (اسکی تفصیل جلد ۲۱ کے نمبر اول دوم کے صفحہ ۲۱ و ۳۲ وغیرہ میں ملاحظہ ہو) آپ نے حدیث کی نسبت ستانے اور عناد ڈلوانے کے الفاظ کہکر تمام مسلمانوں کا دل دکھایا اور چکڑالوی اور نیچریوں اور عیسائیوں کو خوش کیا۔ آپکا تو مسلم ہونا ایسا ہی حکم دیتا ہے تو یہ اسلام کے لئے موجب ننگ و عار ہے۔ اس حدیث کے رو سے پہلے زمانہ میں ڈاڑھی بال مونڈوانا حرام اور مونچھیں بڑھانا حرام سمجھا جاتا تھا تو وہ اب بھی حرام ہے اور یہ باتفاق جملہ مذاہب اسلام ہے ص ۱۲۵ جلد ۲ اشاعۃ السنہ ملاحظہ ہو۔ ڈپٹی صاحب سے تعجب ہے کہ وہ اس حکم اسلام کو منجملہ مغالطات شمار کرتے ہیں اور ڈاڑھی کا صفایا کرانے کو رفع مغالطہ قرار دیتے ہیں پھر زیادہ تعجب یہ کہ وہ ابتک خود بھی اس مغالطہ میں مبتلا ہیں اور عملاً اس غلطی و مغالطہ کو دور کرنے کی کوشش نہیں کرتے جیسا کہ رفع مغالطہ حرمت سود میں عملاً کوشاں رہیں۔

پانچویں مثال کے متعلق چونکہ آپکا دعوے متناقض اور بیان مشوش ہے لہذا اس کا جواب بھی دو مختلف وجوہ سے دیا جاتا ہے۔ اگر آپ کے نزدیک

ابتداء اسلام سے حرمت مطلق سود مسلم چلی آتی ہے اور اب صرف بوجہ مجبوری و ضرورت وقت بحکم آیت فمن اضطر الخ وہ ممانعت اُٹھ گئی ہے اور جواز کی صورت پیدا ہو گئی ہے تو پھر اُسکو مغالطات قدیمہ اہل اسلام سے شمار کرنا۔ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اس صورت میں آپ پر یہ اعتراض بھی وارد ہوتا ہے کہ آیت میں حالت اضطرار سے وہ حالت مراد ہے کہ انسان مخمصہ یا ابتلاء کفار میں مبتلا ہو اگر حرام نہ کھائے تو اُسکی جان جاتی رہے یا ایمان جائے اور جو اضطرار آپنے سود لینے دینے کی صورت میں فرض کرلیا ہے اس کا اثر جان جانے تک نہیں پہنچتا وہ اثر صرف دولت کی کمی یا بزعم آپکے تجارت میں عدم ترقی ہے لہذا اس آیت نے (جو جان جانے کے خوف کے وقت سور یا مردار کھا لینے کو جائز کرتی ہے) سود لینے کو (جسکے نہ لینے سے بقول آپ کے صرف مالی نقصان ہوتا ہے) کیونکر جائز قرار دیا ہے۔ کیا سود نہ لینے سے آدمی کی جان جاتی ہے۔ اور اگر آپکے نزدیک حرمت مطلق مسلم نہیں بلکہ وہ اس قید سے مقید ہے کہ سود زیادہ لیا جائے جس کو آپ یوریری کہتے ہیں تو پھر اس کو حالت ضرورت و مجبوری و اضطرار سے مخصوص کرنا اور آیت فمن اضطر الخ کا مورد و مصداق بنانا کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ تھوڑا سود لینا جس کو آپ بینکنگ انٹرسٹ کہتے ہیں) جائز ہے تو بہرحال جائز ہونا چاہئے۔ پھر اسکو حالت اضطرار میں جائز کہنا اور آیت فمن اضطر الخ کا مورد اور مصداق بنانا کیا معنے رکھتا ہے۔

اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈپٹی صاحب ہنوز سود کی جائز و ناجائز صورت کو خود بھی نہیں سمجھتے کبھی جواز سود کو حالت اضطرار سے مخصوص کرتے ہیں کبھی جواز میں تھوڑے سے ہونے کی قید لگا کر ہر حالت میں اس کو جائز بناتے ہیں اور اس پریشانی اور مختلف بیانی میں اپنی کلام کو خود نہیں سمجھتے اور خیال میں نہیں لا سکتے اور بہرحال حلت و جواز سود کے مفتی اور سود لینے کی ہدایت میں مسلمانوں کے لیڈر بن بیٹھے ہیں۔ لیڈر ہوں تو ایسے ہی ہوں جو اپنی بات کو بھی نہ سمجھیں۔

یہ تو ان تمثیلات خمسہ جزئیہ کا جواب ہے اب اس اصول کلی ڈپٹی صاحب کا کہ یہ احکام تمدنی دائمی نہیں ہو سکتے۔ زمانہ کی رفتار کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں لہذا وہ احکام اسلام میں جو فطرتی ہے داخل نہیں ہو سکتے کا جواب دیا جاتا ہے۔

ناظرین توجہ سے سنیں یہ اصول ڈپٹی صاحب نے اُن نیچریوں سے لیا ہے۔ جو مسلمان کہلاتے ہیں اور پھر یہ کہتے ہیں کہ مذہب صرف روحانی اور اعتقادی امور سے تعلق رکھتا ہے۔ جسمانی امور اور دنیاوی اعمال سے اسکا تعلق نہ ہونا چاہئے۔ انہیں کا یہ مقولہ ہے کہ دنیاوی اور جسمانی امور سے ہم جو چاہیں پسند کریں۔ جو چاہیں کھائیں۔ جو چاہیں پہنیں مذہب کا اسمیں کوئی تعلق نہیں ہے اسمیں ہمکو زمانہ کی رفتار کے موافق چلنا چاہئے نہ مذہب کی ہدایت پر انہیں کا یہ مقولہ ہے یہ زمانہ بدلے تو تم بھی بدل جاؤ یا انکے ایک ہم خیال گر بظاہر ہندو سے ہمنے بگوش خود سنا کہ کیا مذہب سالا (خربوزہ) کھانے پینے سے جاتا رہیا ہے۔ نیچریوں نے یہ اصول ان عیسائیوں سے سیکھا ہے جو شریعت تورات کو طاق میں رکھکر صرف عقیدہ تثلیث اور مسیح کی محبت وعقیدت الوہیت کو مذہب قرار دے چکے ہیں۔ اس اصول نیچریہ وعیسائیہ کے دو جواب ہیں۔ ایک تحقیقی (جسمیں کسی مذہب پر کوئی الزام نہیں ہوتا صرف تحقیق واظہار حق بدلیل عمل میں آتا ہے) دوسرا الزامی جسمیں انہیں لوگوں کے عمل واعتقاد سے انکے اصول کو رد کیا جاتا ہے چونکہ آجکل تحقیق وانصاف ودلیل کی بات اکثر قلوب پر وہ اثر نہیں کرتی جو الزامی بات اثر کرتی ہے لہذا ہم پہلے الزامی جواب کو پیش کرتے ہیں۔

عیسائیوں کے خطاب میں ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ کھانے پینے اور قوانین تمدن اور آئین حکومت وسلطنت میں آپ لوگوں نے شریعت تورات کو پس پشت ڈال دیا ہے جن چیزوں کو تورات نے حرام کیا ہے انکو آپ شوق سے نوش جان فرماتے ہیں۔ جن احکام کو قانون سیاست بنایا ہے انکو آپ لوگ لغو جانتے ہیں مگر ہنوز بعض احکام معاشرت شریعت تورات کے آپ لوگ پابند بھی ہیں

مثلاً محرمات ابدیہ (جیسے ماں یا حقیقی بہن یا بیٹی یا پوتی) سے نکاح نہیں کرتے اور
اسکو جائز نہیں رکھتے کچھ عرصہ ہوا کہ امریکہ میں ایک نام کے عیسائی جنٹلمین آزاد
منش نے اپنی پوتی سے شادی کر لی تو اسپر ملک کے تمام اعیان نے لے دے کی۔
یہانتک کہ اسکو وطن سے مہاجرت کرنی پڑی۔

اس قسم کے کچھ قیود شریعت آپ لوگوں میں پائے جاتے ہیں تو اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کا یہ کہنا کہ مذہب صرف روحانی امور (عقیدہ تثلیث
و محبت مسیح) سے تعلق رکھتا ہے۔ زبانی حساب و کتاب ہے۔ دل سے آپ ایسے امور
کو بھی داخل مذہب سمجھتے ہیں جن کو تمدن اور معاشرت سے بھی تعلق ہے۔

نیچریوں کے خطاب میں ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ آپ لوگوں نے بہت سے امور
متعلق معاشرت میں مذہب کو چھوڑ دیا ہے۔ مرد ہو کر سونا ریشم پہنتے ہیں اور
اسکو جائز جانتے ہیں۔ ڈاڑھیوں کا صفایا کراتے ہیں اور اسکو جائز رکھتے اور
پسند کرتے ہیں۔ اور منہ پر ڈاڑھی رکھنے کو حماقت اور جہالت کا اثر سمجھتے ہیں
مگر بہت سی چیزیں خورد و نوش کی عیسائیوں کیطرح آپ لوگوں میں سے اکثر*
لوگ جائز نہیں رکھتے۔ سؤر کو حلال نہیں کہتے جیسا کہ سود کو حلال کہتے ہیں
(حالانکہ سور اور سود میں بجز لفظی فرق ذ اور ر کے کوئی فرق سر مو نہیں)
نکاح کے احکام میں بالکل شریعت ظاہری جسمانی کے تابع ہیں ابتک کسی مہذب
نے ماں بہن سے نکاح نہیں کیا۔ پھر آپ لوگ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ مذہب صرف
روحانی امور سے تعلق رکھتا ہے جس روز عیسائیوں سے بڑھکر اپنا عمل دکھائینگے۔
سور۔ بکری۔ زوجہ۔ ہمشیرہ کو یکساں کام میں لانے کو جائز کہینگے۔ اُسدن آپکو یہ
کہنا زیبا ہوگا کہ مذہب کو معاشرت اور تمدن سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ اس جواب
کی مزید تحقیق و تشریح ہمارے مضمون جو تا ہینکر نماز پڑھنے کے متعلق حکم

---

* اکثر کی قید اس لئے لگائی ہے کہ بعض لوگ جو یورپین تہذیب میں کمال کو پہنچ کر
مذہب سے پورے آزاد ہو گئے ہیں وہ سور کا گوشت بھی انگریزوں کی طرح کھا لیتے ہیں اور اسکو
گناہ نہیں سمجھتے۔

شریعت* میں بضمن جلد ۲۱ ہو چکی ہے۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے تو کمال حظ و لطف اٹھائیں گے۔

تحقیقی جواب۔ اگر آپ خدا تعالیٰ کو عالم الغیب اور حکیم اور قادر مانتے ہیں اور اسکے رسولوں کو تبلیغ احکام شریعت میں صادق القول اور خطا بشری سے معصوم و محفوظ جانتے ہیں تو اسکا لازمہ ہے اور مومن ہونے کی عین شرط ہے کہ شریعت کے جملہ احکام کو متعلق مذہب ہوں خواہ متعلق معاشرت (یا یوں سمجھو کہ متعلق معاد ہوں خواہ متعلق معاش) اور وہ شارع کیطرف سے تغیر و تبدل مناسب وقت شریعت قرار پا چکے ہوں ناقابل تبدیل و ترمیم سمجھیں اور ان احکام پر یہ ایمان رکھیں کہ خواہ زمانہ میں ہزار انقلاب ہوا اور دنیا کے مختلف اقالیم میں مختلف طبائع کے ہزار اشخاص پیدا ہوں روئے زمین میں آئے دن نئی حکومت اور نئی رعیت پیدا ہو۔ لوگوں میں مختلف صورتیں کسب و معاش پیدا ہوں۔ احکام اسلام ہر زمانہ میں ہر اقلیم میں ہر شخص کے لئے ہر صورت ہر حکومت میں ہر نوع کے کسب تجارت کے لئے یکساں ہدایت اور فائدہ بخش ہیں خدا تعالیٰ حکیم و علیم قادر نے ان سب زمانوں اقالیم اشخاص و اسباب معاشرت کا علم رکھکر ان احکام کو صادر فرمایا اسمیں خدا تعالیٰ سے غلطی و بھول و ناعاقبت اندیشی سے غفلت نہیں ہوئی۔ قرآن میں ارشاد ہے وما کان ربک نسیا* اور اسکے رسول مقبول سے ان احکام کی تبلیغ میں غلطی اور خدا تعالیٰ کی نافرمانبرداری نہیں ہوئی۔

یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔ ان علیک الا البلاغ۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔

قرآن میں فرمایا ہے جسکا خلاصہ ترجمہ یہ ہے اے رسول جو خدا تعالیٰ کی طرف سے احکام معاش یا معاد کے متعلق تجھپر نازل ہوا ہے وہ پہنچا دے (لوگوں تک) تیرا یہی کام ہے کہ ان احکام کو پہنچا دے۔ ہمارا بھی یہی کام ہے کہ ہم احکام پہنچا دیں (لوگوں تک) یہ سب احکام ہمارے ہیں اور ہم انکو تبدل و تغیر سے محفوظ رکھنے والے ہو۔ اور فرمایا رسول اپنی خواہش نفس سے نہیں کہتا۔ جو کہتا ہے ہماری وحی ہوتی ہے۔

* یعنی تیرا رب بھولنے والا نہیں

ان احکام کے ہر ملک و ہر زمانہ میں ہر شخص کے لئے ہر حکومت اور ہر حالت میں مفید ہونے کی تفصیل اگر ہم نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ نکاح۔ طلاق۔ وراثت وغیرہ کے فوائد و ضرورت کے بیان سے کریں تو یہ مضمون ایک دفتر بن جائے لہذا بجائے اس تفصیل کے ایک نظیر کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔ کسی حکیم حاذق اور ڈاکٹر ماہر نے کو نین ایک ایسی دوا تجویز کردی ہے جو اسوقت تمام ملکوں یورپ وایشیا (ہندوستان وپنجاب وغیرہ) کے مختلف طبائع کے تمام اشخاص کے لئے (بجز بعض شاذ و نادر اشخاص کے جن کی طبیعت میں اس دوا کا فائدہ اٹھانے سے کوئی عارضی مانع موجود ہو) مفید ثابت ہوئی ہے) پھر کیا عموماً آسمانی مذاہب کو اور خصوصاً اسلام کو برحق اور قرآن کو کتاب آسمانی ماننے والوں کے نزدیک خدا تعالیٰ عالم الغیب قادر مطلق اور حکیم برحق اس ڈاکٹر کے برابر بھی نہیں کہ اسنے مختلف ازمان کے مختلف اقوام کے لئے ایک ایسا قانون بنا دیا جو ان سب کے لئے یکساں مفید نہ پڑا اور اخیر زمانہ کے لوگوں کو اس قانون کا بدلنا پڑا۔ کیا اس امر کی تجویز میں خدا تعالیٰ پر لاعلمی کو تاہ اندیشی و جہالت و حماقت کا الزام قائم نہیں ہوتا اور اس صورت میں خدا تعالےٰ کی نسبت ایسا گمان والزام قائم کرنے والا مسلمان کہلا سکتا ہے۔ حاشا وکلا۔ تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علواً کبیرا۔

تمہیدی باتوں کا جواب ادا ہوا اب آپ کے سوالات کا جواب دیا جاتا ہے

سوال	جواب
سوال اول و ہفتم۔ اسوقت دنیا میں کسقدر مسلمان ہونگے۔ جو سود کی داد و ستد سے بچتے ہونگے۔	جواب سوال اوّل و ہفتم۔ میرے پاس یا کسی اور کے پاس حتی کہ گورنمنٹ کے پاس کوئی رجسٹر ہوتا تو میں اس رجسٹر کو دیکھکر ان کی

تعداد بتاتا۔ آپ کے پاس رجسٹر ہے تو آپ سود لینے دینے والوں کی تعداد بتادیں ورنہ اس سوال کو ندامت وافسوس سے واپس لیں۔

جواب (۲)

سوال	جواب
(۲) سلطان روم نے جو خلیفۃ المسلمین ہے	پہلے آپ مجھے بتا دیں کہ حضرت سلطان المعظم

کیوں اسلامی بنکیں جاری کیں اور ایران میں جو اسلامی سلطنت ہے کیوں مسلمان برابر سود لیتے دیتے ہیں

تمام روئے زمین کے خلیفۃ المسلمین ہیں یا خاص اپنی حدود سلطنت سے اگر تمام روئے زمین کے خلیفۃ المسلمین ہیں تو آپ اس کا شرعی ثبوت اور اسپر تمام روئے زمین کے خاص مسلمانوں (علماء) کا اتفاق پیش کریں مگر تھوڑی تکلیف اٹھا کر پہلے منظر الحجاب مدراس۔ اور نیر اعظم مراد آباد اور مسٹر بلنٹ کی کتاب فیوچر آف اسلام ترجمہ مولفہ سید اکبر حسین صاحب منصف اور اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ صفحہ ۳۷۴ ملاحظہ فرما کر جواب دیں اور اگر خاصکر اپنی حدود سلطنت کے خلیفۃ المسلمین ہیں تو پھر شاہ ایران کو کیوں آپ نے خلیفۃ المسلمین نہیں کہا۔ کیا وہ اپنی حدود سلطنت کے خلیفۃ المسلمین نہیں ہیں اسکے بعد آپ سے یہ دوسرا سوال ہے۔ آپکے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے۔ کہ عز الاسلام و فخر المسلمین حضرت سلطان المعظم نے ایسے بنک جاری کر رکھے ہیں جنمیں مسلمانوں سے سود لیا اور انکو دیا جاتا ہے کیا کوئی فرمان حضرت سلطان المعظم کا یا انکے نائب یا کونسل کی تحریر آپ کے پاس ہے؟ اگر ہے تو پیش کریں یا یہ صرف اخباری گپ ہے۔ یہی سوال سلطنت ایران میں مسلمانوں کے سود لینے دینے کی نسبت ہے۔ اسکے بعد آپ سے تیسرا سوال کیا حضرت سلطان المعظم یا شاہ ایران نے ایسے بنک کے جائز ہونے کی نسبت اپنے مذہب کے علماء و مشائخ سے عموماً اور شیخ الاسلام سے خصوصاً فتوی جواز سود لے کر بنک جاری کئے ہیں؟۔ اور ان فتاوی کی نقل آپکے پاس ہے؟ یا صرف اپنی رائے اور اپنے دنیاوی مشیروں کی رائے سے یہ بنک اور مسلمانوں سے سود کا لین دین جاری کیا ہے۔ اگر فتوی شرعی علماء وقت سے مسلمانوں میں سود کا لین دین اور بنک جاری کئے ہیں تو انکی نقل آپ پیش کریں اور اگر انکی اپنی رائے سے بنک جاری ہوئے ہیں تو آپ سے یہ چوتھا سوال ہے کہ کیا کسی سنی (حنفی یا شافعی وغیرہ) یا شیعہ مذہب میں کسی اسلامی بادشاہ کا وہ فعل جس کی نسبت شریعت اور علماء شریعت سے فتوے نہ لیا گیا ہو۔ بلکہ صرف دنیاوی مصالح اور ملکی اغراض کی نظر سے بلا اجازت شریعت کیا گیا ہو مسلمانوں کے لئے لائق

دست آویز ہے؟۔ اور اسکی سند قرآن یا حدیث یا کتب فقہ میں کہاں پائی جاتی ہے
اور اگر آپ لوگوں کا یہ خیال اور ادعا ہو کہ اسلامی سلطنت کا ہر ایک عمل رواج لائق
دست آویز ہے۔ گو اسکے جواز پر کسی فتوے یا مذہب کی شہادت نہ ہو پھر آپ
لوگوں سے یہ پانچواں سوال ہے کہ بعض اسلامی سلطنتوں میں شراب خوری۔ قمار بازی
(بذریعہ لاٹری وغیرہ) زناکاری بھی جاری و مروج ہے پھر کیا آپ صاحبان ان کی
دست آویز سے کوئی اسلامی زنا خانہ (چکلا) اسلامی شرابخانہ۔ اسلامی قمارخانہ بھی
جاری کرنا تجویز کرینگے۔ جیسا کہ اسلامی بنک جاری کرنا چاہتے ہیں ایسا کرینگے۔ تو آپ
یقیناً مسلمانوں کو دولت سے مالا مال کر دینگے اور بہت لوگ آپ کے معاون ہو جائینگے
آپ کے ایک دوست دہم خیال وقوت بازو اور آپ کے مضامین کی اشاعت کیلئے
بڑے بھاری انجمن سے جسکا ہم ابھی نام نہیں بتاتے امید ہے کہ وہ اپنا نام خود بتا
دینگے۔ مینے بمقام لاہور پوچھا کہ اگر آپ بلالحاظ جواز شرعی وفتویٰ شریعت مسلمانوں
کو مالدار بنانا چاہتے ہیں تو کیوں شیئر (حصص) ڈالکر رنڈیوں کو جو حسن وجمال میں پری
پیکر ہوں نوکر رکھ یہ تجارت شروع نہیں کر دیتے۔ جس پر آپ فرمانے لگے کہ میں تو مسلمانوں
کی ترقی دولت کے لئے اس امر کو بھی جائز رکھتا ہوں بشرطیکہ وہ رنڈیاں مسلمان نہوں
پارسی ہوں یا یہود نیں ہوں۔ لیجیئے مبارکباد۔ یہ صورت ترقی دولت اسلامی بنک
سے بھی آسان ہے۔ اور اس سے ترقی دولت کے علاوہ جسمانی ونفسانی اغراض
بھی آسانی سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ میرے ان پانچوں سوالوں کا آپ جواب
دینگے تو اس سے آپ کے سوال دوم کا جواب خود بخود نکل آئے گا۔

(سوال ۳ و ۴) سود کے بغیر تجارت کا کام چل سکتا ہے تو اسکی مثالیں بتائیں نہیں چل سکتا تو کیا مسلمان تجارت کرنا چھوڑ دیں	جواب ۳ و ۴۔ سود کے بغیر تجارت کا کام بخوبی چل سکتا ہے مسلمانوں کو تجارت سے کوئی مانع نہیں ہے اسکی مثالیں بہت ہیں

مگر مثالوں میں جھگڑا پڑ جاتا ہے۔ پھر کہنا پڑتا ہے۔ لا مناقشۃ فی المثال لہذا میں
مثال ایک بھی دینا پسند نہیں کرتا۔ آپ بطور اصول کام نہ چلنے کی صورتیں بیان کریں۔

میں انکے مقابلے میں کام چلنے کی صورتیں بیان کرونگا۔ آپ مشکل سے مشکل صورت
پیش کرینگے تو میں اُسکو آسان کر دکھاؤنگا۔

(سوال ۵) ہندوستان کے بادشاہوں نے کبھی سود سے روکا؟ نہیں تو کیوں نہیں؟ روکتے تو اس کا کیا اثر ہوتا۔

(جواب ۵) اگر آپ بیان کرینگے کہ ہندوستان کے دیندار بادشاہوں نے لین دین سود کو جائز رکھا تو میں اُسکے
مقابلہ میں روکنے کی بابت تفصیل کرونگا۔ تفسیر نیچری سرسید سے نام کے بادشاہ
بہادر شاہ کے نذرانہ کی حکایت نقل کرینگے تو وہ لائق سماعت ہوگی جبتک کہ بہادر شاہ
کا حقیقۃً بادشاہ اور دیندار ہونا آپ ثابت نہ کرینگے۔

(سوال ۶) جس قوم میں سود کا رواج ہوا اُسمیں کوئی قوم بلا سود لیئے دیئے زندہ رہ سکتی ہے؟

(جواب ۶) قوم اگر افراد و اشخاص کا نام ہے اور سلب قومیت اسی قدر مقصود ہے کہ اکثر افراد نہ رہیں تو میں بڑے زور سے کہہ سکتا ہوں کہ لاکھوں
مسلمان ہیں جو سود نہیں لیتے اور ہزاروں ہیں جو سود نہیں دیتے اور پھر وہ زندہ ہیں

(سوال ۸) کتب فقہ میں کسی صورت میں سود کا لینا دینا جائز بھی لکھا ہے

(جواب ۸) کتب فقہ میں سود لینا تو کسی صورت میں کبھی جائز نہیں رکھا اور جن صورتوں کا حکم
ربوا سے فقہ میں مستثنےٰ ہونا لکھا ہے۔ جیسے حربی اور مسلم میں دار الحرب میں ربوا۔ اسکے
یہ معنے نہیں ہیں کہ وہ ربوا تو ہے مگر جائز ربوا ہے۔ بلکہ اسکے یہ معنے ہیں کہ وہ حقیقۃً ربوا
ہی نہیں ہے۔ اور وہاں قضیہ سالبہ بسلب موضوع صادق ہے۔ نہ موضوع کے وجود سے
سلب محمول کے ساتھ۔ جو لوگ فقہ پڑھکر ان صورتوں کو ربوا محرم سے مستثنےٰ سمجھتے ہیں
انہوں نے فقہ پڑھکر اس کو ڈبو دیا اور اپنے علم و فہم کو کھویا ہے۔ ہاں سود دینے کو فقہ
میں بحالت اضطرار جائز رکھا ہے مگر اضطرار کے جو معنے ہیں وہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں
کہ جان یا ایمان جانے کا خوف ہو تو صورت اضطرار پیدا ہوتی۔ بدیں بیرونہا نے اور صفت
امیرانہ قائم رکھنے کے لیئے سود لینا اسمیں داخل نہیں ہے۔

(سوال ۹ و ۱۰) سود مروجہ عرب اور حال کے

(جوابات ۹ و ۱۰) جنہے نہ صرف ان صورتوں

مروج بنکوں میں کبھی مقابلہ کیا ہے اور ہنڈوی وغیرہ کے مفہوم کو سوچا ہے

کو سوچا اور انکا مقابلہ کیا بلکہ انکے مفہومات اور مراتب کا فیصلہ کرکے شائع کردیا۔ اشاعۃ السنۃ کی جلد ۱۲ و ۱۸ و ۱۹ ملاحظہ ہوں۔ آپ لوگ میرے رسالہ کو ملاحظہ نہیں کرتے یا تجاہل عارفانہ عمل میں لاتے ہیں۔

(سوال ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴) وکیل بیرسٹر عرضی نویس منصف جج سودی تحریریں لکھنے اور سودی ڈگریاں دینے سے گنہگار ہوتے ہیں؟ کیا آپ یا کوئی اور منصف اس سے بچ سکتا ہے

(جواب ۱۱ تا ۱۴) میں کیا کہوں خدا تعالے فرماتا ہے تعاونوا علی البر والتقوے ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ اور اسکا رسول فرماتا ہے: مقدمات سود کے لکھنے والے بھی ملعون اور اگر کوئی بچنا چاہے تو بچ سکتا ہے۔ وکیل عرضی نویس تو آزاد و مختار ہیں منصف جج بھی اگر چاہیں تو دعویدار کو فہمایش کرکے سود چھوڑ دینے پر راضی کرسکتے ہیں جو قانوناً بھی جائز ہے۔

ایک منصف عبدالواحد نامی کا جو بٹالہ میں بھی رہ چکے ہیں یہ بیان مجھے پہنچا ہے کہ میں نے کبھی کسی کو سود کی ڈگری نہیں دی۔

(سوال ۱۵) آپ بادشاہ ہوجائیں تو سود روکنے کے لئے کیا حکم جاری کریں

(جواب ۱۵) یہ سوال قبل از وقت ہے لہذا مستحق جواب نہیں ہے۔ مگر چونکہ مجھے آپکی خاطر عزیز ہے لہذا جواب دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ سب سے پہلے میں ان فتوے و تحریرات کو جو اسوقت کے بعض علماء سوء نے جواز سود میں تحریر کی ہیں دریا برد یا آگ کے سپرد کروں پھر ان علماء کو معقول وظیفہ دیکر کالے پانی یا سائبیریا نہیں مکہ معظمہ [illegible] وہاں اور کہوں لاتشتروا بآیاتی ثمنا قلیلا پر عمل کرکے جھوٹے فتوے دینے سے تائب ہوکر عطیہ سرکاری سے کام لو اور عیش کرو اور حرام کو حلال بنا کر لوگوں کا ایمان نہ کھوؤ۔ اور وہاں کے لوگوں کو حکم دوں کہ کوئی شخص ایسے شکم پرست اور دین فروش علماء سے کسی مسئلہ میں فتوے نہ لے۔

پھر ان ایڈیٹران اخبارات کو جو انکے جھوٹے اور غلط اقوال ملک میں شائع

کرتے ہیں اخبار نویسی سے علیحدہ کرکے بہت سا روپیہ دیگر تجارت کے کام میں لگاؤں
اور کہوں کہ انصاف سے کہو کہ روپیہ کا فائدہ سود سے زیادہ ہوتا ہے یا تجارت
سے۔ ایسا ہی اُن لوگوں کو جو سود پر روپیہ لیتے دیتے ہیں تجارت پر لگاؤں اور
انکو اور عام لوگوں کو جو سود کا لین دین رکھتے ہیں آیات قرآن و احادیث نبوی
و روایات فقیہ کا وعظ سُنا کر سود کے لین دین سے ہٹاؤں۔ یہ کام آپ بھی کر رہا ہوں
یہ آپ کے مغالطات کا اظہار ہے۔ اسی میں آپ کے اسلامی بنک پر اظہار
رائے ہوگیا ہے کہ آپ کا اسلامی بنک تجویز کرنا ایسا ہے جیسے آپ یا کوئی دولتمندی
خواہ قوم کا اسلامی چکلا یا اسلامی شرابخانہ جاری کرے۔ اسمیں اُسمیں سر موئے فرق و
تفاوت نہیں ہے۔

ڈپٹی صاحب نے اخبار وطن ۲۴ - اگست ۱۹۰۶ء میں اور پیسہ اخبار ۲۵ -
اگست ۱۹۰۶ء میں اپنا ایک خط شائع کیا ہے جسمیں تین امور کا اظہار کیا ہے
(۱) اوّل یہ کہ حلت سود ایک طے شدہ امر ہے۔ علماء نے قرآن اور حدیث اور فقہ پر
نظر غائر کرکے فتوے دیدیا ہے کہ ہندوستان میں سود کا لینا دینا دونوں جائز ہیں
اسلامی سلطنتوں میں بھی مدت کا فیصلہ ہوچکا ہے۔ اب تحقیقات عدم جواز کے
انتظار کرنے کا کوئی موقع نہیں پس اب مالدار لوگ روپیہ نکالیں اور بنک جاری کریں
(۲) ہندوستان کے مسلمانوں کا اسوقت کئی ارب روپیہ بیکار پڑا ہے جس کا
کم سے کم چھ کروڑ روپیہ منافع ہوتا ہے اور چھ کروڑ روپیہ انکا غیر قوموں کے ہاتھ
سود میں جا رہا ہے۔

(۳) اس منافع کے حاصل کرنے اور اس نقصان سے بچنے کا علاج بجز اس کے
اور کوئی نہیں ہے کہ مسلمان کم سے کم تین سو سودی بنک دو دو لاکھ کے ہندوستان
میں جاری کریں اور خاص لاہور میں پانچ لاکھ روپیہ کے سرمایہ کا بنک جاری کریں
جسمیں سو سو روپیہ کے پانچ ہزار حصے ہوں اور اسمیں سے دو سو حصے کے خریدار
ڈپٹی صاحب بنینگے۔ اور اس سے پیشتر مضمون مشتہرہ وطن نمبر ۱۹ جلد ۶ میں آپنے

یہی نفع نقصان کا حساب مذکور لگا کر ایک بات (نمبر ۴) لکھی ہے کہ مسلمان اسی وجہ سے نکمے اور بیکار ہو رہے ہیں کہ انکا روپیہ بیکار پڑا ہوا ہے سودی بنک جاری کریں تو انکا نکما بیکار ہونا جاتا رہے۔ یہ چاروں باتیں بھی محض آپکی مغالطات ہیں جن سے آپ نے مسلمانوں کو دھوکا دیا ہے یا خود دھوکہ کھایا ہے۔

پہلی بات اسلئے محض غلط اور خلاف واقعہ ہے کہ ابتک کوئی اتفاقی فتوی علمار ہندوستان و عربستان وغیرہ بلاد میں شائع نہیں ہوا۔ اگر کسی ایک نیچری یا نیم ملا حنفی نے دار الحرب میں حربی اور مسلمان کے مابین سود کو جائز کیا ہے تو اسکے مقابلہ کے دس علما حنفی اور اہلحدیث اسکے عدم جواز کے مدعی بن گئے ہیں انہوں نے انکا رد کیا ہے جس کا جواب اس سے بن نہیں پڑا۔ الغرض میجارٹی (جمہوریت) کا اسپر اتفاق نہیں ہوا۔

ایک مدت سے لاہور میں ایک مخفی کمیٹی چند علمار کی تحقیق مسئلہ سود کے واسطے قائم ہوئی ہے مگر اسکی تحقیقات کا نتیجہ ابتک پبلک میں شائع نہیں ہوا میں نے بہت کوشش کی کہ اس کمیٹی کے ممبروں کے نام معلوم ہو جائیں تو ان سے میں بھی خط و کتابت کروں اور انکو عدم جواز کے دلائل جو میں اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ کی تین جلدوں (۱۲-۱۸-۱۹) میں شائع کر چکا ہوں ارسال کروں۔ اس مضمون کا خط بھی اس کمیٹی سے تعلق رکھنے والے اپنے عزیز دوست میاں فضل حسین صاحب بٹالوی بیرسٹر ایٹ لا لاہور کے نام لکھا اور انکے پاس ان تین جلدوں کے متعدد نمبر بھی بھیجدئے۔ وہ خط صدر کمیٹی کے پاس پہنچا اور پڑھا گیا اور سنا ہے کہ وہ نمبر تین جلدوں کے بھی اسکے پاس پہنچے ہیں۔ مگر اس مجلس میں جہاں وہ خط پہنچا یہی رائے پاس ہوئی۔ کہ اس خط کا کوئی جواب نہ دیا جاوے اور اس شخص کو اس کمیٹی کی کارروائیوں اور ممبروں سے اطلاع نہ دی جائے۔ ایسی کمیٹی اور اسکی چوری کی کارروائی سے کیا امید ہو سکتی ہے کہ وہ سود کا جواز ثابت کر چکے ہوں یا کریں! اس کمیٹی کے ایک ممبر ایڈیٹر اہلحدیث نے اپنے رسالہ ماہ شعبان سنہ ۲۴ھ کے صفحہ ۲۶ میں صاف چھاپ دیا کہ اس کمیٹی نے بجز اختلاف کثیر کوئی فیصلہ نہیں دیا۔ خاکسار کہتا ہے

میں خدا تعالیٰ کے دین اور اسکے حامی دین ہونے کے بھروسہ پر نہ اپنی ذاتی علم و لیاقت کے گھمنڈ پر کہتا ہوں کہ اس کمیٹی کا فتوائے جواز سود جب پبلک میں مشتہر ہوا تو میں اس کو ایک منٹ میں اور ایک جملہ سے رد کر دونگا انشاء اللہ تعالیٰ بحولہٖ و قوتہٖ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص ہندوستان اے لبنان وغیرہ بلاد میں جواز سود باہم مسلمانوں میں کسی دلیل کتاب و سنت و اقوال فقہاء امت سے اثبات کریں۔ دوسری بات بھی اسلئے مغالطہ ہے کہ اکثر مسلمان بجز سلاطین اور والیان ریاست کے اسلامیہ نان شبینہ کے محتاج ہیں۔ ان میں کئی ارب روپیہ کہاں اور کہاں سے آیا۔ اسپر ناظرین چھ کروڑ نفع اور چھ کروڑ نقصان کا قیاس کر سکتے ہیں۔ ڈپٹی صاحب کا حساب شیخ چلی کا سا حساب نہیں ہے تو وہ سود دینے والوں کی تعداد کی سند کسی رجسٹر یا کتاب سے بتا کر ہر سال انکے چھ کروڑ روپیہ کا سود میں جانا ثابت کریں۔ یہ ہم مانتے ہیں کہ ڈپٹی صاحب اور انکے دونو بھائیوں شیخ محمد عمر نو مسلم اور ڈپٹی عبدالرحمٰن نو مسلم کے پاس بہت روپیہ ہے جس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد بھی شامل ہیں اور انکی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی ہے۔ ایسے ہی اور لکھ پتی مسلمان ہیں مگر کئی ارب روپیہ کہاں اور بقدر روپیہ پاس ہو بھی تو اتقدر نقصان سود دینے سے کہاں۔

تیسری بات بھی اسلئے محض مغالطہ ہے کہ سود سے بڑھکر تجارت میں نفع ہے چنانچہ ڈپٹی صاحب نے خود اپنے خط مندرجہ وطن ۲۴۔ اگست ۱۹۰۶ء کے صفحہ ۲ کالم ۳ سطر ۱۶ میں صاف اقبال کیا اور کہا ہے کہ چونکہ تجارت میں تجربہ اور روپیہ دونو کا منافع ہے اسواسطے وہ سود کی نسبت زیادہ ہے۔

اسپر ڈپٹی صاحب اور انکے ہم خیال اعتراض کرینگے کہ تجارت کے واسطے معاملات تجارتی کی تجربہ کاری اور دیانتداری لگا رہے ہے مسلمان مالدار ایسے لوگ تجربہ کار دیانتدار کہاں سے لائیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں سے بنک کے واسطے [۴] بہت سے ڈائرکٹر تین سو منیجر اور انکے ماتحت صدہا کار گذار مل سکینگے اور تجارت کے واسطے نہ ملیں گے؟ ایسے ہی تجربہ کار تجار سودی ہی کافی ہونگے جو بنک سودی روپیہ لے کر خود تجارت کرینگے۔ یہ بات قابل تسلیم نہیں ہے اور کوئی منصف مزاج نہ مانیگا کہ بنک کے واسطے دیانتدار منیجر اور بنک سے روپیہ لے کر تجارت کرنے والے تجربہ کار تاجر تو بہت ملینگے مگر جس صورت اور حالت میں کہ مسلمان مالدار اپنا روپیہ تجارت کے واسطے ایک کمیٹی یا چند کمپنیوں کے حوالہ بطور شرکت یا مضاربت کردینگے تو اس حالت میں کمیٹی کو کوئی دیانتدار اور تجربہ کار آدمی نہ ملے گا۔

ڈپٹی صاحب کہتے ہیں کہ مشترکہ کارخانوں میں بعض لوگ بری طرح فیل ہوئے ہیں ان میں شرارت و بے ایمانی ہوتی ہے۔ خاکسار کہتا ہے کہ ایسی شرارت و بے ایمانی بنکوں میں بھی ہوتی ہے

ڈپٹی صاحب کہتے ہیں کہ بنکوں اور لمیٹڈ کمپنیوں کی رجسٹری کرائی جائے تو سرکار ان کی نگران ہوتی ہے کوئی بے ایمانی کرے تو فوراً گرفتار ہوتا ہے۔

خاکسار کہتا ہے وہ رجسٹری بنکوں سے مخصوص نہیں تجارتی کمپنیاں شرکت و مضاربت کی بھی لمیٹڈ اور رجسٹرڈ ہو سکتی۔ غرض جو احتیاط اور صورت طمانیت بنکوں میں روپیہ ضائع نہ ہونیکے لئے ہو سکتی ہے وہی تجارتی کمپنیوں اور کمپنیوں میں بھی ہو سکتی ہے۔ پھر کیوں ڈپٹی صاحب اور انکے دوست وہ دو گنہگار مسلمانوں کے ایمان کا خون کرتے ہیں اور انکو اتفاقی حرام میں مبتلا کرتے ہیں اور بجائے بنک سودی کی تجارت کے واسطے سرمایہ جمع کر کے شرکت و مضاربت کی صورت میں تجارت کیوں جاری نہیں کرتے جس میں سود کی نسبت فائدہ زیادہ ہے اور ایمان کا نقصان ذرہ بھی نہیں ہے۔ ڈپٹی صاحب پر یہ بات بھی مخفی نہ ہوگی کہ بڑے بڑے مشہور اور نامی بنک دوالہ بھی نکال دیا کرتے ہیں۔[1] جسپر گورنمنٹ بھی کچھ نہیں کر سکتی اس صورت میں بنکوں کو نیشنل سٹاکس (یعنی وہ روپیہ جو قوم اکٹھا کر کے تجارت یا کسی کارخانہ میں لگانا چاہے) پر کوئی ترجیح نہیں۔ کارکنوں کی بددیانتی یا ناتجربہ کاری دونو صورتوں میں مساوی نقصان پہنچاتی ہیں اور انکی دیانت تجربہ کاری دونوں میں یکساں فائدہ بخش ہے۔

چوتھی بات بھی اسلئے محض غلط ہے کہ جو لوگ سودی مال کھاتے ہیں وہ مفت خوری کی عادت سے محض نکمے ہو جاتے ہیں جب انکو صرف ایک بنک سے (جسکا سرمایہ بقول آپکے (صفحہ ۲۔ کالم ۲ سطر ۳۶۔ اخبار وطن) دو لاکھ روپیہ ہوگا اور ساٹھ لاکھ روپیہ لوگوں کا امانت اسمیں رہے گا) بسبب وعدہ آپکے (بصفحہ مذکور سطر ۳۹) بائیس ہزار سے زیادہ حصہ داروں کو اور دو لاکھ چوبیس ہزار روپیہ امانت والوں کو منافع ملے گا۔ تو پھر وہ لوگ کا ہیکو کوئی اور دنیاوی کام و شغل کرینگے۔ اور کیوں ساہوکار مہاجنوں کی طرح بیٹھے بیٹھے پیٹ اور توند میں نہ بڑھائینگے اور اس مفت خوری سے آرام تن (جسکو پنجابی زبان میں ہڈحرام کہتے ہیں) نہ ہو جائینگے۔ اس بات کا اعتراف آپکے پیر و مرشد اور اسلام میں مجوزین سود کے باوا آدم سرسید نے بھی تفسیر نیچری جلد اول صفحہ ۳۰۲ میں کیا اور کہا ہے کہ ربا درحقیقت ایک بہت بری چیز ہے اور انسانی اخلاق اور تمدن کے لئے بعض حالتوں میں نہایت مضر ہے۔ ربا جبکہ ایک پیشہ کیا جاتا ہے (ڈپٹی صاحب اسکو غور سے پڑھیں سودی بنک جاری کرنے سے

---

[1] سال گذشتہ میں شہر امرتسر کے کئی سودی دکانوں کا دیوالہ نکل گیا ہے۔

کیا ربا پیشہ نہیں ہو جاتا) جیسکہ سود خوار رہی اور مہاجن بطور پیشہ کے اسکو برتتے ہیں
(ڈپٹی صاحب اسکو بھی غور سے پڑھیں حصہ دار و امانت رکھنے والے بنک کے مہاجن نہیں
تو اور کون بنینگے) تو تمدن کے لئے نہایت ہی مضر ہوتا ہے۔ ذی مقدور شخص روپیہ کو ملک کی
ترقی اور تجارت کی افزونی میں صرف نہیں کرتا (ڈپٹی صاحب اسکو بھی غور سے پڑھیں ملک
کی ترقی اور تجارت کی افزونی میں روپیہ خرچ کرنے کی وہی صورت ہے جو خاکسار نے عرض کی
کہ اس روپیہ کو تجارت پر لگا دیں یا اس سے کوئی کارخانہ صنعت جاری کریں صرف سود پر روپیہ
چلانا مہاجنی کام ہے) بلکہ صرف اپنے ہی ملک کے لوگوں سے انکا مال لینے میں صرف کرتا ہے
(یہ بھی ڈپٹی صاحب کے غور و توجہ کے لائق ہے۔ اسی غرض سے حصہ دار اور امانت رکھنے والے
روپیہ بنک میں جمع کراتے ہیں کہ اسکا سود ہکو آوے جو روپیہ وہ سود پر دیتے ہیں اسکو خواہ
سود پر لینے والے رنڈی بازی میں لگا دیں یا فضول مصارف شادی میں صرف کریں یا تجارت
میں لگا دیں۔ مُردہ دوزخ کو جائے خواہ بہشت کو انکو حلوے مانڈے سے کام ہوتا ہے) وہ
اپنی محنت اور مشقت سے معیشت پیدا کرنے میں بالکل سست ہو جاتا ہے اور لوگوں نے
جو محنت اور مشقت سے کمایا ہے اسکے لے لینے پر راغب ہوتا ہے (یہ فقرہ ہمارے بیان کا
صاف اور صریح طور پر مصداق ہے جس کو مفت مال ملے وہ کب کسی کام کے لئے مشقت اٹھاتا ہے
اسکا کام صرف بیٹھے رہنا یا لیٹ رہنا اور توند بڑھانا ہوتا ہے جیسے کہ ساہوکاروں مہاجنوں
کا حال مشاہدہ میں آتا ہے ڈپٹی صاحب کا بنک جاری ہوا تو اسکے حصہ داروں اور امانت رکھنے
والوں میں سے اپنے دوستوں کو پہلے وزن کر لیں گے پھر ایکسال کے بعد انکو وزن کر کے بتا دینگے
کہ اس مفت خوری نے انکے توندوں کو کسقدر بڑھایا ہے) اسکے مال و دولت سے کوئی صنعت
یا کوئی ایسا کارخ... سے لوگوں کو معیشت میں مدد پہنچے اور ملک کی دولت کو ترقی ہو نہیں یا
قائم ہوتا (اس فقرہ کے سمجھنے میں شاید ڈپٹی صاحب دھوکہ کھائیں اور یہ کہیں کہ لوگ بنک سے
سودی روپیہ لے کر اس سے کوئی صنعت یا کارخانہ قائم کرینگے تو گویا انہیں بنکوں کا روپیہ
ترقی صنعت میں کام آئے گا۔ اس دھوکا کا ازالہ یہ ہے کہ انکا روپیہ تو انکے اسی کام میں
آئیگا کہ وہ اسکا سود لیکر اپنا روپیہ اور توندیں بڑھا لینگے۔ جو روپیہ ترقی صنعت کے کام
میں آئیگا وہ انکا نہ ہوگا بلکہ انکے مظلوم قرضداروں کا ہوگا جو سود دیکر صنعت میں لگائیں گے
انکے روپیہ کا صنعت میں کام آتا تب متصور ہو جبکہ اس روپیہ کو وہ خود صنعت کے کارخانوں

میں لگا دیں اور اسکا سود نہ لیں) بجز اسکے کہ غریبوں سے انکی محنت و مشقت کے حاصلات چھین لینے کا انکو قابو ملتا ہے اور کچھ شبہ نہیں کہ ایسا ربوا تمدن و اخلاق کے برخلاف ہے" لیجیے ڈپٹی صاحب مجھے آپ کے ہادی و پیغمبر سے سوائے قرآن تفسیر نیچری کو اس کی تفسیر اپنی طرف سے کرکے آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ سودی بنک جاری ہونے سے حصہ دار و امانت رکھنے والے بہت نکمے و سست ہو جائیں گے اب آپ خدا سے نہیں تو اپنے مرشد سر سید ہی کی روح سے ڈریں اور سودی بنک جاری کرنے کے خیال کو دل سے نکال کر اپنے روپیہ اور دولتمند دوستوں کے لاکھوں (یا بقول آپ کے اربوں) روپیہ کو تجارت میں لگا دیں جمہوری تجارت کھولیں اور اسمیں مالداروں کا روپیہ بطور شرکت یا مضاربت جمع کرا دیں۔ یا صنعتی کارخانے جاری کریں اور اسکے منافع سے مشترک حصے مسلمانوں کو دیویں اگر آپ اپنی سابق حالت کی کشش سے اپنے ہندو بھائیوں ہی کی تقلید پسند کرتے ہیں تو فیکٹریاں کارخانے کھولنے میں کیوں ہندوؤں کی تقلید نہیں کرتے۔ آپ اپنے اس خیال کو بھی دماغ سے نکال دیں کہ سودی بنک کے بغیر تجارت کا کام نہیں چلتا۔ یہ خیال ایسا ہی غلط ہے جیسا کہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ جھوٹ کے سوا تجارت اور دکان کا کام نہیں چلتا۔ اگر اس مقولہ اور خیال کی تقلید سے آپ سود کو جائز کرتے ہیں تو پھر کیا آپ دوسرے مقولہ کی تقلید سے جھوٹ کو بھی جائز کرینگے ہمنے بحق دوستی قدیم آپ کو حق کہدیا اور پورا ابلاغ کر دیا۔ اب آپ کو اختیار ہے مانیں خواہ نہ مانیں ؎

من آنچہ شرط بلاغ ست با تو میگویم

تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

فقط

(ابو سعید محمد حسین ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ)

یہ خط ڈپٹی صاحب کو ایک معتمد جماعت نے پہنچا بلکہ خود پڑھکر سنا دیا۔ ڈپٹی صاحب نے اسکا کوئی جواب نہ دیا۔ پھر یہ خط ڈپٹی صاحب کے خیالات کے حامی اور شائع کرنے والے اخبار وطن کے ایڈیٹر کے پاس بھیجا تاکہ وہ اسکو اپنے اخبار میں درج کریں۔ اس نے اسکو اپنے اخبار میں درج کرنے سے انکار کیا (چنانچہ صفحہ سابقاً میں ذکر ہو چکا ہے) اور ڈپٹی صاحب کی تائید میں ایک اور لیڈنگ آرٹیکل (اپنی طرف سے ایک مضمون رہنمائے سود) اخبار کے نمبر ۳۵ جلد ۹ مطبوعہ ستمبر ۱۹۰۶ء میں شائع کیا

جو بعینہٖ آپکے الفاظ و عبارت سے نقل کیا جاتا ہے آپ لکھتے ہیں۔ "ڈپٹی سردار احمد صاحب نے بینک کے قیام کی ضرورت ثابت کرتے ہوئے ضمناً سلطانی بنکوں کا بھی ذکر کیا تھا۔ اسپر ایک مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ "حضرت سلطان بیشک ہمارے سر کا تاج ہیں لیکن ان کی سلطنت میں آور کونسا شرعی قانون نافذ ہے کہ انکا فعل ہمارے لئے سند ہو سکے سلطان پر کیا موقوف ہے اسوقت کسی اور اسلامی ملک میں بھی شرعی حدود جاری نہیں۔ تو کیا اس سے یہ لازم آئیگا کہ مسلمان شرع کو چھوڑ دیں"

وطن اسموقعہ پر فاضل معترض سے کوئی لفظی بحث نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ الزاماً یہ کہتا ہے کہ جب دیگر شرعی حدود کو نظر انداز کرنے کے باوصف محکوم و آزاد مسلمان برابر مسلمان رہ سکتے ہیں۔ تو بنکوں کے متعلق نئے اجتہاد پر عمل پیرا ہونے سے بھی ان کی مسلمانی میں فرق نہیں پڑنا چاہئے۔ اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کریم میں غور و تدبر کرنا بالکل چھوڑ دیا ہے۔ اور صرف چند الفاظ کو مدنظر رکھکر کلام اللہ کے باقی حصہ اور تعلیم اسلام کی اصل روح کو بھلا دیا ہے۔ سود کے مسئلہ کو لو۔ اول تو ربا کے معنی میں ہی اختلاف ہے۔ ایک فریق اسکے معنی یوژری (ظالمانہ بیاج) کے کرتا ہے۔ اور تجارتی شرح کے سود کو اس سے خارج سمجھتا ہے۔ اور مخالف اس کے استدلال کا کوئی کافی جواب نہیں دیسکتے دوم وہ یہ نہیں سوچتے کہ کئی علماء سلف اور حال خود ربا کا بھی چند صورتوں میں غیر ممنوع ہوجانا تسلیم کر چکے ہیں۔ مگر اس کے معنی خواہ کچھ ہوں۔ اس کی ممانعت کی اصل وجہ ہمدردی پر مبنی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایک مسلمان کو روپے کی ضرورت ہے۔ اور اسے بازار سے کسی طرح ایک روپیہ سینکڑا سے کم سود پر قرض نہیں مل سکتا۔ اور ادہر کوئی مسلمان بطور قرض حسنہ روپیہ دینے پر تیار نہیں۔ تو اگر کوئی مسلمان اُسے محض بخیال ہمدردی و تعلق اسلامی ۰ اسے سینکڑا سود پر روپیہ دیدے۔ تو کیا اُسنے منشا الہی کے خلاف کیا؟ یا ہر سینکڑا کم لینے سے منشاء الہی کو قدرے پورا کیا؟ حالات زمانہ اور نکبت قومی کے اثر سے جس سے اسوقت شاید ہی کوئی بشر بچا رہا ہو۔ اگر وہ اس قدر ہمدردی نہیں کر سکا۔ کہ بالکل بلامنافع دے۔ تو کیا اس کے اس قدر احسان کرنیکا یہ صلہ ملنا چاہئے کہ اسے اُلٹا مطعون کیا جائے جس کا بدیہی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ آئندہ وہ کسی کو قرض نہ دے گا اور مسلمان ضرورتمند کو پوری شرح پر غیر اقوام سے قرض لینا پڑیگا اسلام تو یہ کہے گا کہ لَا ضَرَرَ وَ لَا ضِرَارَ فِي الْإِسْلَامِ اور ہمارے مولوی دو مسلمانوں کے صریح نقصان کو عین مقتضاء اسلام قرار دیں۔ ربا بیشک مطلق حرام ہے لیکن مسلمانوں کے لئے پہلے مسلمان تو بنو جب مسلمانوں میں پھر نور ایمان ایسا مضبوط ہو گیا کہ وہ اپنی ضروریات پر اپنے ہمسایہ و رہبا ئی کی آسائش کو مقدم سمجھنے لگیں۔ تو ربا خود بخود حرام ہوجائیگا۔ مگر اس زمانہ میں جبکہ اپنی آسائش کو کوئی مسلمان اپنے بھائی کی اشد ضرورت کے لئے چھوڑنے پر تیار نہیں ہوسکتا۔ ربا (سنگین سود در سود) نہیں معمولی تجارتی شرح سود

کے جواز عدم جواز پر مُصر رہنا و ماغی جمود۔ قومی نکبت و ذلت۔ فضول پُرخاش جوئی اور موشگافی کی عادت بدکی انہی بیشمار نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جو ہم مسلمانوں کی بات بات میں چند صدیوں سے ہویدا ہو رہی ہیں۔ بہرحال یہ ایک اجتہادی امر ہے جو اسمیں قباحت نہ دیکھیں شامل ہوں۔ اور جن کو کوئی شرعی یا عقلی حجت و عذر ہو۔ وہ الگ رہیں سردار صاحب کی رائے ذاتی نہیں کئی جلیل القدر علما بھی یہی خیال رکھتے ہیں"۔ یہ لطیفہ ہمارے دوست ایڈیٹر وطن کی عبارت ہے جو انکے اخبار نمبر ۳۵ جلد ۶ مورخہ ستمبر ۱۹۰۶ء میں شائع ہوئی ہے انکا اس عبارت میں سُود کی نسبت اڑنی کرنا اور ایک حرام قطعی کو حلال کرنیکی جُرأت کرنا اور باوجود علم و اعتراف اس امر کے کہ میں عالم نہیں ہوں مفتی بن بیٹھنا ایک قیامت کی نشانی ہے جسکی نسبت صحیح بخاری میں یہ حدیث وارد ہے۔ اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ یہی ایڈیٹر صاحب اسی علم کے ساتھ مفسر بھی بن بیٹھے ہیں۔ اور اردو میں ایک تفسیر جسمیں بہت سے احکام و عقائد شرعیہ کا خلاف کر چکے ہیں اپنے نام سے چھاپ رہے ہیں جو بلاریب اس شعر کا مصداق ہے۔ اذا کان الغراب دلیل قوم

اس مضمون ایڈیٹر وطن کو جواب میں کسی لمبی بحث کرنی نہیں چاہتا۔ جسقدر آگے بحث کر چکا ہوں وہ کافی سے زیادہ ہے۔ اسمقام میں صرف ایڈیٹر وطن کی اس بات کا جواب الزاماً اُسنے پیش کی ہے۔ کہ "حدود شرعی کو نظر انداز کر دینے کے باوصف مسلمان برابر مسلمان رہ سکتے ہیں۔ تو سُودی بینک جاری کرنیکے متعلق اپنا اجتہاد کرنے سے ان کی مسلمانی میں فرق نہیں پڑنا چاہئے"۔ جواب دیا جاتا ہے کہ کسی حکم شرعی کو متعلق حدود شرعیہ ہو (جنکا اجرا سیاست و حکومت کا کام ہے) یا متعلق اپنے اعمال و اعتقادات کے ہو جو ہر ایک مسلمان کیلئے وجب العمل ہے۔ نظر انداز کرنا دو قسم کی ہے۔ اعتقاد کی وجہ سے دو قسم ہے۔ قسم اول نظر اندازی یہ کہ کوئی شخص مسلمان کہلا کر ان احکام شرعیہ کے صحت و ضرورت سے انکار کرے یا انکو انصاف و عقل و تہذیب و شائستگی شخصی و تمدنی و سیاسی ضرورت کا مخالف سمجھے اور اس اعتقاد و خیال سے ان احکام کو نظر انداز ہی کر دے اور ان کی تعمیل سے انکار کرے جیسا کہ اسوقت کے اکثر یورپ وغیرہ بلاد کے عیسائیوں کا حال و خیال ہے کہ وہ احکام توریت و انجیل کو پس دپشت ڈال کر کیا سیاسی و امدنی میں اور کیا ذاتی عملی و اخلاقی امور میں اپنی عقل اور سوسائٹی کے مجوزہ قوانین و آئین کو دستور العمل بنائے ہوئے ہیں تو اس قسم کے نظر انداز کرنیوالے منکر شخص کا مسلمان کہلانا ایسا ہی ہے جیسا کہ ان عیسائیوں کا برائے نام عیسائی کہلانا ہے قرآن اور اسلام ایسے منکروں کو مسلمان نہیں کہتا۔ بلکہ قطعی کافر قرار دیتا ہے اور دائرہ اسلام سے خارج کرتا ہے قرآن کی بہت سی

ایات میں اسکی نسبت یہ فتوی و فیصلہ ہے ۔ از انجملہ بعض آیات کو نقل کیا جاتا ہے ۔ ایک
آیت میں ارشاد ہے ۔ جو لوگ اللہ کے اتارے حکم کے مطابق حکم نہ دیں وہ لوگ کافر ہیں۔
وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ایک اور ایت میں فرمایا تیرے رب کی (یعنے ہمکو اپنی) قسم
فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ قسم ہے یہ لوگ مسلمان نہ ہونگے جب تک اپنے
ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا جھگڑوں اور معاملات میں تجھکو اپنا حاکم نہ بناویں
قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ اور پھر تیرے فیصلہ سے دل میں تنگی نہ لاویں
وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ اور یہودیوں کے حق میں جو مدینہ میں تھے اور اسلام کے انتظام میں
حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ
خلل انداز ہوتے فرمایا کہ ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان نہیں لاتے
اور جس چیز کو خدا اور رسول نے حرام کیا ہے اسکو حرام نہیں جانتے اور دین (آئین) حق کی
پیروی نہیں کرتے جب تک کہ ٹیکس دیکر تمہارے ماتحت ہو کر نہ رہیں ۔ اور ایک آیت میں جہاں
کہ حکم سود میں خدا رسول کی مخالفت کرنے والے مسلمان کو فرمایا ۔ اے مسلمانوں خدا سے ڈرو اور
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ باقی ماندہ سود چھوڑ دو (اگر واقعی اور دل سے)
الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مسلمان ہو تم نے ایسا نہ کیا تو خدا رسول سے
لڑنے کی خبر سن لو اور اس کے لئے تیار رہو (خدا سے
مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۔
لڑنا اسلام نہیں کافروں کا کام ہے) ۔ قسم دوم نظر انداز یہ ہے کہ کوئی شخص قران اور اسلام کے احکام
کو صحیح و حق و عقل و انصاف و ضرورت شخصی تمدنی و سیاسی کے مطابق جانتا ہے ۔ مگر غفلت
یا کسی مجبوری نفس کی وجہ سے انکی تعمیل سے قاصر ہے اور اس قصور و کوتاہی پر وہ نادم و متاسف
ہے اور دل سے عزم رکھتا ہے کہ وہ اس قصور و کوتاہی سے باز آئیگا اور حکم شریعت کی پیروی
کریگا ۔ اس قسم دوم کا تارک تعمیل احکام گو مسلمان کہلا سکتا ہے مگر مسلمان ہونے کے ساتھ
وہ فاسق (اطاعت خدا رسول سے خارج) و بدکار بھی کہلاتا ہے ۔ جس کی نسبت یہ حکم ہو چکا ہے
بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۔ یعنی مومن ہونے کے بعد فاسق کہلانا برا نام رکھانا ہے ۔ المختصر
حدود شرعیہ یا احکام اسلامیہ سے نظر انداز کرنے والا مسلمان خالص مسلمان نہیں کہلا سکتا
اسلام میں کچھ نہ کچھ خلل و نقصان پیدا ہو جاتا ہے ۔ ان حدود و احکام کے استحسان سے منکر بالکل

سورۃ نساء ۹

سورۃ توبہ

کافر ہو جاتا ہے اور اگر پسند کرنے کے ساتھ غفلت یا کسی مجبوری سے ان کی تعمیل سے قاصر ہے تو فاسق کہلاتا ہے اب آپکو اختیار ہے ازاد و ماتحت مسلمانان حدود شرعی کو نظر انداز کرنے والوں اور احکام شرعیہ متعلقہ سود و غیرہ کے حلال کرنے والوں کو قسم اول میں داخل کر کے کافر قرار دیں یا قسم ثانی میں داخل سمجھکر فاسق کہیں۔ ہم اور کچھ نہیں کہتے صرف اس قدر کہتے ہیں۔ کہ خالص مسلمان تو وہ ہرگز نہیں کہلا سکتے۔

اس الزامی بات کے بعد جو آپنے اس زمانہ سے پہلے مسلمانوں پر حملہ کیا اور کہا ہے کہ مسلمانوں نے قرآن میں غور و تدبر کو چھوڑ کر تعلیم اسلام کے روح کو بھلا دیا ہے۔ سود ہی کے مسئلہ کو لو۔ اول ربو کے معنی میں اختلاف ہے۔ ایک فریق اس کے معنی یوزری (ظالمانہ ربا) لینے کی کرتا ہے۔ نہ تجارتی شرح مروجہ سود کو دوسرا فریق مطلق ربو کو حرام کہتا ہے۔ مگر وہ فریق اول کے استدلال کا کوئی شافی جواب نہیں دیتا۔ دوم مسلمان یہ نہیں سوچتے کہ علماء سلف و حال خود ربو کی چند صورتوں کو غیر ممنوع ہونا تسلیم کر چکے ہیں۔ مگر اسکے معنی خواہ کچھ ہوں اسکی ممانعت کی اصل وجہ ہمدردی ہے تو پھر جب کسی کو روپے کی ضرورت ہو اور اسکو بازار ایک روپیہ فیصدی شرح سے کم پر روپیہ نہ ملے تو اگر کوئی مسلمان بخیال ہمدردی و دفع ضرر اہل اسلام بحکم لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِی الْاِسْلَامِ اسکو فیصدی ۱۰ آنہ یا ۸ آنہ سود پر روپیہ قرض دیدے تو کیا اُسنے منشاء الہی کا خلاف کیا۔" اسمیں اول تو سر سید کا الجھ کھانے اور نزلہ ربائی کا اظہار کیا ہے۔ (جو علماء اسلام پر عدم تدبر قرآن کا الزام سراسر اتہام قایم کیا ہے،" دوسرے خلاف کوئی کا ارتکاب کیا ہے۔ اول یہ کہ سود کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے۔ کہ وہ مطلق زیادتی ہے۔ یا ظالمانہ زیادتی یوزری، مگر اس اختلاف کے متعلق یہ نہیں بتایا کہ سر سید کے پہلے کس عالم اسلام نے ربو محرم کو یوزری سے خاص کیا ہے۔ دوم یہ کہ ربو کو یوزری سے مخصوص کرنیوالوں کے استدلال کا فریق مخالف نے جواب نہیں دیا۔ یہ جو سبحت منافی خلاف گوئی ہے۔ اشاعۃ السنۃ نقارہ کی چوٹ کے ساتھ سر سید کے زمانہ حیات سے اسوقت تک آنکے دلائل کا جواب دے رہا ہے جس کے جواب میں کسی نے دم نہیں مارا بلکہ آپنے جواز سود بشرح تجارتی پر اپنے اجتہاد سے ایسی دلیل قایم کی ہے جس سے زناکاری شراب خوری کی اباحت بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ آپکی اس دلیل کو سنکر ایک زناکار و شراب خوار یہ دلیل پیش کر سکتا ہے کہ ایک

آپنے مان لیا کہ ربو حرام مطلق ہے۔

اسلامی حکم سیاسی متعلق جہاد و قتل مرتد

اور

سید محمد و مرزا غلام احمد

لایق توجہ گورنمنٹ

مرزا غلام احمد اور اسکے ایک حواری نے اس قسم کے مضامین سول و ملٹری گزٹ ۷ رمئی ۱۹۰۶ء میں شایع کئے تھے۔ جن میں یہ جتایا تھا کہ برٹش گورنمنٹ سے اسکی موجودہ حالت نیوٹرلٹی (عدم مداخلت مذہبی) میں مذہبی جہاد کو ناجائز جاننا خاصةً اور صرف مرزائی پارٹی کا اعتقاد ہے جسمیں مسلمان عموماً اور ہز میجسٹی امیر افغانستان خصوصاً انکے مخالف ہیں۔ اسی مخالفت کیوجہ سے اُنکا ایک مرید کابل میں قتل کیا گیا ہے۔

سید محمد اڈیٹر اخبار الحق کرانچی نے انکے مضامین کو عام مسلمانوں اور خاص کر ہز میجسٹی امیر پر غیر شریفانہ حملہ قرار دیکر سول ملٹری گزٹ ۲۲ رمئی میں اُن کا یہ جواب دیا ہے۔ جو دو فقروں میں منقول ذیل ہے:-

(۱) گورنمنٹ کی موجودہ حالت نیوٹرلٹی میں اس سے مذہبی جہاد کرنا تمام عالم و فاضل مسلمانوں کے نزدیک ناجائز ہے۔ بلکہ اصول اسلام کے مخالف ہے۔ لہذا مرزا کا یہ الزام عام مسلمانوں پر محض اتہام ہے۔ اور خاصکر ہز میجسٹی امیر پر جو برٹش گورنمنٹ کے سچے دوست ہیں مصالح ملکی کی نظر سے بھی بیجا۔ اور نامناسب ہے۔

(۲) مرزا کے مرید کا کابل میں قتل کیا جانا۔ اس وجہ سے نہیں ہوا۔ کہ وہ مرزا گورنمنٹ سے جہاد کو ناجائز بتاتا تھا۔ بلکہ وہ اس وجہ سے ہوا تھا کہ مرزا اسلام سے مرتد ہوکر خاتم المرسلین اور کل انبیاء کی (جن میں حضرت مسیح بھی شامل اور اعتقاد اہل اسلام میں قابل عزت و توقیر ہیں) توہین کرتا۔ اور انکو

گالیاں دے چکا تھا۔ اور خود مدعی نبوت بن بیٹھا تھا۔ اور اسکی ان باتوں کو تسلیم کرنے کی وجہ سے اسکا وہ مرید جو قتل کیا گیا ہے مرتد ہو چکا تھا۔ اس کے جواب میں مرزا نے پھر قلم اٹھایا اور سول و ملٹری گزٹ ۲۸ مئی ۱۹۲۵ء میں ایک مضمون مشتہر کیا۔ جس میں چار فقرے لائق بحث و نظر ہیں:۔

(۱) میں اور میرے مرید ارتھوڈاکس (راسخ مسلمان ہیں) خدا کو اور پیغمبر کو اور قرآن کو مانتے ہیں۔ اسلئے ہم مرتد نہیں ہیں۔ پھر جو ہمکو اسلام سے مرتد قرار دیا گیا ہے۔ اور ہمارے مرید کو قتل کیا گیا ہے۔ تو اس کی وجہ بجز اس کے اور کوئی نہیں ہے۔ کہ ہم اس مہدی اور مسیح موعود کے منکر ہیں۔ جو بزور شمشیر اسلام پھیلائیں گے اور اسی بنا پر ہم جہاد کے بھی منکر ہیں۔ جو عام مسلمانوں کے خیال میں مانا گیا ہے۔

(۲) جو سلوک ہم سے کابل میں کیا گیا ہے۔ یہی سلوک مکہ اور مدینہ اور تمام اسلامی سلطنتوں میں ہمارے ساتھ جائز سمجھا جاتا ہے۔ اور ہمارے جانوں اور مال اور مذہب کو بجز سلطنت برٹش گورنمنٹ کسی جگہ امن نہیں ہے اسلئے جیسے ہم اس سلطنت کے خیر خواہ اور دوام قیام کے طالب ہیں۔ کوئی دوسرا مسلمان نہیں ہو سکتا۔

(۳) ہم مسلمانوں کے اس مقدس مسئلہ کو کہ مہدی و مسیح آئینگے اور بزور شمشیر اسلام پھیلائینگے۔ خطرناک سمجھتے ہیں۔ اور یہی مسائل سرحدی مسلمانوں کی تباہی کے باعث ہوتے ہیں۔ جب جاہل لوگوں کے دلوں میں ایسے خیال جگہ پکڑ لیتے ہیں۔ تو بمجرد اسکے کہ کوئی شخص مہدی ہونے کا دعوے کرے اور تلوار ہاتھ میں لے تعصب کی آگ شعلہ زن ہو جاتی ہے۔ جاہلوں کی کثیر تعداد اسکے ساتھ ہو جاتی ہے۔ لہذا ہم کہتے ہیں کہ یہ اعتقادات غلط ہیں۔

مذہب اسلام کی صادق اور روشن تعلیم کی موجودگی میں کسی جہاد کی ضرورت نہیں ہے۔ مسلمانوں میں جو دانا ہیں۔ وہ ایسے اعتقادات کو آہستہ آہستہ چھوڑتے جاتے ہیں۔

(۴) میں یہ نہیں کہتا کہ راسخ مسلمانوں سے جو ہمارے مخالف ہیں۔ وہ گورنمنٹ کے وفادار رعیت نہیں ہیں۔ وہ وفادار تو ہیں۔ ولیکن اگر وہ ایسے اعتقادات کو چھوڑ دیں تو زیادہ بہتر ہے۔

حضرات! ناظرین میں ان دونوں خیالوں پر منصفانہ محاکمہ کرنا چاہتا ہوں۔ مگر جو لوگ مجھسے پہلے واقف نہیں پہلے مجھی کیمین ایڈیٹر رسالہ الاقتصاد فی مسائل الجہاد کو جو تین زبانوں (اردو۔ انگریزی۔ فارسی) میں چھپکر سر چارلس ایچیسن سر جیمس لائل اور سر فریڈرک رابرٹسن کے نام ڈیڈیکیٹ ہو چکا ہے۔ اور اسکے عربی ایڈیشن کی (جس کو میں ہز میجسٹی ایمپرکے نام ڈیڈیکیٹ کرنا چاہتا ہوں) اشاعت زیر تجویز ہے۔ کی جس زبان سے وہ دلچسپی رکھتے ہوں اسکی ایک کاپی طلب فرماکر ملاحظہ کریں پھر اس رسالہ اور میرے دیگر مضامین مندرجہ اشاعت السنہ کے متعلق جو چھپیات وسرٹفکیٹ اعلے افسران گورنمنٹ کے چھپ چکے ہیں اور انکی بھی ایک کاپی آپکے ملاحظہ کے لیے ارسال ہو سکتی ہے۔ ملاحظہ فرمادیں۔ ان چھپیات خصوصًا ترجمہ چھٹی فارسی گورنمنٹ پنجاب سے جو اس کاپی میں دوسرے نمبر پر درج ہے۔ میرے رائے کی وقعت کا اندازہ کریں۔ جو گورنمنٹ اور اہل اسلام کی نظر میں ہے۔ آپ پھر مرزا غلام احمد کی رائے کی وقعت کا اندازہ کریں کہ وہ اہل اسلام میں کسقدر ہے۔ اور گورنمنٹ میں کسقدر ہے۔ اہل اسلام میں تو اسکا اندازہ اسکے مضمون کے دوسرے فقرے سے ہو سکتا ہے۔ جس میں وہ لکھتا ہے کہ تمام اسلامی سلطنتوں میں مرتد و اجب القتل سمجھا جاتا ہوں۔ اور گورنمنٹ میں اسکی رائے کی وقعت کا اندازہ اس کی چھٹیاں ہی

کہ اسکے مضامین ممانعت جہاد کے مشتہر کرنے پر بھی گورنمنٹ کی طرف سے
اسکے نام کی دو حرفی چٹھی بھی اسکو عطا نہیں ہوئی۔ جس میں مسرت و خوشنودی
کا اظہار ہو۔

اسکے بعد یہ منصفانہ محاکمہ سنیں کہ جو کچھ سید محمد ایڈیٹر الحق نے کہا ہے
سچ اور بالکل صحیح۔ اسکے فقرہ اوّل کی صداقت پر ایک تو میرا رسالہ الاقتصاد
فی مسائل الجہاد شاہد عدل ہے۔ دوسرا گواہ اس سے پیشتر کا رسالہ ڈاکٹر سید
بجواب رسالہ ڈاکٹر ہنٹر۔ ان دونوں کے ہوتے تیسرے گواہ کی کوئی ضرورت
نہیں۔ رسالہ سر سید امید ہے ناظرین کے ملاحظہ سے گذرا ہوگا۔ اگر اسکی ضرورت ہو تو
وہ بھی حاضر ہے۔ اور اسکے فقرے کے پہلے حصہ کی (کہ اس کے مرید کو مرتد
قرار دیکر قتل کیا گیا ہے) صداقت پر خود مضمون مرزا کا فقرہ ۲ دوم ناطق
گواہ ہے۔ رہا اسکا پچھلا حصہ (کہ اسکو انبیاء کی توہین و دشنام دہی اور
دعوے نبوت کی وجہ سے مرتد قرار دیا گیا ہے۔ نہ مسئلہ جہاد کی وجہ سے) اسکی
صداقت پر بھی دو گواہ ہیں۔ ایک مرزا کی تصانیف جن میں اسنے نبوت کا
دعوے کیا۔ اور نبی آخر زمان اور حضرت مسیح کی توہین کی ہے۔ جو اسکے بعینہا
الفاظ سے نقل کی جاتی ہے۔

ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۳۳ و ۵۳۴ و ۵۳۵ میں ہے۔ خدا تعالےٰ نے اس عاجز کا نام
امتی بھی رکھا ہے۔ اور نبی بھی۔ اور ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۵ میں حضرت
مسیح کا ذکر کرکے اسنے کہا ہے۔ آپکی عقل موٹی تھی آپکو گالیاں دینے اور
بدزبانی کرنے کی اکثر عادت تھی۔ جس پر یہودی ہاتھ سے کر نکال لیا کرتے۔
آپکو کسیقدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ اور اسکے صفحہ ۷ میں لکھا ہے
آپکا خاندان نہایت پاک مطہر (یعنے ناپاک) ہے تین دادیاں اور نانیاں

زناکار نہیں۔ کسبی عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے آپکا وجود ظہور پذیر ہوا۔ آپکا کنجریوں سے میلان۔ اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ اور رسالہ دافع البلاء کے صفحہ ۱۳ میں کہا ہے کہ میں اسرائیلی مسیح ابن مریم سے پریشان ہیں بڑھکر ہوں۔

دوسرا گواہ ایک معزز عہدہ دار سلطنت کابل اجو اس دربار میں جس میں مرید مرزا پر مرتد ہونے کا حکم لگایا تھا۔ شامل و شریک تھا کی دستخطی تحریر ہے جو مضمون سول و ملٹری ۲۹ مئی کو پڑھکر اسنے میرے پاس پشاور ارسال کی ہے اس تحریر میں وہ عہدہ دار لکھتا ہے۔ میں خود اس جلسہ میں جو مسجد شاہی کابل میں ہوا تھا۔ موجود تھا۔ جہاد کا ذکر مطلق نہ ہوا تھا۔ صرف ارتداد کا فتوے دیا گیا تھا۔ کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل نہ تھا۔ اور مرزا اسکے پیر نے حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں دشنام و توہین کے لفظ استعمال کئے تھے"

میں کہتا ہوں ایسے مرتد کو جو نبیوں کو گالی دے اور انکی توہین کرے قتل کرنے کی فلاسفی اور پولیٹکل وجہ یہ ہے۔ کہ اسکے ان افعال سے تمام اہل المذہب میں اشتعال پیدا ہو کر اس سے کشت و خون و نقض من عامۃ الخلائق کے وقوع کا اندیشہ ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے اسلام میں ایسے فتنہ انداز مرتد کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ جیسے کہ دنیا کی تمام سلطنتوں میں بادشاہوں کی اہانت کرنیوالوں اور بغاوت پھیلانے والوں کو پھانسی یا عبور دریائے شور کا حکم دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ آجکل پنجاب میں ہوا ہے۔ اس قتل کی وجہ صرف مذہبی مخالفت یا ایک جزئی حکم جہاد سے انکار نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ وجہ ہوتی تو کوئی مخالفت مذہب مسلمان بادشاہوں

کی تلوار سے نہ بچتا۔ اور انکے ماتحت رعایا میں امن و آزادی نہ رہ سکتا۔ حالانکہ شروع اسلام سے اسوقت تک اسلامی سلطنتوں کے ماتحت غیر اسلامی لوگ برابر امن و آزادی سے رہتے چلے آئیں ہیں۔ ہز مجسٹی امیر ہی کی سلطنت کو دیکھو۔ کہ اس میں ہندو عیسائی ارمنی وغیرہ مسلمانوں کی طرح امن و آزادی سے عیش بسر کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ ساٹھ ستر ہندو شاہی دربار میں شرف یاب ہیں۔ اس ملک ہندوستان میں ہز مجسٹی تشریف لائے۔ تو اس ملک کے ہندوؤں و عیسائیوں سے بھی اسی سلوک سے پیش آئے۔ جیسے مسلمانوں سے پیش آئے۔ عید کے شاہی دربار دہلی میں جیسے مسلمان روساء مدعو و مشرف ہوئے۔ ویسے ہی ہندو روساء مدعو ہوئے۔ ہندوؤں کے معابد و مشاہد کی بھی ہز مجسٹی امیر نے ویسے ہی داد و دہش سے اعانت و عزت کی۔ جس سے مسلمانوں کی مساجد و مشاہد و سکولوں اور کالجوں کی یہی وجہ ہے۔ ہز مجسٹی امیر ہندوستان و پنجاب کے تمام ہندو و مسلمان سکھ وغیرہ اہل مذاہب کے اشخاص کر (بجز فرقہ مرزائیہ) دلوں میں ایسی ان محبت و عزت کی تخم ریزی کر گئے ہیں۔ کہ جب تک برٹش گورنمنٹ سے ہز مجسٹی کی دوستی قائم رہے گی وہ عزت اور محبت روز افزوں ترقی کریگی اور عمدہ پھل لائیگی۔

اور جو کچھ مرزا غلام احمد نے کہا ہے۔ اسمیں سے صرف فقرہ دوم تو صحیح ہے جو خیال سید محمد کا صدق ہے اور ہمارا بھی اسپر صاد ہے کہ بیشک آپکو بجز سلطنت برٹش گورنمنٹ کہیں جائے امن نہیں ہے کیونکہ آپکے مذہبی خیالات روئے زمین کے مسلمانوں کے مخالف ہیں۔ اور باقی تینوں فقرے مضمون سے محض خلاف واقعہ اور بالکل غلط و سراسر مغالطہ ہیں۔

پہلے فقرے میں جو اسنے کہا ہے۔ ہم خدا اور رسول و قرآن کو مانتے ہیں کہ یہ مرتد کہنا صرف اعتقاد آمد مسیح و مہدی سے انکار کی وجہ سے ہے۔ وہ بالکل

سفید جھوٹ ہے۔
مرزائی پارٹی کا بظاہر خدا اور رسول و قرآن کو ماننا ایسا ہے۔ جیسا کہ اسکے
تمام مخالف مسلمانوں کا سچے دل سے خدا اور رسول اور قرآن کو ماننا ہے وجہ ا
جیسا مرزا ان سب مسلمانوں کو کافر و مرتد سمجھتا ہے۔ اور اپنی پارٹی کا ان سے
میل جول رکھتا۔ اور انکے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں رکھتا۔ ان دنوں اسنے
کتاب حقیقۃ الوحی شائع کی ہے۔ تو اسکے صفحہ ۱۲۰ میں ایک بڑے پکے
مسلمان ڈاکٹر عبد الحکیم خان اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ کو جو خدا و رسول و قرآن
کو مانتا ہے بصرف اس جھوٹے بہانہ سے کہ وہ رسول کے ماننے کو ضروری نہیں
جانتا مرتد قرار دیا ہے۔ جس کا جھوٹ ہونا ڈاکٹر نے اخبار وطن مورخہ ۷ مئی
۱۹۰۶ء میں شائع کر دیا ہے۔ ایسا ہی اگر تمام مسلمانوں نے ان سچے اور واقعی
عذرات سے کہ مرزا خود مدعی نبوت بن بیٹھا اور انبیاء کی توہین کرتا ہے اسکو
مرتد قرار دیا۔ تو یہ کون سی شکایت کا محل ہے۔ اور اس حکم ارتداد کو آمد مہدی
و مسیح سے انکار پر مبنی کیوں ٹھہرایا گیا ہے۔ کیا مرزا کے سوائے آمد مسیح و
مہدی سے منکر اور کوئی مسلمان نہیں ہے اور اگر ہے تو کیا اسپر حکم ارتداد
لگایا گیا ہے۔ ہم بہت سے مسلمانوں کی نشان دہی کرتے ہیں جو مرزا کی مانند
آمد مسیح و مہدی سے منکر ہیں۔ اور وہ راسخ مسلمانوں کے نزدیک کافر و مرتد قرار
[illegible] مستثنیٰ قرار دیئے گئے ہیں۔
نہیں دیئے گئے۔ بلکہ صرف بدعتی
مسلمانوں کا ایک قدیم فرقہ جہمیہ اور بعض معتزلہ مسیح کی آمد سے منکر چلے
آئے ہیں۔ چنانچہ شرح صحیح مسلم کے صفحہ ۴۰۳ میں منقول ہے۔ اور معتزلہ کے
انکار حیات مسیح کو جو آمد کے لئے شرط ہے۔ مرزا نے بھی اپنی کتاب حقیقۃ الوحی
کے صفحہ ۳۰ میں نقل کیا ہے۔ پھر ان لوگوں کو کوئی راشد مسلمان اس انکار کی وجہ سے

مرتد قرار نہیں دیتا۔ امام مہدی کی آمد کے متعلق احادیث سے ایک بڑے مورخ اور سنی محدث ابن خلدون حضرمی نے کتاب العبر فی دیوان المبتدا والخبر میں انکار کیا ہے۔ انکو بھی اس انکار کے سبب کسی نے مرتد نہیں کہا۔ دور نہ جاؤ۔ اس زمانہ کے معتزلہ (نیچریہ) سر سید اور انکے فالورز نے مسیح اور مہدی دونوں کے آنے سے انکار کیا ہے۔ پھر انکو اس انکار کی وجہ سے مرتد نہیں سمجھا گیا۔ پھر اس انکار کی وجہ سے راشد مسلمانوں کا مرزا اور مرزائیوں کو مرتد قرار دینا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

مذہبی جہاد کی نسبت کسی لکھے پڑھے راشد مسلمان کا یہ خیال نہیں ہے کہ وہ جبراً اور بزور شمشیر اسلام پھیلانے کے لئے ہے۔ بلکہ تمام واقف کار مسلمانوں کے نزدیک مذہبی جہاد صرف ڈیفینسِو ہے اور مدافعت کے لئے مشروع ہے۔ پھر اس سے انکار کی وجہ سے مسلمانوں کا مرزا کو مرتد سمجھنا کیونکر ممکن ہے۔

فقرہ سوم میں جو مرزا نے کہا ہے۔ وہ بھی محض غلط اور مغالطہ ہے۔ مذہبی جہاد کی نسبت جو کچھ واقف کار مسلمانوں کا خیال ہے۔ وہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں۔ مسیح موعود اور امام مہدی کے آنے کے متعلق بھی واقف کار مسلمانوں کا خیال یہ ہرگز نہیں ہے۔ کہ وہ بزور شمشیر اسلام پھیلانے کے لیئے آئیں گے۔ حضرت مسیح ابن مریم کی نسبت صحیح بخاری سے (جو سنی مسلمانوں اور مرزا کے اتفاق سے صحیح مسلم چلی آتی ہے) کے صفحہ ۴۹۰ میں مسیح کی نسبت صاف آچکا ہے یضع الحرب (یعنے جب وہ آئیں گے لڑائی جہاد کو موقوف کر دینگے) جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ صرف آسمانی نشانات وکرامات سے تمام زمین میں دین اسلام کو پھیلا دینگے۔ تمام زمین پر کافر ایک بھی نہ رہے گا اور جب کافر کوئی نہ رہا تو یہ جہاد کس سے ہوگا اور چونکہ امام مہدی کی آمد بھی

اسی زمانہ میں ہوگی لہذا وہ بھی بحکم حدیث مذکور جہاد کے ذریعہ نہیں بلکہ روحانی و آسمانی برکات سے اسلام پھیلائیں گے۔ یہی بات مرزا نے خود مسیح موعود و مہدی مسعود بنکر اپنے لئے تجویز کرلی ہے تو پھر اگر یہی اعتقاد مسلمانوں کا واقعی اور اصلی مسیح اور مہدی کی نسبت ہو تو پھر انکی آمد کا اعتقاد کیوں خطرناک بتایا جاتا ہے۔ اس باب میں مینے ایک مستقل مضمون بہ عنوان آسمانی مسیح اور اسکا رفیق مہدی تیار کیا ہوا ہے جوکہ عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ بنا بریں علیہ مسیح موعود اور مہدی کے آمد کا اعتقاد کسی خطرہ کا محل نہیں ہے۔ ہاں بجائے اسکے محل خطرہ آپ جیسے لوگوں کا دعوے مسیحائیت و مہدیت ہے جو نہ واقعی مسیح موعود ہیں۔ اور نہ اصلی مہدی۔ اور کسی قسم کی کرامات اور آسمانی برکات اپنے ساتھ نہیں رکھتے۔ اور پھر خود ہی مسیح موعود اور خود ہی مہدی مسعود بن بیٹھے ہیں۔

آپ لوگ جب کبھی جمعیت اور شوکت پاوینگے کچھ نہ کچھ کرد کھائینگے۔ ابھی تک آپکی طرف سے کچھ ظہور میں نہیں آیا۔ تو یہ مستری بی از بے چادر کی مصداق ہے۔ اگر آپکے مریدوں کی تعداد بقول آپ کے ہزاروں یا لاکھوں تک پہنچ گئی ہے۔ تو پھر بھی وہ متفرق ہے۔ اور دوسرے کی ماتحتی میں ہے۔ دس بیس یا سو دو سو آپکے مرید لاہور میں ہیں۔ اور سو پچاس یا زیادہ افریقہ میں شعلے بڑا القیام اور سب کے سب سرکاری ملازم ہیں اور سرکاری رعایا ہیں۔ جب ان سب کو یکجائی جمعیت ہوگی۔ اور کسی شخص کی ماتحتی نہ رہے گی۔ تو اسوقت دیکھا جائے گا۔ کہ آپ لوگوں سے کیا کچھ ظہور میں آتا ہے۔

آپکی ایک نظیر مہدی سوادنی کو ہم دیکھ چکے ہیں۔ پہلے تو وہ آپکی مانند روحانی درویش تھا۔ اور آخر جمعیت پاکر پولیٹکل سردار بن گیا۔ جس کو نیچا دیکھانے کے

لیئے ہماری گورنمنٹ کو بھی کچھ حصّہ لینا پڑا۔

یہ بات گورنمنٹ کو ہم اور ہمارے ہمعصر بارہا جتا چکے ہیں۔ اور گورنمنٹ بھی آپکی طرف سے غافل و مطمئن نہیں ہے۔ اور آپ کے اشتہارات و تحریرات سے دہوکہ نہیں کھاتی۔

چوتھے فقرہ میں جو کچھہ مرزا نے کہا ہے۔ اسمیں بھی بالکل مغالطے سے کام لیا ہے۔ راسخ مسلمان رعایا کو پہلے تو اسنے گورنمنٹ کا وفادار تسلیم کیا۔ اور پھر اسمیں اسیقدر بھُس ملا دیا کہ اگر وہ اعتقادات مہدی و مسیح کو چھوڑ دینگے۔ تو پورے و بہتر وفادار بنے گی۔

فقرہ سوم کے متعلق ہم ابھی کہ چکے ہیں کہ جس طور سے راسخ مسلمان مسیح موعود اور مہدی کی آمد کو مانتے ہیں۔ اسمیں انکی وفاداری میں کچھ نقصان نہیں ہے۔

سلطنت کو یا وفاداری رعیت کو کوئی اگر خطرہ ہے تو جھوٹے مسیحوں کی مسیحائیت اور بناوٹی مہدیوں کی مہدیت سے ہے و بس جسکی تفصیل ہمارے مستقل مضمون آسمانی مسیح اور اسکا رفیق مہدی میں ہے۔ جو عنقریب شائع ہوگا۔ اس فقرہ چہارم کے متعلق ہم اس قدر کہنے سے نہیں رُک سکتے۔ کہ اس فقرہ میں پھر مسلمانوں کی وفاداری پر صراحتًا اور ہز میجسٹی امیر کی برٹش گورنمنٹ سے سچی دوستی پر در پردہ حملہ کیا ہے۔ اور یہ جتایا ہے کہ مسیح موعود و مہدی کے آمد کے اعتقاد کے ساتھ مسلمان گورنمنٹ کے پورے وفادار اور ہز میجسٹی امیر گورنمنٹ کے پورے صادق دوست نہیں ہو سکتے۔ جو نہایت افسوس کا محل ہے۔ اور سخت شرمناک اور نہیر شریفانہ حملہ ہے۔ جس کا جواب ہم اوپر بھی دے چکے ہیں۔ تاہی اسکے مقابلہ میں مسلمان مرزا غلام احمد کی نسبت یہ کہ سکتے ہیں

جبکہ تم اپنی کتاب دافع الوساوس کے صفحہ ۹۰۱ میں صاف یہ عبارت لکھ چکے ہو کہ جب انسان خداتعالےٰ کا نافرمان ہوجاتا ہے۔ تو اسکی ملک اصل مالک (خداتعالےٰ) کی طرف عود کرتی ہے۔ اور پھر اُس مالک حقیقی کو اختیار ہوتا ہے۔ کہ چاہے تو بلاتوسط رسل نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچاوے۔ یا کسی رسول کے واسطے سے یہ تجلی قہری نازل فرماوے۔ ایک ہی بات ہے۔" اور تمہارے نزدیک گورنمنٹ بھی بلحاظ مذہب خدا کی نافرمان ہے۔ اسی واسطے تم نے اپنے انگریزی اشتہاروں میں گورنمنٹ کو اپنے مذہب کی طرف بلایا۔ اور عذاب اخروی سے ڈرایا ہے۔ لہٰذا اس عبارت میں آپنے اس امر کو جائز رکھا ہے۔ کہ خدا چاہے تو تمہارے ذریعہ گورنمنٹ کی جان ومال کو تلف کردے۔ اور یہی بعینہٖ جہاد کا مفہوم اور اسکا نتیجہ لازمہ ہے۔

اس صورت میں تمہاری وہ تحریرات و اشتہارات جن میں تم گورنمنٹ سے جہاد کو ناجائز کہتے ہو۔ تمہارے دلی اعتقاد کا فوٹو نہیں۔ بلکہ وہ ہاتھی دانتوں کی مانند ہیں جو کھانے کے اَور دکھانے کے اَور...... اگر اب تم عبارت کو وِدڈرا (واپس) کرلو یا اسکی غلطی و منسوخی کا اشتہار دو تو پھر تم بھی تمام مسلمان رعایا کی مانند گورنمنٹ کے سچے وفادار بن جاؤگے۔ اور گورنمنٹ سے اسکی موجودہ حالت میں جہاد کو ناجائز جاننے والے سمجھے جاؤگے۔ مگر اس شرط سے کہ مسیح موعود اور مہدی مسعود کا دعوےٰ چھوڑ دو۔ یہ دعویٰ بجز حضرت عیسیٰ مسیح ابن مریم اسرائیلی اور انکے رفیق امام مہدی جس شخص کے منہ سے نکلیگا وہ مفسد ہوگا اور وہ جیسے قابو پائیگا تلوار اٹھائیگا اور زمین میں خون بہائیگا۔ روحانی برکات اور آسمانی نشانات سے دین اسلام کو تمام دنیا میں پھیلانا اسی حضرت مسیح ابن مریم اسرائیلی کا کام ہے جو آسمان پر اٹھایا گیا ہے اور آسمان ہی سے اتریگا اور اسکے وقت میں اسکی تائید کیلئے کوئی اور امام

پیدا ہوگا جو امام مہدی کہلائیگا۔ زمینی ہو کر جو مسیح بن بیٹھے گا اور خود ہی اسرائیلی مسیح کے موجود ہونیکے بغیر مہدی کہلائیگا وہ مسلمانوں کے اعتقاد میں مفسد و خونریز ہوگا"

یہ مضمون سول اینڈ ملٹری گزٹ ۱۹ جولائی میں درج ہو کر شائع ہوا تو مرزا کے پارٹی میں کھلبلی مچ گئی۔ اور ۲۱۔جولائی کو انکے ہیڈ کوارٹر قادیان میں ایک جنرل میٹنگ (بڑی بھاری کمیٹی) ہوئی جس میں شور و غل برپا ہوگیا کوئی کہتا اسکا جواب سول میں شایع کیا جائے۔ اسکو جواب ملا کہ سول اسکو نہیں چھاپے گا۔ کوئی کہتا اسکے جواب سے بالکل سکوت اختیار کرنا چاہئے۔ اس پر مرزا جی نے خوف زدہ ہو کر یہ اعتراض کیا کہ اس صورت میں گورنمنٹ ہم پر بدظن ہو جائیگی۔ اور آخر یہ قرار پایا کہ اسکے جواب میں ایک مستقل پمفلٹ چھپوا کر اعلیٰ افسران گورنمنٹ کے پاس بھیجدینا چاہئے۔ اور مولوی محمد احسن امروہی یا حکیم نور دین کو یہ کام سپرد ہوا کہ نواب صاحب بھوپال کی تالیفات جمع کرکے اُن سے آمد مہدی کے متعلق خیالات نواب صاحب کو نقل کرکے یہ ثابت کرنا چاہئے کہ چونکہ راقم مضمون و خاکسار ایڈیٹر نے نواب کو امام و پیشوا تسلیم کیا ہوا ہے۔ لہذا اسکا اعتقاد بھی آمد مہدی کی نسبت وہی ہوگا جو نواب صاحب نے ظاہر کیا ہے۔ یہ حال تشویش اور ارادہ جواب نویسی اس پارٹی کا سنکر خاکسار نے مرزا جی کے نام اس مضمون کا خط لکھا کہ اگر اس مضمون کا جواب آپ لکھنا چاہیں تو خاکسار آپ کی مدد کرنیکو حاضر ہے۔ نواب صاحب کی تالیفات سے جو کتاب مطلوب ہو خاکسار سے مستعار طلب کریں اور میرا رسالہ اشاعۃ السنۃ جس میں نواب صاحب کے خیالات پر بحث ہے اور وہ اردو و انگریزی دونوں زبانوں میں شائع ہوچکا ہے یقیناً طلب کریں اس خط کے روانہ ہو جانے کے بعد مرزا جی کے آرگن ایڈیٹر الحکم بٹالہ میں آئے اور وہ خاکسار کا رسالہ جہاد اردو و فارسی معہ نقل سرٹیفکیشن لے گئے۔ دیکھئے انکا پمفلٹ کب شائع ہوتا ہے"

کُھلی چِٹھی

جسمیں مرزا کی پیشگوئی طاعون پر بحث ہے اور اسکی کتاب حقیقۃ الوحی اور
اسکے آخری فیصلہ بحق مولوی ثناء اللہ و ڈاکٹر عبدالحکیم خان پر ریویو و استفسار
مشتہرہ الحکم مورخہ ۳۰ - اپریل ۱۹۰۶ء و اعلان مندرجہ الحکم ۱۰ جون ۱۹۰۶ء متعلقہ طاعون کا

جواب ہے

تمہیدی ریمارک - مرزا کا استفسار الحکم ۳۰ اپریل ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا تو اس کے جواب میں خاکسار نے ایک خط ۷ مئی ۱۹۰۷ء کو لکھ کر قلمی ارسال کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ آپنے جو ۳۰ اپریل کے الحکم میں ایک یہ اصول بیان کیا ہے کہ جیسے بادشاہوں کی رسم ہے کہ جب انکا غصہ کسی شہر پر نازل ہوتا اور اسمیں قتل عام کا حکم دیا جاتا ہے تو جس شخص کو سلطنت سے کوئی خاص تعلق ہوتا ہے۔ اسکی جان و عیال و اطفال کی نسبت شاہی فرمان جاری ہوتا ہے کہ ان پر کوئی سپاہی حملہ نہ کرے ویسے ہی خدا تعالیٰ کی عادت ہے* کہ جب زمین پر غضب الٰہی نازل ہوتا ہے تو جس شخص کو خدا تعالےٰ سے خاص تعلق ہوتا ہے اس کی نسبت ملائکہ کو حکم ہوتا ہے کہ اس گھر کے محافظ رہیں۔

پھر اسکے بعد یہ کہا ہے یہی وجہ ہے کہ جب طاعون دنیا پر نازل ہوئی تو اسکو

* یہ محض غلط و مغالطہ ہے جب کسی قوم پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے تو خدا کے مقبول اور صالحین کو بھی وہ عذاب دنیاوی شامل ہوتا ہے پھر آخرت میں صالحین کا حشر انکی نیت کے مطابق صالحین کے ساتھ ہوتا ہے۔ (دیکھو حدیث متفق علیہ مشکوٰۃ ۴۳۳) اور جنکو اس عذاب دنیاوی سے خدا تعالےٰ کو بچانا منظور ہوتا ہے انکو خدا تعالےٰ اس قوم اور انکی بستیوں سے نکل جانے کا حکم دیتا ہے جیسے حضرت لوط ع کو حکم ہوا تھا۔ دیکھو سورہ حجر رکوع ۵

ابتدائی زمانہ میں مجھے الہام ہوا کہ انی احافظ کل من فی الدار یعنے میں ہر ایک شخص جو اس گھر کی چاردیواری میں ہے اسکو طاعون سے بچاؤنگا۔ چنانچہ قریبًا گیارہ برس کا عرصہ ہوا ہے جب یہ الہام ہوا تھا اور اس مدت تک لاکھوں انسان اس دنیا سے شکار طاعون ہوکر مر گئے لیکن ہمارے اس گھر میں اگر ایک کتا بھی داخل ہوا۔ تو طاعون سے محفوظ رہا۔

پھر اسکے بعد استفسار کیا ہے۔ کہ یہ کسقدر عظیم الشان معجزہ ہے چاہئیے کہ ہمارے مخالف مسلمان اور آریہ اور عیسائی اس بات کا جواب دیں"!

اس جواب میں چونکہ آپنے مخالف مسلمانوں کو بھی مخاطب کیا ہے اور اس خاکسار کو اپنے مخالفین کا سرگروہ کہا ہوا ہے۔ لہذا میں اس استفسار کا یہ جواب دیتا ہوں کہ اس میں جو کچھ آپنے کہا ہے محض خلاف واقعہ اور بالکل غلط ہے۔ اس میں آپنے یہ جتایا ہے کہ آپکا کوئی پیرو جو آپکی چاردیواری میں تھا طاعون سے ہلاک نہیں ہوا۔ اور چاردیواری کی تشریح اپنی کشتی نوح صفحہ ۱۰ سطر ۲ وغیرہ میں روحانی چاردیواری سے کی اور یہ بات کہی ہوئی ہے کہ "اسجگہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہی لوگ میرے گھر اندر ہیں جو میرے اس خاک و خشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی ہیں جو میری پوری پیروی کرتے ہیں اور میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔ اس تشریح کے مطابق اور نیز اس تعمیم اور تفصیل و رحم تمیم کے رو سے (جو ایک رہگذر کتے۔ آپکے گھر میں داخل ہونے والے کو بھی شامل ہے) اس پیشگوئی کا راست ہونا اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ آپکے پیرواں سے ادنے سے ادنی کتے کا درجہ رکھنے والا بھی شکار طاعون نہوتا حالانکہ آپکے بڑے بڑے مشنری (آپکی رسالت کی تبلیغ کرنے والے اور آپکے مذہب کو دنیا میں پھیلانے والے) اور

دارالامان قادیان کے مہاجر (اپنے وطن چھوڑ کر وہاں ڈیرے جمانے والے) شکار طاعون ہو چکے ہیں جن کی تعداد بہت ہے مگر ہم سر دست تین شخصوں* کے جو سینکڑوں مرزائی اشخاص کے لیڈر (رہبر) تھے نام پیش کرتے ہیں:-

اول مولوی برہان الدین جہلمی جو مرزائیان علاقہ جہلم اور اسکے اطراف کا پیشوا تھا۔ دوم مولوی جمال الدین باشندہ ساکن سید والہ ضلع منٹگمری جو اس علاقہ کے مرزائیوں کا پیشوا تھا۔ سوم محمد افضل سابق ایڈیٹر البدر جو آپ کے مذہب کی خدمت اور اخبار کے ذریعہ دنیا میں اسکی اشاعت کرنے میں آپ کے ان اصحاب کبار اور نامیان ذوی الاقتدار سے تھا۔ جن کے ذریعہ آپ کے مذہب کو دنیا میں رواج ہوا ہے اور وہ خاصکر دارالامان قادیان کی چار دیواری ظاہری وخاکی میں ڈیرہ جمانے کا شرف بھی حاصل کر چکا تھا۔

ان کی نسبت میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا لوگ آپکی پیروی میں اس رہگذر کتے کے (جو اتفاقاً آپکے گھر میں داخل ہو جائے) کے برابر بھی نہ تھے کہ وہ طاعون کے شکار ہو گئے اور خدا تعالٰے کے فرشتے ان کو طاعون سے بچا کر اس حکم الٰہی کے کہ اس گھر کے محافظ رہو کار بند ہوئے۔

اس سوال کے جواب میں اگر آپ یہ کہینگے کہ وہ لوگ مرض طاعون سے ہلاک نہیں ہوئے تو اگرچہ اس جواب سے کو وہ لوگ جو آپکی کورانہ تقلید اور اندھا دھند مریدی میں پھنسے ہوئے ہیں اور اپنا دین وایمان وعقل سب کچھ فروخت کر کے مصرع۔ اگر یابم خریدارے فروشم دین وایماں را۔ کا مصداق ہو گئے یا

* لاہور میں حکیم فضل الٰہی مرزا کا گویا ایجنٹ تھا اور اسکا گھر مرزائیوں کا ہیڈ کوارٹر یا ہوٹل تھا وہ بھی طاعون سے ہلاک ہوا۔ اور بڑی سختی وعذاب سے مرا۔ خاکسار لاہور سے تحقیق کر چکا ہے۔

وہ لوگ جو دل سے تو آپکے معتقد نہیں۔ مگر روٹیوں کی خاطر آپ کی ہاں میں ہاں ملا کر مصداق مثل "یہ این سکل برائے اکل" ہو رہے ہیں اور وہ ایک غریب آدمی ہونے کے بعد صد ہا روپیہ کے مالک بن گئے ہیں مان جاینگے ولیکن جن لوگوں کو آپسے اس قسم کے تعلقات نہیں اور وہ اصل واقعات وفات ان تینوں حواریوں سے بخوبی واقف ہیں یا نیوٹرل (غیر طرفداری) مقامی اشخاص کی شہادت سے واقف ہوسکتے ہیں وہ اس جواب کو ہرگز تسلیم نہ کرینگے بلکہ دام افتادہ مریدوں میں سے بھی جو صرف دھوکہ میں آکر آپ کی مریدی میں پھنس گئے ہیں اور وہ خاص دارالامان قادیاں میں رہتے ہیں اور محمد افضل کی طاعونی موت سے واقف ہیں اور برہان جہلمی اور جمال سیدوالوی کی کیفیت موت طاعون جہلم و سیدوالے پہنچکر معلوم کرسکتے ہیں بھی اس جواب کو تسلیم نہ کرینگے اور اگر کچھ فہم وحس رکھتے ہونگے تو آپ کی تقلید و مریدی کے پھندے سے نکل جائیں گے۔

اور اگر آپ سوال کا یہ جواب دینگے کہ جو لوگ میرے مریدوں میں سے مبتلاء طاعون ہوئے ہیں وہ میرے پورے پیرو نہ تھے اور انہیں میں سے یہ تینوں یا ایک محمد افضل حواری بھی تھا خداتعالے نے مجھے ان کے پورے پیرو ہونے اور کامل الایمان ہونے سے مطلع نہیں کیا (چنانچہ یہ بات ایک ارگن میں آپنے اپنی طرف سے چھپوا دی ہے) اور انکی نسبت آپ یہ کہدینگے کہ وہ لوگ اگرچہ میری خاکی چاردیواری میں کتنے کی طرح کبھی کبھی داخل ہوتے تھے مگر وہ میری روحانی چاردیواری میں داخل نہوئے تھے تو اس جواب کو بھی کوئی اہل بصیرت صاحب فہم وانصاف تسلیم نکریگا اور اسپر تعجب سے ایک یہ سوال کریگا کہ ایک رہگذر کتا (جو اتفاق سے آپ کے گھر میں داخل ہوجائے) صرف

اس وجہ سے کہ وہ آپکے دارالامان کی خاکی چار دیواری میں داخل ہو گیا تھا اس طاعون سے بچ جاتے اور ایک مہاجر دارالامان ایڈیٹر البدر اور دو آپ کے مذہب مشنری و واعظ (برہان وجمال) باوجودیکہ وہ اپنی عمر کا ایک حصہ آپکے مشن (رسالت) میں صرف کر چکے تھے صرف اسوجہ سے کہ وہ ہنوز پورے پیرو نہ تھے کچے رہے تھے طاعون کا شکار ہو گئے یہ تو اعجبی نہیں تو اور کیا ہے دوسرا یہ سوال کہ جب تک آپ پورے پیرو ہونے کا کوئی معیار مقرر نہ کرینگے جس سے سچے اور جھوٹے اور مخلص ومنافق کی تمیز ہو سکے اس پیشگوئی کو اپنی صداقت کا نشان اور اپنے دعوٰی کی برہان کیونکر بنا سکتے ہیں۔

ایسا کوئی معیار مقرر نہ ہو گا تو آپ ہر شخص کی نسبت گو وہ آپکے گرم جوش مریدوں اور جان نثاروں سے ہو گا جب وہ طاعون سے مریگا یہ کہ سکتے ہیں کہ یہ میرا پورا پیرو نہ تھا اور خدا تعالےٰ مجھے اس کے اخلاص وایمان سی مطلع نہ کیا تھا مثلاً اگر حکیم امۃ مرزائیہ نور دین خلیفہ اوّل۔ یا آپکے مدینہ علم لدنی کے دروازہ اور آپکے وکیل بالخصومۃ ومناظر مولوی محمد احسن خلیفہ دوم یا آپکے حامی جان نثار اپنی خاندانی ریاست کو آپ پر قربان کرنے والے خانصاحب محمد علی خاں خلیفہ سوم۔ یا آپکے خلیفہ چہارم۔ عبد الکریم متوفی (جو طاعون سے بڑھکر کاربنکل کے زخموں سے ہلاک ہوئے) کے دو قائم مقام ایڈیٹران الحکم والبدر طاعون سے ہلاک ہو جائیں گے تو آپ انکی نسبت بھی بڑی دلیری سے یہ کہدینگے کہ یہ سب منافق تھے دل سے میرے پورے پیرو نہ تھے اور اس عذر و حیلہ سے آپ اپنے مخلص وصادق مرید کے طاعون سے فوت ہو جانے سے بھی اس پیشگوئی کو جھوٹی نہ ہونے دیں گے۔ خاکسار نے ان باتوں کے آپکی طرف سے پیش ہونے کی

پیشگوئی اشاعۃ السنہ جلد ۲۰ کے صفحہ ۱۸ و صفحہ ۳۰ میں کر دی ہوئی ہے - لہذا اب مناسب نہیں کہ آپ میرے دوسرے سوال کے جواب میں یہ بات کہیں۔ بلکہ مناسب ہے کہ پوری پیروی کا معیار ایسا مقرر کر دیں جسپیر یہ سوال وارد نہو اس خط کا جواب ایک ہفتہ تک نہ آیا تو اس خط کو رسالہ میں شائع کیا جائیگا -

اس خط کا جواب ۲۲ مئی کو مرزا کی طرف سے ایک ڈیپوٹیشن کے ذریعہ وصول ہوا جسکا خلاصہ اسی کے الفاظ سے نقل کیا جاتا ہے -

مکرمی حضرت مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالے -

بعد دعوات مخلصانہ - آپکا عنایت نامہ پہنچا - آپ جیسے اہل علم و فراست کو اگرچہ ایسا اعتراض بعید ہے مگر پھر بھی میں سوچتا ہوں کہ یہ مقتضائے بشریت ہے اور میں اپنی نسبت بھی تجربہ رکھتا ہوں کہ جب تک ایک امر پر میرا علم محیط نہو جائے اور جیسا کہ شرط ہے وسعت معلومات نہو جائے تب تک ممکن ہے کہ ایک رائے ظاہر کرنے میں غلطی کروں بجز اس حالت کے کہ خدا تعالے اپنے الہام خاص سے مجھے غلطی سے بچالے - عزیز من خدا تعالے نے جو مجھے میرے خاص رفیقوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہنے کی خبر دی ہے - وہ یہ الفاظ ہیں٭ ان الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم اولئک لہم الامن وہم مہتدون - پس جو لوگ خدا کے علم میں ایسے ہیں بیشک ان کو وہ بچائیگا غرض یہ پیشگوئی مشروط بشرط ہے اور اس بحث میں پڑنا گویا متشابہات میں دخل دینا ہے - رہی یہ پیشگوئی کہ انی احافظ کل من فی الدار اس میں کوئی شرط نہیں اور گیارہ سال سے اسکی صداقت ثابت ہو رہی ہے - اگر کوئی شخص اسکی تکذیب کرے کہ یہ خدا کا کلام نہیں انسان کا افترا ہے اور یہ کہے کہ میں بھی دعوے

٭ آپکے الہام میں ان کا لفظ ہو گا قرآن مجید میں یہ الہام نازل ہوا ہے تو اسمیں الذین ہے مرزا صاحب نے یہ الہام قرآن سے چرا لیا تو سہی مگر لفظ قرآن کو بدل دیا سچ ہے عیب کرنیکو بھی ہنر چاہیے ۱۲ منہ

کرتا ہوں کہ میں آیندہ سال معہ جمیع من فی الدار کے طاعون سے محفوظ رہونگا تو وہ ہرگز محفوظ نہ رہیگا۔ اب معاف فرماویں آپکے خط کا جواب اتنا لکھنا پڑا۔ جناب غلام احمد" اور اس خط کے ساتھ ایک کتاب حقیقۃ الوحی بھی بھیجی جسکا قادیانی اخباروں میں بڑا ذکر و چرچا ہورہا ہے۔ اس خط کے جواب میں خاکسار نے یہ یہ کھلی چٹھی لکھی ہے جو ذیل میں نقل کی جاتی ہے (بٹالہ ۲۸ رمئی ۱۹۰۷ء)

مائی اولڈ فرینڈ کرشن اوف قادیان۔ بعد السلام

دعائے صحت ظاہری و باطنی جسمانی و اعتقادی کے بعد بنہایت اخلاص و کمال نصح سے چند فقرات لکھے جاتے ہیں توجہ و حسن ظنی سے مطالعہ فرماویں۔

(۱) آپکا خط ۲۲ رمئی کو ایک ڈیپوٹیشن (وفد) کے ذریعہ جسکے پریسیڈنٹ مولوی محمد احسن امروہی تھے اور وہی کتاب حقیقۃ الوحی لیکر آئے تھے پہنچا جس کا خلاصہ اوپر منقول ہوچکا ہے اس خط کو میں نے دیکھا اور کتاب حقیقۃ الوحی کو بھی میں نے دو دن لگا کر اپنے رسالہ کا کام چھوڑ کر غور سے پڑھا اس سے پہلے آپکا آخری فیصلہ بحق مولوی ثناء اللہ الحکم ۱۷ اپریل ۱۹۰۷ء بھی پڑھا اور اس کے بعد وہ فیصلہ در فیصلہ بحق ڈاکٹر عبد الحکیم خان ایک مستقل تحریر میں جو آپکی بنگلوری پارٹی کی طرف سے شائع ہوئی ہے دیکھا اور اس سے پہلے فیصلہ بحق ڈاکٹر ریویو ماہ اگست ۱۹۰۶ء میں دیکھا تھا مگر افسوس سے کہا جاتا ہے کہ میرے خط ۲۲ رمئی کا جواب نہ آپکے اس خط میں ہے نہ کتاب حقیقۃ الوحی میں نہ ان تسلیات میں بلکہ آپکے اس خط نے میرے اعتراض کو اور پختہ کر دیا ہے پہلی پیشگوئی کے الفاظ اور اسکی شرح سے آپنے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ مجھے علم نہیں کہ وہ لوگ جو میرے خاص رفیقوں سے طاعون سے فوت ہوگئے ہیں یا جو آیندہ فوت ہوجائیں گے وہ طاعون سے کیوں فوت ہوئے ہیں اور مجھے علم نہیں کہ کون

شخص میرے مریدوں سے اس پیشگوئی کی شرط " عدم ظلم " کے مطابق اس طاعون سے بچیگا۔ کیونکہ اس پیشگوئی کی اس شرط کو کہ " جو لوگ اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو نہ ملاوینگے وہی اس طاعون سے بچینگے " خدا تعالےٰ ہی جانتا ہے کہ یہ شرط کس شخص میں میرے خاص رفیقوں میں سے پائی جاتی ہے جو ایسا ہوگا وہی بچیگا۔ میں نہیں جانتا کہ کون ایسا ہے اور کون بچیگا اور وہ لوگ جو مبتلا طاعون ہوگئے کیوں نہ بچے " اور یہی جواب بعینہ میرے اعتراض کا محل تھا کہ پوری پیروی کا کوئی معیار مقرر نہوگا تو آپ اپنے خلفاء ارتجمہ طاعون سے فوت ہو جانے پر بھی عذر کرکے اس پیشگوئی کو جھوٹی نہونے دیں گے عبارت خط اوّل خاکسار اور اشاعۃ السنہ جلد ۲۰ کا صفحہ ۱۸ و ۳۸ و ۸۱ ملاحظہ ہو

اس اعتراض کے علاوہ اس سے بھی بڑھکر اس تشریح و عذر پر دوسرا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ باوجود اظہار اعتراف اس امر کے کہ پہلی پیشگوئی متشابہات سے ہے اسکو اپنے منکروں و مخالفوں کے مقابلہ میں اپنی تائید و تصدیق کے لیئے کیوں پیش کیا۔ کیا کبھی سچے ملہم یا نبی نے آیات متشابہات کو اپنے منکروں اور مخالفوں کے سامنے اپنی تائید و تصدیق کے لیئے پیش کیا ہے۔ اور آپ کم سے کم کوئی ایک ہی مثال اسکی پیش کر سکتے ہیں۔

اسباب میں قرآن مجید کا تو یہ فیصلہ ہے کہ آیات متشابہات تو صرف مومنوں سے ایمان و تسلیم کی نظر سے نازل کی گئی ہیں جو متشابہات کو سنکر * " آمنا به کل من عند ربنا " کہتے تھے (شروع سورۂ آل عمران ملاحظہ ہو)۔ لہذا آپکا اس پیشگوئی کو متشابہات سے قرار دینا اور پھر اسکو اپنے منکروں و مخالفوں کے مقابلہ میں اپنے دعوے الہام کے ثبوت کے لیئے پیش کرنا کیونکر جائز و مناسب ہو سکتا ہے۔ اور یہ کیوں افسوس کا محل نہو۔ آپ تو بزعم خود

وبحسب اعتراف خویش درسی علم نہیں رکھتے صرف لدنی علم کے مدعی ہیں زیادہ تر
افسوس مولوی محمد احسن و حکیم نور دین پر ہے کہ وہ کسیقدر ظاہری و درسی علم بھی رکھتے
ہیں اور پھر آپ کی ایسی بے سروپا باتوں کو مان کر یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ بھی پہلا لکھا
پڑھا سب بھول گئے اور مصرعہ ؎ جو پڑھا لکھا تھا نیاز نے سو وہ ایکدم میں بھلا دیا
کے مصداق بن گئے ہیں۔ یہ خط میرے پاس مولوی محمد احسن خود لائے اور پھر
وہ آپکو نہ کہہ سکے کہ یہ بات قابل تسلیم نہیں ہے۔

تیسرا اعتراض اسپر یہ وارد ہوتا ہے کہ پہلے آپکے اشتہار متعلق طاعون ۶ر فروری ۱۸۹۸ء
میں (جو اشاعۃ السنۃ جلد ۲۰ کے صفحہ ۱۹ میں منقول ہے) اس پیشگوئی میں شرط
"عدم ظلم" مذکور نہیں بلکہ اسکے برخلاف اٰوی القریۃ کہکر تمام گاؤں کو جو
چوہڑے چمار۔ ہندو۔ آریہ وغیرہ ظالمین ساکنین گاؤں کو بھی شامل ہے بچانے کا
وعدہ دیا گیا ہے اور دوسرے اشتہار ۲۲ راپریل ۱۸۹۸ء (جو جلد مذکور کے صفحہ ۲۳
میں) اور تیسرے اشتہار ۱۷۔ مارچ سنہ ۰۱ء میں (جو اسکے صفحہ ۳۴ میں منقول ہیں)
بھی اس شرط کا نام و نشان نہیں بلکہ تیسرے اشتہار میں دس لاکھ کی آبادی
والے شہر کو بچانے کا وعدہ کیا ہے جو یقیناً ہندوؤں وغیرہ ظالموں کو شامل ہے
مرزائی پارٹی کے مخلصوں سے مخصوص نہیں کیونکہ انکی تعداد ہنوز دس لاکھ کو نہیں
پہنچی۔ اور چوتھے اشتہار میں جو صفحہ ۴۳ میں اس جلد کے شائع ہوا ہے نیز اس
شرط کا ذکر نہیں اور پانچویں اشتہار (رسالہ دافع البلاء) میں (جو صفحہ ۸۴ جلد ۲۰
میں منقول ہے) تو آپنے اس کے برخلاف ایسی توسیع کردی کہ تمام موضع قادیاں
کو صرف اپنے وجود کا تخت گاہ ہونے سبب طاعون سے ایسا پاک و محفوظ قرار
دیا ہے کہ باہر سے طاعون زدہ آنے والے اشخاص کو بھی اس قادیاں نے طاعون
سے بچا لیا ہے۔ کیونکہ وہ قادیاں خدا کے رسول (مرزا) کا تخت گاہ تھا۔

الغرض چار برس تک یہ پیشگوئی بغیر قید شرط مذکور شائع ہوتی رہی۔ پھر جب خاص قادیان میں طاعون واقع ہونے سے یہ پیشگوئی جھوٹی ہونے لگی تب پانچویں سال ۱۹۰۲ء پہلے تو آپنے رسالہ دافع البلاء میں اس جھوٹ کو سچ بنانے کے لئے یہ بات بنائی اور اس پیشگوئی میں یہ قید لگائی کہ قادیان میں طاعون آئیگا تو وہ جارف یعنی جھاڑو دینے والا اور کتوں کی طرح مارنے اور بربادی و بالکل تباہی کرنے والا نہ ہوگا۔ پھر اس بات کی نسبت آپکو یہ سوجھی کہ چار برس سے اصل پیشگوئی کے بعد پانچویں سال ایسی قید لگانا صریح بناوٹ اور ہنسی کا محل ہوگا تو پھر اس سے چھٹے مہینے آپ کی چھٹی تحریر (کشتی نوح) شائع ہوئی۔ تو اس میں آپنے اس پیشگوئی میں کامل پیروی اور تقوی ...... کی قید لگا دی تھی اور اس پیشگوئی کی یہ تفسیر کی کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہوگا اور وہ مکمل پیروی اور اطاعت اور سچے تقوے سے تجھ میں محو ہو جائیگا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے۔ اسوقت آپکو یہ عربی الہام نہ سوجھا اور نہ کشتی نوح میں درج ہوا۔ پھر ۱۹۰۳ء میں آپکی ساتویں تحریر رسالہ مواہب الرحمن شائع ہوا تو اسوقت بھی آپکے ملہم کو یہ الہام عربی یاد نہ آیا اور نہ وہ اس رسالہ میں درج ہوا اور جب دس برس تک اس الہام کا آپکی تحریرات متعلقہ پیشگوئی طاعون میں نام و نشان نہ پایا گیا بلکہ برخلاف اسکے اس پیشگوئی میں چار برس تک اطلاق و عموم چلا آیا۔ پانچویں برس قیدیں لگانا شروع ہوا تو بھی یہ الہام نہ سوجھا تو اب ۱۹۰۶ء اس الہام کے ذریعہ اس پیشگوئی میں شرط لگانا کیونکر جائز ہے۔ اور یہ اللہ جلشانہ ملہم الصادقین سے کیونکر متصور ہے۔ ایسی شرط کی نسبت اہل عقل اور طالبان حق کو یہ گمان نہ ہوگا کہ یہ شرطیں موقعہ دیکھکر بعد از وقت لگائی گئی ہیں اور مشت بعد از جنگ کی مصداق ہیں صفحہ ۱۰-۹-۳-۶۹ جلد ۲۰-

اشاعۃ السنہ ملاحظہ ہو۔

دوسری پیشگوئی کو تو آپ کھلے الفاظ سے غیر مشروط بشرط بتا چکے ہیں جسکی وجہ سے ایک کتا آپکے گھر میں داخل ہونے والا طاعون سے بچ سکتا ہے۔ اس تعمیم نے بھی میرے اعتراض کو اور پختہ کر دیا ہے کہ کتا تو صرف آپکے گھر میں اتفاقاً داخل ہونے سے بچ گیا اور برہان جہلمی اور رجال سید دہلوی جو اس مقدس گھر میں بارہا داخل ہو کر اس بیت کے مصداق بن چکے تھے ؎

سگِ درگاہِ مرزا شو چو خواہی قرب یزدانی ٭
کہ بر شیران شرف دارد سگ این درگاہ خاقانی

اور خاص کر ایڈیٹر البدر جو اس گھر کا حضوری کتا تھا۔ اور بحکم مثل مشہور "سگ حضوری بہ از برادرِ دوری" ہزاروں بلکہ لاکھوں آفاقی (بیرونجات کے) مرزائیوں سے افضل گویا اسم بامسمّٰی تھا و بتسلیم و اعتراف خلیفہ ثانی مولوی محمد احسن پریذیڈنٹ ڈیپوٹیشن حامل کتاب آسمانی (حقیقۃ الوحی) اسی طاعون سے وہ ہلاک ہوا ہے۔ اس طاعون سے نہ بچ سکا یہ بو العجبی نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا آپکے بلاغرض و طمع دنیاوی معتقد اس پر یہ شعر نہ پڑھینگے ؎

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم ٭
ز خاک مکہ ابو جہل این چہ بو العجبیست

میرے اس خط اول کو تو آپنے اپنے جواب میں ان وجوہات کی شہادت دلیل سے پختہ کیا اس خط کے اخیر میں جو آپنے کہا ہے (گویا میرے اعتراض کا دوسرا جواب دیا ہے) کہ جو شخص ان پیشگوئیوں کو جھوٹا کہے اور انسانی افترا قرار دے وہ بھی ایسی پیشگوئی کرے کہ میں آیندہ سال معہ جمیع من فی الدار طاعون سے محفوظ رہونگا وہ ہرگز محفوظ نہ رہے گا۔ اس چیلنج میں آپنے مجھے

شامل کرلیا ہے۔ گو اخیر میں اسپر معافی چاہی اور اسپر عذر بھی کردیا ہے۔ یہ آپکا پرانا ہتھیار اور وہ ہتکنڈا ہے جس سے آپنے ہزاروں سادہ لوح اور حمقاء مخلوق خدا کو دام میں پھنسا رکھا ہے۔ اس ہتکنڈی کا جواب آپکو اشاعۃ السنہ میں بارہا دیا گیا ہے۔ مگر آپ بڑے صاحب حوصلہ ہیں ایک بات کا جواب بارہا سنکر اس کا اعادہ کردیتے ہیں۔ لیجئے آپکی خاطر اور آپکے دام سے لوگوں کو چھڑانے کی غرض سے پھر کہا جاتا ہے۔ یہ بات آپ ان لوگوں کو کرسکتے ہیں جو آپکے مقابلہ میں الہام کے مدعی ہوں اور وہ بالمقابلہ آپکے حق میں پیشگویاں کرچکے ہوں جو لوگ بجز انبیاء علیہم السلام کسی کے الہام کو نہیں مانتے اور اس کو حجت شرعی نہیں جانتے اور خود الہام کے مدعی نہیں ہیں ان کے مقابلہ میں یہ بات کہنا دہوکہ دہی اور ابلہ فریبی ہے۔ اور یہ کام راست باز اور صادق ملہموں کا کام نہیں ہے۔ ملہم کیا کسی ادنے عقلمند صاحب حیاء و شرم کا یہ کام نہیں کہ جس امر کا کوئی منکر ہو اسی امر میں اس سے معارضہ بالمثل کا مطالبہ کرے۔ مثلاً ایک شخص کیمیاگری کا منکر ہے اس کو کوئی عقلمند صاحب حیا و شرم کیمیاگر اپنی کیمیاگری کے ثبوت کے لیئے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر تم میرے کیمیاگر ہونے کو نہیں مانتے تو تم کیمیا بنا کر دکھا دو۔ منکر کیمیاگری اس مدعی کیمیاگری کے جواب میں یہی کہیگا کہ میں کیمیاگری کا قائل ہی نہیں تو تمہارے مقابلہ میں کیمیا بنا کر کیونکر دکھاؤں۔

ایسا ہی وہ شخص جو خود الہام کا مدعی نہو اور دوسرے کے دعویٰ الہام یا پیشگوئی کو دروغ جانتا ہو اس کو مدعی الہام یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے الہام کو تم نہیں مانتے تو تم بھی اپنا الہام سناؤ اور الہامی پیشگوئی کرکے دکھاؤ اسکے جواب میں اس کے الہام کا منکر یہی کہیگا کہ میں الہام و پیشگوئی کا مدعی ہی نہیں تو میں بالمقابلہ پیشگوئی کیوں کروں کیا میں بھی تمہاری طرح جھوٹھا اور مفتری علے اللہ بنوں یا

اپنی دلی اور خیالی باتوں اور حدیث النفس کو الہام الٰہی قرار دوں۔ اگر کسی ناعاقبت اندیش نے آپکے مقابلہ میں ایسا کیا ہے اور کسی مسخرے زٹلی نے بطور تمسخر آپکے مقابلہ میں کوئی الہام گھڑکر شائع کیا ہے۔ یا کسی علوم دین قرآن و حدیث و اصول وکلام سے محض ناواقف نے اپنی حدیث النفس (خیالی بات) کو الہام سمجھکر آپ کے مقابلہ میں پیش کیا ہے اور وہ اپنے خیالی الہام یا تمسخر میں صادق نہیں نکلا اور ناکام رہا تو اس پر آپ دوسرے اشخاص کو جو علوم دین سے واقف ہیں اور خداداد عقل و فراست رکھتے ہیں قیاس نہ کریں اور یہ طمع نہ رکھیں کہ وہ بھی اپنی حدیث النفس (خیالی بات) کو الہام سمجھکر یا دیدہ دانستہ خدا تعالےٰ پر افترا کرکے آپ جیسی پیشگوئی کرکے آپ کے پھندے میں پھنس جائیں گے اور اس ہتکنڈے کی زد میں آجائیں گے۔

اس ابلہ فریب جواب میں جو آپنے خاکسار کو بھی شامل کیا ہے یہ محل شکایت و افسوس ہے مگر چونکہ آپ نے عذر کرکے معافی بھی مانگ لی ہے لہٰذا میں آپ کو معاف کرتا ہوں بشرطیکہ آیندہ مجھ سے یہ چال اختیار نکریں بلکہ یہ چال ابلہ فریب بالکل چھوڑ دیں اور کسی سے بھی جو آپکی مانند مدعی الہام نہو معارضہ بالمثل کا مطالبہ نکریں۔

مدعی الہام سے آپکی اس چال کو اس لیئے جائز تسلیم کیا گیا ہے کہ مکے والے مشرک لوگ قرآن کو افترا کہتے اور خود اسکی مثل بنانے کے مدعی تھے اور یہہ کہتے لو نشاء لقلنا مثل ھذا تو انکے جواب میں انکے مدعی ہونے کی وجہ سے کہا گیا قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات یعنی تم مدعی ہوا ور ہمارے رسول کو مفتری کہتے ہو تو تم بھی دس ہی سورتیں ایسی ہی بناؤلی لاکر دکھاؤ اس سے وہ عاجز آئے تو کہا گیا فاتوا بسورۃ من مثلہ ایسی ایک

ہی سورت بنا کر لے آؤ۔

یہ معارضہ بالمثل کے مطالبہ کا جواب ہے اب اس دھمکی کا جواب دیا جاتا ہے جو بالمقابلہ پیشگوئی کرنے والے کو آپ نے دی ہے اور یہ کہا ہے کہ جو ایسی پیشگوئی کریگا وہ ایک سال میں مبتلا طاعون ہو جائے گا۔ وہ یہ ہے کہ اس دھمکی سے کوئی احمق ڈر جائے تو ڈرے اور جہنم میں پڑے۔ خس کم جہاں پاک عقلمند تو ایسی دھمکیوں سے نہیں ڈرتے اور وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ دھمکی صرف گیدڑ بھبکی ہے۔ آپکی ایسی پیشگوئی و دھمکی آگے کونسی سچی ہوگئی ہے۔ کیا عبداللہ آتھم۔ لیکھرام۔ مرزا احمد بیگ داماد احمد بیگ۔ صوفی عبدالحق غزنوی وغیرہ وغیرہ آپ کی دھمکی اور پیشگوئی کے مطابق مرے ہیں نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ پہلے تین گو مر چکے ہیں مگر وہ مضمون پیشگوئی کو جھوٹا کر کے مرے ہیں اور آخری دو ابتک زندہ ہیں۔ میرے اس جواب سے آپکو اور آپکے مریدوں مقلدوں کو جوش تو آئیگا مگر وہ جوش تب لائق لحاظ ہوگا جبکہ آپ لوگ ہمارے ان مضامین اشاعۃ السنہ کا جن میں ان اشخاص کا آپ کی پیشگوئی کو جھوٹھا کرنیکا بیان ہے جواب دینگے۔

یہ آپ کے اس خط کا جواب ہے اور میرے خط کے جواب میں اس کے ناکافی ہونے کا ثبوت ہے۔ اسی میں فیصلہ آخری مولوی ثناء اللہ صاحب اور فیصلہ بحق ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب پر ریویو بھی ہوگیا کہ وہ فیصلے محض مغالطے ہیں اور انہیں فیصلوں کے ہم رنگ و ہم ساز ہیں جو پہلے مخاطبوں عبداللہ آتھم وغیرہ کے حق میں آپ کر چکے ہیں اور ان فیصلوں میں وہی اہمال واجمال ہے جو پہلے فیصلوں میں تھا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کے حق میں یہ الفاظ کہ اے خدا میری زندگی میں سکو طاعون ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے نابود کر نہایت مہمل ہے نہ اس میں کوئی میعاد مقرر ہوئی ہے نہ سبب خاص مرض الموت بیان ہوا اور ایک کی زندگی میں

ادا ہوا ہے اور آپ کے فیصلوں کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ اب آپکی کتاب حقیقۃ الوحی کی حقیقت بیان کی جاتی ہے اور اسپر رائے زنی عمل میں آتی ہے ؛

(حقیقۃ الوحی پر ریویو)

وہ کتاب جسوقت میرے سامنے پیش ہوئی میں نے اسوقت قبل از مطالعہ اسکی نسبت خداداد فراست سے (جسکے آپ بھی اپنے خط میں معترف ہوئے ہیں) اور آپ کی مدّت العمری حالت پر قیاس کرنے سے یہ رائے ظاہر کردی تھی (جسکے اظہار سے آپ کے ڈیپوٹیشن کے ایک ممبر اور آپکے خیالات و الہامات کے ارگن الحکم کے ایڈیٹر مجھے روکتے بھی رہے) کہ اس کتاب میں وہی پرانی باتیں پرانی باتیں ہونگی۔ جو براہین احمدیہ۔ وفیصلہ آسمانی۔ ازالہ اوہام۔ دافع الوساوس انجام آتھم وغیرہ تصانیف میں کہی گئی ہیں اس رائے کو دبی زبان سے پریسیڈنٹ ڈیپوٹیشن مولوی محمد احسن نے مان لیا اور یہ کہا تھا کہ "ہاں وہی باتیں" پھر جب میں نے اس کو پڑہا تو میرا وہ ریویو جو فراست و قیاس سے کیا تہا صحیح نکلا اور معلوم ہوا کہ اس کتاب کو نئی صورت میں نئے نام سے شائع کرنا صرف ناواقف لوگوں کو دھوکہ دینا ہے اور اس کتاب میں اکثر وہی اکاذیب وہی مغالطات وہی دعاوی فارغہ وہی دلائل واہیہ ہیں وہی نشانات بعینہا و بالفاظہا مذکور ہیں جو پہلی کتب و رسائل مرزا میں پائے جاتے اور کمتر جو دوسری صورت و دوسرے الفاظ و پیرایہ میں وارد کئے ہیں وہ بھی باصلہ و نظیرہ ان کتابوں میں موجود ہیں اور ان کا جواب بھی اشاعۃ السنہ میں جلد ۱۳ سے ۲۰ تک ادا ہوچکا ہے اسکی مثالیں آپکے یہ دعوے و بیانات و نشانات ہیں کہ میری دعا یا مباہلہ یا پیشگوئی یا مخالفت کے اثر سے الٰہی بخش مصنف عصاء موسے

منشی سعد اللہ لدھیانوی مولوی عبدالمجید دہلوی مولوی رسل بابا امرتسری مولوی غلام دستگیر قصوری - مولوی ابوالحسن سیالکوٹی - مولوی زین العابدین مدرس عربی مدرسہ حمایت اسلام - امریکن الیگزینڈر ڈوئی وغیرہ وغیرہ فوت ہوگئے ہیں اور میں اب تک اپنے دعوے الہام کے ساتھ زندہ ہوں اور میرے مال دولت اور جماعت میں ترقی ہے میں اس دعوے میں جھوٹا اور وہ مخالف انکار میں سچے ہوتے تو میں ان کے سامنے مرجاتا وہ میرے سامنے نہ مرتے انکا جواب اشاعۃ السنہ سنین گذشتہ میں ادا ہوچکا ہے کہ موت وحیات محق ومبطل ہونے کی دلیل نہیں اور نہ مال دولت وقلت اتباع وکثرت ودنیاوی ترقی وتنزل و بیماری وصحت دلیل حقانیت وبطلان ہے اور آپ کی دعا بد یا مخالفت میں کچھ اثر ہے تو بیت سے آپ کے مخالف جو بانی پی کر آپ کو کوستے ہیں اب تک کیوں زندہ اور ہٹے کٹے وندناتے ہیں اور آپکی دعا خیر میں کچھ اثر ہے تو جن لوگوں سے آپ پانچ پانچ سو روپیہ فیس لیکر دعا کرچکے ہیں وہ اس اثر سے اب تک کیوں محروم ہیں اور آپکے مباہلہ میں کچھ اثر ہے تو صوفی عبدالحق غزنوی کیوں اب تک زندہ ہیں اور اپنے حال میں خوش وخورم ہیں جن نئے لوگوں نے اس کتاب میں آپ نے نام گن سنائے ہیں ان میں سے تو ایک بھی ایسا نہیں ہوا جسنے آپ سے مباہلہ کیا ہو۔ آپ اور آپکے آرگن ریویو اوف ریلیجنس - الحکم اور البدر خدا تعالےٰ کا اور مواخذہ واعتراض دنیا کا خوف اٹھا کر ناحق وبرخلاف واقعہ ان لوگوں کی موت کو آپکے مباہلہ کا اثر ٹھہراتے ہیں۔

اس جواب کی تفصیل اشاعۃ السنہ کی جلدوں مذکورہ میں موجود ہے جس کو سبھی جلدیں میسر نہوں وہ صرف جلد ۱۹ کو صفحہ ۱۱۶ سے ۱۳۲ تک اور جلد ۲۰ کو صفحہ ۱۱۲ سے ۱۴۰ تک ملاحظہ کرے جلد ۱۹ کے صفحہ ۱۱۷ میں مرزا کی

اس نیرنگی کو فروخ تیلی سے (جو ایک ہی تیل کو ایک مشکیزہ سے اسکو مختلف منہ لگا کر نکال دیا کرتا تھا) تشبیہ دیکر یہ ثابت کر دیا ہے کہ جو باتیں انہوں نے سنہ ۱۹۰۶ء میں کہی تھیں وہی سنہ ۱۹۰۶ء میں کہی تھیں جن کا جواب اس کو مل چکا ہے۔ اب وہی باتیں سنہ ۱۹۰۷ء میں کہی ہیں۔

اس مقام میں ایک تازہ اور گرما گرم نیا جواب بھی پیشکش کیا جاتا ہے کہ اگر اس بات کو صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ ان لوگوں کی موت آپ کی دعا یا مباہلہ کا اثر ہے تو اس سے آپ کے دعوی کے برخلاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ مثیل مسیح ہونے کے دعوے میں صادق نہیں ہیں بلکہ آپ جیسا خونی و سفاک تو کسی نبی مصلح (ریفارمر) کا نظیر و مثیل نہیں ہو سکتا۔ نبی تو خیر خواہ دشمناں ہوتے ہیں۔ دشمن ان کو مارتے تو وہ ان کے لیے دعا کرتے۔ ایک نبی کو قوم نے ایسا مارا کہ وہ خون آلودہ ہو گئے آپ چہرے سے خون پونچھتے اور یہ دعا مانگتے اللھم اغفر لقومی فانہم لا یعلمون ہمارے مولے و سید خاتم الرسل مکہ والوں سے مایوس ہو کر طائف پہنچے جب طائف گئے کفار فجار اور وہاں کے سفہار بدکردار نے آپکو ہنسی میں اڑا کر دیوار میں دھکیل کر طائف سے نکال دیا تو آپ کو اس غم والم سے مقام قرن الثعالب میں پہنچکر غم سے ہوش و افاقہ ہوا تو آپکی تسلی و دلجوئی کے لئے خدا تعالے نے حضرت اسرافیل کے ساتھ ایک فرشتہ ملک الجبال کو بھیجا انہوں نے خدا تعالے کا سلام فرخندہ انجام فرحت و عزت التیام پہنچا کر عرض کیا کہ آپکی تنگی دل و غم والم کو دیکھ کر خدا تعالے نے ملک الجبال کو بھیجا ہے آپ حکم دیں تو یہ جبل ابو قبیس اور اسکے ساتھ والا پہاڑ کو زمین سے اکھاڑ کر مکہ والوں کے سروں پر رکھ ان کو کچل ڈالے۔ اسکے جواب میں آنحضرت صلعم نے فرمایا لا یا رب اے خدا میں ایسا نہیں چاہتا ان لوگوں میں

کوئی تو ایسا ہی نکلیگا جو لا الہ الا اللہ کہے گا اور تیری عبادت کریگا اور حضرت
مسیح تو ایسے رحم مجسّم تھے کہ وہ فوت ہو جانے کے بعد روز قیامت کے دن
بھی اپنے مخالفوں کے لئے جنہوں نے انکی دعوت و نصیحت کے مخالف ہو کر انکی
پرستش کی ہے دعا مغفرت ہی کرینگے اور یہ کہینگے ان تعذبھم فانھم عبادك
وان تغفر لھم فانك انت العزیز الحکیم۔ یعنے اے خدا تعالےٰ اگر تو میری
نصیحت کی مخالفت کرنے والوں کو عذاب کرے تو یہ تیرے (محکوم) بندے
ہیں اور اگر معاف ہی کردے تو تو غالب حکمت والا ہے ایسے ہی حضرت ابراہیم
علیہ السلام نے کافروں نافرمانبرداروں کے لیے دعا مغفرت کی تھی۔

رب انھن اضللن کثیرًا من
الناس فمن تبعنی فانہ منی و من
عصانی فانك غفور رحیم (سورہ ابراہیم ع ۶)

اے رب یعنے اے خداوند ان معبودوں
نے بہت لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے۔
پس جس نے (ان کو چھوڑ کر) میری پیروی
کی وہ تو میرا اور مجھ سے ہے اور جس نے نافرمانی کی تو اسکو بھی بخشنے والا مہربان ہے
حضرت موسےٰ اور حضرت نوح نے اپنے سرکش مخالفین کے لیے بددعا
کی تھی تو وہ ایک مدت دراز کے بعد جب ان کو انکی ہدایت سے ناامیدی

واوحی الی نوح انہ لن یؤمن
من قومك الا من قد امن (ھود ع ۴)

ہو گئی تھی اور خدا تعالےٰ کی طرف سے
وحی ہو چکی تھی کہ اب وہ لوگ ایمان
نہ لائیں گے پہلے تو وہ حضرات بھی قوم کو مدتوں وعظ کرتے رہے اور انکی
سختیاں سہارتے رہے اور گالیاں بدگویاں سنتے رہے آپنے تو نبوت کا
چارج (عہدہ) لیتے ہی پہلے ہی صحیفہ آسمانی (کتاب براہین) کے نازل
ہوتے ہی اپنی قوم کو جنکی ہدایت کے واسطے آپ مبعوث ہوئے تھے کوسنا
اور مارنا شروع کر دیا تھا۔ پھر آپ مثیل مسیح کیونکر ہو سکتے ہیں یا کسی نبی او

مصلح کے مماثل کیونکر بن سکتے ہیں اگر صرف نام کے مسیح ہونے کا دعوے ہے تو اس نام کے مسیح کے ساتھ لفظ خونی بڑھا دینا اور خونی مسیح کہلانا مناسب ہے کیونکہ جو کوئی آپکا مخالف ہوا اسکے مارنے کو اپنی تبلیغ رسالت اور اسکے اظہار مخالفت سے پہلے ہی اسکو مارنے کے ہتھیار بددعائیں اور منذر الہام خدا کی طرف سے آپ ساتھ لائے ہیں پھر جو شخص سینکڑوں مخالفوں سے مرجاتا ہے اسکو اپنے ہی الہام دعا کا اثر اور اپنی کرامت آسمانی نشان قرار دیتے ہیں۔ اور جو مخالفوں سے ہنوز زندہ ہیں ان کو منذر الہامات اور انذاری پیشگوئیوں کی دہمکیاں دیتے ہیں اور یہ پنجابی مثل سناتے اور یہ فرماتے ہیں "باوان تنبا کران چوڑ چنیا!!" جسکا اردو ترجمہ یہ ہے کہ پاجامہ پہنوں اور تمہارے گھر کا ستیا ناس کروں[*] لہذا لقب مسیح بلا اضافہ لفظ خونی آپکی تمہاری شان کے لئے شایان نہیں

او مائی اولڈ فرینڈ آپ کے اس قسم کے الہامات و پیشگوئیاں اہل علم و صاحبان عقل کی نظروں میں اس مثل سے بڑھکر وقعت نہیں رکھتیں پھر آپ اپنر کیا فخر کرتے ہیں اور ان سے کسکو ڈراتے ہیں آپکے دام افتادہ بافندے جو عقل ایمان فروخت کرکے آپکی چار دیواری میں ڈیرے لگاتے ہیں اس سے ڈریں تو ڈریں جن کو ذرہ بھی عقل ہے وہ ان دہمکیوں کو اس جولاہے کی دہمکی سمجھتے ہیں آپکی ان خونریزیوں اور خونریزی کی دہمکیوں کے متعلق ایک اور یہ

---

[*] ایک احمق بافندہ کے گھر میں کسی نے پاجامہ پہنکر نماز پڑہنی شروع کی تو اتفاقاً اس گھر میں آگ لگ گئی ان احمق گھر والوں نے یہ سمجھا کہ یہ آگ اس نماز پڑہنے والے کی شامت ہے وہ نمازی چالاک و عیار تھا اس نے ان کے اس خوف و خیال کو غنیمت سمجھا اور اپنی کرامت کا ہتکنڈا جما لیا جب کسی بات سے اپنر ناراض ہوتا تو ان کو ڈراتا اور دہمکاتا اور یہ کہتا "باوان تنبا کران چوڑ چنیا!!"

بات بھی آپ کی توجہ وانصاف کے (آپ نہ کریں تو اور عقل و اہل انصاف کی) توجہ کے لائق ہے کہ آپ کے دعویٰ الہام و مسیحائیت وغیرہ کے منکر و مخالف سارے جہاں میں سبھی لوگ تو ایسے نہیں جو دیدہ دانستہ جحوداً و عناداً انکار کرتے ہوں بلکہ ان میں بہت ایسے بھی ہونگے جو آپکے دعاوی والہامات کو صحیح نہ سمجھنے اور ان پر احاطہ علمی نہ کرنے کی وجہ سے ان سے منکر ہونگے۔ انہیں لوگوں سے آپنے اس خاکسار کو شمار کیا۔ چنانچہ اس خط ۲۲ مئی میں مجھ پر اسی نیک گمانی کا اظہار فرمایا ہے۔ اور میں خود بھی حلفاً کہتا ہوں اور جس قسم کی حلف اور جسوقت جسدن جس مقام میں آپ چاہیں میں اٹھانے کو تیار رہوں کہ مینے ابتداء سے آج تک آپکا مقابلہ و معارضہ جحوداً و عناداً نہیں کیا بلکہ آپ کے دعاوی جدیدہ اور ان کے دلائل مزخرفہ کو جس کا شروع رسالہ فتح اسلام سے ہوا ہے اصول و عقائد اسلام کے مخالف سمجھکر نے انکار کیا ہے۔ میرا انکار و رد آپکے دعاوی دلائل سے ایسا ہے جیسا کہ اپنے پرانے دینی اور اسلامی بھائیوں (علاتی بھائی حنفیوں عینی بھائیوں اہلحدیث امرتسری آروی وغیرہم) کے نئے خیالات اور خیالی دلائل سے ہے۔ جسکا آپ جلد بستم و بست یکم اشاعۃ السنہ کے ملاحظہ سے یقین کر سکتے ہیں۔ پھر ایسے لوگوں کے جواب میں جب وہ آپسے آپ کے دعاوی کی دلیل اور آپکے الہامات کا ثبوت طلب کریں آپکا یہ کہنا کہ تم میرے الہامات کو نہیں مانتے افترا سمجھتے ہو تو تم قسم کھاؤ اور مباہلہ کرو پھر تم ایک سال تک ہلاک کئے جاؤگے مدعی مماثلت حضرت مسیح یا کسی سچے ملہم اور ہادی کیلئے کب جائز و مناسب ہے وہ ہلاک ہوگئے تو آپ سے ہدایت کون پائینگے اور آپکی بعثت اور نبوت کا نتیجہ کیا نکلیگا ایسے لوگوں غیر معاندوں اور طالبان حق کو تو بحث و دلائل سے اپنے دعاوی سمجھانے مناسب ہیں اور اگر آپ میں

روحانی طاقت اور برقی طاقت ہی تو انکی ہدایت روحانی برقی طاقت اور دعا سحری سے مناسب ہے نہ خونریزی اور خون ریزیوں کی دہمکیوں سے۔

اور اقل قلیل اس کتاب میں بعض باتیں بھی ہیں جو پہلے آپنے نہیں کہیں اس لیئے ان کا جواب اشاعۃ السنہ سنین گزشتہ میں ادا نہیں ہوا۔

ازانجملہ ایک یہ بات ہے جو صفحہ ۳۰ "تتمۂ حقیقۃ الوحی" میں آپنے کہی ہے کہ نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے میری کتاب براہین احمدیہ کو چاک کرکے واپس کر دیا تھا۔ اس لئے میں نے دعا کی کہ انکی عزت چاک کردیجائے تو وہ نوابی سے معزول ہوگئے۔ پھر جب انہوں نے بذریعہ خط مجھسے دعا کی درخواست کی جسکی اطلاع حافظ یوسف امرتسری اور مولوی محمد حسین کو دی گئی تھی تب میں نے اسکے لئے دعا کی تو خدا نے مجھ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ سرکوبی سے اس کی عزت بچائی گئی پھر کچھ مدت کے بعد گورنمنٹ کا حکم آگیا کہ صدیق حسن خان کی نسبت نواب کا خطاب بحال رہے۔

دوسری یہ بات ہے جو صفحہ ۳۹۱ حقیقۃ الوحی میں کہی ہے کہ اس حصۂ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جسقدر مجھ سے پہلے اولیاء ابدال اقطاب اس امت سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصۂ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اسوجہ سے نبی کا نام پانے کے لیئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور دوسرے لوگ اس نام کے مستحق نہیں نسقدر مکالمہ الٰہیہ کا وہ حصہ پانے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جانے اور آنحضرت کی پیشگوئی میں جو احادیث صحیحہ میں آچکی ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا رخنہ واقع ہوجاتا اور اسکی تائید میں مکتوبات مجدد الف ثانی سے نقل کیا ہے کہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت

تک رہینگے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جاوے
اور بکثرت امور غیبیہ اسپر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے اسکے بعد کہا ہے کہ
احادیث صحیحہ نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسے اور ابن مریم کہلا ئیگا اور نبی کے
نام سے موسوم کیا جائے گا۔

تیسری یہ بات ہے جو صفحہ ۲۰۵ حقیقۃ الوحی میں لکھی ہے کہ سان فرانسسکو
اور فارموسا وغیرہ میں میری پیشگوئی کے مطابق زلزلے آئے ہیں۔

چوتھی بات یہ ہے جو صفحہ ۳۷ لغایت ۳۹ تتمہ حقیقۃ الوحی میں لکھی ہے کہ
اس دفعہ جو زیادہ بارش سردی ہوئی ہے وہ میری ہی پیشگوئی کے مطابق ہوئی ہے

پانچویں بات یہ ہے جو صفحہ ۱۸۲ و ۱۸۷ و ۱۸۸ حقیقۃ الوحی میں لکھی ہے
کہ میری دو تین پیشگویوں (جیسے موت عبد اللہ آتھم یا داماد احمد بیگ یا نکاح دختر
احمد بیگ) پر پورا نہونے کا اعتراض کیا جاتا ہے ہزاروں پیشگویوں کے پورے
ہونے کو کیوں دیکھا نہیں جاتا اسی قسم سے اور نئی باتیں ایسی لکھی ہیں جنکی
تفصیل سے تطویل بلا طائل متصور ہے۔

ان باتوں کے جواب دینے اور انکی نسبت رائے ظاہر کرنے کی ضرورت
نہ تھی جبکہ انکے نظائر کا جواب اشاعۃ السنۃ سنین گذشتہ میں دیا گیا ہے تاہم
ان کے جوابات پر باقی نئی باتوں کے جواب کو قیاس کرنے کے لیئے نظائر پیدا
ہونے کی غرض سے جواب دیا جاتا ہے اور یہ رائے ظاہر کی جاتی ہے کہ یہ باتیں
محض مغالطے ہیں۔ پہلی بات محض غلط و بناوٹ معلوم ہوتی ہے (۱) نہ
نواب صاحب نے بذریعہ خط دعا کے لیئے درخواست کی۔ اور نہ (۲) ان کے خط کا
آپنے مجھے اطلاع دی۔ اور نہ نواب (۳) صاحب کی زندگی میں بجائی خطاب نوابی

کا یہ نسبت نواب صاحب حکم ہوا۔ امر سوم کا تصفیہ سرکاری کاغذات سے ہو سکتا ہے۔ آپ سچے ہیں تو سرکاری حکم کا نمبر و تاریخ بتا دیں امر اوّل دوم کا تصفیہ نواب کا خط دکھانے سے ہو سکتا ہے۔

اسباب میں واقعی امر یہ ہے کہ نواب صاحب کی تصنیفات میں ایسے الفاظ تھے جن کے درج ہونے سے انکا خطاب موقوف ہوا۔ پھر جب خاکسار نے انکی مدافعت میں ایک انگریزی پمفلٹ شائع کیا اور اسمیں گورنمنٹ پر ثابت کر دیا کہ جو الفاظ ان کی تصانیف میں درج ہوئے ہیں۔ یہ نواب صاحب کے ذاتی خیال کا فوٹو نہیں یہ اقوال غیر ہیں جن کو نواب صاحب نے سادہ پن سے درج کتاب فرما دیا ہے۔ اسپر گورنمنٹ ہند کی توجہ ہوئی تو گورنمنٹ نے نواب صاحب کی وفات کے بعد صرف بیگم صاحب کی خاطر تو دلجوئی کے لیئے نواب صاحب کو بلفظ نواب یاد کرنے کا حکم دیا جس سے نواب صاحب بحال نہ ہوئے۔ بلکہ صرف بیگم کی تلافی ہوئی آپ نے اس واقعہ کو کچھ کا کچھ بنا کر دکھا دیا اور اپنے احمق مریدوں کو دہوکہ دیا۔

دوسری بات بھی محض غلط و خلاف واقعہ ہے کسی حدیث صحیح میں یہ ذکر نہیں آیا کہ جو شخص کثرت سے مکالمہ الٰہی سے مشرف ہو وہ نبی کہلانے مستحق ہوتا ہے اور نہ ہی یہ بات مجدد الف ثانی نے کہی ہوگی آپ سچے ہیں تو حدیث کا پتہ کسی کتاب حدیث میں اور مجدد صاحب کے مکتوب کا نمبر و نام مکتوب الیہ بتا دیں۔ اور نہ یہ مضمون کسی حدیث میں آیا ہے کہ اس امت سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسےٰ اور ابن مریم کہلانے لگا۔ اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ آپ اس کو ثابت کریں

چکے ہیں آپکو مناسب تھا کہ ہمارے جوابات کا جواب دیتے نہ یہ کہ بلا جواب الجواب پُرانی
باتوں کے اعادہ پر اکتفا کرتے۔ گذشتہ را صلوٰت۔ آپ آیندہ ہی مرد میدان
بنیں اور جن پیشگوئیوں و نشانات کی تعداد آپ کبھی تین ہزار کبھی
(طفرہ نظامیہ جائز کرکے) تین لاکھ بتاتے ہیں انمیں سے صرف تین (جو
بہت مشہور ہیں (۱) تولید الہامی فرزند (۲) نکاح زوجہ آسمانی۔ (۳) موت
آتھم یا لیکھرام یا شوہر ثانی زوجہ آسمانی۔ یا ان میں سے صرف ایک جسپر
زیادہ یقین و اعتماد ہو) پر تحریری یا تقریری بحث کرکے انکا صادق ہونا
ثابت کردیں اگر آپ نے اس ایک یا تین کا منجانب اللہ ہونا اور کلام الٰہی
سے اپنا مخاطب اور خدا تعالےٰ کا متکلم ہونا ثابت نہ کیا تو اسپر باقی تین
ہزار یا تین لاکھ کا قیاس کرکے انکا کان لم یکن ہونا آپ کو تسلیم کرنا
پڑے گا اور اگر ان تینوں کا منجانب اللہ ہونا آپ نے ثابت کردیا۔ تو پھر باقی
تین ہزار یا تین لاکھ میں ایک ایک کرکے بحث و مباحثہ کرنا پڑے گا یہانتک
کہ جملہ پیشگوئیوں اور نشانات کا منجانب اللہ ہونا آپ ثابت کردیں کیونکہ
اہل اسلام کے نزدیک مسلم و مقرر ہے کہ کسی سچے نبی یا ملہم الٰہی کی جو ہزاروں
لاکھوں پیشگوئیوں کے منجانب اللہ ہونے کا دعوے کرے کسی ایک پیشگوئی کی
جھوٹی نکلے تو وہ دعوے نبوت میں جھوٹا سمجھا جائے گا اور اسکی نبوت کا
بالکل اعتبار نہ رہے گا۔

مگر مشکل اور سخت مصیبت تو یہ ہے کہ زمانہ تالیف کتاب دافع الوساوس سے
یہ الہام اسمیں درج کرکے یا علی دعہم ذرہا غنہم وانصارھم یعنے اے علی۔
(اپنی ذات اقدس کو مراد بناتے ہیں) انکی کھیتی اور مددگاروں کو (یعنے مولویوں
اور ان کے مباحث کو) چھوڑدے مباحثہ کا دروازہ بندکردیا ہے (گویہ بند

کرنا صرف زبانی اور تقریری بحث سے ہے تحریری بحث تو آپکو بند نہیں ہوئی اس لئے کتاب حقیقۃ الوحی کو دیکھیں جو معہ متعلقات
چھ سو صفحہ کے قریب میں ختم ہوئی ہے یہ بحث نہیں تو اور کیا ہے اور ایک مدت سے اپنی دعاوی کے ثبوت کیلئے
آپ نے یہی ایک دلیل کو بناء یا ہتھیار تیار کر رکھا ہے کہ "پاداش تنبا کران چوڑ جنبا" یعنی ہمارے الہامات و نشانات
کی نسبت قسم یا مباہلہ سے کہو کہ خدا کا کلام نہیں محض افترا ہے۔ تو پھر ایک سال کے اندر مارے جاؤ گے۔
اس صورت سے فرمائیے آپکے دعاوی کی صداقت آپ کے ان مخالفوں و منکروں پر جو معاند
نہیں ہیں جیسا کہ یہ عاجز خاکسار آپکا پرانا غمخوار ہے، کیونکر ثابت و محقق ہو
حسبۃ للہ و نصحاً لخلق اللہ آپ اس سوال کا جواب ضرور دیں آپ نہ دے سکیں تو اپنی امت کے
حکیم مولوی نور دین صاحب بہادر۔ یا آپکے وکیل بالخصومۃ و مناظر مولوی محمد احسن صاحب بہادر سے
جواب دلوائیں۔ ایک واجب العرض گذارش یہ ہے۔ کہ آپکے غیر معاند خصوم سے آپکے اس سوال کا۔ کہ
"میرے الہامات کو خدا کیطرف سے نہیں مانتے تو اس کے افتراء علی اللہ ہونے پر قسم کھاؤ اور موت
کی سزا پاؤ" بے محل و نامناسب ہونا تو بیان ہو ہی چکا ہے۔ جو وہ منکر و مخالف جو جحوداً و عناداً
آپکے دعاوی کو حق جان کر اور آپکے الہامات کو منجانب اللہ مان کر ان سے انکار کرتے ہیں۔ اور وہ ان
فرعونی لوگوں کی مانند ہیں جن کے حق میں قرآن میں فرمایا ہے کہ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا
أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا ۔ روشن نشانی لاٹھی کا سانپ بنجانیکے منجانب اللہ ہونیکا یقین کر کے
عناداً و جحوداً اس سے انکار کیا تھا ان کی نسبت بھی اگر آپ مسیح علیہ السلام کی مثیل ہیں قسم کھا کر ہلاک ہو جانیکو نشان
نہ بنائیں بلکہ انکے لئے بھی یہی دعا کریں کہ خدا انکا عناد و جحود دور کرے اور انکو آپکا مطیع کر دے۔ ان دونو
فریقوں کی نسبت یہ گذارش بھی بطور سفارش واجب العرض ہے کہ جو شخص آپکے الہامات کو منجانب اللہ نہ مانے
وہ محقق ہو یا معاند اسکو یہ لازم نہیں کہ وہ آپکو عمداً مفتری علی اللہ ہی قرار دے کیونکہ جائز نہیں ہے کہ وہ آپ کے
متعلق الہامات و الہامات کی نسبت یہ خیال رکھتا ہو کہ وہ آپکے دل و دماغ کے خیالات ہیں اور از قسم حدیث النفس ہیں گو آپ ظاہر
[illegible] سے بے خبر ہیں۔ اور [illegible] ارشاد سے بھی محروم رہے ہیں۔ اور انکے حالات متعلقات
[illegible] اس قسم کے بلکہ اس سے بڑھکر خیالات آپکے دل اور آپکے دماغ میں
[illegible] شخص کا آپکی نسبت یہ خیال ہو وہ آپکے مقالات
پیدا ہوتے ہیں اگر آپ الہامات سمجھ لیتے ہیں [illegible]